

ردّ قادیانیت

رسائل

- حضرت مولانا ابوسعید عربی العزیز
- حضرت مولانا عبث الحی امرتسری
- حضرت مولانا حکیم عبدالغنی
- حضرت مولانا حکیم ولی الدین چکلیوی
- حضرت مولانا عبث العیلم صدیقی
- حضرت مولانا محسن الدین کابھہ کابھہ
- حضرت مولانا مفتی غلام مرتضیٰ مہانوی
- حضرت مولانا محمد یعقوب رحمانی
- حضرت مولانا سید محمد عرب کئی

احتساب قادیانیت

جلد ۲۸

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

عضوری باغ روڈ، ملتان - فون : 061-4783486

ردقادیانیت

رسائل

احزاب قادیانیت

۲۸

- حضرت مولانا ابو سعید عبدالعزیز
- حضرت مولانا عبید اللہ علی امرتسری
- حضرت مولانا سید علی حسینی
- حضرت مولانا حکیم قلی الدین کاشانی
- حضرت مولانا عبدالحامید صدیقی
- حضرت مولانا محمد الدین کاشانی
- حضرت مولانا مفتی غلام رفیق بھٹائی
- حضرت مولانا محمد رفیع بھٹائی
- حضرت مولانا شہید محمد عرب کاشانی

عالمی مجلس اہل حق و باطل

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نام کتاب : احساب قادیا نیت جلد اول تا بیس (۲۸)
مصنفین : حضرت مولانا ابو عمر عبدالعزیز
حضرت مولانا حکیم عبدالغنی
حضرت مولانا عبدالعلیم صدیقی
حضرت مولانا مفتی غلام مرتضی میاںوٹی
حضرت مولانا عبدالحی امرتسری
حضرت مولانا حکیم ولی الدین بھاکپوری
حضرت مولانا محمد الدین کابند کاچھ
حضرت مولانا محمد یعسوب رحمانی
حضرت مولانا سید محمد عرب کئی

صفحات : ۵۰۴

قیمت : ۳۰۰ روپے

مطبع : ناصرزین پریس لاہور

طبع اول : ستمبر ۲۰۱۲ء

ناشر : عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

Ph: 061-4783486

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

فہرست رسائل مشمولہ..... احتساب قادیانیت جلد ۲۸

- عرض مرتب حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ ۴
- ۱..... تبلیغی وفد حضرت مولانا ابو عمر عبدالعزیزؒ ۷
- ۲..... الحق المبین حضرت مولانا حکیم عبدالغنیؒ ۲۱
- ۳..... مرزائی حقیقت کا انکھار حضرت مولانا عبدالعلیم صدیقیؒ ۹۹
- ۴..... فتنہ نبوت حضرت مولانا مفتی غلام مرتضیٰ بریلویؒ ۱۶۵
- ۵..... تذکرۃ العباد (لکھنؤ پتروا بقوال لعل الحداد) حضرت مولانا عبدالحی امرتسریؒ ۱۷۹
- ۶..... محکمات ربانی، لنسخ القالی قادیانی حضرت مولانا حکیم ولی الدین بھائی پوریؒ ۳۰۱
- ۷..... فیملہ قرآنی معروف بہ کذیب قادیانی حضرت مولانا محمد الدین کابند کاسچہ ۳۸۱
- ۸..... حقیقت مرزا حضرت مولانا محمد یعسوب رحمانیؒ ۴۵۱
- ۹..... الکلام الفصیح فی تحقیق الحیات حضرت مولانا سید محمد عربؒ ۴۶۷

المسیح (الملقب بہ اسم تار یحییٰ)

اپتر دیہ غلام احمد قادیانی ۱۹۳۰ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عرض مرتب

- الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى اما بعد!
- قارئین کرام! بیچے اللہ رب العزت کے فضل و کرم و احسان سے احتساب قادیانیت کی جلد اڑتالیس (۲۸) پیش خدمت ہے۔ اس جلد میں سب سے پہلے:
- ۱..... تبلیغی تحفہ: جناب مولانا ابو عمر عبدالعزیز نے سوال و جواب پر یہ رسالہ مرتب کیا۔ جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ مطابق اکتوبر ۱۹۳۲ء میں اولاً لاہور سے شائع ہوا۔ اس جلد میں پیش خدمت ہے۔
- ۲..... الحق المبین: مولانا حکیم عبدالغنی ناظم، جمہوریہ انوالی ضلع گجرات نے اس کو ۱۹۳۳ء میں مرتب کیا۔ موصوف کے مناقضات مرزا، واعتقادات مرزا پر بھی دور رساں ہیں۔ لیکن وہ دستیاب نہ ہو پائے۔ اخبار ”روزنامہ احسان لاہور“ کی اشاعت ۲۲ دسمبر ۱۹۳۳ء میں قادیانیوں کے نو سوال شائع ہوئے۔ جس کا مسلمانوں سے جواب طلب کیا گیا تھا۔ مولانا عبدالغنی صاحب نے ”الحق المبین“ کے نام سے ہر سوال کا تفصیلی جواب دیا۔ جس سے یہ کتاب تیار ہو گئی۔ خوب مطلوباتی اور ثقاہت سے بھرپور کتاب ہے۔ مولانا عبدالغنی صاحب کا ۲۵ مئی ۱۹۶۶ء کو وصال ہوا۔
- ۳..... مرزائی حقیقت کا اظہار: حضرت مولانا عبدالحلیم صدیقی قادری حنفی میرٹھی ماریش میں عرصہ تک قیام پذیر رہ کر خدمت اسلام کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ آپ کی تبلیغ حق سے سینکڑوں بندگان خدا غیر مسلم افراد نے اسلام قبول کیا۔ ان میں قادیانی بھی تھے جو مولانا شاہ عبدالحلیم صدیقی کی تبلیغ اسلام سے مسلمان ہوئے۔ ان دنوں ماریش میں قادیانیوں کا مربی ایک حافظ قادیانی تھا۔ مولانا شاہ عبدالحلیم صاحب کی لاکار حق کے باوجود کبھی رو برو آنے کی جرأت نہ کر پایا۔ مولانا شاہ عبدالحلیم صاحب نے ایک جلسہ میں اعلان فرمایا کہ میں اب ماریش چھوڑ کر دوسرے ملک جا رہا ہوں۔ ابیس اعظم نے اس قادیانی مربی کے کان میں پھونک مار دی کہ اب موقع ہے ڈیک پے ڈیک مار کر جہاز قادیان کے سامنے نمبر ہالو۔ اس نے ایسے وقت میں دو پمفلٹ لکھ کر شائع کئے۔ جن دنوں مولانا شاہ عبدالحلیم سفر کے لئے پامرباکاب تھے ان پمفلٹوں کی تقسیم ہو گئی۔ آپ نے پمفلٹ لیا۔ بحری جہاز کا سفر تھا۔ جتنے دن جہاز میں رہے ان تمام پمفلٹس کا جواب لکھ دیا۔ قادیانی پمفلٹوں کا نام اظہار حقیقت نمبر ۱۲ تھا۔ مولانا نے سب کا جواب ”مرزائی اظہار حقیقت“ کے نام سے یہ جامع کتابچہ مرتب فرمادیا۔ یکم مئی ۱۹۲۹ء کو یہ مکمل ہوا۔ مولانا شاہ عبدالحلیم صدیقی کا ۱۳ مارچ ۱۹۵۳ء کو

وصال ہوا۔ مدینہ طیبہ جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ نہ ہے نصیب!

حضرت مولانا عبدالعلیم صدیقی کے جانشین حضرت مولانا شاہ احمد نورانی مرحوم تھے۔ باپ مولانا عبدالعلیم صدیقی نے قادیانیت کے خلاف اوائل میں تحریک اٹھائی۔ بیٹے نے قومی اسمبلی میں ان کو کافر قرار دلوایا۔ مولانا عبدالعلیم صدیقی سے فقیر کے استاذ محترم مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر کے برادرانہ تعلقات تھے۔ مل کر رد قادیانیت پر کام کیا۔ اس لئے مولانا شاہ احمد نورانی، حضرت مولانا لال حسین اختر کو ”چچا حضور“ فرمایا کرتے تھے۔ کہاں رہیں اب وہ محبتیں، اب تو عقرنی دنیا ہے۔ اللہ تعالیٰ معاف فرمائے۔

۴..... ختم نبوت: حضرت مولانا مفتی غلام مرتضیٰ صاحب میانی ضلع سرگودھا کے رہائشی تھے۔ نامور عالم دین تھے۔ مقولات و مقولات پر ان کو بھرپور گرفت حاصل تھی۔ آپ کی ایک کتاب ”الظفر الرحمانی فی کشف القادیانی“ احتساب قادیانیت کی جلد اٹھائیس (۲۸) میں ہم شائع کر چکے ہیں۔ آپ کا یہ رسالہ بھی اسی جلد میں شائع ہونا چاہئے تھا۔ مگر اس وقت دستیاب نہ ہوا۔ اب اس جلد میں پیش خدمت ہے۔

۵..... تذکرۃ العباد (لکیلا یفتروا باقوال اہل الحاد): قادیانی دجل کرتے ہیں کہ عذاب آ رہے ہیں جو مرزا قادیانی کی تکذیب کی وجہ سے ہیں۔ مصنف نے جواب دیا کہ عذاب کے نزول کے کئی اسباب ہیں۔ نبی کے انکار سے عذاب شیء دگر ہے۔ ورنہ جب بھی عذاب آئے تو کوئی نبی ماننا پڑے گا۔ حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں۔ مؤلف مولانا عبدالحی بن مولانا محمد عثمان ہیں۔ برقی مطبع امرتسر سے اولاً شائع ہوئی۔ خوب معلوماتی کتاب ہے۔

۶..... محکمات ربانی، لنسخ القایۃ قادیانی: حجتہ اللہ علی الارض حضرت مولانا محمد علی موگیئرئی نے ”فیصلہ آسمانی“ کتاب مرزا قادیانی کے رد میں تالیف فرمائی۔ قادیانیت کے نفس ناطقہ عبدالماجد قادیانی بھاگلپوری نے ”القائے ربانی بتزید فیصلہ ابوالاحمد رحمانی“ اس کتاب کے رد میں تحریر کی۔ اللہ رب العزت نے فضل کا معاملہ فرمایا کہ عبدالماجد قادیانی کے رشتہ دار حکیم حافظ مولانا ولی الدین پورینی بھاگل پوری نے عبدالماجد قادیانی کی کتاب القایۃ ربانی کے رد میں ”محکمات ربانی لنسخ القایۃ قادیانی“ تحریر کر کے قادیانیوں کا ناطقہ بند کر دیا۔ یہ کتاب کم از کم ایک صدی قبل کی ہوگی جو اس جلد میں شامل کی جا رہی ہے۔

۷..... فیصلہ قرآنی معروف بہ تکذیب قادیانی: حکیم حافظ مولانا محمد الدین کاہنہ کا چچا لاہور نے ۱۳۲۲ھ مطابق ۱۹۰۴ء مرزا قادیانی کی عین حیات یہ کتاب شائع کی۔ ۱۳۲۲ھ میں پہلی بار

شائع ہوئی۔ اب ۱۳۳۳ھ ایک سو گیارہ سال بعد اس کی دوبارہ اشاعت ہمارے لئے باعث خوشی ہے۔
۸ حقیقت مرزا: مولانا محمد یعسوب رحمانی نے اس رسالہ میں مرزا قادیانی کی حقیقت
 تاواقف مسلمانوں کی اطلاع کے لئے بیان کی ہے کہ مرزا قادیانی کو محض صاحب شریعت نبی
 ہونے کا دعویٰ نہیں بلکہ نعوذ باللہ ان کو خدا کا بیٹا اور اس سے بھی بڑھ کر خدا ہونے کا دعویٰ تھا۔ آخر
 میں مرزا قادیانی کے قصیدہ اعجازیہ کی صربی، نحوی، عروضی غلطیاں بھی دکھائی گئی ہیں۔ ایک صدی
 قبل کا یہ رسالہ اب دوبارہ یہاں شائع ہو رہا ہے۔ فالحمد للہ!

.....۹ الکلام الفصیح فی تحقیق الحیات المسیح (الملقب بہ اسم
 تاریخی) ابواب تردید غلام احمد قادیانی ۱۹۳۰ء: مولانا مفتی قاری حافظ السید محمد عرب کی
 حنفی قادری سنوی نے حیات حضرت مسیح علیہ السلام اور رفع جسمانی قرآن کریم سے ثابت کیا ہے
 اور قادیان مدعی نبوت مرزا غلام احمد قادیانی کے کذب و افتراء کے ثبوت میں نہایت روشن دلائل
 اور محققانہ مباحث درج کئے ہیں۔

غرض احتساب قادیانیت جلد اڑتالیس (۲۸) میں:

.....۱	مولانا ابو عمر عبدالعزیزؒ	کا	۱	رسالہ
.....۲	مولانا حکیم عبدالغنیؒ	کا	۱	رسالہ
.....۳	حضرت مولانا عبدالعلیم صدیقیؒ	کا	۱	رسالہ
.....۴	حضرت مولانا مفتی غلام مرتضیٰ میانویؒ	کا	۱	رسالہ
.....۵	حضرت مولانا عبدالحی امرتسریؒ	کا	۱	رسالہ
.....۶	حکیم مولانا ولی الدین بھگلپوریؒ	کا	۱	رسالہ
.....۷	مولانا محمد الدینؒ کا ہند کا چمہ	کا	۱	رسالہ
.....۸	مولانا محمد یعسوب رحمانیؒ	کا	۱	رسالہ
.....۹	مولانا سید محمد عرب کئیؒ	کا	۱	رسالہ

گویا ۹ حضرات کے کل ۹ رسائل

احتساب قادیانی کی جلد ۲۸ میں اشاعت پذیر ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں۔
 اگلی جلد کی اشاعت تک کے لئے طلب اجازت کے ساتھ دعائے خیر کی درخواست کرتا ہوں۔
 فالحمد للہ علی ذالک!
 محتاج دعاء: فقیر اللہ وسایا!

۲۹ رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ، بمطابق ۱۸ اگست ۲۰۱۲ء

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الحمد لله الذي جعل القرآن الكريم
سورة الفاتحة

تبليغي تحفہ



حضرت مولانا ابو عمر عبدالعزیز

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم!

اس سلسلہ اشاعت ”حرز ایمان“ کی ضرورت اس لئے محسوس ہوئی ہے کہ مرزائی ایجنٹ مرزا صاحب کے اقوال والہامات جو طبع کی صورت میں پیش کر کے لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان اقوال والہامات کو ان کے اصلی رنگ میں ظاہر کر کے امت مسلمہ کو اس گمراہی سے بچایا جائے۔ مرزا قادیانی کے تمام دعویٰ جو خدا کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں وہ آپس میں متضاد ہیں۔

نبوت سے انکار

مرزائیوں کے امیر مولوی محمد علی نے دعوت عمل ص ۲۰ پر ایک سرفی ”دعویٰ نبوت کا غلط اعتراض“ کے ماتحت مرزا قادیانی کا ایک اعلان درج کیا ہے۔ جس سے اس کا مقصد مرزا قادیانی کی نبوت سے انکار ہے۔ ذیل میں منقول ہے: ”اس عاجز نے سنا ہے کہ اس شہر کے بعض اکابر علماء میری نسبت یہ الزام مشہور کرتے ہیں۔ کہ یہ شخص نبوت کا مدعی، ملائکہ کا منکر، بہشت دوزخ کا انکاری اور ایسا ہی وجود جبرائیل اور لیلۃ القدر اور معجزات اور معراج نبوی سے بکلی منکر ہے۔ لہذا میں اظہار الحق خاص و عام اور تمام بزرگوں کی خدمت میں گزارش کرتا ہوں اس کو یہ الزام ہر اسرافتراء ہے۔ نہ میں نبوت کا مدعی ہوں اور نہ معجزات اور ملائکہ اور لیلۃ القدر وغیرہ سے منکر۔ بلکہ میں ان تمام امور کا قائل ہوں۔ جو اسلامی عقائد میں داخل ہیں اور جیسا کہ سنت جماعت کا عقیدہ ہے۔ ان سب باتوں کو مانتا ہوں۔ جو قرآن اور حدیث کی رو سے مسلم الثبوت ہیں۔ اور سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں۔ میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صلی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ ﷺ پر ختم ہو گئی۔“ (اعلان ۲ اکتوبر ۱۸۹۱ء، مجموعہ اشتہارات ج ۱ ص ۲۳۰) کو شائع ہوا۔

نبوت کا دعویٰ

.....۱ (دافع البلاء ص ۵، خزائن ج ۱۸ ص ۲۲۶) ”تم سمجھو کہ قادیان اس لئے محفوظ رکھا گیا کہ وہ خدا کا رسول اور فرستادہ قادیان میں تھا۔“

۲..... ”طاحون کو ستر برس تک دنیا میں رہے قادیان کو اس کے خوفناک جہای سے محفوظ رکھے گا۔ کیونکہ اس کے رسول کی تخت گاہ ہے اور یہ نشان امتوں کے لئے نشان ہے۔“ (دافع البلاء ص ۱۰، خزائن ج ۱۸ ص ۲۳۰، دافع البلاء ص ۱۱، خزائن ج ۱۸ ص ۲۳۱) پر۔ ”سچا خدا وہ ہے جس نے قادیان میں رسول بھیجا۔“

۳..... اشتہار مرزا قادیانی ”پس میں جبکہ میں اس وقت تک ڈیڑھ سو پیش گوئی کے قریب خدا کی طرف سے پاکر چشم خود دیکھ چکا ہوں کہ صاف طور پر پوری ہو گئیں تو اپنی نسبت نبی یا رسول کے نام سے کیونکر انکار کروں اور جبکہ خدا تعالیٰ نے یہ میرے نام رکھے ہیں۔ تو میں کیونکر رد کروں اور میں جیسا کہ قرآن شریف کی آیات پر ایمان رکھتا ہوں۔ ایسا ہی بغیر فرق ایک ذرہ کے خدا کی اس کلمے کلمے وحی پر ایمان رکھتا ہوں جو مجھے ہوئی۔“ (مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۴۳۵)

آنحضرت ﷺ کی توہین

(الفضل ۲۷ مئی ۱۹۳۰ء) ”قرآن میں بعض ایسی پیش گوئیاں ہیں۔ جن کا حقیقی مفہوم رسول اللہ ﷺ پر بھی نہیں کھلا۔“

۲..... (ازالہ اوہام ص ۴۷، خزائن ج ۳ ص ۳۱۱) ”آپ نے امت کے سمجھانے کے لئے خود اپنا غلط کھانا بھی ظاہر فرمایا۔“

۳..... ”هو الذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق لیظہره علی الدین کلہ مجھے بتایا گیا ہے کہ تیری خبر قرآن اور حدیث میں موجود ہے اور تو ہی اس آیت کا مصداق ہے۔“

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو۔ اس سے بہتر غلام احمد ہے۔

(دافع البلاء ص ۲۰، خزائن ج ۱۸ ص ۲۳۰)

”خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا۔ جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بڑھ کر ہے۔ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر مسیح ابن مریم میرے زمانہ میں ہوتا تو وہ کام جو میں کر سکتا ہوں وہ ہرگز نہ کر سکتا۔“ (دافع البلاء ص ۱۳، خزائن ج ۱۸ ص ۲۳۳)

۲..... (ضمیمہ انجام آہٹم ص ۷، خزائن ج ۱۱ ص ۲۹۱) ”حضرت مسیح کی تین نانیاں اور دادیاں زنا کار تھیں اور کبھی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔“

۳..... (حاشیہ کشتی نوح ص ۶۵، خزائن ج ۱۹ ص ۷۱) ”یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب نے نقصان پہنچایا ہے۔ اس کا سبب تو یہ تھا کہ عیسیٰ شراب پیا کرتے تھے شاید بیماری کی وجہ سے یا پرانی عادت کی وجہ سے۔“

۴.....

اینک منم کہ حسب بشارت آمد
عیسی کجاست تابنهد پابمنبرم

(ازالہ اوہام ۱۵۸، خزائن ج ۳ ص ۱۸۰)

۵..... (اخبار بدر مورخہ ۹ مئی) ”ایک دفعہ حضرت مسیح علیہ السلام زمین پر آئے تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کئی کروڑ مشرک دنیا میں ہو گئے۔ دوبارہ آ کر دنیا میں کیا بتائیں گے کہ لوگ ان کے آنے کے خواہش مند ہیں۔“

۶..... (ضمیر انجام آئتم ص ۵، خزائن ج ۱۱ ص ۲۸۹) (الف) ”یاد رہے کہ آپ کو کس قدر جھوٹ بولنے کی عادت تھی۔“

(ب) ”عیسائیوں نے بہت سے معجزات آپ کے لکھے ہیں مگر حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا آپ کے ہاتھ میں سوا کر و فریب کے اور کچھ نہیں تھا۔“

(ضمیر انجام آئتم ص ۶، خزائن ج ۱۱ ص ۲۹۰)

بہشت اور دوزخ سے انکار

”دوزخ و بہشت اور ان کے آلام و عیم کا خارجی و جسمانی وجود نہیں ہے۔ بلکہ صرف ظنی و مثالی وجود ہے۔ جو انسان کی روحانی حالتوں کے اظلال و آثار ہوں۔“ (دیکھو لیکچر مرزا قادیانی اسلامی اصول کی فلاسفی ص ۶۷، خزائن ج ۱۰ ص ۴۱۳) ”اور خدا تعالیٰ فرماتا ہے: فاتقوا النار التي وقودها الناس والحجارة أعدت للكافرين وبشر الذين آمنوا وعملوا الصلحت ان لهم جنات تجري من تحتها الانهار۔ مرزائی صاحبان کو اختیار ہے کہ وہ خدا کی بات مانیں یا مرزا کی۔ لیکن بات اس کی ماننی چاہئے جو رب العالمین ہے۔

اب مولوی محمد علی مرزا انہوں کے امیر جواب دیں کہ بے شک وہ اعلان تو آپ کے حضرت مجدد مرزائے قادیانی کا ہے کہ: ”میں نبوت و رسالت کے مدعی کو کافر جانتا ہوں۔“ لیکن

دوسرے اقوال و دعاوی کا مدعی کون ہے؟ ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور کھانے کے اور۔
انصاف! انصاف! انصاف! اگر مولوی محمد علی انصاف پسند ہیں تو اس کا جواب دیں یا مرزا ایت
چھوڑ دیں۔

اپنی عمر کے متعلق قادیانی نبی منشی غلام احمد آنجنہانی کے متضاد بیانات
کراچی کے مولانا احمد صدیق نے منشی غلام احمد آنجنہانی کی عمر کے متعلق ان کے متضاد
بیانات کو ملحوظ رکھتے ہوئے ذیل کی دلچسپ داستان مرتب کی ہے۔ (زمیندار)
سوال..... مرزا قادیانی فرمائیے کہ خدا تعالیٰ نے آپ سے عمر کے متعلق کوئی وعدہ کیا ہے کہ آپ
کی عمر کتنی ہوگی؟

جواب..... جی ہاں! ”خداے تعالیٰ نے مجھے صریح الفاظ میں اطلاع دی تھی کہ تیری عمر اسی برس کی
ہوگی اور یا یہ کہ پانچ چھ سال زیادہ یا پانچ چھ سال کم۔“ (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۹۷، جزائن
ج ۲۱ ص ۲۵۹) اس الہام سے معلوم ہوا کہ مرزا قادیانی کی عمر ۷۷ سال سے کم نہ ہونی چاہئے۔ اگر
۷۷ سال سے کم نکلی تو مرزا قادیانی کا کذب ثابت ہوں گے اور الہام بھی غلط ہوگا۔
موت

اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ مرزا قادیانی مئی ۱۹۰۸ء میں مرض ہیضہ میں گرفتار
ہو کر بمقام لاہور وفات پا گئے۔
پیدائش مرزا قادیانی
سوال..... مرزا قادیانی آپ کب پیدا ہوئے ہیں؟

جواب..... میری پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں سکھوں کے آخری وقت میں ہوئی ہے۔
(حیات النبی ص ۱۵۹، کتاب البریہ ص ۱۴۶، جزائن ج ۳ ص ۱۷۷)

سوال..... مرزا قادیانی اس بات کے گواہ کون کون ہیں کہ واقعی آپ ۱۸۳۹ء میں پیدا ہوئے؟
جواب..... اے بے باک سندھی ایک گواہ نہیں بلکہ سینکڑوں گواہ اس بات کے ہیں۔ سن کتاب
مذہب اسلام صفحہ ۷۰۔ کتاب محقق ص ۹ رسالہ سوانح مسیلہ کذاب صفحہ ۱، کتاب اخبار الحکم
۱۹۰۳ء، ۱۹۰۸ء، ۱۹۰۲ء، ۱۹۰۶ء اور میرا خلیفہ اول مولوی نور الدین کی کتاب نور الدین
کے ص ۷۰ پر لکھا ہے کہ مرزا قادیانی کی پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں ہوئی ہے۔

سوال..... اور بھی کوئی معجزہ گواہ ہے؟

جواب..... ہاں سن! میری کتاب براہین احمدیہ حصہ اول ۶۰ پر لکھا ہے کہ: ”۱۸۳۹ء مطابق ۱۲۵۵ھ دنیا کی تواریخ میں بہت بڑا مبارک سال ہے جس میں خدا تعالیٰ نے مرزا غلام مرتضیٰ کے گھر قادیان میں وہ موعود مہدی پیدا فرمایا۔ جس کے لئے اتنی تیاریاں زمین و آسمان پر ہو رہی تھیں۔ ص ۶۰ اور مسیح موعود کی ولادت اور رجبہ رنجیت سنگھ کی موت کا ایک ہی سال میں واقع ہونا مرسلانہ بحث کے نشانات کا مظہر ثابت ہوتا ہے۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کسی سلطنت کا تاج تھا جو مسیح موعود کے پیدا ہوتے ہی ۲۷ جون ۱۸۳۹ کو گر کر خاک میں مل گیا۔“

(مسیح موعود کے حالات مرتبہ معراج الدین قادیانی ص ۶۰، ۶۱، ملحقہ براہین احمدیہ ایڈیشن اول)

ان مندرجہ تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی آنجہانی ۱۸۳۹ء میں پیدا ہوئے اگر کسی مرزائی کو شک ہو تو کافر ہو کر مرے۔

نتیجہ

اب معلوم ہوا کہ مرزا قادیانی ۱۸۳۹ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۰۸ء میں مر گئے تو اس حساب سے مرزا قادیانی کی عمر ۶۹ برس کی ہوتی ہے نہ کہ ۷۲ برس کی لہذا الہام غلط اور مرزا قادیانی کا ذب ثابت ہوئے ہائے افسوس جب نقد پر گزرتی ہے تو اپنا خون ہی دشمن ہو جاتا ہے۔

سوال..... مرزا قادیانی اس وقت ۱۸۹۳ء میں آپ کی کتنی عمر ہوگی؟

جواب..... ”اس عاجز کی عمر اس وقت پچاس برس سے بھی کچھ زیادہ ہے۔“

(نزول المسح ص ۸، خزائن ج ۱۸ ص ۵۵۶ و آئینہ کمالات اسلام ص ۵۷۵، خزائن ج ۵ ص ۵۷۵)

اس حساب سے معلوم ہوا کہ ۵۰ + ۱۵ = ۶۵ برس کی عمر ہوتی ہے۔ نہ کہ ۷۲ برس، لہذا

الہام غلط اور مرزا قادیانی کا ذب ثابت ہوئے۔

سوال..... مرزا قادیانی اس وقت ۱۸۹۶ء میں آپ کی کتنی عمر ہوگی۔ بے ایمانی چھوڑ کر جواب دیجئے۔

جواب..... ”اس وقت ۱۸۹۶ء میں میری عمر ۶۴ برس کی ہے۔“

(اعجاز احمدی ص ۳، خزائن ج ۱۹ ص ۱۰۹)

مرزا قادیانی کی قابلیت دیکھئے کہ ۱۸۹۳ء میں ۵۰ برس کی عمر بتاتے ہیں تو ۱۸۹۶ء میں

۶۳ برس کے بن گئے۔ حالانکہ ۱۸۹۶ء میں مرزا قادیانی کی عمر ۵۷ برس کی ہوتی ہے۔ مگر وہ مرزا ہی کیا جو جھج بول جائے؟

سوال..... مرزا قادیانی اس وقت ۱۹۰۲ء میں آپ کی کتنی عمر ہوگی؟

جواب..... ”۶۰ برس کی عمر جو تحفینا میری عمر کا اندازہ ہے۔“ (کتاب معنور الہی)

۱۹۰۲ء میں مرزا قادیانی اپنی عمر ۶۰ برس کی بتاتے ہیں۔ اور ۱۹۰۸ء میں مرجاتے ہیں تو اس حساب مرزا قادیانی کی عمر ۶۶ برس کی ثابت ہوتی ہے۔ نہ کہ ۷۲ برس لہذا الہام غلط اور مرزا قادیانی کا ذب ثابت ہوئے۔

حل طلب معممہ

مرزا قادیانی ۱۸۹۶ء میں اپنی عمر ۶۳ برس کی بتاتے ہیں اور ۱۹۰۲ء میں ۶۰ کی امید ہے کہ پاپائے قادیان اور حضرت لم مسجد لال بھککو اس معممہ کو جلد حل کریں گے۔ تم نے بیمار محبت کو بھی کیا دیکھا جو یہ کہتے ہوئے جاتے ہوئے دیکھا دیکھا۔

سوال..... اچھا جناب مرزا قادیانی ۱۹۰۲ء میں آپ کی عمر ۶۰ برس کی ہے تو اس وقت ۱۹۰۳ء میں آپ کی عمر کتنی ہوگی؟

جواب..... ”اس وقت ۱۹۰۳ء میں میں ستر برس کے قریب ہوں۔“

(تقریر حقیقت الوحی ص ۱۷، خزائن ج ۳۲ ص ۵۰۴)

مرزائی دوستو! اپنے پیر و مرشد کو سنبھالو ۱۹۰۳ء میں ۶۰ برس کی عمر بتاتے ہیں اور ۱۹۰۴ء پورے ستر برس کے ہو جاتے ہیں بڑے تو لیک سال اور لکھتے ہیں دس سال۔

سوال..... مرزا قادیانی اس وقت ۱۹۰۳ء میں آپ کی کتنی عمر ہوگی۔ ایمان داری سے کہنا؟

جواب..... ”اس وقت ۱۹۰۳ء میں میری عمر ۶۵ برس کی ہے۔“ (بعدالت لالہ موتی رام ص ۱۸۷ اخبار الحکم ج ۸ نمبر ۹، مورخہ ۳۱ مارچ ۱۹۰۳ء ج ۱ اے اکسٹرا اسٹنٹ کشر و پبلشر گورڈاسپورہ ۶ جولائی ۱۹۰۳ء) اور واقعی ٹھیک عمر یہی ہے۔ اس حساب سے معلوم ہوا کہ ۶۵ + ۲۹ = ۹۴ برس کی عمر مرزا قادیانی کی ہوتی ہے نہ کہ ۷۲ سال لہذا الہام غلط اور مرزا قادیانی کا ذب ثابت ہوئے۔

سوال..... مرزا قادیانی میں اس وقت ۱۹۰۵ء میں آپ کی عمر کتنی ہوگی۔ ایمان چھوڑ کر کہنا۔

جواب..... ”اب میری عمر ۱۹۰۵ء میں ستر برس کے قریب ہے۔“

(برائین احمدیہ حصہ پنجم ص ۹۷ مطبوعہ ۱۹۰۵ء خزائن ج ۳۱ ص ۷۵۸)

غرضیکہ مرزا قادیانی:

۱۸۹۳ء میں اپنی عمر ۵۰ برس بتاتے ہیں۔ ۱۸۹۶ء میں اپنی عمر ۶۲ برس بتاتے ہیں۔

۱۹۰۲ء میں اپنی عمر ۶۰ برس بتاتے ہیں۔ ۱۹۰۳ء میں اپنی عمر ۷۰ برس بتاتے ہیں۔

۱۹۰۴ء میں اپنی عمر ۶۵ برس بتاتے ہیں۔ ۱۹۰۵ء میں اپنی عمر ۷۰ برس بتاتے ہیں۔

پھر کولہو کے تیل کی طرح ۱۹۰۷ء میں اپنی عمر ۶۸ سال لکھتے ہیں۔

(حقیقت الوہی ص ۲۰۱، خزائن ج ۲۲ ص ۲۰۹)

قادیانیو! جو کچھ میں آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ اس کے سمجھنے کے لئے زیادہ عقل

کی ضرورت نہیں بلکہ میں مرزا قادیانی کی بات سے ہی مرزا کو کاذب ثابت کرتا ہوں۔

(چشمہ معرفت ص ۵۹، خزائن ج ۲۳ ص ۶۷)

سوال..... مرزا قادیانی یہ آخری سوال ہے اور آپ کو آپ کی منکوحہ آسمانی کی قسم دے کر پوچھتا ہوں سچ بچ بتائیے کہ اس وقت ۱۹۰۷ء میں آپ کی کتنی عمر ہوگی؟

جواب..... ”اوحرام زادے۔ کافر“ سورجنگلی ”ولد حرام“ سن جبکہ تو نے مجھے منکوحہ آسمانی کی قسم دی ہے۔ تو اس میں جھوٹ نہیں بول سکتا کیونکہ ”وہ لڑکی اس عاجز کے نکاح میں ضرور آئے گی۔ خواہ پہلے ہی باکرہ ہونے کی حالت میں ہی آجائے یا خدا تعالیٰ بیوہ کر کے اس کو میری طرف لے آئے۔“

(مجموعہ اشتہارات ج ۱ ص ۲۱۹)

سوال..... تو آپ کو اب تک امید ہے کہ وہ منکوحہ آسمانی ضرور آپ کے نکاح میں آئے گی۔

جواب..... ”امید کیسی یقین کامل ہے یہ خدا کی باتیں ہیں۔ ٹلٹی نہیں۔ ہو کر رہیں گی۔“

(اخبار الحکم، اراگست ۱۹۰۱ء، تحقیق لاٹانی ص ۷۱ ہاں سن)

”اس وقت ۱۹۰۷ء میں میری عمر ۶۸ سال کی ہے۔“

(حقیقت الوہی ص ۲۰۱، خزائن ج ۲۲ ص ۲۰۹)

تو اب معلوم ہوا کہ مرزا قادیانی کی عمر ۱۹۰۷ء میں ۶۸ برس کی ہے اور ۱۹۰۸ء میں مر

جاتے ہیں۔ تو اس حساب سے مرزا قادیانی کی عمر وہی ۶۹ کی ہوتی ہے۔ نہ کہ ۷۲ برس۔ لہذا الہام

غلط اور مرزا قادیانی ذلیل کاذب ثابت ہوئے۔

سوال..... مرزا قادیانی بس اب میرا یہ ایک ہی آخری سوال ہے۔ سنئے۔

.....۱ آپ نے لکھا ہے کہ: ”ایک دل سے دو باتیں نہیں نکل سکتیں۔ کیونکہ ایسے طریقے پر انسان پاگل کہلاتا ہے یا منافق۔“ (سنت چمن میں ۳۱، خزائن ج ۱۰ ص ۱۴۳)

.....۲ ”ظاہر ہے کہ جب ایک بات میں کوئی جھوٹ ثابت ہو جائے۔ تو پھر دوسری باتوں میں اس پر اعتبار نہیں ہوتا۔“ (چشمہ معرفت میں ۲۲۲، خزائن ج ۲۳ ص ۲۳۱)

.....۳ ”جھوٹ بولنے سے مرنا بہتر ہے۔“ (تبلیغ رسالت میں ۳۰، مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۳۲)

.....۴ ”جھوٹ بولنا اور گوکھانا برابر ہے۔“ (حقیقت الوحی میں ۲۰۶، خزائن ج ۲۲ ص ۲۱۵)

اور آپ نے اپنی عمر کے متعلق ایک نہیں بیسیوں باتیں بتائی ہیں اور سینکڑوں جھوٹ بولے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے اور کیا سبب؟

جواب..... سنئے! میں نے اپنی عمر کے متعلق ہر ایک کتاب میں اس لئے اختلاف کیا ہے۔ کہ پیش گوئی کے غلط ہونے پر میرے کذب کی پردہ پوشی کا کام دیں۔ فقط والسلام (ایٹا البحر) خوب فرمایا ہے مولانا مولوی سید مرتضیٰ حسن صاحب دیوبندی نے کہ ان مرزائیوں اور مرزا کے کفر میں بھی کوئی شک کرے تو وہ بھی کافر ہے۔

رسول کریم ﷺ پر اعتراض

مرزا قادیانی دجال کی عمر مطابق الہام کے جب پوری نہ ہوئی تو مرزائی کہتے ہیں کہ: سرور کائنات فخر موجودات حضرت رسول کریم ﷺ کی عمر کے متعلق بھی اختلاف ہوا ہے اور اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ قیاس کے مطابق اندازہ لگایا گیا۔ چنانچہ حضرت ﷺ کی عمر بعض ۶۰ برس کی بعض ۶۲ برس کی اور بعض ۶۵ برس کی کہتے ہیں۔ مگر باب تحقیق ۶۳ کی کہتے ہیں۔

جب اس اختلاف کی وجہ سے رسول کریم ﷺ پر کوئی اعتراض نہیں پڑتا۔ تو مسیح موعود غلام احمد کی عمر میں اختلاف کی وجہ سے آپ پر بھی کوئی اعتراض نہیں کیا جاسکتا۔

(الفضل ۱۸ ستمبر ۱۹۳۲ء)

جواب..... مرزائیو! دیکھو مرزا قادیانی لکھتا ہیں کہ: ”ہمارا صدق یا کذب جانچنے کے لئے ہماری پیش گوئی سے بڑھ کر اور کوئی محک امتحان نہیں ہو سکتا۔“ (دافع الوسوس میں ۲۸۸، خزائن ج ۵ ص ۲۸۸)

اور مرزا قادیانی نے اپنی عمر کے پیش گوئی کی ہے کہ: ”اگر مطابق الہام کے میری عمر پوری نہ ہوئی تو میں کاذب ٹھیروں گا۔“ اس لئے مرزا قادیانی کاذب۔

مرزا قادیانی کا علم غیب

”علم غیب پر مجھے اس طرح قابو حاصل ہے جس طرح سوار کو گھوڑے پر ہوتا ہے۔“

(ضرورت امام ص ۱۳، خزائن ج ۱۳ ص ۴۸۳)

مرزا قادیانی کی عمر کے اکثر حصہ کی کارگزاری

”میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریزی کی تائید اور حمایت میں گزرا ہے اور میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی اور اشتہارات شائع کئے ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں جمع کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔“

(ترویق القلوب ص ۱۵، خزائن ج ۱۵ ص ۱۵۵)

ایک اشتہار جو مرزا قادیانی نے حسین کامی سفیر سلطان المعظم استنبول کیخلاف چھپوایا تھا۔ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔ ناظرین کو اس اشتہار کے تعارف کی چندان ضرورت نہیں۔ کیونکہ آپ کو اس کے مطالعہ سے پوری پوری واقفیت ہو جائے گی۔ (مؤلف)

حسین کامی سفیر سلطان روم

”پرچہ اخبار ۱۵ مئی ۱۸۹۷ء ناظم الہند لاہور میں جو ایک شیعہ اخبار ہے۔ سفیر مذکور البھوان کا ایک خط چھپا ہے جو بالکل گندہ اور خلاف تہذیب اور انسانیت ہے اور اس خط کے عنوان میں یہ لکھا ہے کہ سفیر صاحب متواتر درخواستوں کے بعد قادیان میں تشریف لے گئے اور پھر مناسف اور کمدر اور طول خاطر واپس آئے اور پھر بھی ایڈیٹر لکھتا ہے کہ یہ سنا گیا تھا کہ سفیر صاحب کو اس لئے قادیان بلایا تھا کہ ان کے ہاتھ پر توبہ کریں۔ کیونکہ وہ نائب حضرت خلیفۃ المسلمین ہیں۔ ان افترائوں کا بجواس کے کیا جواب دیں کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ اللہ تعالیٰ اس بات پر گواہ ہے کہ مجھے دنیا داروں اور منافقوں کی ملاقات سے اس قدر بیزاری اور نفرت ہے جیسا کہ نجاست سے۔ مجھے نہ سلطان روم کی طرف کچھ حاجت ہے اور نہ اس کے کسی سفیر کی ملاقات کا شوق ہے۔۔۔۔۔!“

میرے نزدیک واجب استظیم اور واجب الاماعت اور شکرگزاری کے لائق گورنمنٹ انگریزی ہے جس کے زیر سایہ امن کے ساتھ یہ آسمانی کارروائی میں کر رہا ہوں۔ ترکی سلطنت آج کل تاریکی سے بھری ہوئی ہے اور وہی شامت اعمال بھگت رہی ہے اور ہرگز ممکن نہیں کہ اس کے

زیر سایہ کرہم کسی راستی کو پھیلا سکیں۔ شاید بہت سے لوگ اس فقرہ سے ناراض ہوں گے مگر یہی حق ہے یہی باتیں ہیں کہ سفیر مذکورہ کے ساتھ خلوت میں کی گئیں تھیں جو سفیر کو بری معلوم ہوئیں۔ سفیر مذکور نے خلوت کی ملاقات کے لئے خود التجا کی اور اگرچہ مجھ کو اس کی اول ملاقات میں ہی دنیا پرستی کی بدبو آئی تھی۔ اور منافقانہ طریق دکھائی دیا تھا۔ مگر حسن اخلاق نے مجھے بوجہ مہمان ہونے کے اس کے اجازت دینے کے لئے مجبور کیا۔ نام بردہ نے خلوت کی ملاقات میں سلطان روم کے لئے ایک خاص دعا کرنے کے لئے درخواست کی۔ اور یہ بھی چاہا۔ کہ آئندہ اس کے لئے جو کچھ آسمانی قضاء قدر سے آنے والا ہے۔ اس سے وہ اطلاع پائے۔

میں نے اس کو صاف کہہ دیا کہ سلطان کی سلطنت کی اچھی حالت نہیں ہے اور میں کشفی طریق سے اس کے ارکان کی حالت اچھی نہیں دیکھتا اور میرے نزدیک ان حالتوں کے ساتھ انجام اچھا نہیں۔ یہی وہ باتیں تھیں جو سفیر کو اپنی بد قسمتی سے بہت بری معلوم ہوئیں۔ میں نے کئی اشارات سے اس بات پر بھی زور دیا کہ رومی سلطنت خدا کے نزدیک کئی باتوں میں قصور وار ہے اور خدا سچے تقویٰ و طہارت اور نوع انسان کی ہمدردی کو چاہتا ہے۔ اور روم کی حالت موجودہ بربادی کو چاہتی ہے تو بے کرد تانیک پھل پاؤ۔ مگر میں اس کے دل کی طرف خیال کر رہا تھا کہ وہ ان باتوں کو بہت ہی برا مانتا تھا اور یہ ایک صریح دلیل اس بات پر ہے کہ سلطنت روم کے اچھے دن نہیں ہیں اور پھر اس کا بد گوئی کے ساتھ واپس جانا یہ اور دلیل ہے کہ زوال کے علامات موجود ہیں۔ ماسوا اس کے میرے دعوے مسیح موعود اور مہدی معبود کے بارے میں بھی کئی باتیں درمیان آئیں۔ میں نے اس کو بار بار سمجھایا کہ میں خدا کی طرف سے ہوں اور کسی خونی مسیح اور خونی مہدی کا انتظار کرنا جیسا کہ عام مسلمانوں کا خیال ہے یہ سب بیہودہ قصے ہیں۔

اس کے ساتھ میں نے یہ بھی اس کو کہا کہ خدا نے یہی ارادہ کیا ہے کہ جو مسلمانوں میں سے مجھ سے علیحدہ رہے گا۔ وہ کاٹا جائے گا بادشاہ ہو یا غیر بادشاہ اور میں خیال کرتا ہوں کہ یہ تمام باتیں تیر کی طرح اس کو لگتی تھیں اور میں نے اپنی طرف سے نہیں بلکہ جو کچھ خدا نے الہام کے ذریعے فرمایا تھا۔ وہی کہا تھا۔ اور پھر ان تمام باتوں کے بعد گورنمنٹ برطانیہ کا بھی ذکر آیا اور جیسا کہ میرا قدیم سے عقیدہ ہے۔ میں نے اس کو بار بار کہا کہ ہم اس گورنمنٹ سے دلی اخلاص رکھتے ہیں اور دلی وفادار اور دلی شکر گزار ہیں۔ کیونکہ اس کے زیر سایہ اس قدر امن سے زندگی بسر کر رہے

کہ کسی دوسری سلطنت کے نیچے ہرگز امید نہیں کہ وہ امن حاصل ہو سکے کیا میں استنبول میں امن کے ساتھ اس دعویٰ کو پھیلا سکتا ہوں کہ میں مسیح موعود اور مہدی معبود ہوں اور یہ کہ تلوار چلانے کی سب روایتیں جھوٹ ہیں کیا یہ سن کر اس جگہ کے درندے مولوی اور قاضی جملہ نہیں کریں گے اور کیا سلطانی انتظام بھی تقاضا نہیں کرے گا کہ ان کی مرضی کو مقدم رکھا جائے۔ پھر مجھے سلطان روم سے کوئی فائدہ ان سب باتوں کو سفیر مذکورہ نے تعجب سے سنا اور حیرت سے میرا منہ دیکھتا تھا۔

یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے خط میں جو ناظم الہند ۱۵ مئی ۱۸۹۷ء میں چھپا ہے۔ میرا نام نمرود اور شداد اور شیطان رکھتا ہے اور مجھے جھوٹا اور مزور اور مورد غضب الہی قرار دیتا ہے۔ لیکن یہ سخت گوئی اس کی جائے افسوس نہیں کیونکہ انسان نابینائی کی حالت میں سورج کو بھی تاریک خیال کر سکتا ہے۔ اس کے لئے بہتر تھا کہ میرے پاس نہ آتا میرے پاس سے ایسی بدگوئی سے واپس جانا اس کی سخت بد قسمتی ہے اور مجھے کچھ ضرر نہ تھا کہ میں اس کی یادہ گوئی کا ذکر کرتا۔ مگر اس نے ہپاداش نیکی ہر ایک شخص کے پاس بدی کرنا شروع کیا۔ اور بٹالہ اور امرت سر اور لاہور میں بہت سے آدمیوں کے پاس وہ دل آزار باتیں میری نسبت اور میری جماعت کی نسبت کہیں کہ ایک شریف آدمی باوجود اختلاف رائے کے کبھی زبان پر نہیں لاسکتا۔ افسوس کہ میں نے بہت شوق اور آرزو کے بعد گورنمنٹ روم کا نمونہ دیکھا تو یہ دیکھا اور میں مکرر ناظرین کو اس طرح توجہ دلاتا ہے کہ مجھے اس سفیر کی ملاقات کا ایک ذرہ شوق نہ تھا بلکہ جب میں نے سنا کہ لاہور کی میری جماعت اس سے ملی ہے تو میں نے بہت افسوس کیا اور ان کی طرف علامت کا خط لکھا کہ یہ کارروائی میرے منشاء کے خلاف کی گئی۔

پھر آخر سفیر نے لاہور سے ایک انکساری کا خط میری طرف لکھا کہ میں ملنا چاہتا ہوں۔ سو اس کے الحاح پر میں نے اس کو قادیان آنے کی اجازت دی لیکن اللہ جل شانہ جانتا ہے جس پر جھوٹ باندھنا لعنت کا داغ خریدنا ہے کہ اس عالم الغیب نے مجھے پہلے سے اطلاع دے دی تھی کہ اس شخص کی سرشت میں نفاق کی رنگ آمیزی ہے سو ایسا ہی ظہور میں آیا۔ اب میں سفیر مذکور کا انکساری خط جو میری طرف پہنچا تھا اور پھر اس کا دوسرا خط جو ناظم الہند میں چھپا ہے۔ ذیل میں لکھتا ہوں ناظرین خود پڑھ لیں اور نتیجہ نکال لیں اور ہماری جماعت کو چاہئے کہ آئندہ ایسے اشخاص کے خط سے دستکش رہیں۔ آسمانی سلسلہ سے دنیا پیار نہیں کر سکتی۔ الشہر خا کسار مرزا اعظام احمد قادیانی

نقل اس خط کی جو سیر نے لاہور سے ہماری ملاقات کی درخواست کے لئے بھیجا تھا۔

بسم الله الرحمن الرحيم جناب مستطاب معلى القاب قدوة المحققين قطب العارفين حضرت پير دستگیر مرزا غلام احمد صاحب دام کراماتہ، چون اوصاف جمیلہ و اخلاق حمیدہ آن ذات ملکوتی صفات در شہر لاہور بسمع مہونیت و از مریدان سعادت انتسابان تقاریر و تصانیف عالیہ آن حجتہ مقام بدست احترام و مہونیت رسید لہذا سودائے زیارت دیدار ساطع الانوار سوید اے دل ثناء لبریز اشتیاق کردہ است انشاء اللہ تعالیٰ۔ از لاہور بطریق امرتسر بہ خاکپائے روحانیت احتوی سامی خواہم رسید و دریں خصوص تلغراف بر حضور سراسر نور مقدس خواہم کشید فقط حسین کامی سیر سلطان المعظم۔ (مہر)

نقل اس خط کی جو سیر کی طرف سے ناظم الہند ۱۵ مئی ۱۸۹۷ء میں چھپا ہے۔

بحضور سید السادات العظام وفخر النجباء الکرام مولانا سید محمد ناظر حسین صاحب ناظم ادام اللہ فیوضہ وظل عاطفتہ، سیدی و مولائی؟ التفات نامہ ذات سائے شہاب دست بتجیل و احترام مار سید الحق مہونیت غیر مترقبہ عظمیٰ بخشید۔ فدایت شویم کہ استفسار احوال غرائب اشتمال قادیان و قادیانی رافرمودہ بودید اکنون مابکمال تمکین ذیلاً بخدمت والاثمت عالی بیان و افادہ میکنیم کہ این شخص عجیب و غریب از صراط المستقیم اسلام برگشتہ قدم بردارہ علیہم الضالین گزاشتہ و تزویر محبت حضرت خاتم النبیین رادرپیش گرفتہ و بزعم باطل خویش باب رسالت را مفتوح دانستہ است شائستہ ہزاراں خندہ است کہ فرق دربین نبوت و رسالت پنداشتہ است و معاذ اللہ تعالیٰ میگوید کہ خداوند عالم رسول ﷺ راگا ہے۔ در فرقان حمید و قرآن مجید بعنوان خاتم المرسلین معین نہ کردہ است فقط بخطاب خاتم النبیین اکتفاء فرمودہ است۔ القصہ اینکہ اول خود را ولی ملہم میگفت بعدہ مسیح موعود گشتہ آہستہ آہستہ بقول مجرد خود صعود بمرتبہ عالیہ مہدویت

کرده استعینذ باللہ تعالیٰ خود را از خود رائی پشائی معلائی رسالت رساندست بناء علی هذا ظن غالب ما بران است کہ بترقی پنجمین قدم بر سریر کشداد نمرود تھا وہ کلاہ الوہیت بر سرکش خود کہ کان خیالات فاسدہ و معدن مالیخولیا و ہذیانات باطلہ است میگزارد و عجب ست کہ شاعر معجز بیان در حق این ضعیف الاعتقاد والبنیان چند سال قبل ازین گویا بطور پیشین گوئی تدوین این شعر در دیوان اشعار آبد ار خود کردہ است۔ سال اول مطرب آمد سال دوم خواجہ شد، بخت گریاری کند امسال سید میشود، خلاصہ ازین سخنها در گزیرید اورا بر شیطنشن پسریدہ مارا از پریشان نویسی معاف دارید عزیزا اسلام را مارا بجناب شریعت مدار مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب و جناب داروغہ عبدالغفور خان صاحب برسانید و سانشتر یائی خود را گرفتہ بصوب ماروانہ کنید تلکہ از دار الخلافۃ اسلامبول کفش مسجدی مطابق آن بطلبم و در ہر خصوص بر ذات عالی شما تقدیم مراسم احترام کاری کردہ مسارعت بر استبتفای طبع عالی می نمایم والسلام!

(الراقم حسین کامی مطبوعہ نیاہ السلام قادیان ۲۳ مئی ۱۹۰۷ء مجموعہ اشتہارات ج ۲ ص ۴۱۲ تا ۴۱۹)

اشتہار کو شروع سے اخیر تک پڑھنے سے مانگو لیا اور ہندیان کے سوا کوئی خوبی نظر نہیں آتی اور ایسے ہی دوسرے مکتوبات ہیں جن پر طبع چڑھا کر عوام کو شیطان کے پھندے میں پھنسیا جاتا ہے۔ ہمارے مرزائی بھائی بھی سمجھ چکے ہیں کہ واقعی مرزا قادیانی کذاب تھے۔ لیکن محض تعصب اور عار کی بناء پر ان کی تقلید میں غرق ہیں۔ مگر ان کی عقل دشمنی کا کہاں تک ماتم کیا جائے کہ ابو طالب کی روح و دوزخ کی تار کو اپنی عمار پر ترجیح دے کر اپنے کو ہمیشہ کے لئے ظلمات کے گڑھے میں پھینک رہے ہیں۔

حالانکہ خدائی ہکار ببانگ دہل تیرہ سو سال سے گونج رہی ہے کہ الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا۔ اب ہم تمہارے لئے تمہارے دین کو کمال کر چکے اور ہم نے تم پر اپنا احسان پورا کر دیا اور ہم نے تمہارے لئے اسی دین اسلام کو پسند فرمایا۔

الحق المبین
مجلد اول

الحق المبین



حضرت مولانا حکیم عبدالغنی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله وحده والصلوة والسلام على من لا نبي بعده .

وعلى آله الطاهرين واصحابه اجمعين . اما بعد !

اخبار ” احسان “ جو ایک اسلامی موقر اخبار ہے اس کی اشاعت ۲۴ دسمبر ۱۹۳۴ء میں مرزائیوں کی طرف سے چند سوالات شائع ہوئے تھے جو یا تو کسی مثلاًشی حق مرزائی نے تحقیق حق کے لئے لکھے ہیں یا کسی متعصب نے جرح قدح کیلئے۔ بہر کیف ہر صورت میں ان کا جواب باصواب لکھنا ضروری ہے۔

وقت کی سب سے بڑی ضرورت اور اسلام کی خدمت یہ ہے کہ مرزائیوں کے ہر قسم کے سوالات کے معقول اور دندان شکن جوابات دیئے جائیں اور ہر فرد مسلم و مرد مومن کو اسلام کی صحیح تعلیم کے ساتھ ساتھ قادیانی مذہب کے عقائد فاسدہ اور خیالات کا سدہ سے پوری طرح واقف کیا جائے تاکہ عام لوگ جو دین سے بے خبر اور سادگی کے سبب مرزائیوں کی چٹنی چڑی باتوں سے ان کے دام ترویج میں پھنس جاتے ہیں وہ مرزائیت کی حقیقت سے واقف ہو کر ان کے پھندے میں نہ آئیں جو لوگ بد قسمتی سے ان کا شکار ہو چکے ہیں وہ دوبارہ اسلام میں واپس آجائیں۔

تجربہ شاہد ہے کہ اکثر سعید رو میں ایسی ہیں۔ جو ناواقف کی بناء پر مرزائیت کا شکار ہو جاتی ہیں مگر پھر صحیح واقفیت بہم پہنچنے پر دوبارہ صراط مستقیم اختیار کرنے کو عار نہیں سمجھتیں اور علی الاطلاق صداقت کو قبول کر لیتی ہیں۔ لہذا ایسے مضامین کی اشاعت نہایت ضروری ہے جو عام فہم الفاظ میں مرزائیت کے ذمہ داری کا پول ظاہر کریں۔ ممکن ہے کہ کوئی صاحب خالی الذہن ہو کر خلوص نیت سے مطالعہ کر کے حقیقت کو پالے اور مرزا سے قطع تعلق کر کے دوبارہ سید المرسلین، خاتم النبیین، شفیع المذنبین، رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے دامن میں آکر پناہ لے۔

حاشا وکلا: مجھے مرزا قادیانی سے نہ کوئی ذاتی عناد ہے اور نہ دلی پر خاش بلکہ ان کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے۔ ہاں مطالعہ کے بعد جس نتیجہ پر پہنچا ہوں وہ یہ ہے کہ مرزا قادیانی کی تعلیم اور ان کے تمام دعاوی اسلامی تعلیم کے برخلاف ہیں اور ان کی جماعت بھی تقلید اعلیٰ میں مبتلا ہو کر

غلط راہ پر جا رہی ہے۔ صحیح رستہ وہی ہے جو حضور ﷺ نے بتایا تھا انا علیہ واصحابی اور نجات کا دار و مدار بھی آپ ہی کی پیروی اور تابعداری پر منحصر ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے: ”قل اطیعوا اللہ والرسول فان تولوا فان اللہ لا یحب الکافرین (آل عمران: ۳۲)“ ﴿کہو اللہ اور رسول کی اطاعت کرو پھر اگر وہ پھر جائیں تو اللہ انکار کرنے والوں سے محبت نہیں رکھتا۔﴾ اور شیخ سعدیؒ ارشاد فرماتے ہیں۔

خلاف پیغمبر کسے راہ گزید

ھرگز بمنزل نخواهد رسید

مگر مرزا قادیانی ہیں کہ اپنی ہی تعلیم اور اپنی بیعت کو مدار نجاتؑ ٹھہراتے ہیں۔

نعوذ باللہ!

بہیں تفاوت راہ از کجاست تا بجای

پس میں مرزا قادیانی کی جماعت کے لئے دل سے چاہتا ہوں کہ وہ اس غلط راستہ کو ترک کر کے راہ راست پر آجائے اور نئی تعلیم کو چھوڑ کر وہی پرانی تعلیم اختیار کرے جو ساڑھے تیرہ سو سال سے چلی آتی ہے۔ کیونکہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: کمل بدعة ضلالة وکل ضلالة فی النار“ اسی غرض کے لئے چند ایک ٹریکٹ بھی لکھے ہیں اور ان کے سوالات کے

۱۔ ”وتفترق امتی علی ثلاث وسبعین ملة کلهم فی النار الا ملة واحدة قالوا من هی یا رسول اللہ لقال ما انا علیہ واصحابی“ ﴿میری امت تہتر فرقوں پر متفرق ہوگی۔ سوائے ایک گروہ کے وہ سب دوزخی ہیں۔ صحابہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ وہ کونسا گروہ ہے جو ہشتی ہے فرمایا جس طریق پر میں اور میرے اصحاب ہیں۔﴾

(مشکوٰۃ مترجم ج ۱، ص ۲۷، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ)

۲۔ مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ”اب دیکھو خدا نے میری وحی اور میری تعلیم اور میری بیعت کو نوح کہ کشتی قرار دیا اور تمام انسانوں کے لئے اس کو مدار نجات ٹھہرایا۔“

(الربعین نمبر ۳ ص ۶، خزائن ج ۱ ص ۳۳۵ بر حاشیہ)

۳۔ ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ ہے۔

جوابات بھی لکھتا ہوں کہ شاید کوئی سعید روح ان کے مطالعہ سے ہدایت پا کر سواد اعظمؑ کے ساتھ شامل ہو جائے اور سعادت کو نین و ثواب دارین حاصل کرے۔ وما علینا الا البلاغ!

مرزائی سوالات کے جوابات

سوال اول..... آپ کے نزدیک وہ کون سے عقائد ہیں جو اصل الاصول کہلانے کے مستحق ہیں؟

جواب..... اہل السنۃ والجماعت کے نزدیک وہی عقائد اصل الاصول ہیں۔ ”جو ایمان کی صفتوں“ کے نام سے مشہور ہیں اور جن سے مسلمانوں کا بچہ بچہ واقف ہے اور مرزائیت سے پہلے شاید جناب سائل صاحب بھی جانتے ہوں گے اور فقہ کی چھوٹی سے چھوٹی کتاب نجات المؤمنین میں بھی اختصار کے باوجود صاف طور پر لکھا ہے جو یہ ہے۔

صفت ایمان رب منعم، ملک، کتب، انبیاء

آخر انھن گسور تھیں، نیکی بدی خدا

ہاں اگر قرآن مجید سے ہی حوالہ مطلوب ہے تو لیجئے۔ وہ بھی سنئے۔ اللہ جل شانہ تبارک وتعالیٰ اپنے کلام پاک میں ارشاد فرماتا ہے: ”یا ایہا الذین آمنوا آمنوا باللہ ورسولہ والکتاب الذی نزل علی رسولہ والکتب الذی انزل من قبل ومن یکفر باللہ وملائکتہ ورسولہ والیوم الآخر فقد ضل ضللاً بعیداً (النسلہ: ۱۳۶)“ ﴿اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول پر اور اس کی کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر اتاری اور اس کتاب پر جو پہلے اتاری اور جو محض اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور پچھلے دن کا انکار کرتا ہے۔ وہ گمراہی میں دوڑ کر چل گیا۔﴾

اس آیت کے نیچے مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں: ”پہلے ایمان سے مراد ایمان ظاہری اقرار باللسان ہے اور دوسرے ایمان سے مراد تکمیل ایمانی ہے جس میں تصدیق بالقلب اور اس کے مطابق عمل بھی شامل ہیں۔ چونکہ ذکر منافقین کا تھا۔ اس لئے فرمایا کہ صرف منہ کا ایمان فائدہ نہیں دیتا جب تک اس کے ساتھ عمل نہ ہو۔“

۲ ”قال رسول اللہ ﷺ اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شذ شذ فی النار“ ﴿رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بڑی جماعت کی پیروی کرو پس تحقیق جو شخص جماعت سے علیحدہ ہوا۔ دوزخ میں ڈالا جائے گا۔﴾

(مکثورہ، مترجم، ج ۱ ص ۷۳)

آیت مذکورہ بالا میں ”والبعث بعد الموت“ یعنی مرنے کے بعد جی اٹھنے کا ذکر نہیں آیا۔ اس لئے اس مضمون کی آیت دوسری جگہ سے لکھی جاتی ہے: ”ثم انکم بعد ذلک لمیتون۔ ثم انکم یوم القيمة تبعثون (مؤمنون: ۱۵-۱۶)“ ﴿پھر تم اس کے بعد یقیناً مرنے والے ہو۔ پھر تم قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے۔﴾ اس مضمون کی اور بہت سی آیات آئی ہیں۔ جن کے اندراج کی یہاں گنجائش نہیں۔

رہا ”ایمان بالقدر“ کا ثبوت تو اس کے متعلق بھی کئی آیات شریفہ ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے: ”وان تصبہم حسنة یقولوا هذه من عند الله ج وان تصبہم سیئة یقولوا هذه من عندک قل کل من عند الله (نساء: ۷۸)“ ﴿اور اگر ان کو بھلائی پہنچتی ہے، کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر ان کو دکھ پہنچتا ہے کہتے ہیں یہ تیری وجہ سے ہے۔ کہو سب اللہ ہی کی طرف سے ہے۔﴾ اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ بھلائی، برائی یا دکھ سکھ سب اللہ ہی کی طرف سے ہے اور الوقدر خیرہ وشرہ من اللہ تعالیٰ کے یہی معنی ہیں۔

نص کی موجودگی میں حدیث شریف کا پیش کرنا، تحصیل حاصل ہے۔ مگر تبرکاً حضور ﷺ کا ارشاد بھی سن لیجئے: ”عن ابی ہریرۃ قال کان رسول اللہ ﷺ یوم بارزاً للناس فاتباہ رجل فقال ما الایمان قال الایمان ان تؤمن باللہ وملائکتہ وبلقائہ ورسلہ وتؤمن بالبعث“ ﴿ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ ایک دن نبی ﷺ لوگوں کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ یکا یک آپ کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے آپ سے پوچھا کہ ایمان کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پر، فرشتوں پر اور (آخرت) میں اللہ کے ملنے پر اور اس کے پیغمبروں پر ایمان لاؤ اور قیامت کا یقین کرو۔﴾ (بخاری ج ۱، کتاب الایمان، ص ۱۲، مطبوعہ مصر)

یہی حدیث ترمذی میں حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے مروی ہے: ”قال یا محمد ما الایمان قال ان تؤمن باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الآخر والقدر خیرہ وشرہ“ ﴿اس نے کہا: اے محمد ﷺ! ایمان کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے پیغمبروں پر اور قیامت کے دن پر اور تقدیر پر۔﴾ (ترمذی، مترجم، جلد دوم، ص ۲۲۷)

یہ عقائد ہیں جو اصل الاصول ہیں اور ان میں سے کسی ایک کا انکار بھی کفر ہے مگر مرزا

قادیانی نے شرک فی التوحید کا ارتکاب بھی کیا اور شرک فی الرسائل کا بھی، تو بین انبیاء کے مرتکب بھی ہوئے اور انکار علامات قیامت کے بھی۔ اس لئے ان کی بیرونی سراسر جہالت ہے اور ان کی تابعداری ضلالت۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

رسول قادیانی کی رسالت

بطالت ہے جہالت ہے ضلالت

مرزا قادیانی کے شرک فی التوحید کا ثبوت یہ ہے کہ خود خدا ہے۔ اصل عبارت یہ ہے:

”میں نے ایک کشف میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی ہوں۔“

(کتاب البریہ ص ۹، خزائن ج ۳ ص ۱۰۳، آئینہ کالات ص ۵۶۳، خزائن ج ۵ ص ۵۶۳)

شرک فی الرسائل کا ثبوت یہ ہے کہ قرآن مجید کی کئی آیات جو خصوصاً ﷺ کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔ مرزا قادیانی خود ان کا مصداق بنتے ہیں۔ مثلاً: ”وما ارسلناک الا رحمة للعالمین“ (انجام آختم طبع دوم ص ۸، خزائن ج ۱ ص ۷۸) ”قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ“ (ابن عربین نمبر ۳ ص ۵ طبع دوم، انجام آختم ص ۵۲، خزائن ج ۱ ص ۵۲)

اس کے علاوہ اپنی کتاب (نزول اسحٰ ص ۹۹، خزائن ج ۸ ص ۷۷) پر لکھتے ہیں:

آدم فیض احمد مختار

در ہرم جامہ ہمہ ابرار

آنچه داد است ہر نبی را جلم

داد آن جلم را مرا بنمام

البیستم گرچہ بودہ اند بسے

من ہر فغان نہ کہم ز کسے

تو بین انبیاء کا ثبوت یہ ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت ”مضمیرہ انجام آختم“ میں ص ۷ پر نہایت گندے الفاظ استعمال کئے ہیں اور ”ازالہ اولہام“ میں ان کے معجزات کو عمل الترب (سحر جزم) قرار دیا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ اگر اس مضمون کو مفصل دیکھنا ہو تو ہمارا رسالہ ”اعتقادات مرزا“ ملاحظہ فرمائیں۔

سوال دوم۔ کیا آپ قرآن مجید میں اختلاف کے قائل ہیں یا نہیں؟ اگر ہیں تو پھر یہ آیہ شریفہ ”ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا“ (نساء: ۸۲) کو مد نظر رکھتے ہوئے تطبیق کی صورت آپ کے نزدیک مسئلہ باخ و متشیخ ہے یا کوئی اور طریق؟

جواب..... قرآن مجید میں کوئی اختلاف نہیں۔ خود یہی آیت شہادت دے رہی ہے کہ کلام الہی اختلاف سے مبرا اور منزہ ہے: ”أفلا يتدبرون القرآن ولو كان من عند غير الله لوجدوا فيه اختلافا كثيرا (نساء: ۸۲)“ ﴿پھر کیا قرآن میں تدبر نہیں کرتے اور اگر ہی غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو تم اس میں بہت اختلاف پاتے۔﴾

پس اگر کسی کو کہیں اختلاف معلوم ہو تو یہ اس کی سمجھ کا قصور ہے۔ ہاں مرزا قادیانی کے کلام میں بہت سے اختلافات ہیں جو اسی معیار کے مطابق ان کے تمام دعاوی کو باطل ٹھہراتے ہیں۔ اگر مرزا قادیانی کے اختلاف دیکھنے ہوں تو ہمارا رسالہ ”تناقضات مرزا“ ملاحظہ فرمائیں۔ تاریخ منسوخ کے مسئلہ کا یہ منشاء نہیں جو آپ نے سمجھ رکھا ہے۔ بلکہ اس کا مطلب کچھ اور ہے کسی عالم سے سمجھنے کی کوشش کریں۔

سوال سوم..... قرآن مجید کی وہ کوئی آیت ہے جس سے بطور صراحت النص کے باب نبوت غیر تشریحی تابع شریعت محمدیہ مسدود ثابت ہوتا ہے؟

جواب..... وہ آیت یہ ہے جس سے باب نبوت ہمیشہ کے لئے بند ہو چکا ہے: ”ما كان محمد اباً احد من رجالكم ولكن رسول الله وخاتم النبيين وكان الله بكل شيء عليما (احزاب: ۱۰۰)“ ﴿محمد ﷺ تم میں سے کس مرزے کے باپ نہیں ہیں اور لیکن خدا کے رسول اور نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر شے کا جاننے والا ہے۔﴾

۱..... خاتم النبیین کی تفسیر خود حضور سرابا نو ﷺ نے ارشاد فرمائی ہے: ”لا نبی بعدی“ یعنی میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (مشکوٰۃ مترجم ج ۳ ص ۸۱، مطبوعہ نور الاسلام، امرتسر)

۲..... مرزا قادیانی نے بھی اس آیت کا ترجمہ و تفسیر یہی کی ہے چنانچہ لکھتے ہیں: ”ملکان محمد اباً احد من رجالكم ولكن رسول الله وخاتم النبيين“ محمد تم میں سے کسی مرد کا باپ نہیں ہے۔ مگر وہ رسول اللہ ہے اور ختم کرنے والا نبیوں کا۔ یہ آیت بھی صاف دلالت کر رہی ہے کہ بعد ہمارے نبی کے کوئی رسول دنیا میں نہیں آئے گا۔

(ازالہ اوہام ص ۶۱۲، خزائن ج ۳ ص ۴۳۱)

۳..... مرزا قادیانی اپنے ایک مرید کو خط میں لکھتے ہیں: ”اور ذی ایمان سے سمجھنا چاہئے کہ نبوت آنحضرت پر ختم ہو گئی ہے۔“ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”ولكن رسول الله وخاتم النبيين“ اس آیت کا انکار کرنا یا استخفاف کی نظر سے دیکھنا درحقیقت اسلام سے طعنے ہونا ہے۔“ (مسح موعود اور ختم نبوت ص ۴، بحوالہ اخبار القلم نمبر ۶۹ ج ۳ مورخہ ۱۷ اگست ۱۸۹۹ء)

۴..... مرزا قادیانی کے ایک قلمس مرید مولوی محمد علی صاحب لاہوری مفسر قرآن اپنی تفسیر میں اس آیت کا ترجمہ یہی لکھتے ہیں کہ: ”محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں۔“ (بیان القرآن ج ۳ ص ۱۵۱۵)

رہا یہ امر کہ کیا نبوت غیر تشریحی (ظنی، بروزی وغیرہ) بھی بند ہے سو اس کے لئے بھی مرزا قادیانی کا یہی شعر کافی ہے:

ہست او خیر الرسل خیر الانام

ہر نبوت را بروشد اختتام

(سراج منیر ص ۲۳ ج ۱ ص ۹۵)

اہل السنۃ والجماعت کے نزدیک حضور ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والا یا کسی کو سچا نبی کہنے والا کافر ہے چنانچہ علامہ اسماعیل حنفی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں: ”قال اهل السنة والجماعة لا نبی بعد نبینا لقوله تعالیٰ: ﴿ولكن رسول الله وخاتم النبیین﴾ وقوله ﷺ لا نبی بعدی ومن قال بعد نبینا نبی۔ یکفر لانه انکر النص۔ كذلك لو شك فيه لان الحجة تبين الحق من الباطل ومن ادعى النبوة بعد موت محمد ﷺ لا يكون دعوة الا باطلا“ اہل السنۃ والجماعت کا عقیدہ ہے کہ ہمارے نبی کے بعد کوئی نبی نہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ”ولكن رسول الله وخاتم النبیین“ اور حضور ﷺ نے فرمایا دیا ہے: ”لا نبی بعدی“ اور جس نے ہمارے نبی ﷺ کے بعد نبی مانا وہ کافر ہے۔ اس لئے کہ اس نے نص کا انکار کیا۔ ایسے ہی اگر کسی نے اس میں شک کیا تو وہ بھی کافر ہے۔ اس لئے کہ دلیل نے حق کو باطل سے واضح کر دیا اور جس نے حضور اقدس ﷺ کے وصال ظاہری کے بعد نبوت کا دعویٰ کیا۔ اس کا دعویٰ باطل ہوگا۔“

(تفسیر روح البیان ج ۷ ص ۱۸۸)

مرزا قادیانی کے نزدیک بھی آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت کا مدعی کافر ہے چنانچہ لکھتے ہیں: ”سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفیٰ ختم المرسلین ﷺ کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں۔ میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صلی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ ﷺ محمد مصطفیٰ پر ختم ہو گئی۔“ (مجموعہ اشتہارات ج ۱ ص ۲۳۰، ۲۳۱)

سائل کا جواب تو ہو ہی چکا مگر یہ جواب ادھر راہ جانے گا اگر اس کے متعلق دوسرے شبہات کا جواب بھی نہ دیا جائے۔ چنانچہ.....

پہلا شبہ..... یہ کیا جاتا ہے کہ اگر آنحضرت کے بعد نبوت بند ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب دوبارہ تشریف لائیں گے تو وہ نبی ہوں گے یا نبوت سے معزول کر دیئے جائیں گے؟

جواب..... اس کا جواب ہم اپنی طرف سے کچھ نہیں دیتے بلکہ حضرت ابن عباسؓ کی تفسیر سے دیتے رہیں جو ایک جلیل القدر صحابی ہیں اور مرزا قادیانی کے نزدیک مسلمہ اور معتمد ہیں وہ آیت ﴿خَاتَمُ النَّبِيِّينَ﴾ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ”یرید لو لم اختتم به النبیین لجعلت له ابناء“ یعنی آیت ﴿خَاتَمُ النَّبِيِّينَ﴾ میں اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے کہ اگر حضور ﷺ کے وجود گرامی سے نبیوں کو ختم نہ کرتا تو آپ کو بیٹا عطا کرتا (جو آپ کے بعد نبی ہوتا)۔ ”ان الله لما حكم ان لا نبی بعده لم يعطه ولدا يصير رجلا“ یعنی جب اللہ تعالیٰ نے حکم دے دیا کہ آپ کے بعد کوئی نبی تو آپ کو ایسا بیٹا ہی نہیں دیا جو جوانی کو پہنچتا۔ ”وكان الله بكل شيء علیما“ ای کان فی علمه انه لا نبی بعده۔ یعنی یہ بات پہلے ہی اس کے علم میں ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ وان قلت قد صح ان عیسیٰ علیہ السلام ینزل فی آخر الزمان بعده وهو نبی قلت ان عیسیٰ علیہ السلام معن نبی قبله وحين ینزل فی آخر الزمان ینزل عاملاً بشریعة محمد ﷺ ومصلیاً الی قبلته کانه بعض امتہ۔ یعنی اگر تو کہے (اعتراض کرے) کہ حضرت عیسیٰ آخری زمانہ میں نازل ہوں گے اور وہ نبی ہیں تو میں کہتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ ان میں سے ہیں جو آنحضرت ﷺ سے پہلے کے نبی ہیں اور جب آخر زمانہ میں نازل ہوں گے تو شریعت محمدی ﷺ پر عمل کریں گے اور آپ کے قبلہ (خانہ کعبہ) کی طرف ہی (منہ کر کے) نماز پڑھیں گے گویا وہ آپ کی امت کے ایک فرد ہوں گے۔ (تفسیر خازن، جلد سوم ص ۸۸۰)

حضرت ابن عباسؓ نے اس تفسیر میں مندرجہ ذیل امور کا فیصلہ کر دیا ہے۔

..... ۱ آنحضرت ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔

..... ۲ آپ کی اولاد ذرینہ کے زندہ نہ رہنے میں بھی خدا تعالیٰ کی یہی مصلحت تھی کہ آپ کے بعد نبوت جاری نہیں۔

ابن ماجہ کی یہ حدیث ”لو عاش ابراہیم لکان صدیقاً نبیاً“ یعنی ابراہیم زندہ ہوتے تو ضرور سچے نبی ہوتے جو اکثر مرزائی پیش کیا کرتے ہیں اگرچہ یہ حدیث راوی کے مجروح ہونے کے سبب ضعیف ہے تاہم اس کا جواب بھی ہو گیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اسی لئے زندہ نہ ہوئے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد باب نبوت مسدود ہے۔

۳..... اور مندرجہ بالا شبہ کا جواب بھی دے دیا گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ تشریف لانا ختم نبوت کے منافی نہیں کیونکہ وہ حضور سے پہلے کے نبی ہیں بعد کے نہیں۔

واضح ہو..... کہ مرزا قادیانی کا شبہ کوئی نیا شبہ نہیں ہے اور نہ اس میں مرزا قادیانی کی کوئی جدت ہے بلکہ یہ شبہ مرزا قادیانی سے بہت عرصہ پہلے معتزلی اور جمعی فرقوں کے بعض لوگ پیش کر کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ تشریف آوری کا انکار کر چکے ہیں اور نزول مسیح کی احادیث کو مردود قرار دے چکے ہیں۔ چنانچہ علامہ نوویؒ نے شرح مسلم میں قول مع استدلال نقل کر کے نہایت دندان شکن جواب دیا ہے جو یہ ہے: ”وانکر بعض المعتزلة والجهمية ومن وافقهم وزعموا ان هذه الاحادیث مردودة بقوله تعالى ﴿وخاتم النبیین﴾ وبقوله ﷺ لا نبی بعدی، وباجماع المسلمین انه لا نبی بعد نبینا ﷺ وان شریعته مؤبدة الى یوم القیمة لا تنسخ، وهذا استدلال فاسد لانه لیس المراد نزول عیسیٰ انه ینزل نبیاً بشرع ینسخ شرعنا ولا فی هذه الاحادیث ولا فی غیرها شیء من هذا۔ بل صحت هذه الاحادیث هنا وما سبق فی کتاب الایمان وغیرها انه ینزل حکماً مقسطاً یحکم بشرعنا ویحیی من امور شرعنا ما هجره الناس“

”اور معتزلی، جمعی اور ان کے موافق کے بعض لوگوں نے انکار کیا ہے اور انہوں نے گمان کیا ہے کہ یہ حدیثیں بوجوہات ذیل مردود ہیں:

۱..... خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ آپ ”نبیوں کے ختم کرنے والے“ ہیں اور

۲..... آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ”میرے بعد کوئی نبی نہیں“ اور

۳..... تمام مسلمانوں کا اجماع اس بات پر ہے کہ ”ہمارے نبی ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں۔“ اور آپ کی شریعت دائمی ہے قیامت تک منسوخ نہ ہوگی۔

اور یہ استدلال فاسد ہے اس لئے کہ نزول عیسیٰ علیہ السلام سے یہ مراد نہیں کہ وہ تشریف بھی نہ ہو کر آئیں گے۔ جس سے ہماری شریعت منسوخ ہو جائے گی اور نہ ہی ان حدیثوں اور دوسری حدیثوں میں اس بات کا کوئی ذکر ہے بلکہ ان حدیثوں اور ”کتاب الایمان“ کی حدیثوں سے گزر چکی ہیں، ثابت ہوتا ہے کہ وہ حاکم عادل ہو کر نازل ہوں گے اور ہماری شریعت کے مطابق حکم کریں گے اور ہماری شریعت کے ان امور کو زندہ کریں گے جو لوگوں نے چھوڑ دیئے ہیں۔“

(نووی شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۰۳، مطبوعہ ۱۳۰۱ھ مطبع انصاری دہلی)

پس مندرجہ بالا بیان سے دو باتیں ثابت ہوئیں:

اول..... یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ تشریف لانا ختم نبوت کے معانی نہیں جو شخص اس قسم کا شبہ کرتا ہے وہ غلطی پر ہے۔

دوم..... یہ کہ مرزا قادیانی کا مقصد احیائے سنت نہیں بلکہ احیائے بدعت ہے جیسا کہ انہوں نے معتزلیوں اور جمہوں کا مندرجہ بالا بھولا بسرا عقیدہ دوبارہ زندہ کیا ہے تاکہ لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کر سکیں۔ بقول شخصے

بدنام جو ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا

دوسرا شبہ..... یہ کہا جاتا ہے کہ اگر امت مسلمہ میں باب نبوت مسدود ہو جانا تسلیم کر لیا جائے تو کیا آنحضرت ﷺ کے رحمتہ للعالمین ہونے اور اس امت کے خیر الامم ہونے پر زخمیں پڑتی؟

جواب..... یہ سوال نہایت لغو، بیہودہ اور بنائے فاسد علی الفاسد ہے۔ جس بناء پر یہ شبہ کیا گیا ہے وہ مرزا قادیانی کا ارشاد بے بنیاد ہے جو یہ ہے: ”ہمارا مذہب تو یہ ہے کہ جس مذہب میں سلسلہ نبوت نہ ہو، وہ مردہ ہے۔“ (ملفوظات ج ۱۰ ص ۱۲۷)

تجرب ہے کہ یہی مرزا قادیانی جواب اجرائے نبوت کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ قبل ازیں ختم نبوت قرآن مجید سے ثابت کر چکے ہیں اور مدعی نبوت پر کفر کا فتویٰ لگا چکے ہیں جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے۔ بس اب ان کا یہ اعتقاد بے بنیاد و محض دروغ بے فروغ اور دعویٰ بلا دلیل ہے جو باطل بلا قال و قیل ہے اور یہ تحریر ان کی تناقض بیانی پر دال ہے۔ جو ان کی ناراستی کی ایک تین مثال ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

ہاں جناب! امت مسلمہ میں باب نبوت مسدود ہو جانے سے حضور ﷺ کے رحمتہ للعالمین پر زخمیں پڑتی بلکہ باب نبوت کھلا رہنے پر زخم پڑتی ہے۔ کیونکہ ایک نبی کا زمانہ اسی وقت تک رہتا ہے جب تک کوئی دوسرا نبی نہ آجائے۔ جب دوسرا نبی آ جاتا ہے تو پہلے نبی کا زمانہ ختم ہو جاتا ہے پس اگر حضور ﷺ کے بعد باب نبوت مسدود نہ ہو تو آپ کا زمانہ بھی (نعوذ باللہ) مسدود ہو جائے مگر آپ نبی آخر الزماں ہیں اور سرور دو جہاں ہیں۔ آپ کی نبوت کا زمانہ قیامت تک محمد ہے جو مرزا قادیانی کے عقیدہ فاسدہ کے رد کرنے کے لئے ایک سد ہے۔

سید الکونین ختم المرسلین

آخر آمد بود فخر الاولین

پس باب نبوت مسدود ہونا آپ کی رحمت کے منافی نہیں بلکہ آپ کی رحمت اللعالمین کے لئے اسی طرح وسیع ہے جس طرح اپنی ربوبیت کے ساتھ ”عالمین“ کا لفظ استعمال کیا ہے: الحمد للہ رب العالمین۔ اسی طرح اپنے محبوب کی رحمت کے ساتھ ”عالمین“ کو وابستہ کیا ہے: وما ارسلناک الا رحمة للعالمین۔ جس کی آنکھیں ہوں دیکھتے اور جس کے کان ہوں سنے۔

حضور ﷺ کا ”رحمتہ للعالمین“ ہونا اجراءِ نبوت کا متقاضی نہیں بلکہ ختم نبوت کا مقتضی ہے۔ کیونکہ پہلے نبی اپنی اپنی قوم کے لئے آتے تھے مگر حضور ﷺ تمام قوموں کے لئے مبعوث ہوئے جیسا کہ قرآن مجید شاہد ہے: ”قل یشاہدا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً الذی لہ ملک السموت والارض (اعراف: ۱۵۸)“ ﴿اے پیغمبر کہو، اے لوگو میں تم سب کی طرف (اس) اللہ کا رسول ہوں جس کے لئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے﴾۔ دوسری آیت میں یہ ارشاد ہے: ”وما ارسلناک الا کافۃ للناس بشیراً ونذیراً ولكن اکثر الناس لا یعلمون (سبا: ۲۸)“ ﴿اور ہم نے تجھے تمام ہی لوگوں کے لئے خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے﴾۔

اس آیت کے متعلق مولوی محمد علی مرزائی، امیر لاہوری پارٹی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ ”یہاں اس لفظ ”کافۃ“ کو اختیار کر کے یہ بتایا گیا ہے کہ آپ کی رسالت عامہ سے اب کوئی شخص باہر نہیں نکل سکتا گویا اس سے خروج سے روکا گیا ہے کیونکہ کف کے معنی روکنا ہیں۔ یہ آیت بھی ختم نبوت پر دلیل ہے کیونکہ جب کوئی شخص اس رسالت سے باہر نہیں نکل سکتا تو اور رسول کی بھی ضرورت نہیں۔“ (بیان القرآن، ج ۳ ص ۵۳۹) (فہو المراد..... مؤلف)

نبی کے مبعوث ہونے کی غرض یہ ہوتی ہے کہ دین کی تکمیل ہو و حضور ﷺ کی بعثت سے یہ غرض بھی بدرجہ غایت پوری ہوگئی۔ خدا تعالیٰ نے آپ کے ساتھ دین کو کامل اور اپنی نعمت کو پورا کر دیا چنانچہ ارشاد ہوتا ہے: ”الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دیناً (مائدہ: ۳)“ ﴿آج میں نے تمہارا دین تمہارے لئے کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا اور تمہارا دین اسلام ہونے پر میں راضی ہوں﴾۔ اس آیت کی تفسیر میں مولوی محمد علی صاحب مذکور لکھتے ہیں۔ ”پس ”اکملت لکم دینکم“ سے مراد یہ ہوئی کہ جو غرض دین سے حاصل ہو سکتی ہے وہ بدرجہ کمال تمہارے اس دین سے حاصل ہوگی۔ اب اس کے

بعد کسی اور نبی کی ضرورت نہیں کہ وہ دین کو کامل کرنے کے لئے آئے جیسے پہلے آتے تھے۔“

(بیان القرآن ج ۱ ص ۵۹۵) (فہو المراد)

کیا لطف جو غیر پردہ کھولے

جادو وہ جو سر پہ چڑھ بولے

پس حضور ﷺ کی رحمتہ للعالمین یہ ہے کہ:

۱..... آپ تمام دنیا کے لئے مبعوث ہوئے تاکہ سارا جہان آپ کی رحمت سے فیض پائے اور قیامت تک کوئی آدمی اس فیض سے محروم نہ رہے۔

۲..... آپ کی رحمتہ للعالمین یہ ہے کہ آپ کے ساتھ دین کامل ہو گیا اور خدا تعالیٰ نے اپنی نعمت پوری کر دی۔ اب کوئی چیز ایسی باقی نہیں رہی جو اس دین میں نہ ہو۔

۳..... آپ کی رحمتہ للعالمین یہ ہے کہ گنہگار سے گنہگار انسان آپ کی تابعداری سے خدا تعالیٰ کا محبوب بن سکتا ہے اور مغفرت پاسکتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے: ”قل ان کنتم تحبون اللہ

فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم واللہ غفور الرحیم (آل عمران: ۳۱)“

﴿اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے لئے بخشش کرے گا اور گناہ معاف کر دے گا۔ اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔﴾

۴..... آپ کی رحمتہ للعالمین یہ ہے کہ آپ شفیع المذنبین ہیں:

هو الحبيب الذی ترجی شفاعتہ

لکل هول من الاحوال مقتصم

وہ خدا تعالیٰ کے حبیب ہیں، آپ کی شفاعت کی امید رکھی ہوئی ہے۔ ہر خوف میں جو

خفی کے ساتھ آنے والا ہے۔

۵..... آپ کی رحمتہ للعالمین یہ ہے کہ آپ کے مبعوث ہونے کے ساتھ عذاب الہی رک گیا

چنانچہ قرآن مجید میں ہے: ”وما کان اللہ لیعذبہم وانت فیہم (انفال: ۳۳)“ ﴿اور اللہ

ایسا نہیں کہ ان کو عذاب دے در آنحالیکہ تم ان میں ہو۔﴾

علامہ اسماعیل حنفیؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ”قد ارسلہ اللہ تعالیٰ رحمة

للعالمین۔ والرحمة والعذاب ضدان، والضدان لا یجتمعان“ یعنی اللہ تعالیٰ نے

آپ کو رحمتہ للعالمین بنا کر بھیجا ہے اور رحمتہ اور عذاب ایک دوسرے کی ضد ہیں اور دو ضدیں آپس

میں جمع نہیں ہو سکتیں۔ (اس لئے آپ کے) ہوتے ہوئے عذاب کیونکر آ سکتا ہے۔

(تفسیر روح البیان ج ۱ ص ۸۴۰)

پس مندرجہ بالا امور سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ رحمۃ اللعالمین پر باب نبوت کے مسدود ہونے سے کوئی زد نہیں پڑتی۔

کہنے کو مرزا قادیانی کا دعویٰ بھی ہے کہ ”رحمۃ اللعالمین“ ہوں جیسا کہ اسی رسالہ میں اوپر گزر چکا ہے۔ مگر

چه نسبت خاک را با عالم پاک

حضور ﷺ کی رحمۃ اللعالمین سے تو تمام دوست دشمن مستفید ہوئے اور عذاب الہی سے بچے۔ مگر مرزا قادیانی کی رحمۃ اللعالمین ملاحظہ ہوں۔ مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

۱..... ”الامراض تشاع والنفوس تضاع یعنی ملک میں بیماریاں پھیلیں گی اور جانیں ضائع ہوں گی۔“ (حقیقت الوحی ص ۹۴، طبع اول، مئی ۱۹۰۷ء، خزائن ج ۲۲ ص ۹۷)

۲..... ”یاد رہے کہ خدا نے مجھے عام طور پر زلزلوں کی خبر دی ہے پس یقیناً سمجھو جیسا کہ پیش گوئی کے مطابق امریکہ میں زلزلے آئے۔ ایسے ہی یورپ میں بھی آئے اور نیز ایشیا کے مختلف مقامات میں آئیں گے اور بعض ان میں قیامت کا نمونہ ہوں گے اور اس قدر موت ہوگی کہ خون کی نہریں چلیں گی۔“ (حقیقت الوحی ص ۲۵۶، خزائن ج ۲۲ ص ۲۶۸، سطر ۹۵۶)

۳..... ”اگر میں نہ آیا ہوتا تو ان بلاؤں میں کچھ تاخیر ہو جاتی، پر میرے آنے کے ساتھ خدا کے غضب کے وہ مخفی ارادے جو بڑی مدت سے مخفی تھے، ظاہر ہو گئے۔“

(حقیقت الوحی ص ۲۵۶، خزائن ج ۲۲ ص ۲۶۸)

ایسا ہی اور بھی بہت سے نشان جناب مرزا قادیانی نے اپنی رحمۃ اللعالمین کے لکھے ہیں۔

ببیس تفاوت راہ کجاست تا یکجا

رہا امت کا ”خیر الام ہوتا“ سو یہ شرف بھی امت کو حضور ﷺ کے طفیل حاصل ہوا ہے۔ صاحب قصیدہ بردہ فرماتے ہیں:

بشری لنسا معشر الاسلام ان لنا

من العناية رکننا غیر منہدم

ہمارے گروہ اسلام ہمارے لئے خوشخبری ہو کہ ہمارے لئے خدا تعالیٰ کی عنایت سے

ایسا رکن ہے (یعنی محمد مصطفیٰ ﷺ) جو خراب و شکستہ ہونے والا نہیں ہے۔ ﴿

لما دعى الله داعينا لطاعته

باكرم الرسل كنا اكرم الامم

جب خدا تعالیٰ نے آنحضرت کو جو ہمیں خدا کی اطاعت کے لئے بلانے والے ہیں، تمام پیغمبروں سے افضل کہہ کر پکارا تو ہم بھی تمام امتوں سے افضل ہو گئے۔
کسی شاعر نے فارسی میں یہی مضمون اسی طرح ادا کیا ہے۔

چوں خدا پیغمبر مارا رحمت خوانداست

افضل پیغمبران او گشته ما خیر الامم

تفسیر درمنثور میں ہے: ”واخرج ابن مردويه عن ابی بن کعب ان النبی ﷺ قال اعطيت مالم يعط احد من انبياء الله قلنا يا رسول الله ما هو قال نصرت بالعرب واعطيت مفاتيح الارض وسميت احمد وجعل لي تراب الارض طهورا وجعلت امتي خير الامم“ ابن مردويه نے ابی بن کعب سے، انہوں نے نبی ﷺ سے روایت کی ہے۔ آپ نے فرمایا: مجھے وہ کچھ دیا گیا جو اور کسی نبی اللہ کو نہیں دیا گیا۔ ہم نے کہا: یا رسول اللہ وہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: میری نصرت رعب سے کی گئی اور مجھے زمین کی سبھیاں دی گئیں اور میرا نام احمد رکھا گیا اور میرے لئے مٹی پاک بنائی گئی اور میری امت بہترین امت بنائی گئی۔ (درمنثور ج ۶، ص ۲۱۴، سطر ۱۰ تا ۸)

یہ حدیث مولوی محمد علی صاحب نے بھی اپنی تفسیر، بیان القرآن ج ۱ ص ۳۷۱ میں درج کی ہے اور اس کے نیچے امت کی فضیلت کو بیان کیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں: ”یہاں ساری امت کی فضیلت کا دوسری امتوں پر ظاہر کرنا مقصود ہے اور اگر اس امت کے معلم مہر کی محمد رسول اللہ ﷺ دنیا کے تمام روحانی معلموں اور مہر کیوں سے افضل ہیں تو کوئی اور وجہ نہیں کہ آنجناب کے شاگرد تمام الانبیاء کے شاگردوں سے افضل نہ ہوں۔“

پس اس بہترین خطاب (خیر الامم) میں وہی خوش قسمت ہو سکتا ہے جو شیخ رسالت کا پروانہ ہو، نہ وہ بد نصیب جو کسی جموٹے مدعی نبوت کا دیوانہ ہو۔

شبہ در شبہ نمبر ۱

اگر کوئی شخص یہاں یہ شبہ پیش کرے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر انبیاء کا کام ہے اگر اس امت میں کوئی نبی نہیں ہوگا تو یہ کام کون کرے گا؟ تو

جواب..... یہ ہے کہ جب خدا تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو خاتم النبیین بنایا اور آپ کے طفیل اس امت کو ”خیر الامم“ کا عالی مرتبت خطاب عطا فرمایا تو ساتھ ہی علمائے امت کو تبلیغ اسلام کا کام سپرد فرمایا چنانچہ ارشاد ہوتا ہے: ”ولتكن منكم امة يدعون الى الخير ويامرون بالمعروف وينهون عن المنكر (آل عمران: ۱۰۴)“ اور چاہئے کہ تم میں سے ایک گروہ ہو جو بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھے کاموں کا حکم دیں اور برے کاموں سے روکیں۔ چونکہ یہ منصب جلیلہ بڑا ممتاز ہے اس لئے حضور ﷺ نے علماء امت کو انبیاء کے وارث فرمایا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے: ”ان العلماء ورثة الانبياء“ اور دوسری جگہ علماء کو بنی اسرائیل کے نبیوں کا مثیل قرار دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ: ”علماء امتی کانبياء بنی اسرائيل“ یعنی میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں۔

پس جہاں یہ ثابت ہوا کہ ”امر بالمعروف اور نہی عن المنکر“ کا کام علماء امت کے سپرد ہے وہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کے بعد اب کسی نئے نبی کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ مفوضہ کام علمائے امت بتوفیق ایزدی بخوبی انجام دیتے رہے، دے رہے ہیں اور دیتے جائیں گے۔ چنانچہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے: ”ولا تزال طائفة من امتی علی الحق ظاہرین لا یضرهم من خالفهم حتی یاتی امر اللہ“ اور ہمیشہ ایک جماعت میری امت میں سے ثابت رہے گی حق پر اور غالب۔ نہیں ضرر پہنچا سکے گا ان کو وہ شخص کہ مخالفت کرے ان کی، یہاں تک کہ آئے حکم خدا۔ (مشکوٰۃ مترجم ج ۳ ص ۸۱)

پس دوسری حدیث شریف میں یہ ہے کہ: ”ولا تزال طائفة من امتی یقاتلون علی الحق ظاہرین الی یوم القیامۃ“ اور ہمیشہ رہے گی ایک جماعت میری امت میں سے لڑے گی حق پر دریاں حالیکہ غالب ہوگی قیامت تک۔ (مشکوٰۃ مترجم ج ۳ ص ۱۱۸)

پس حسب فرمان مصطفوی علمائے اہل سنت والجماعت کا گروہ حق پر ہے جو باطل کے مقابلہ پر ہمیشہ غالب رہا ہے اور انشاء اللہ قیامت تک غالب رہے گا۔

شبه در شبہ نمبر ۲

ممکن ہے مندرجہ بالا جواب کو پڑھ کر یہ شبہ پیش کر دے کہ اگر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام علمائے اسلام کے سپرد ہے اور آنحضرت ﷺ کے بعد کسی نئے نبی کی ضرورت نہیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ تشریف لانا کس غرض سے ہے؟

جواب..... یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تشریف لانا کئی وجہ سے ہے۔ چنانچہ پہلی وجہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دعا کی تھی ”اے رب بخشش والے! اور رحمت میں غنی، تو اپنے خادم کو قیامت کے دن اپنے رسول کی امت میں ہونا نصیب فرما۔“

(انجیل برنباس فصل ۲۱۲ آیت ۱۵، ۱۶ ص ۲۹۴)

خدا تعالیٰ نے آپ کی یہ دعا منظور فرمائی اور نہ صرف امت میں شامل ہونا مقرر فرمایا بلکہ آپ کو طویل عمر عطا فرما کر نشان قیامت مقرر فرمایا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خود اپنا بیان ہے کہ: ”اللہ نے مجھے ہبہ فرمایا ہے کہ میں دنیا کے خاتمہ کے کچھ پہلے تک زندہ رہوں۔“

(برنباس، فصل ۲۲۱ آیت ۱۶ ص ۳۰۷)

دوسری جگہ ہے: ”میں ہرگز مرانہیں ہوں، اس لئے کہ اللہ نے مجھ کو دنیا کے خاتمہ کے قریب تک محفوظ رکھا ہے۔“

(برنباس، فصل ۲۲۰ آیت ۱ ص ۳۰۵)

دوسری وجہ: یہ ہے کہ خداوند کریم نے انبیاء علیہم السلام سے عہد لیا تھا کہ وہ اور ان کی امتیں آنحضرت ﷺ پر ایمان لائیں، اگر آپ ان کے زمانہ میں تشریف نہ لائیں تو آپ کی صفات بیان کر کے اپنی امتوں کو آپ کی تابعداری اور مددگاری کا حکم دیں۔ پس تمام نبی اپنے اپنے زمانے میں یہ عہد پورا کرتے رہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ عہد پورا کرتے ہوئے جب اپنے حواریوں کو آپ کی تشریف آوری کی بشارت دی تو خواہش ظاہر کی کہ اگر میں آپ کا زمانہ پاؤں تو آپ کی تابعداری اور مددگاری کا شرف حاصل کروں۔ چنانچہ ”انجیل برنباس“ میں ہے۔ ”وہ کیا مبارک زمانہ ہے جس میں کہ یہ (رسول) دنیا میں آئے گا تو مجھے سچا مانو۔ ہر آئینہ میں میں نے اس کو دیکھا اور اس کے ساتھ عزت و حرمت کو پیش کیا (اسکی تعظیم کی) ہے جیسا کہ اس کو ہر نبی نے دیکھا ہے کیونکہ ان (نبیوں) کو اس (رسول) کی روح بطور پیش گوئی کے عطا کرتا ہے اور جب کہ میں نے اس کو دیکھا میں تسلی سے بھر کر کہنے لگا۔ اے محمد ﷺ اللہ تیرے ساتھ ہو اور مجھ کو اس قابل بنائے کہ میں تیری جوتی کا تمہ کھولوں، کیونکہ اگر میں یہ شرف حاصل کر لوں تو یزانی اور اللہ کا قدوس ہو جاؤں گا۔“

(ملفظ انجیل برنباس فصل ۴۴، آیت ۲۷ ص ۳۱۲ ص ۷۰)

پس آپ کے دوبارہ تشریف لانے کی یہ غرض بھی ہے کہ آپ کی خواہش مذکور پوری ہو جائے کیونکہ خدا تعالیٰ اپنے نبیوں کی خواہشات کو ضرور پورا کرتا ہے۔

تیسری وجہ..... یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق بعض خاص کام بھی مقرر ہیں جو

احادیث سے ثابت ہیں جیسے کرم صلیب، قتل دجال وغیرہ جس کے لئے آپ کا تشریف لانا ضروری ہے۔

سوال چہارم..... آیۃ شریفہ ”ولو تقول علینا بعض الاقاویل لا خذنا منه بالیمین۔ ثم لقطعنا منه الوتین (حاقہ: ۴۴)“ جو بطور دلیل آنحضرت ﷺ کو شاعر اور کاہن کہنے والوں کے سامنے پیش کی گئی ہے یہ بطور قاعدہ کلیہ کے ہے یا نہیں؟ اگر نہیں، تو پھر یہ دلیل مخالفین کے لئے کس طرح وجہ تسکین ہو سکتی ہے؟

جواب..... مرزائیوں کے سوا کوئی مفسر اس بات کا قائل نہیں ہے کہ یہ آیات بطور قاعدہ کلیہ کے ہیں اور قائل بھی کس طرح ہوتے جبکہ قرآن شریف میں صاف طور پر بیان ہو چکا ہے کہ اب دین مکمل ہو چکا اور آنحضرت ﷺ خاتم النبیین ہیں اور آپ نے فرمایا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی جو کھلی نبوت کا دعویٰ کرے گا وہ جھوٹا ہوگا، تو پھر ان آیات کو ”قاعدہ کلیہ“ ٹھہرانے کی کیا ضرورت ہے؟

خیال این و آن حاشانہ گنجد در دل مجنون

بہ لیلیٰ ہر کہ کرد و آشنا محمل نمے داند

بلکہ ان آیات سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ یہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ ہی مخصوص ہیں اور آپ کی صداقت کے اظہار کے لئے نازل ہوئی ہیں کیونکہ ”تقول“ میں جو ضمیر ہے وہ اس آیت کو آپ ﷺ کے ساتھ ہی مخصوص کرتی ہے۔ اور لو جو محال کے لئے آتا ہے۔ جیسے لو کان فیہما الہة الا اللہ لفسدنا (انبیاء: ۲۲) آپ کی صداقت کا اظہار کر رہا ہے۔ یعنی جس طرح یہ امر محال ہے کہ خدائے قدوس کے سوا زمین و آسمان میں کوئی اور بھی خدا ہو اسی طرح یہ بھی محال ہے کہ خدا کا محبوب (نعوذ باللہ) جھوٹ بولے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے: ”ولو تقول علینا بعض الاقاویل۔ لا خذنا منه بالیمین۔ ثم لقطعنا منه الوتین۔ فما منکم من احد عنہ حاجزین (حاقہ: ۴۴)“ اور اگر وہ ہم پر بعض باتیں افتراء کے طور پر بتالیتا تو ہم ضرور اسے دائیں ہاتھ سے پکڑ لیتے پھر اس کی رگ جان کاٹ دیتے پھر تم میں سے کوئی ہمیں اس سے روکنے والا نہ ہوتا۔ ﴿

”تفسیر یعقوب چرخ“ میں اس آیت کے نیچے لکھا ہے: ”بداں کہ حضرت

ذوالجلال اول سو گند یاد کرد کہ قرآن کلام من است و سخن کاہن و شاعر نیست۔ باز دلیل قدرت خود را بیان کرد کہ سخن دروغ نیست

وسید عالم ﷺ افتراء نہ کردہ است بر ما۔ اگر افتراء کر دے ما اورا بعذاب
ہلاک کردی وہیچ کس اورا از عذاب ما نجات ندادے وروز برروز گمارے
زیادہ نشدے۔ و دشمنان او ہلاک نہ شدندے۔ یک کس پیدا شد ہمہ عالم
بر کفر بود۔ نور دین مشرق و غرب عالم را بگرفت“

﴿جان کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے قسم یاد فرمائی کہ قرآن میرا کلام ہے۔ کاہن اور شاعر کا
کلام نہیں ہے۔ پھر اپنی قدرت کی دلیل بیان کی کہ قرآن شریف جھوٹ نہیں ہے اور سید عالم ﷺ
نے ہم پر افتراء نہیں کیا ہے۔ اگر (بالفرض محال..... ناشر) وہ افتراء کرتا تو ہم اس کو عذاب سے
ہلاک کرتے اور کوئی آدمی اس کو ہمارے عذاب سے نجات نہ دلا سکتا اور اس کا کام روز بروز ترقی
پر نہ ہوتا اور اس کے دشمن ہلاک نہ ہوتے۔ آپ ایسے وقت میں پیدا ہوئے جبکہ سارا جہاں کفر سے
بھرا ہوا تھا۔ آپ کے دین کے نور نے مشرق سے مغرب تک ساری دنیا کو روشن کیا۔ کچھ پس ثابت
ہوا کہ یہ آیات آپ کے لئے مخصوص ہیں۔

رہا یہ امر کہ مخالفین کی اس جواب سے تسلی ہوئی یا نہ۔ سو اس کا قرآن شرف میں تو کوئی
ذکر نہیں۔ ہم صرف یہ کہہ سکتے ہیں کہ جن سعید روحوں کے حصہ میں ایمان کی نعمت مقدر تھی۔ وہ اس
سے بہرہ یاب ہو گئے اور جو بد بخت ازلی تھے۔ انہوں نے نہ مانا۔ مولوی محمد علی صاحب نے اپنی
تفسیر میں ان آیات کے نیچے لکھا ہے کہ ”ان چار آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنا قانون بیان فرمایا ہے
کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ پر افتراء کرے اور کہے کہ اسے یہ وحی ہوئی ہے حالانکہ اسے وحی نہیں ہوئی تو
ایسے شخص کو وہ زیادہ مہلت نہیں دیتا بلکہ جلد اس کا کام تمام کر دیتا ہے اور اس قانون کو
آنحضرت ﷺ کی صداقت پر یہاں بطور دلیل پیش کیا ہے۔ یہ گویا اللہ تعالیٰ نے صادق کے لئے
پرکھ رکھی ہے۔ اگر وہ مفتری پر گرفت نہ کرتا تو نبوت کے معاملہ میں امن اٹھ جاتا۔“

(تفسیر بیان القرآن جلد سوم ص ۱۸۸۴)

مولوی محمد علی صاحب کی یہ تحقیق تو قابل داد ہے کہ انہوں نے باوجود ختم نبوت کے قائل
ہونے کے ایک ایسا نکتہ معلوم کیا ہے جو تیرہ سو سال سے تمام مفسرین کرام کی نظروں سے اوجھل رہا
مگر اس تحریر میں یہ نہیں بتایا گیا کہ خدا کا یہ قانون ازلی ہے یا بعد میں وضع ہوا؟ اگر ازلی ہے تو پہلے
انبیاء کی نسبت کیوں جاری نہیں کیا گیا اور ان میں سے بعض کو کیوں قتل ہونے سے نہیں بچایا گیا۔
آپ کے مرزا خدا بخش صاحب نے اپنی کتاب ”عسل مصطفیٰ ج ۱ ص ۳۳۹ میں تسلیم کیا ہے کہ

”بہت سے نبی قتل ہوئے تھے۔“ اور اگر یہ قانون بعد میں وضع ہوا ہے تو کب سے وضع ہوا؟ اور پھر نبوت کے ختم ہو جانے کے بعد اس کے وضع کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ اور پھر وہ ”قاعدہ کلیہ“ کس طرح ہوا؟

علاوہ ازیں یہ بھی بتایا گیا کہ مفتری کو کم از کم اور زیادہ سے زیادہ کتنی مدت کے بعد گرفت ہوتی ہے اور وہ مدت کوئی نلص سے ثابت ہے اور اگر کوئی مفتری خدا نخواستہ مقررہ میعاد سے زیادہ عمر پا جائے تو کیا اسے سچا تسلیم کر لیا جائے گا؟ امید ہے کہ مولوی صاحب خود یا ان کا کوئی حواری اس گتھی کو سلجھا کر اس کی کو پورا کر دیں گے۔

تاریخی کتابوں سے ظاہر ہے کہ بہت سے جموٹے مدعی اپنے دعاوی بہت عرصہ تک پیش کر کے لوگوں کو گمراہ کرتے رہے اور اپنے پیروؤں کی ایک خاصی تعداد چھوڑ کر مرے۔ چنانچہ: ۱..... ابو منصور بانی فرقہ منصور یہ نے (۲۷) ستائیس برس تک نبوت کا دعویٰ کیا اور ہزاروں لاکھوں مرید بنائے۔ (عشرہ کاملہ ص ۱۸)

۲..... ”محمد بن تو مرث نے ۲۴ چوبیس سال تک مہدویت کا دعویٰ کیا اور لاکھوں آدمی اس کے مرید ہوئے۔“ (عشرہ کاملہ ص ۱۹)

۳..... ”عبداللہ المومن (۳۳) تینتیس سال مہدی کا خلیفہ اور امین المومنین کہلا کر اور بادشاہت کر کے مرا۔“ (عشرہ کاملہ ص ۲۱)

۴..... ”صالح بن طریف نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ نیا قرآن اپنے اوپر نازل ہونے کا مدعی تھا۔ (۴۷) سینتالیس سال تک نہایت استقلال اور کامیابی سے اپنے مذہب کی اشاعت اور بادشاہت کرتا رہا۔“ (عشرہ کاملہ ص ۲۲)

۵..... ”عبید اللہ مہدی افریقی نے ستائیس سال تک مہدویت کا دعویٰ کیا اور افریقہ کا فرمانروا رہا۔“ (عشرہ کاملہ ص ۲۳) علیہ القیاس۔ مسیلمہ کذاب، اسود غسی، سجاح بنت حارث، طلحہ بنت خویلد، یحییٰ ثقفی، صافی بن صیاد و احمد بن حسین کوئی، بہبود زنگی وغیرہ کئی جموٹے مدعی کھڑے ہوئے اور اپنے اپنے مذہب کی اشاعت کرتے رہے۔ آخر کار آنحضرت ﷺ کی اس پیش گوئی پر مہر تصدیق ثبت کر کے دنیا سے چل بے۔ ”سیکون فی امتی کذابون ثلاثون کلہم یزعم انہ نبی اللہ وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی“ یعنی عنقریب میری امت میں تم میں سے جو سب کے سب گمان کریں گے کہ وہ نبی اللہ ہیں حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (مکتوٰۃ کتاب الفتن، فصل ثانی)

الغرض آیات مندرجہ بالا میں آنحضرت ﷺ کے سوا کوئی دوسرا شخص ایسا غیر متفقہ قرار شامل نہیں ہو سکتا اور نہ ان کو کسی کے لئے ”قاعدہ کلیہ“ تسلیم کیا جاسکتا ہے۔ تاہم بغرض محال چند منٹ کے لئے مان ہی لیں تو پھر مرزائیوں کے لئے کچھ مفید نہیں۔ اس سے مرزا قادیانی کی صداقت ثابت نہیں ہو سکتی۔ بلکہ جموٹے ہی ثابت ہوتے ہیں کیونکہ بقول مرزا محمود قادیانی مرزا قادیانی نے ۱۹۰۱ء میں نبوت کا دعویٰ کیا اور مئی ۱۹۰۸ء بجارضہ ہیضہ لاہور میں اچانک فوت ہو گئے۔ گویا سات ہی سال میں گرفت الہی سے ان کا کام تمام ہو گیا۔ فاعتبہروایا اولی

الابصار

سوال پنجم..... آپ عیسیٰ علیہ السلام کو بہ ایں جسد غضری آسمان پر تائیں دم ماننے ہیں یا دیگر انبیاء کی طرح فوت شدہ؟ اور ان کی آمد ثانی کے قائل ہیں یا نہیں؟

جواب..... اس سوال کے اگرچہ بظاہر دو حصے ہیں۔ ایک رفع مسیح جسد غضری بر آسمان اور دوسرا نزول مسیح۔ لیکن جواب کے لحاظ سے دونوں میں ایک قسم کا اشتراک ہے۔ مثلاً اگر ”نزول مسیح“ ثابت کر دیا جائے تو ”رفع مسیح“ خود بخود ثابت ہو جائے گا کیونکہ نزول سے پہلے رفع لازمی ہے۔ اسی طرح اگر ”رفع“ ثابت ہو جائے تو نزول کا ثابت ہونا کوئی مشکل نہیں مگر چونکہ سائل نے دونوں حصوں کے متعلق سوال کیا ہے اسلئے دونوں حصوں کا علیحدہ علیحدہ جواب لکھا جاتا ہے۔ (یعنے وکرمہ)

جواب حصہ اول

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر زندہ اٹھایا جانا
بے شک حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس جسم غضری کے ساتھ آسمان پر اٹھائے گئے اور
تاحال زندہ آسمان پر موجود ہیں۔

ابن مریم زندہ ہے حق کی قسم
آسمانوں پر ہے اب وہ محترم
ہے ثبوت اس کا ہمیں قرآن سے
جو نہ مانے خالی ہے ایمان سے
قرآن مجید سے ثبوت

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر اٹھایا جانا کئی آیات سے ثابت ہے۔ چنانچہ پہلی

آیت یہ ہے۔ ”وَمَكْرُوا وَمَكَرَ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ (آل عمران: ۵۴)“ یعنی ”یہود نے تدبیر کی (کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دیں) اور اللہ تعالیٰ نے تدبیر کی (کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیا) اور اللہ سب تدبیر کرنے والوں سے اچھا ہے۔“ اس آیت کے متعلق تفسیر قادری میں لکھا ہے: ”وَمَكْرُوا۔ اور مکر کیا ان لوگوں نے جن سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کفر دریافت کر لیا تھا۔ اس طرح پر کہ لوگوں کو انہوں نے ابھارا کہ جہاں کہیں عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھو دفعۃً قتل کر ڈالو اور صحیح یہ ہے کہ انواع و اقسام کے حیلوں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گرفتار کر لیا اور گھر میں قید کر کے رات بھر چہرہ رکھا اور صبح تڑکے اٹھا ہو کر اپنے سردار کو کہ اس کا نام یہود تھا، گھر میں بھیجا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو باہر لائے۔ اس شب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے آسمان پر اٹھالیا۔ جیسے ہی یہود اس گھر میں آیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہ پایا۔ حق تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شبیہ اس پر ڈال دی جب باہر نکلا اور یہ کہنا چاہا کہ عیسیٰ یہاں نہیں ہے۔ وہ لوگ اس سے لپٹ گئے ہر چند وہ کہتا ہی رہا کہ میں فلاں شخص ہوں اور نالہ و فریاد کیا۔ کچھ نہ ہوا سولی پر چڑھا کر لوگوں نے تیر برسائے۔“

حق تعالیٰ نے بھی فرمایا کہ انہوں نے مکر کیا۔ وَمَكْرَ اللَّهُ اور خدا نے مکر کی جزا انہیں دی کہ انہوں نے اپنے ہی یا سردار کو بڑی ذلت اور رسوائی کے ساتھ قتل کر ڈالا اور اللہ خوب بدلہ دینے والا ہے مکاروں کو۔ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ۔ (تفسیر قادری، جلد اول ص ۱۰۹، مطبوعہ نولکھور، لکھنؤ)

”تفسیر حقانی“ میں ہے: ”آخر کار یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حکام سے شکایتیں کر کے پلاطوس حاکم کو ان کے قتل پر آمادہ کیا اور جاسوس دوڑ گئے۔ حضرت کو ایک جگہ سے گرفتار کر کے لائے اور طرح طرح کی اذیتیں دینی شروع کیں اور بہت کچھ مکر داؤ ان کے قتل کے لئے کیا مگر خدا کا داؤ سب پر غالب ہے۔ اس نے یہ کیا کہ انہیں یہودیوں میں سے ایک کو حضرت مسیح کی صورت میں کر دیا اور مسیح علیہ السلام کو ملائکہ آسمان پر لے گئے۔ یہود نے مسیح سمجھ کر اس شخص کو سولی دی اور بڑی اذیت سے مارا۔“ (تفسیر حقانی ج ۳ ص ۱۱۲، مطر ۲۰۱۶ء)

”تفسیر مواہب“ میں ہے: شیخ الحافظ عماد بن کثیر نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا کہ بنی اسرائیل نے اس زمانہ کے بادشاہ کے یہاں لگائی بجھائی کی اور وہ کافر تھا کہ یہاں ایک مرد پیدا ہوا ہے وہ لوگوں کو گمراہ کرتا ہے اور بادشاہ کی فرمانبرداری سے بہکتا ہے اور رعایا کو فساد پر آمادہ کرتا ہے۔ اور باپ بیٹے کے درمیان نفاق ڈالتا ہے اور وہ زنا سے پیدا ہوا ہے اور ایسی ہی جھوٹی تہمتیں وہ بتان خبیثوں نے باندھے۔ یہاں تک کہ وہ بادشاہ برا فروختہ ہوا اور آدمی بھیجا کہ اس کو پکڑ کر

توہین و عذاب کے ساتھ سولی دے دے پھر جب ان لوگوں نے گھر گھیرا اور اپنے گمان میں سمجھ چکے کہ ہم نے پکڑ لیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس گھر کے موکلے سے آسمان کو اٹھالیا اور اس کی شہادت ایک شخص پر ڈال دی جو عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اس مکان میں تھا پھر جب یہ لوگ داخل ہوئے تو انہوں نے اندھیری رات میں اس کو عیسیٰ تصور کیا اور پکڑ کر اہانت کے ساتھ سولی دے دی اور یہی ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر تھی کہ اپنے نبی کو نجات دے دی اور ان کافروں کو ان کی گمراہی میں بھٹکتا چھوڑ دیا۔ (تفسیر مواہب الرحمن ج ۳ ص ۲۰۱)

”تفسیر معالم التنزیل“ میں ہے: ”قال الكلبي عن ابی صالح عن ابن عباس فاجتمعت كلمة اليهود على قتل عيسى عليه السلام وساروا اليه ليقتلوه فبعث الله جبريل فادخله في خوخة في سقفها روزنة فرفعه الى السماء من تلك الروزنة“ ﴿کلبی نے ابی صالح سے اور اس نے ابن عباس سے روایت کی ہے۔ یہودی ایک جماعت نے عیسیٰ کے قتل پر اتفاق کیا اور اس کو قتل کرنے کے لئے اس کی طرف گئے پس اللہ تعالیٰ نے جبریل کو بھیجا پس اس نے اس کو مکان میں داخل کیا، اس کی چھت میں سوراخ تھا۔ اس سوراخ کی راہ اس کو آسمان پر اٹھالیا۔﴾ (معالم ص ۱۶۲، ۵۷)

مولوی محمد علی صاحب کو مفسرین کی اس تفسیر پر تین اعتراض ہیں:

اول یہ کہ ایک شخص کو یوں دشمنوں کے تصرف سے نکال لینا کہ اسے آسمان پر اٹھایا جائے۔ یہ کوئی باریک جتنی تدبیر نہ ہوگی۔

دوسرا یہ کہ مگر تو اس مخفی تدبیر کو کہا جاتا ہے جو جہالت نقص و فتور سے خالی ہو جب ایک حواری مارا گیا اور اسی صلیب کی موت سے مارا گیا تو یہ تدبیر تو سخت ناقص ہے۔ مسیح تو لعنتی موت سے بچے لیکن ان کی جگہ حواری جو انصار اللہ میں سے تھا۔ اسی لعنتی موت میں گرفتار ہوا۔

تیسرا اور سب سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ یہودیوں کی غرض تو پوری ہو گئی کہ مسیح کے کاروبار اور تبلیغ کا خاتمہ ہو گیا اور نبی اسرائیل اس کی ہدایت سے محروم رہ گئے۔ پھر یہ کیسی ناقص تدبیر ہوئی۔ (تفسیر بیان القرآن ج ۱ ص ۳۳۰)

مولوی صاحب کے یہ اعتراض یا تو اتباع بغیر البصیرت پر مبنی ہیں یا عدم تدبیر کا نتیجہ۔ بہر کیف تاریک جگہ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے۔ اگرچہ یہ سوال قابل التفات نہیں۔ تاہم ان کے جواب نمبر وار لکھے جا رہے ہیں۔

پہلے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ایک شخص کو یوں دشمنوں کو تصرف سے نکال لینا یہ کہ اسے

آسمان پر اٹھایا جائے اور کسی انسان کے وہم گمان میں بھی یہ بات نہ آئے۔ ”باریک حق تعالیٰ تدبیر“ نہیں تو اور کیا ہے؟

دوسرے..... اعتراض کا جواب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بجائے جب ایک غدار حواری مارا گیا اور اسی صلیب کی موت سے مارا گیا جس سے اپنے آقا کو مروانا چاہتا تھا اور اسی لعنتی موت میں گرفتار ہوا۔ جس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مطعون ہونا تھا تو اس سے کامل تدبیر اور کیا ہو سکتا ہے؟ اور اس تدبیر کو ”سخت تقاض“ کہنا ”خیر الما کرین“ کی توہین نہیں تو اور کیا ہے؟

بے شک وہ حواری انہیں بارہ حواریوں میں سے تھا۔ جنہوں نے من انصاری الی اللہ کے جواب میں نحن انصار اللہ کہا تھا۔ مگر جب اس نے اپنے نبی سے غداری کی اور اسے چند روپوں کے عوض دشمنوں سے پکڑوانا چاہا تو پھر وہ اعداء اللہ میں شامل ہو گیا اور خدا تعالیٰ نے اس کو اپنے کئے کی سزا دی اور وہ کیفر کردار کو پہنچا تو اس میں نقص اور فور کیا ہوا؟

نوٹ..... یہود کی اس بے ایمانی کا ذکر ”انا جیل ثلاثہ“ (متی ۱۳: ۲۶-۱۶ مرقس ۱۰: ۱۴-۱۱ لوقا ۲۲: ۳۷-۳۸) میں موجود ہے جو مشہور معروف ہے۔ اس کے علاوہ ”انجیل برنباں“ میں بھی مذکور ہے جو اس طرح پر ہے۔ ”اور یسوع گھر سے نکل کر باغ کی طرف مڑا تا کہ نماز ادا کرے۔ تب وہ اپنے دونوں گھٹنوں پر بیٹھا ایک سو مرتبہ اپنے منہ کو نماز کے لئے اپنی عادت کے موافق خاک آلود کرتا ہوا اور چونکہ یہود اس جگہ کو جانتا تھا جس میں یسوع اپنے شاگردوں کے ساتھ تھا۔ لہذا وہ کاہنوں کے سردار کے پاس گیا اور کہا اگر تو مجھے وہ دے جس کا تو نے مجھ سے وعدہ کیا تھا تو میں آج کی رات یسوع کو تیرے ہاتھ میں سپرد کر دوں گا۔ جس کو تم ڈھونڈ رہے ہو اس لئے کہ وہ گیارہ رفیقوں کے ساتھ اکیلا ہے۔ کاہنوں کے سردار نے جواب دیا تو کسی قدر طلب کرتا ہے۔ یہودانے کہا میں نکلے سونے کے۔ پس اس وقت کاہنوں کے سردار نے فوراً اسے روپے مہیا کر دیئے اور ایک فریسی کو حاکم اور ہیرودس کے پاس بھیجا۔ تاکہ وہ کچھ سپاہی بلالائے۔ تب ان دونوں نے اسے ایک دستہ سپاہ کا دیا۔ اس واسطے کہ وہ دونوں قوم سے ڈرے۔ تب وہیں ان لوگوں نے اپنے ہتھیار لئے اور یروشلیم سے لاشیوں پر مشعلیں اور چراغ جلائے ہوئے نکلے۔“

(انجیل برنباں فصل ۲۱۳ ص ۲۹۶)

تیسرے..... اعتراض کا جواب یہ ہے کہ یہود کی عداوت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ محض تبلیغ دین کی وجہ سے ہی نہ تھی بلکہ آپ کی پیدائش کی وجہ سے تھی۔ حضرت مریم صدیقہ پر انہوں نے (نعوذ باللہ من ذلک) زنا کا بہتان باندھا تھا جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: ”وبکفرهم

وقولہم علی مریم بہتانا عظیما (نساء: ۱۵۶) اس آیت کے متعلق ”تفسیر حقانی“ میں لکھا ہے۔ ”یہ نالائق فعل ان سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے وقت صادر ہوا تھا۔ وہ یہ کہ حضرت مسیح علیہ السلام چونکہ بغیر باپ کے صرف اس کی قدرت کاملہ سے پیدا ہوئے تھے۔ وہ اس سے منکر ہو گئے۔ ویکفر ہم سے اس طرف اشارہ ہے۔ سو انہوں نے اس قدرت کاملہ کا انکار کیا اور حضرت مریم پاک دامن پر زنا کی تہمت لگائی کہ اس نے یہ حرامی بچا جتا ہے اور اخیر تک اس لئے یہود حضرت مسیح علیہ السلام کو بنظر حقارت دیکھتے رہے۔“

(تفسیر حقانی، ج ۳ طبع ششم، ص ۲۳۳)

اس کے سوا عیسائیوں کی اپنی شہادت موجود ہے کہ ہیردوس مسیح علیہ السلام کو بچپن میں ہی قتل کرانے کے درپے تھا چنانچہ پادری بارتھ صاحب اپنی کتاب ”مقدس کتاب کا احوال“ حصہ دوم ص ۸ پر لکھتے ہیں۔ ”اس سبب سے ہیردوس کا غضب بھڑکا۔ کیونکہ اس نے چاہا کہ اس بچے (یعنی مسیح علیہ السلام) کو جان سے مارے۔ لیکن چونکہ نہ جانتا تھا کہ وہ کون اور کس گھر میں رہتا ہے اس لئے اس نے بیت لحم اور اس کی سرحدوں کے سبب چھوٹے لڑکوں کو قتل کروادیا تاکہ ان کے ساتھ وہ بھی ہلاک ہو جائے مگر اپنی مراد کو نہ پہنچا۔“ (کتاب مذکور طبع ششم ۱۸۹۵ء)

پس یہود نامسعود کی غرض یہ تھی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بروئے تعصب مجرم قرار دے کر صلیب پر چڑھا کر اپنے عقیدہ کے مطابق (نعوذ باللہ) لعنتی بنائیں اور اپنے دل کا بخار نکالیں کیونکہ ان کا عقیدہ ہے کہ جو کلمہ پڑھ لکھا گیا وہ لعنتی ہے۔ (گنتیوں ۲-۱۳)

مگر اپنے مقاصد میں نہایت ناکام اور نامراد رہے۔ خدا تعالیٰ نے ان کا پال بھی بیگانہ ہونے دیا۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے: وما قتلوه وما صلبوه یعنی ”نہ انہوں نے اس کو قتل کیا اور نہ سولی دیا۔“ پس ”خیر الما کرین“ کی تدبیر کو ”ناقص“ کہنا نہایت بے ادبی اور گستاخی ہے۔ مگر مولوی صاحب معذور ہیں۔ اس قسم کی بے ادبی اور گستاخی مرزا ایت کی گھٹی میں داخل ہے۔ چنانچہ مرزا قادیانی خود لکھتے ہیں:

کر مہائے تو مارا کرد گستناخ

(براجین احمدی ص ۵۵۵، خزائن ج ۱ ص ۶۶۲ حاشیہ در حاشیہ)

نعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا
دوسری آیت یہ ہے: جس سے رخ مسیح صراحتاً ثابت: ”وقولہم انا قتلنا المسیح

عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ وما قتلوه وما صلیبوه ولكن شبه لهم وان الذين اختلفوا فيه لفي شك منه ما لهم به من علم الا اتباع الظن وما قتلوه يقينا بل رفعه الله اليه وكان الله عزيزاً حكيماً (نساء: ۱۵۸) ”یعنی یہودیوں کا قول ہے کہ ”ہم نے مسیح عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ کو قتل کر دیا ہے اور نہ انہوں نے اسے قتل کیا اور نہ اسے صلیب پر چڑھایا مگر ان کے لئے اس جیسا بنایا گیا اور بے شک وہ لوگ جنہوں نے اس میں اختلاف کیا، وہ شک میں ہیں۔ ان کو اس کا کوئی علم نہیں۔ صرف گمان کے پیچھے چلتے ہیں اور انہوں نے اس کو یقینی طور پر قتل نہیں کیا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی طرف اٹھالیا اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔“

اس آیت سے صاف طور پر ظاہر ہے کہ جو لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مصلوب ہونے یا فوت ہونے کے قائل ہیں یا اس میں اختلاف کرتے ہیں۔ اس کا علم یقینی نہیں۔ وہ اتباع الظن میں گرفتار ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس کو اپنی طرف اٹھالیا اور وہ غالب ہے۔ آسمان پر اٹھالینا اس کے لئے کوئی مشکل نہیں۔ واللہ غالب علیٰ امرہ اور وہ حکمت والا ہے۔ ان کے آسمان پر لے جانے میں بھی حکمت ہے۔

”تفسیر عباسی“ میں ہے: ”(وما قتلوه وما صلیبوه ولكن شبه لهم) القی شبه عیسیٰ علی تطیانوس فقتلوه بدل عیسیٰ (وان الذين اختلفوا فيه) فی قتله (ما لهم به) بقتله (من علم الا اتباع الظن) الا الظن (وما قتلوه يقينا) ای یقیناً ما قتلوه (بل رفعه الله اليه) الی السماء (وكان الله عزيزاً) بالنقمة من اعدائه (حکیم) بالنصرة لا ولیائہ“ ﴿اور نہ انہوں نے اسے قتل کیا اور نہ انہوں نے اسے صلیب پر چڑھایا لیکن ان کے لئے اس جیسا بنایا گیا۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شبیہ تطیانوس پر ڈالی گئی پس انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے بدلے اس کو قتل کر دیا اور وہ لوگ جنہوں نے اس میں اختلاف کیا یعنی اس کے قتل میں۔ ان کو اس کا کوئی علم نہیں یعنی اس کے قتل کا۔ صرف گمان کے پیچھے چلتے ہیں یعنی ظن میں ہیں اور انہوں نے اسے یقیناً قتل نہیں کیا۔ یعنی حضرت عیسیٰ کو بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی طرف اٹھالیا یعنی آسمان کی طرف اور اللہ تعالیٰ غالب ہے اپنے دشمنوں سے بدلہ لینے میں اور حکمت والا ہے اپنے دوستوں کی مدد کرنے میں۔﴾

”تفسیر جلالین“ میں ہے: ”وما قتلوه وما صلیبوه ولكن شبه لهم المقتول والمصلوب وهو صاحبهم بعیسیٰ ای القی اللہ علیہ شبه فظنوه ایاء“ ﴿اور نہ

انہوں نے اسے قتل کیا اور نہ اس کو سولی پر چڑھایا اور ان کے لئے اس جیسا بنایا گیا یعنی جو مقتول و مصلوب ہوا اور وہ انہیں کا ساتھی تھا جو عیسیٰ جیسا بنایا گیا یعنی اللہ تعالیٰ نے اس (کے چہرے) پر حضرت عیسیٰ کی شہادت ڈال دی پس یہود نے گمان کیا کہ یہ وہی (عیسیٰ ہی) ہے۔ ﴿

”تفسیر ابن جریر“ میں ہے:

..... حدثنا محمد بن عمرو قال ثنا ابو عاصم قال ثنا عيسى عن ابن ابى نجيح عن مجاهد فى قوله (شبه لهم) قال صلبوه رجلا غير عيسى يحسبونه اياه (يعنى ابن ابى بختيخ نے مجاہد سے خدا تعالیٰ کے قول شبه لهم کی تفسیر بیان کی ہے۔ اس نے کہا یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سوا کسی دوسرے آدمی کو سولی دیا اور انہوں نے گمان کیا کہ یہ وہی (یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی) ہے)

(ابن جریر ج ۶ ص ۱۰۷ سطر ۲۵ و ۲۶)

.....۲ حدثنا القاسم قال ثنا الحسين قال ثنى حجاج عن ابن جريخ عن مجاهد قال صلبوا رجلا شبهوه بعيسى يحسبونه اياه ورفع الله اليه عيسى عليه السلام حيا. يعنى ابن جرير نے مجاہد سے روایت کی ہے۔ اس نے کہا کہ یہودیوں نے ایک ایسے آدمی کو سولی دیا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مشابہ تھا۔ انہوں نے گمان کیا کہ یہ وہی ہے۔ (یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی ہے۔) اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے زندہ اپنی طرف اٹھالیا۔

”تفسیر درمنثور“ میں ہے: ”قوله تعالى: (وقولهم انا قتلنا المسيح..... آية) اخرج عبد بن حميد والنسائي وابن ابى حاتم وابن مردويه عن ابن عباس، قال لما اراد الله ان يرفع عيسى الى السماء خرج الى اصحابه وفي البيت اثنا عشر رجلا من الحواريين فخرج عليهم من غير البيت ورأسه يقطر ماء فقال ان منكم من يكفر بى اثنى عشر مرة بعد ان آمن بى ثم قال ايكم يلقي عليه شبهى فقتل مكانى ويكون معى فى درجتى فقام شاب من احدتهم سنا فقال له اجلس ثم اعاد عليهم فقام الشاب فقال اجلس ثم اعاد عليهم فقام الشاب فقال انا انت ذاك فالقى عليه شبه عيسى ورفع عيسى من روزنة فى البيت الى السماء قال جاء الطلب من اليهود فاخذوا

الشبهة فقتلوه وصلبوه..... الخ۔ ﴿انہن مردویہ نے حمر الامت افتد التماس حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت کی ہے۔ فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان کی طرف اٹھائے۔ اپنے اصحاب کی طرف لٹکے اور ایک مکان میں ان کے حواریوں میں سے بارہ آدمی تھے۔ وہ باہر سے اس مکان میں ان کے لئے گئے اور آپ کے سر سے پانی کے قطرے ٹپکتے تھے۔ پس آپ نے (ان سے) کہا بعض تم میں سے وہ ہیں جس نے میرے ساتھ ایمان لانے کے بعد بارہ دفعہ بے ایمانی کی پھر کہا تم میں سے کون ہے کہ اس پر میری شبیہ ڈالی جائے پس وہ میرے بجائے قتل کیا جائے اور میرے ساتھ درجہ پائے پس ان میں سے ایک چھوٹی عمر کا نوجوان کھڑا ہوا۔ پس آپ نے اس سے کہا کہ بیٹھ جا پھر ان پر (یہ بات دہرائی) پس نوجوان کھڑا ہوا۔ پس آپ نے کہا بیٹھ جا پھر ان پر (وہی بات دہرائی) پس اس نے کہا ”میں“ پس آپ نے کہا تو ہی ایک آدمی ہے۔ پس اس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شبیہ ڈالی گئی اور عیسیٰ علیہ السلام گھر کی کھڑکی سے آسمان کی طرف اٹھائے گئے پس یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے طالب آئے اور انہوں نے شبیہ کو پکڑ لیا پس اس کو قتل کیا پھر اس کو صلیب پر چڑھایا۔﴾

(تفسیر درمنثور ص ۲۳۸-۲۳۹ طبر ۲۸ تا ۲۹)

”تفسیر نیشاپوری“ میں ہے: ”وقیل کان رجل یدعی انه اصحاب عیسیٰ وکان منافقا فذهب الی الیہود ودلہم علیہ فلما دخل مع الیہود لاخذہ القی اللہ شبہہ علیہ فقتل وصلب“ ﴿کہا گیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں میں سے ایک آدمی تھا جو منافق تھا پس وہ یہودی کی طرف گیا اور ان کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پتہ دیا پس وہ یہود سمیت داخل ہوا تا کہ آپ کو پکڑے۔ خدا تعالیٰ نے آپ کی شبیہ اس پر ڈال دی پس وہ قتل کیا گیا اور سولی دیا گیا۔﴾ (وان الذین اختلفو فیہ لفی شک منه) قیل ان المختلفین ہم الیہود لما قتلوا الشخص المشبه ونظروا، الی بدنہ قالوا ان کان هذا عیسیٰ فاین صاحبنا وان کان صاحبنا فاین عیسیٰ ﴿آیت مندرجہ بالا کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ جن لوگوں نے اختلاف کیا وہ یہودی ہیں۔ جب انہوں نے شخص مشتبہ کو قتل کیا اور اس کے بدن کی طرف دیکھا تو کہنے لگے کہ اگر یہ عیسیٰ ہے تو ہمارا دوست کہا ہے اور اگر یہ ہمارا دوست ہے تو عیسیٰ کہاں ہے؟﴾

(تفسیر نیشاپوری بر حاشیہ ابن جریر، ج ۶ ص ۱۸)

”تفسیر بیضاوی“ میں ہے: ”(وان الذین اختلفوا فیہ) فی شان عیسیٰ

علیہ السلام فانہ لما وقعت تلك الواقعة اختلف الناس فقال بعض اليهود وکان کاذبا فقتلناه حقا وتردد اخرون وقال بعضهم ان کان هذا عیسیٰ فاین صاحبون فقال بعضهم الوجه عیسیٰ والبدن بدن صاحبنا“ ﴿یہ آیت عیسیٰ علیہ السلام کے شان میں ہے جب یہ واقعہ ہوا تو لوگوں نے اختلاف کیا۔ بعض یہودیوں نے کہا کہ وہ جھوٹا تھا ہم نے اس کو یقیناً قتل کیا اور دوسروں کو تردد ہوا۔ بعض نے کہا اگر یہ عیسیٰ تھا تو ہمارا دوست کہاں ہے اور بعض نے کہا کہ منہ تو عیسیٰ کا ہے اور بدن ہمارے دوست کا۔﴾ ”بل رفعہ اللہ علیہ رد وانکار لقتله واثبات لرفعہ“ یعنی یہ آیت اس کے قتل کا رد و انکار ہے اور اس کے اٹھائے جانے کو ثابت کرتی ہے۔“ (تفسیر بیضاوی قلمی)

”انجیل برناس“ فصل ۲۱۵ میں ہے: ”اور جب کہ سپاہی یہودا کے ساتھ اس جگہ کے نزدیک پہنچے جس میں یسوع تھا۔ یسوع نے ایک بھاری جماعت کے نزدیک آنا سنا۔ تب اس لئے وہ ڈر کر گھر میں چلا گیا اور گیارہوں (شاگرد) سو رہے تھے پس جبکہ اللہ نے اپنے بندے کو خطرہ میں دیکھا۔ اپنے سفیروں جبرئیل اور میخائیل اور رفائیل اور اوریل کو حکم دیا کہ یسوع کو دنیا سے لے لیں۔ تب پاک فرشتے آئے اور یسوع کو دکن کی طرف دکھائی دینے والی کھڑی سے لیا پس اس کو اٹھالے گئے اور اسے تیسرے آسمان میں ان فرشتوں کی صحبت میں رکھ دیا جو کہ ابد تک اللہ کی تسبیح کرتے رہیں گے۔“

فصل ۲۱۶..... اور یہودا زور کے ساتھ اس کمرہ میں داخل ہوا جس میں سے یسوع اٹھالیا گیا اور شاگرد سب کے سب سو رہے تھے تب اللہ نے ایک عجیب کام کیا، پس یہودا بولا اور چہرے میں بدل کر یسوع کے مشابہ ہو گیا۔ یہاں تک کہ ہم لوگوں نے اعتقاد کیا کہ وہی یسوع ہے۔ لیکن اس نے ہم کو جگانے کے بعد تلاش کرنا شروع کیا تھا۔ تاکہ دیکھے معلم کہاں ہے۔ اس لئے ہم نے تعجب کیا اور جواب میں کہا: اے سید تو ہی تو ہمارا معلم ہے پس تو اب ہم کو بھول گیا۔ مگر اس نے مسکراتے ہوئے کہا کیا تم احمق ہو؟ کہ یہودا آخر یوٹی کو نہیں پہچانتے اور اسی اثناء میں کہ وہ کہہ رہا تھا، سپاہی داخل ہوئے اور انہوں نے اپنے ہاتھ یہودا پر ڈال دیئے اس لئے کہ وہ ہر ایک وجہ سے یسوع کے مشابہ تھا۔

فصل ۲۱۷: پس سپاہیوں نے یہودا کو پکڑا اور اس کو اس سے مذاق کرتے ہوئے باندھ لیا اس لئے کہ یہودا نے ان سے اپنے یسوع ہونے کا انکار کیا، بحالیکہ وہ سچا تھا۔ تب سپاہیوں نے

اسے چھیڑتے ہوئے کہا اے ہمارے سید تو ڈر نہیں۔ اس لئے کہ ہم تجھ کو اسرائیل پر بادشاہ بنانے آئے ہیں اور ہم نے تجھ کو محض اس واسطے باندھا ہے کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تو بادشاہت کو منظور نہیں کرتا۔ یہودا نے جواب میں کہا کہ شاید تم دیوانے ہو گئے ہو؟ تم ہتھیاروں اور چراغوں کو لیکر یسوع ناصری کو پکڑنے آئے ہو۔ گویا کہ وہ چور ہے تو کیا تم بھی کو باندھ لو گے جس نے تمہیں راہ دکھائی ہے تاکہ مجھے بادشاہ بناؤ۔ اس وقت سپاہیوں کا صبر جاتا رہا تھا اور انہوں نے یہودا کو ملکوں اور لاتوں سے مار کر ذلیل کرنا شروع کیا اور غصہ کے ساتھ اسے یروشلم کی طرف کھینچتے لے چلے۔

۷۹: تب وہ لوگ اسے حجہ پہاڑ پر لے گئے جہاں کہ مجرموں کو پھانسی دینے کی انہیں عادت تھی اور وہاں اسے (یہودا) کو بچکا کر کے صلیب پر لٹکایا۔ اس کی حقیر میں مبالغہ کرنے کے لئے۔

۸۰: اور یہودا نے کچھ نہیں کیا سوا اس جیج، کے کہ اے اللہ تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا اس لئے کہ مجرم تو بیچ گیا اور میں ظلم سے مر رہا ہوں۔

۸۱: میں سچ کہتا ہوں کہ یہودا کی آواز اور اس کا چہرہ اور اس کی صورت یسوع سے مشابہ ہونے میں اس حد تک پہنچ گئی تھی کہ یسوع کے سب ہی شاگردوں اور اس پر ایمان لانے والوں نے اس کو یسوع ہی سمجھا۔

نوٹ..... مندرجہ بالا اقتباسات میں عبارتوں کے ساتھ جو نمبر دیئے گئے ہیں۔ وہ آیات کے نمبر دیئے ہیں تاکہ اگر کوئی شخص اصل کتاب میں عبارت دیکھنا چاہے تو اسے دقت نہ ہو۔ (ناظم)

مندرجہ بالا آیت اور اس کی تفاسیر اور انجیل کے حوالہ سے روز روشن کی طرح ظاہر و باہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہ تو کسی نے قتل کیا اور نہ سولی پر چڑھایا بلکہ وہ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے اور ان کی جگہ ان کا شبیہ مصلوب ہوا مگر مرزائی صاحبان خواہ مخواہ اس آیت میں مفسرین کے خلاف ذیل کے الفاظ میں اڑ بیٹھے ہیں اور بے جا تاویلات میں پھنس کر انکار کی راہ ڈھونڈتے ہیں۔ چنانچہ:

”صلبوہ کی بحث: پہلا لفظ صلبوہ اس کا صحیح معنی تو یہ ہے۔ ”وہ بردار نہ کردہ اند اورا (شاہ ولی اللہ صاحب)“ یعنی ”اور نہ سولی پر چڑھایا انہوں نے اس کو۔“ مگر مرزائی صاحبان اس کا ترجمہ یہ کرتے ہیں کہ ”سولی پر تو چڑھایا مگر انہوں نے اس کی ہڈیاں نہ

توڑیں۔“ چنانچہ مولوی محمد علی صاحب اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ ”ما صلبوه“ میں نفی صرف اس بات کی ہے کہ اس پر موت بذریعہ صلیب وارد نہیں ہوئی۔ نہ اس بات کی کہ وہ لکڑی پر لٹکایا گیا ہو..... الخ۔ (بیان القرآن ج ۵ ص ۵۷)

اس کی تشریح مرزا خدا بخش صاحب نے اپنی کتاب ”عسل مصفی“ میں کی ہے چنانچہ لکھتے ہیں: ”حضرت مسیح علیہ السلام ہی پکڑے گئے اور وہی مصلوب ہوئے مگر صلیب کی پوری شرائط ان پر نافذ نہیں ہوئیں کیونکہ وہ تین روز تک صلیب پر نہیں لٹکے رہے بلکہ تین گھنٹہ سے زیادہ ثبوت نہیں ملتا کہ وہ اس پر رہے ہوں اور نہ ان کی ہڈیاں توڑی گئیں۔“

(عسل مصفی ج ۱۱ فصل ۱۱ ص ۳۶۹)

قبل اس کے کہ اس کا جواب لکھا جائے۔ یہ دیکھنا ہے کہ مرزائیوں کے اس عقیدہ کا ماخذ کیا ہے؟ سو اس کی تلاش کچھ مشکل نہیں۔ مولوی محمد علی صاحب ”بائیکل انسائیکلو پیڈیا“ اور ”یہودی انسائیکلو پیڈیا“ کا نام لیتے ہیں اور مرزا خدا بخش صاحب کا ارشاد یہ ہے: ”یہود اور نصاریٰ جو باہم ایک دوسرے کے لئے مخالف ہیں کہ جن کی دشمنی اور کینہ دوری کی کوئی انتہا نہیں۔ وہ دونوں اس بات پر یک زبان اور متفق ہیں کہ مسیح ناصری ہی پکڑا گیا اور اسی کو صلیب پر چڑھایا گیا اور اسی کو زخم لگے اور وہی مجروح ہو کر اپنے حواریوں سے ملتا رہا اور تبلیغ کی سخت تاکیدیں کرتا رہا۔ اب ان دونوں باہم مخالف قوموں کے تواتر کو کون توڑ سکتا ہے اور توارخی ثبوت کا کون انکار کر سکتا ہے؟ اگر تواتر قومی کا انکار کریں تو پھر دنیا بھر کے کل علوم سے امن اٹھ جاتا ہے اور ان سب سے دست برداری کرنی پڑے گی اور پھر مسلمانوں کو سخت مشکل پیش آئے گی۔ کیونکہ اگر قومی تواتر کوئی چیز نہیں تو پھر اسلام کی ایک بات بھی قابل اعتماد نہیں رہ سکتی۔ یہی قومی تواتر ہی تو ہے جس سے قرآن شریف اور احادیث و اقوال آئمہ مجتہدین مانے اور واجب العمل قرار دیئے جاتے ہیں اگر اس قومی تواتر کو نہ مانے جائے تو پھر ایک چیز ہمارے ہاتھ میں اس قابل نہیں۔ جس کو محفوظ تسلیم کر سکیں۔ لہذا قومی تواتر ایک ایسا امر ہے جس کے ماننے میں کسی کو چارہ نہیں۔“ (عسل مصفی ج ۱ ص ۳۶۹)

عبارت مندرجہ بالا سے ثابت ہوتا ہے کہ مرزائیوں کا یہ عقیدہ یہود اور نصاریٰ کے تواتر پر مبنی ہے اور مرزائیت یہودیت کے ساتھ اس عقیدہ میں متفق ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہی مرزائی جو بعض اوقات علمائے اسلام کو (نعوذ باللہ) یہودی صفت علماء کہا کرتے ہیں۔ اس مسئلہ میں خود یہود کے مشابہت نام رکھتے ہیں۔

یہ ضد امتحان جذب دل کیسا نکل آیا
میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

شکر ہے کہ آخر کچھ تو انہوں نے مانا نص نہ سہی۔ ”تواتر قومی“ ہی سہی۔ احادیث نہ سہی۔ ”تاریخی روایات“ ہی سہی۔ لیکن اب دیکھنا یہ ہے کہ اس ”تواتر قومی“ اور ”تاریخی ثبوت“ کی ان کے دلوں میں کس قدر وقعت ہے؟ کیا ان کے پورے بیانات پر ایمان رکھتے ہیں یا صرف اپنے مطلب کا فقرہ لیکر باقی عبارات کو چھوڑ دیتے ہیں۔

ہاں جناب! بے شک ”تواتر قومی“ سے ثابت ہے کہ مسیح علیہ السلام صلیب پر چڑھائے گئے۔ لیکن یہ بھی ثابت ہے کہ انہوں نے صلیب پر جان دے دی چنانچہ۔
..... انجیل متی میں ہے: ”یسوع پھر بڑی آواز سے چلا یا اور جان دے دی“

(باب ۲۷، آیت ۵۰)

.....۲ مرقس میں ہے: ”پھر یسوع بڑی آواز سے چلا یا اور دم دے دیا“ (باب ۱۵، آیت ۳۷)

.....۳ لوقا میں ہے: ”پھر یسوع نے بڑی آواز سے پکار کے کہا کہ اے باپ میں اپنی روح

تیرے ہاتھوں میں سونپتا ہوں اور یہ کہہ کر دم دے دیا۔“ (باب ۲۳، آیت ۴۶)

.....۴ یوحنا میں ہے: ”جب یسوع نے وہ سر کہ پیا تو کہا کہ تمام ہوا اور سر جہ کا کر جان دے

دی۔“ (باب ۱۹، آیت ۳۰)

پھر یہ بھی ثابت ہے کہ وہ مرنے کے بعد جی اٹھے چنانچہ

.....۱ انجیل متی میں ہے: ”فرشتے نے عورتوں سے کہا تم نہ ڈرو۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ تم

یسوع کو ڈھونڈتی ہو جو مصلوب ہوا تھا۔ وہ یہاں نہیں ہے کیونکہ اپنے کہنے کے مطابق جی اٹھا ہے۔“

(باب ۲۸، آیت ۶، ۵)

.....۲ مرقس میں ہے: ”اس نے ان سے کہا ایسی حیران نہ ہو۔ تم یسوع ناصری کو جو مصلوب

ہوا تھا ڈھونڈتی ہو، وہ جی اٹھا ہے۔“ (باب ۱۶، آیت ۶)

.....۳ لوقا میں ہے: ”وہ یہاں نہیں ہے بلکہ جی اٹھا ہے۔“ (باب ۲۴، آیت ۲)

پھر یہ بھی ثابت ہے کہ وہ آسمان پر اٹھائے گئے چنانچہ

.....۱ مرقس میں ہے: ”غرض خداوند یسوع ان سے کلام کرنے کے بعد آسمان پر اٹھایا گیا۔“

(باب ۱۶، آیت ۱۹)

۲..... لوقا میں ہے: ”جب وہ انہیں برکت دے رہا تھا تو ایسا ہوا کہ ان سے جدا ہو گیا اور آسمان پر اٹھایا گیا۔“ (باب ۲۴، آیت ۵۱)

۳..... اعمال میں ہے: ”یہ کہہ کر وہ ان کے دیکھتے دیکھتے اوپر اٹھالیا گیا اور بدلی نے ان کی نظروں سے چھپالیا اور اس کے جاتے وقت جب وہ آسمان کی طرف غور سے دیکھ رہے تھے تو دیکھا دو مرد سفید پوشاک پہنے ان کے پاس آکھڑے ہوئے اور کہنے لگے۔ اے گلیلی مردو! تم کیوں کھڑے آسمان کی طرف دیکھتے ہو؟ یہی یسوع جو تمہارے پاس آسمان پر اٹھایا گیا ہے اسی طرح پھر آئے گا جس طرح تم نے آسمان پر جاتے دیکھا ہے۔“ (باب اول آیت ۱۱ تا ۹)

اس کے سوا مرزا قادیانی بھی لکھتے ہیں کہ ”تمام فرقے نصاریٰ کے اسی قول پر متفق نظر آتے ہیں کہ تین دن تک حضرت عیسیٰ مرے رہے اور پھر قبر میں سے آسمان کی طرف اٹھائے گئے“ (ازالہ اوہام ص ۲۳۸، خزائن ج ۳ ص ۲۲۵)

مرزا نیوکیا ان تمام باتوں پر جو قومی تواتر اور تاریخی روایات سے ثابت ہیں۔ ایمان رکھتے ہو؟ اگر ان تمام باتوں پر تمہارا ایمان ہے تو تمہارا مذہب باطل ہے اور اگر ان سب کو نہیں مانتے تو بھی تم جھوٹے ثابت ہوئے۔ ”افتقار منون ببعض الكتب وتكفرون ببعض..... الخ“ یعنی کیا تم کتاب کے ایک حصے کو مانتے ہو اور ایک حصے کا انکار کرتے ہو۔ اب تو دونوں طرف سے پھنسنے نہ پائے فرار نہ جائے قرار۔

دو گونہ رنج و عذاب جان مجنوں را

بلائے صحبت لیلی و فرقت لیلی

مرزا نیوں کا یہ کہنا بھی محض دروغ بے فروغ ہے کہ ”مصلوب کو تین دن تک صلیب پر لٹکایا جاتا ہے۔“ اور سچ تین دن تک صلیب پر لٹکے نہیں رہے۔ یہ بات ”بائبل“ کی تعلیم کے قطعاً خلاف ہے۔ ”بائبل“ میں صاف لکھا ہوا ہے کہ ”اگر کسی نے کوئی ایسا گناہ کیا ہو جس سے اس کا قتل واجب ہو اور تم اسے مار کر درخت سے ٹانگ دو تو اس کی لاش رات بھر درخت پر لٹکی رہے بلکہ تم اس دن اسے دفن کر دینا کیونکہ جسے چھانی ملتی ہے وہ خدا کی طرف سے ملعون ہے۔ تانہ کہ تم اس ملک کو ناپاک کر دو۔ جسے خداوند تمہارا تم کو میراث کے طور پر دیتا ہے۔“ اس عبارت سے ثابت ہے کہ مصلوب کو صرف ایک ہی دن صلیب پر لٹکانے کا حکم ہے۔ تین دن تک نہیں پس مرزا نیوں کا یہ لکھنا جھوٹ ہے۔

اب صلب کا تحقیقی جواب لکھا جاتا ہے۔ صلب سے مراد محض ہڈیاں توڑنا ہی نہیں جیسا کہ مرزائیوں کا خیال ہے کیونکہ کئی آدمی لڑائی میں چوٹیں لگنے اور ہڈیاں ٹوٹنے سے مر جاتے ہیں کئی مکان یا درخت سے گر کر چوٹ آنے اور ہڈیاں ٹوٹنے سے مر جاتے ہیں۔ کئی گاڑیوں کے نیچے پکچے جاتے ہیں۔ اور ان کی ہڈیاں ٹوٹ جاتی ہیں مگر ان میں سے کسی کو مصلوب نہیں کہا جاتا مصلوب صرف اسی کو کہا جاتا ہے جو صلیب پر لٹکایا جائے۔

پس صلب کا لفظ صلیب پر چڑھانے میخیں لگانے اور ہڈیاں توڑنے وغیرہ جملہ امور پر حاوی ہے یا بالفاظ دیگر یہ تمام امور اس کے مفہوم میں شامل ہیں اور ”وما صلیبہ“ میں ان تمام امور کی نفی کی گئی ہے کہ نہ حضرت مسیح علیہ السلام کو کسی نے صلیب پر چڑھایا، نہ میخیں لگائیں اور نہ ہڈیاں توڑیں۔ غرضیکہ اس کے ساتھ ان امور میں سے کچھ بھی نہیں کیا گیا۔ پس اس نص قطعی سے جہاں یہودیت اور نصرانیت کے ”تواتر قومی“ کا رد ہوا وہاں مرزائیت کے عقیدہ فاسدہ کا بھی قلع قمع ہو گیا۔ ”والحمد لله علیٰ ذالک“

﴿شبهہ لهم﴾ کی بحث: دوسرا لفظ ہے شبهہ لهم اس کا معنی یہ ہے کہ مشتبہ شدہ پر ایشاں (شاہ ولی اللہ صاحب) یعنی ”شہد الا کیا واسطے ان کے۔“ (شاہ رفیع الدین صاحب) مگر مولوی محمد علی صاحب اس کا معنی یہ کرتے ہیں۔ ”وہ ان کے لئے اس جیسا بنایا گیا۔“ (بیان القرآن، ص ۵۷۵) اس کی تشریح مرزا خدا بخش صاحب کے الفاظ میں یہ ہے: ”وہ مشابہ بالمصلوب ہوا۔“ (مسئل مصطفیٰ، ج ۱ ص ۴۷۰) اور مرزا خدا بخش صاحب، مفسرین پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”بعض مفسر اپنی قلت تدریس سے جملہ ولكن شبهہ لهم سے نکالتے ہیں کہ ایک اور آدمی مسیح کی شبیہ بن گیا تھا۔ حالانکہ یہ امر بالبداهت غلط ہے کیونکہ شبہہ لهم میں مفعول مالم یسم قاعلہ کی ضمیر واحد غائب مستتر ہے۔ جو مسیح کی طرف راجع ہے۔ جو آمنا قتلنا المسیح عیسیٰ ابن مریم میں ہے۔ (مسئل مصطفیٰ ج ۱ ص ۴۷۰) مولوی محمد علی صاحب لکھتے ہیں۔ ”اس کے معنی غلطی سے یوں کئے جاتے ہیں کہ کوئی شخص مسیح کا مشابہ بنایا گیا۔ یہ مرتضیٰ غلطی ایک قصہ گو ذہن میں لکھ کر کی گئی ہے۔ ورنہ الفاظ قرآن اس کو ہرگز برداشت نہیں کرتے۔ ضمیر جو شبہہ میں ہے۔ وہ صرف معرفت مسیح کی طرف جاسکتی ہے۔ جن کا ذکر چل رہا ہے اور کسی ایسے شخص کی طرف ہرگز نہیں کی جاسکتی جس کا ذکر قرآن شریف میں کہیں بھی نہیں۔“ (بیان القرآن ج ۱ ص ۵۷۵، ۵۷۶)

جواب..... مرزائیوں کا دماغ تو اپنا چکرایا ہوا ہے اور قلت تدریس کا الزام مفسرین پر

لگاتے ہیں۔ چنانچہ شبہ میں ضمیر تو ایک ہے مگر مولوی محمد علی صاحب ترجمہ میں دو ضمیریں لاتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں: ”وہ“ ان کے لئے ”اس“ جیسا بنایا گیا۔ مولوی صاحب کا یہ اختراع یا تو افتراء ہے یا قلت تدبر کا نتیجہ۔ خبر کہ کبھی ہودوں نے ضمیروں میں سے ایک بقیہ زادہ ہے جس کی قرآنی لفظ شبہ تو ہرگز برداشت نہیں کر سکتا۔ پس جب مولوی صاحب کے ترجمہ کی عبارت سے ایک زائد ضمیر ”وہ“ کاٹ دی جائے تو باقی ترجمہ رہ گیا۔ ان کے لئے اس جیسا بنایا گیا۔ جو صحیح بھی ہے اور انجی کی قلم سے ان کا رد بھی ہے۔ کیونکہ وہ پہلے تسلیم کر چکے ہیں کہ اگر ضمیر جو شبہ میں ہے۔ وہ صرف حضرت مسیح کی طرف کی جاسکتی ہے۔ پس بقول مولوی صاحب ان کی عبارت کا مطلب یہ ہوا کہ ”ان کے لئے (یہودیوں کیلئے) اس (یعنی حضرت مسیح علیہ السلام) جیسا بنایا گیا، جو مصلوب ہوا۔ (فہو المراد)

ہوا ہے مدی کا فیصلہ اچھا مرے حق میں

کیا زلیخا نے خود پاک دامن ماہ کنعان کا

مرزا ابی! مفسرین کرام نے تو یہی تفسیر بیان کی ہے کہ جو تمہارے مولوی محمد علی صاحب کے مطلب سے ظاہر ہے پس مفسرین کرام کی نسبت قلت تدبر کا جو الزام لگایا گیا ہے وہ کہنے والوں کو ہی مبارک ہو۔

﴿رفع﴾ کی بحث: تیسرا نظریہ رفعہ اللہ الیہ ہے اس کے معنی ہیں۔ ”بلکہ برداشت اور اخذ تعالیٰ بسوئے خود۔“ (شاہ ولی اللہ صاحب) یعنی ”بلکہ اٹھا لیا اس کو اللہ نے طرف اپنی۔“ (شاہ رفیع الدین صاحب) مگر مولوی محمد علی صاحب اس کا ترجمہ یہ کرتے ہیں۔ ”بلکہ اللہ نے اس کو اپنا قرب عطا فرمایا۔“ (بیان القرآن ج ۱ ص ۵۷۸) اور اس کی تشریح یہ کرتے ہیں بلکہ اللہ نے اسے رفیع عطا فرمایا یعنی بلندی درجات۔ (بیان القرآن ج ۱ ص ۵۷۸) مرزا خدا بخش صاحب اس کی تائید میں لکھتے ہیں۔ ”کیا اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح سے اس آیت ﴿وانسی متوفیک ورافعک﴾ میں وعدہ نہیں کیا تھا کہ میں تجھے مار کر اپنی طرف اٹھا لوں گا تو پھر بل رفعہ اللہ الیہ کو ایقائے وعدہ نہ سمجھنا کیسی نادانی ہے۔ جب پہلی آیت میں وعدہ تھا کہ میں تجھے طبعی موت سے ماروں گا اور تیری روح کو عزت کے ساتھ اٹھاؤں گا اور دوسری آیت میں ظاہر کر دیا ہے کہ ہم نے حضرت سے جو وعدہ کیا تھا اس کا ہم نے ایفاء بھی کر دیا کہ کفار ناہنجار کے ہاتھوں سے قتل نہ ہوئے بلکہ ہم نے ہی اپنے ہاتھ سے مارا اور اپنے پاس یعنی یعنی قرب کے مقام پر بلالیا۔ (مصل مصنف ج ۱ ص ۳۷۷)

جواب..... مرزائیوں کو خدا جانے کیا ہو گیا ہے کہ سیدمی بات بھی الٹی سمجھ لیتے ہیں۔ مرزا قادیانی کی بیعت کر کے ایمان تو ان کے سپرد کر ہی چکے تھے۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ عقل کو بھی ساتھ ہی دے دیا۔ بات تو یہ تھی کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بجائے ان کا شبیہ مقتول و مصلوب ہوا اور وہ یقیناً قتل نہیں ہوئے تو وہ گئے کہاں! اس کا جواب قرآن شریف میں یہ دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف آسمان پر اٹھالیا۔ چنانچہ مولوی محمد علی صاحب بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ”عام طور پر مفسرین نے یہ تعلق قائم کیا ہے کہ حضرت مسیح مقتول و مصلوب نہیں ہوئے بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ آسمان پر اٹھالیا۔“ لیکن ساتھ ہی مرزا قادیانی کی مریدی کا حق ادا کرتے ہوئے یہ بھی لکھ مارا ہے۔ ”مگر یہ معنی رفع کے سراسر خلاف لغت ہیں اور ناقابل قبول۔“

مولوی صاحب کی یہ تحریر سراسر ضمیر فرشی پر مبنی ہے ورنہ مولوی جانتے ہیں کہ رفع کے یہ معنی لغت کے موافق جو قابل قبول ہیں۔ کیونکہ وہ خود اسی تفسیر کے نوٹ نمبر ۹۳ ص ۷۷ میں لکھ چکے ہیں کہ ”رفع“ کا استعمال امام راغب نے چار طرح پر بیان کیا ہے:

۱..... اجسام کے متعلق جب ان کو اپنی جگہ سے اوپر اٹھایا جائے۔

۲..... عمارت کے متعلق جب اسے اونچا کیا جائے جیسے ”واذ یرفع ابراہیم القواعد“

۳..... ذکر کے متعلق جب اسے شہرت دی جائے۔

۴..... مرتبہ کے متعلق جب اسے شرف دیا جائے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ یہاں ان چار معنوں میں سے کونسا معنی مناسب ہے پس صاف ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جسمانی قتل و صلب کے ساتھ رفع کا لفظ وارد ہے تو یہاں ان کے جسم کا اٹھایا جانا ہی مطلوب ہے نہ کہ کسی اور امر کا۔ پس مولوی صاحب کا یہی رفع کے معنی قرب اور بلندی درجات کرنا سراسر خلاف لغت اور ناقابل قبول ہے کیونکہ یہ تفسیر بالرائے ہے جو جملہ مفسرین کے خلاف ہونے کے علاوہ قرآن کے فشاء کے بھی خلاف ہے۔

دور کیوں جائیں خود مولوی صاحب نے اپنی تفسیر میں جسم کے ساتھ رفع کا معنی ”اونچا بٹھانا“ کئے ہیں۔ و رفع ابویہ علی العرش کا ترجمہ یہ لکھا ہے: ”اور اس نے اپنے والدین کو تخت پر اونچا بٹھایا ہے۔“

مولوی صاحب سے کوئی یہ پوچھے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والدین کو مار کر ان کی روح کو تخت پر اونچا یا بٹھایا تھا یا زندہ؟ اگر زندہ تخت پر بٹھائے گئے تھے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق مار کر اٹھانے کا گمان کیسے ہو سکتا ہے اور کس نص سے ثابت ہے؟

مولوی صاحب اور مرزا خدا بخش صاحب نے اپنی مصنفات میں ”رفع“ کے متعلق بلندی درجات کی جو مثالیں تفاسیر اور احادیث سے پیش کی ہیں ان کا جواب صرف اسی قدر کافی ہے کہ حسب تحریر مولوی صاحب ”رفع“ کے ساتھ جس قسم کا لفظ آئے گا اسی طرح کے معنی کئے جائیں گے۔ آیت زیر بحث میں چونکہ درجات وغیرہ کا کوئی لفظ موجود نہیں اس لئے یہاں وہ مثالیں پیش کرنا فضول اور عبث ہے۔

سوال مولوی صاحب کو اعتراض ہے کہ یہاں ”آسمان“ کا لفظ موجود نہیں اور عام طور پر یہ بھی سوال کیا جاتا ہے کہ خداوند کریم کی ذات جب جہات سے خالی ہے تو اس کے آسمان پر تسلیم کرنے کا کیا معنی؟

جواب بے شک خدا تعالیٰ کی ذات بابرکات جہالت سے خالی ہے مگر اس نے خود اپنی نسبت آسمان کی طرف بیان فرمائی ہے۔ قولہ تعالیٰ: ”امنتم من فی السماء ان یخسف بکم الارض فاذا هی تمور۔ ام امنتم من فی السماء ان یرسل علیکم حاصبا۔ (ملک: ۱۶، ۱۷) (از مرزا قادیانی) کیا تم اس سے ڈر ہو جو آسمان میں ہے کہ وہ تم پر عذاب بھیجے۔ اب آسمان سے عذاب بھیجنے والا سوائے خدا تعالیٰ کے اور کون ہو سکتا ہے؟

اس کے سوا مرزا صاحب کو بھی تسلیم ہے کہ خدا تعالیٰ آسمان پر ہے جیسا کہ اپنے بیٹے کی بشارت میں لکھتے ہیں: ”انا نبشرك بغلام حلیم مظهر الحق والعلاء کان اللہ نزل من السماء“ (از مرزا قادیانی) ہم تجھے ایک حلیم لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں جو حق اور بلندی کا مظهر ہوگا۔ گویا خدا آسمان سے اترا۔ ﴿

(انجام آقظم ص ۶۲، خزائن ج ۱۱ ص ۶۲، حقیقت الوحی ص ۹۵، خزائن ج ۲۲ ص ۹۹، ۹۸)

پس جب دوز بردست شہادتوں سے ثابت ہو گیا کہ خدا تعالیٰ کی نسبت آسمان کی طرف ہے تو مولوی صاحب کا اعتراض بھی جاتا رہا کیونکہ آیت زیر بحث سے یہ تو ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علیہ السلام کو اپنی طرف اٹھالیا اور اس کی (یعنی اللہ کی) اپنی نسبت حوالہ جات بالا سے آسمان کی طرف ثابت ہے پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اٹھایا جانا بھی آسمان کی طرف ثابت ہوا جیسا کہ مفسرین نے لکھا ہے۔

سوال مولوی صاحب کو ایک یہ بھی اعتراض ہے کہ اگر یہ انا جیل محرف ہے تو انجیل برنباس کے لئے کوئی سند قرآن شریف یا حدیث میں ہے کہ وہ غیر محرف ہے؟ (بیان القرآن ج ۱ ص ۵۷۶)

جواب اہل السنۃ والجماعت کے نزدیک تو تمام انا جیل بلا استثناء محرف اور میل

ہیں۔ (سوائے ان حوالوں کے جو قرآن مجید کے مطابق ہیں) قابلِ سند نہیں۔
 ہاں مولوی صاحب میں یہ صفت دیکھی ہے کہ ایک طرف تو بائبل کی تحریف کے قائل
 ہیں۔ ملاحظہ ہو مولوی قادیانی کی تفسیر کا نوٹ ۱۰۰ ج ۱ ص ۸۰، ۸۱ اور دوسری طرف اسی کے مضامین
 کو واقعات تاریخی کہہ کر قرآن مجید کے برخلاف سند پیش کرتے ہیں۔ فی الجلب ملاحظہ ہو۔
 (بیان القرآن ج ۱ ص ۵۷۶)

بسوخت عقل ز حیرت کہ این چہ بوالعجبی است
 رہا برنباس کا حوالہ دینے اور اقتباس نقل کرنے کا معاملہ سو اس کی دو وجہ ہیں:
 اول..... یہ کہ اس کے اکثر مضامین قرآن مجید کے مطابق ہیں۔ جیسا کہ بعض گزشتہ صفحات میں
 لکھے جا چکے ہیں۔

دوسری..... یہ کہ مرزا قادیانی نے خود اس کی تصدیق و توثیق کی ہے اور اس سے فائدہ اٹھانے کو
 جائز لکھا ہے۔ چنانچہ ان کے الفاظ یہ ہیں ”ان سب امور کے بعد ایک اور بات ملحوظ رکھنے کے
 قابل ہے کہ برنباس کی انجیل میں جو غالباً لندن کے کتب خانہ میں بھی ہوگی یہ بھی لکھا ہے کہ مسیح
 مصلوب نہیں اور نہ صلیب پر جان دی۔ اب ہم اس جگہ یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ گو یہ کتاب انجیلوں میں
 داخل نہیں کی گئی اور بغیر کسی فیصلہ کے ردی کر دی گئی ہے۔ مگر اس میں کیا شک نہ ہے کہ یہ ایک پرانی
 کتاب ہے اور اسی زمانہ کی ہے جبکہ دوسری انجیلیں لکھی گئیں۔ کیا ہمیں اختیار نہیں ہے کہ اس پرانی
 اور دیرینہ کتاب کو عہد قدیم کی ایک تاریخی کتاب سمجھ لیں اور تاریخی کتابوں کے مرتبہ پر رکھ کر اس
 سے فائدہ اٹھائیں۔“ (کتاب مسیح ہندوستان میں، ۱۹، ۱۸، ۱۷، ۱۶، ۱۵ ج ۱ ص ۲۰، ۲۱)

پس ثابت ہوا کہ انجیل برنباس سے فائدہ اٹھانا جائز ہے اور مرزا قادیانی کی مصدقہ
 کتاب ہونے کی وجہ سے اس کے حوالہ جات اتمام حجت کے طور پر مرزائیوں کے سامنے پیش کئے
 جاسکتے ہیں۔

”تیسری آیت“ یہ ہے جس سے رفعِ مسیح ثابت ہے: ”اذ قال الله يا عيسى اني
 متوفيك ورافعك اليّ ومطهرك من الذين كفروا وجاعل الذين اتبعوك فوق
 الذين كفروا الى يوم القيامة (آل عمران: ۵۵)“ جب اللہ نے کہا اے عیسیٰ میں تجھے
 وفات دے دے والا ہوں اور تجھے اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور ان لوگوں سے پاک کرنے والا
 ہوں جو کافر ہیں اور جن لوگوں نے میری پیروی کی ان کو ان پر جنہوں نے انکار کیا، قیامت کے دن
 تک فوقیت دے دے والا ہوں۔ ﴿

اس آیت سے مرزائی صاحبان تو وفات مسیح ثابت کیا کرتے ہیں لیکن حقیقت میں اس سے حیات مسیح اور رفع مسیح ثابت ہوتا ہے۔

اس آیت میں خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے چار وعدے کئے ہیں:

۱..... وفات دینے کا وعدہ۔

۲..... اپنی طرف اٹھانے کا وعدہ۔

۳..... کافروں سے پاک کرنے کا وعدہ اور۔

۴..... ان کے پیروؤں کو فوقیت دینے کا وعدہ۔

یہ چاروں وعدہ مرزائیوں کو بھی مسلم ہے۔ چنانچہ مولوی محمد علی صاحب نے بھی اپنی تفسیر کے (نوٹ ص ۴۴) میں تسلیم کئے ہیں۔ مگر اب دیکھنا یہ ہے کہ ان میں سے کون کونسا وعدہ پورا ہو چکا ہے سو پچھلے دونوں وعدے (کافروں سے پاک کرنے کا اور پیروؤں کو فوقیت دینے کا وعدہ) تو پورے ہو چکنے کی نسبت فریقین کا اتفاق ہے مگر پہلے دونوں میں اختلاف اور یہی دونوں وعدے اصل بحث ہیں۔

مرزائیوں کا قول ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام کو مار کر ان کی روح کو اپنی طرف اٹھالیا اس طرح یہ دونوں وعدے پورے ہو گئے۔ ان کے لئے تو بقول مرزا غالب۔

دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

لیکن دراصل یہ خیال کوئی وقت نہیں رکھتا کیونکہ آیت میں ”مار کر روح کے اٹھانے کا وعدہ نہیں۔“ بلکہ وفات کا وعدہ الگ ہے اور اپنی طرف اٹھانے کا وعدہ الگ، پس اگر بقول مرزائیاں آپ کی وفات ہو چکی ہے تو اٹھانے کا وعدہ پورا نہ ہوا اور خدا تعالیٰ کی شان میں (نعوذ باللہ) بیوقوفی کا الزام آیا حالانکہ خداوند کریم کی ذات والا صفات بے صیب ہے اور ”ان اللہ لا یخلف المیعاد“ اس کی شان میں ہے۔ نیز مرزائیوں کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ ”وفات کے بعد بموجب نص قرآن اور حدیث صحیح کے ہر ایک مومن کی روح عزت کے ساتھ خدا تعالیٰ کی طرف اٹھائی جاتی ہے۔“ (ازالہ اوہام، طبع پنجم ص ۱۶۱، مطب ۱۱، جزائن ج ۳ ص ۲۹۹) تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خصوصیت کیا ہوئی جبکہ ان کی روح بھی مرنے کے بعد ہی اٹھائی گئی اور ”رافعک الیّی کا وعدہ کیا؟“

اصل بات تو یہ ہے کہ مرزائیوں کے سر پر خود غرضی کا بھوت سوار ہے اس لئے قرآن شریف میں تحریف کرتے ہیں اور حدیث شریف کو چوہوں کی طرح کتر رہے ہیں جیسا کہ مرزا

قادیانی خود لکھتے ہیں۔ ”پھر اس کے بعد الہام کیا گیا کہ ان علماء نے میرے گھر کو بدل ڈالا پھر میری عبادت گاہ میں ان کے چولہے ہیں میری پرستش کی جگہ میں ان کے پیالے اور ٹھوٹھیاں رکھی ہوئی ہیں اور چوہوں کی طرح میرے نبی کی حدیثوں کو کتر رہے ہیں۔“

(ازالہ اوہام ص ۶۷ طبع پنجم ص ۲۳ حاشیہ، خزائن ج ۳ ص ۱۴۰ حاشیہ)

اگر مرزا قادیانی کی مسیحیت کا قضیہ درمیان میں نہ ہوتا تو ہرگز ایسی جرأت نہ کرتے۔ صحیح بات یہ ہے کہ اٹھانے کا وعدہ تو یقیناً پورا ہو چکا جیسا کہ بل رفعہ اللہ الیہ سے ثابت ہے۔ رہا وفات کا وعدہ سو۔

توفی کی بحث

توفی بمعنی نیند: اگر توفی کے معنی ”نیند“ کے کئے جائیں تو یہ وعدہ بھی پورا ہو گیا ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نیند کی حالت میں اٹھائے گئے جیسا کہ تفسیر ابن جریر میں ہے۔

۱۔ اس وعدے کے متعلق بھی ممکن ہے کہ کوئی منچلا مرزائی یہ کہہ دے کہ وفات کا وعدہ بھی پورا ہو چکا ہے جو فلما توفیتنی سے ثابت ہے سو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ جواب قیامت کے دن ہوگا جیسا کہ مرزا قادیانی کو بھی تسلیم ہے۔ چنانچہ وہ اپنی کتاب حقیقت الوحی میں لکھتے ہیں: ”کہ قرآن شریف کی اپنی آیات سے ظاہر ہے کہ یہ سوال حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے قیامت کے دن ہوگا۔“ (حقیقت الوحی ص ۳۱، خزائن ج ۲۲ ص ۳۳) اسی کتاب کے ضمیمے میں دوسری جگہ لکھتے ہیں۔ فان عیسیٰ یجیب بهذا الجواب یوم الحساب یعنی یقول فلما توفیتنی فی یوم یبعث الخلق ویحضرون (اختصاص ص ۲۳، خزائن ج ۲۲ ص ۶۶۵) رسالہ الوصیت میں لکھتے ہیں۔ ”خدا قیامت کو عیسیٰ سے پوچھے گا کہ کیا تو نے ہی اپنی امت کو یہ تعلیم دی تھی کہ مجھے اور میری ماں کو خدا کر کے مانو تو وہ جواب دیں گے کہ جب تک میں ان میں تھا تو ان پر شاہد تھا اور ان کا نگہبان تھا اور جب تو نے مجھے وفات دے دی تو پھر مجھے کیا علم تھا کہ میرے بعد وہ کس ضلالت میں مبتلا ہوئے۔“ (رسالہ الوصیت ص ۱۳، خزائن ج ۲۰ ص ۳۱۳)

اس عبارت میں اگرچہ معنوی تحریف ہے تاہم ان جملہ عبارات سے ثابت ہوتا ہے کہ فلما توفیتنی کا جواب قیامت کے دن دیا جائے گا۔ پس اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ اس آیت کے نزول تک فوت ہو چکے ہیں بلکہ قرآن مجید میں کوئی آیت ایسی نہیں جس سے صراحتاً آپ کی وفات ثابت ہو مگر ان کا اٹھایا جانا آیت بل رفعہ اللہ الیہ سے صاف طور پر ثابت ہے۔

۱..... ”حدثني المثنى قال ثنا عبد الله بن أبي جعفر عن أبيه عن الربيع في قوله ﴿إني متوفيك﴾ قال معنى وفاة المنام رفعه الله في منامه“ یعنی ابن جریر فرماتے ہیں کہ مجھ سے مٹی نے بیان کیا اس نے کہا ہم سے عبد اللہ بن ابی جعفر نے اپنے باپ سے اور اس نے ربیع سے خدا تعالیٰ کے قول اِنی متوفیک میں روایت کی۔ کہاوقات کا معنی نیند ہے۔ خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نیند کی حالت میں اٹھایا۔ (ابن جریر، ج ۳ ص ۱۸۳ طر ۱۷)

۲..... ”قال ربیع بن انس المراد بالتوفی النوم وكان عيسى قد نام فرفعه الله نائماً الى السماء معناه اني منيمك ورافعك الى كما قال الله تعالى ﴿هو الذي يتوفكم بالليل﴾“ ای ینیمکم یعنی ربیع بن انس نے کہا توفی سے مراد نیند ہے اور عیسیٰ سوئے ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو سونے کی حالت میں آسمان کی طرف اٹھالیا۔ آیت کا معنی یہ ہے کہ میں تجھ کو سلانے والا ہوں اور تجھ کو اپنی طرف اٹھانے والا ہوں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ”هو الذي يتوفكم بالليل“ یعنی سیلاتا ہوں تم کو رات کو۔

(معالم ص ۱۶۲)

۳..... خازن میں ہے: ان المراد بالتوفی النوم۔ ومنه قوله عز وجل ﴿الله يتوفى الانفس حين موتها والتي لم تمت في منامها﴾ فجعل النوم وفاة وكان عيسى قد نام فرفعه الله وهو نائم لئلا يلحقه خوف فمعنى الآية ﴿إني متوفيك ورافعك الى﴾ ”یعنی توفی سے مراد نیند ہے اور اسی سے ہے قول خدا تعالیٰ کا ﴿الله يتوفى الانفس..... الخ﴾ کہ اس بنایا نیند کووقات اور عیسیٰ علیہ السلام سوئے ہوئے تھے پس اللہ تعالیٰ نے ان کو اٹھالیا اور اٹھا لیکہ وہ نائم تھے تاکہ ان کو خوف لاحق نہ ہو پس آیت کا معنی یہ ہے کہ میں تجھ کو سلانے والا ہوں اور اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔“ (تفسیر خازن جلد ۱ ص ۲۳۰)

توفی بمعنی پورا لینا: اگر کوئی کے معنی پورا لینے کے کئے جائیں تو بھی یہ وعدہ پورا ہو چکا کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام پورے بحمد حضری اٹھائے گئے جیسا کہ ”در منثور“ میں ہے۔

۱..... ”واخرج ابن جرير وابن أبي حاتم من وجه آخر عن الحسن في الآية قال ﴿رفعه الله﴾ فهو عنده في السماء“ یعنی ابن جریر نے اور ابن ابی حاتم نے دوسری وجہ سے اس آیت میں جن سے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اٹھالیا اور وہ اس کے نزدیک آسمان میں ہے۔ (در منثور ج ۳ ص ۲۱ طر ۲۰)

۲..... خازن میں ہے: ”معناه اني قابضك ورافعك الى من غير موت“ یعنی اس

کا معنی یہ ہے کہ میں تجھ کو پورا لینے والا ہوں اور موت کے بغیر اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔

(خازن ج ۱ ص ۲۴۰)

۳..... ابن جریر میں ہے: ”حدثنا علی بن سهل قال ثنا ضمرة بن ربيعة عن ابن شاذب عن مطر الوراق في قول الله ﴿إني متوفيك﴾ قال متوفيك من الدنيا وليس بوفاة موت“ یعنی بیان کیا ہم سے علی بن سہل نے۔ اس نے کہا ہم سے ضمرة بن ربیعہ نے ابن شاذب سے بیان کیا اس نے طمر الوراق سے خدا تعالیٰ کے قول ”انـی متوفیک“ میں روایت کی۔ کہا میں پورا لینے والا ہوں تجھ کو دنیا سے، اور وفات سے مراد موت نہیں ہے۔ (ابن جریر ج ۳ ص ۱۸۳ سطر ۲۲، ۲۳)

تو فی بمعنی موت: اور اگر ”توفی“ کے معنی موت کے کئے جائیں تو بقول نصاریٰ یہ وعدہ بھی پورا ہو چکا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مرکز زندہ کئے گئے اور پھر آسمان کی طرف اٹھائے گئے جیسا کہ ابن جریر میں ہے: ”حدثنا ابن حميد قال ثنا سلمة عن ابن اسحاق قال: النصاري يزعمون انه توفاه سبع ساعات من النهار ثم احياه الله“ یعنی بیان کیا کہ ہم سے ابن حمید نے اس نے کہا ہم سے سلمہ نے اسحاق سے روایت کی اس نے کہا۔ نصاریٰ گمان کرتے ہیں کہ تحقیق اس نے اس کو دن میں سے سات ساعتیں مارا پھر اس کو اللہ تعالیٰ نے زندہ کیا۔ (ابن جریر ج ۳ ص ۱۸۴ سطر ۱۵۱)

اور مرزا قادیانی بھی لکھتے ہیں کہ ”تمام فرقے نصاریٰ کے اسی قول پر متفق نظر آتے ہیں کہ تین دن حضرت عیسیٰ مرے رہے اور پھر قبر میں سے آسمان کی طرف اٹھائے گئے اور چاروں انجیلوں سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔“ (ازالہ اوہام ص ۱۰۲، ۱۰۵، خزائن ج ۳ ص ۲۲۵)

مگر مسلمانوں کے نزدیک ”توفی“ بمعنی موت کا وعدہ ابھی پورا نہیں ہوا۔ وہ حضرت عیسیٰ کی دوبارہ تشریف آوری پر پورا کیا جائے گا۔

۱..... چنانچہ تفسیر ابن جریر میں ہے: ”قال ابو جعفر واولى هذه الاقوال بالصحة عندنا قال من قال معنى ذلك انى قابضك من الارض ورافعك الى لتواتر الاخبار عن رسول الله ﷺ انه قال ينزل عيسى ابن مريم فيقتل الدجال ثم يمكث في الارض مدة ذكرها اختلفت الرواية في مبلغها ثم يموت فيصلى عليه المسلمون ويدفنونه“ یعنی ابو جعفر نے کہا کہ ان اقوال میں سے بہتر اور صحیح ہمارے نزدیک وہ قول ہے جس نے یہ معنی کیا۔ میں تجھ کو زمین سے پورا لینے والا ہوں اور اپنی طرف

اٹھانے والا ہوں۔ کیونکہ تواتر کے ساتھ رسول اللہ ﷺ سے طابت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ عیسیٰ ابن مریم نازل ہوگا اور دجال کو قتل کرے گا پھر زمین میں ایک مدت تک رہے گا۔ جس کا ذکر باختلاف الروایت پہنچا ہے پھر مرے گا اور مسلمان اس پر جنازہ پڑھیں گے اور اس کو دفن کریں گے۔ (ابن جریر ج ۳ ص ۱۸۴)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق حضرت ابن عباسؓ کا عقیدہ
حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے بھی یہی تفسیر بیان فرمائی ہے:

۲..... تفسیر درمنثور میں ہے: ”واخرج اسحق بن بشرو ابن عساكر من طريق جوهر عن الضحاك عن ابن عباس في قوله ﴿انني متوفيك ورافعك﴾ يعني رافعك ثم متوفيك في آخر الزمان“ ﴿اسحاق بن بشر نے اور ابن عساکر بطریق جوہر ضحاک سے روایت کی ہے کہ ابن عباسؓ نے ”انسی متوفیک ورافعک“ کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ تجھ کو اٹھاؤں گا پھر آخر زمانہ میں ماروں گا۔﴾ (درمنثور ج ۳ ص ۳۶ ط ۳۲)

۳..... طبقات ابن سعد میں حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں: ”وان الله رفعه بجسده وانه حي الان وسيرجع الى الدنيا فيكون فيها ملكا ثم يموت كما يموت الناس“ ﴿اور تحقیق اللہ تعالیٰ نے اس کو (یعنی عیسیٰ علیہ السلام کو) بحسد عضری، اٹھالیا ہے اور بے شک وہ اس وقت تک زندہ ہے اور عنقریب دنیا کی طرف رجوع فرمائیں گے پھر اس دنیا میں بادشاہ ہونگے پھر مریں گے جس طرح لوگ مرتے ہیں۔﴾

(تہذیب الدانی بحوالہ طبقات ابن سعد، جلد اول، ص ۲۶)

نوٹ..... یہ وہی حضرت ابن عباسؓ ہیں۔ جن کی تعریف خود مرزا قادیانی نے ان الفاظ میں کی ہے۔ ”حضرت ابن عباس قرآن کریم کے سمجھنے میں اول نمبر والوں میں سے ہیں اور اس بارے میں ان کے حق میں آنحضرت ﷺ کی ایک دعا بھی ہے۔“ (ازالہ اوہام ص ۱۰۴، انجمن ج ۳ ص ۲۲۵)

حدث میں ”رجوع“ کا لفظ

۴..... خود آنحضرت ﷺ نے بھی یہی فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابھی نہیں مرے چنانچہ وہ ارشاد یہ ہے:

۱۔ مرزائی کہا کرتے ہیں کہ ابن عباسؓ وفات مسیح کے قائل ہیں۔ یہ دونوں روایتیں ان کے قول کو رد کرتی ہیں۔ (ناظم)

”قال الحسن قال رسول الله ﷺ لليهود ان عيسى لم يموت وانه راجع عليكم قبل يوم القيمة“ ﴿حضرت حسن بصریؒ سے روایت یہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے یہود سے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام ہرگز نہیں مرے اور بے شک وہ قیامت سے پہلے تمہاری (نسل کی) طرف رجوع کرنے والے ہیں۔﴾

(تفسیر ابن جریر ج ۳ ص ۱۸۳ سطر ۲۸ اور منثور ج ۲ ص ۳۶)

اب اس سے زیادہ معتبر شہادت اور کیا ہو سکتی ہے؟ نیز اس حدیث میں ”رجوع“ کا لفظ قابل غور ہے۔ مولوی محمد علی صاحب لکھتے ہیں۔

”رجوع لوٹ کر جانے کا نام ہے۔ اس کی طرف جس سے ابتداء ہو۔ یا نقدیر ابتداء خواہ بلحاظ مکان کے ہے یا فعل کے یا قول کے۔“ (تفسیر بیان القرآن ج ۱ ص ۵۹)

پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رجوع مکانی ہے کیونکہ وہ زمین سے ہی آسمان پر اٹھائے گئے اور آسمان سے واپس لوٹ کر زمین پر ہی آئیں گے۔ فہو المراد!

۵..... امام بخاری کا عقیدہ: امام بخاری بھی اپنی تاریخ میں یہی لکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب وفات پائیں گے تو مدینہ شریف میں حضور ﷺ کے روضہ مبارک میں دفن کئے جائیں گے۔ عبارت یہ ہے: ”واخرج البخاری لفي تاريخه والطبراني عن عبد الله بن سلام قال يدفن عيسى بن مريم مع رسول الله ﷺ وصاحبيه فيكون قبره رابعا“ ﴿بخاری نے اپنی تاریخ میں اور طبرانی نے عبد اللہ بن سلام سے روایت کی ہے۔ اس نے کہا کہ عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ ﷺ اور آپ کے دونوں اصحابوں کے ساتھ (روضہ اطہر میں) دفن کئے جائیں گے اور ان کی قبر چوتھی ہوگی۔﴾ (در منثور ج ۲ ص ۲۳۵ سطر آخر)

۶..... حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ نے بھی رسول اللہ ﷺ سے اسی مضمون کی ایک حدیث بیان کی ہے جو یہ ہے: ”عن عبد الله بن عمر قال قال رسول الله ﷺ ينزل عيسى ابن مريم الى الارض فيتزوج ويولد له ويمكث خمسا واربعين سنة ثم يموت فيدفن معي في قبري فاقوم انا وعيسى ابن مريم في قبر واحد بين ابى بكر وعمر“ ﴿عبد اللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ، رسول خدا ﷺ نے فرمایا۔ عیسیٰ ابن مریم زمین کی طرف نازل ہوں گے۔ پس نکاح کریں گے اور ان کی اولاد ہوگی اور وہ پینتالیس برس زندہ رہیں

۱۔ مرزائی کہتے ہیں کہ امام بخاری بھی وفات مسیح کے قائل ہیں۔ یہ روایت ان کے قول کو رد کرتی ہے۔ (ناظم)

گے۔ اور میرے ساتھ میرے مقبرے میں دفن کئے جائیں گے پس میں اور عیسیٰ ابن مریم (قیامت کے دن) ابو بکر اور عمر کے درمیان ایک مقبرہ سے اٹھیں گے۔ ﴿

(مکتوۃ باب نزول عیسیٰ فصل تیسری)

نوٹ..... اس حدیث کی صحت پر مرزا قادیانی نے مہر تصدیق ثبت فرمائی ہوئی ہے۔ چنانچہ محمدی بیگم کے نکاح کے متعلق اس حدیث کو پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ”اس پیش گوئی کی تصدیق کے لئے جناب رسول اللہ ﷺ نے پہلے سے ایک پیش گوئی فرمائی ہے کہ یتزوج ویولد لہ یعنی وہ مسیح موعود بیوی کرے گا نیز صاحب اولاد ہوگا گویا اس جگہ رسول اللہ ﷺ ان سیاہ دل منکروں کو ان کے شبہات کا جواب دے رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ یہ باتیں ضرور پوری ہوں گی۔“

(ضمیمہ انجام آختم ص ۵۳ حاشیہ، خزائن ج ۱ ص ۳۳۷)

کیوں جناب! مرزا قادیانی نے کس زور سے اس حدیث کی صحت اور صداقت کو لوگوں کے سامنے پیش کیا ہے اگر اب بھی کوئی ”سیاہ دل“ نہ مانے اور شبہات میں کود پڑے تو اس کی مرضی۔

مرزا قادیانی کے نزدیک احادیث سے رفع مسیح ثابت ہے

صحیح احضل اور سلیم الفطرت کو سمجھانے کے لئے تو رفع مسیح کے متعلق کافی سے زیادہ لکھا جا چکا ہے مگر مرزائیوں کی تسلی اور اتمام حجت کے لئے ان کے ہیر کی شہادت بھی پیش کر دی تاکہ شہد شہاد من اہلہا کی مثال بھی ہو جائے اور شاید کوئی سعید روح تسلیم پا کر راہ راست پر آجائے۔ مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ”اب پہلے ہم صفائی بیان کے لئے یہ لکھنا چاہتے ہیں کہ بائبل اور ہماری احادیث اور اخبار کی کتابوں کی رو سے جن نبیوں کا اسی وجود غضری کے ساتھ آسمان پر جانا تصور کیا گیا ہے۔ وہ دونی ہیں۔ ایک یوحنا جس کا نام ایلیا اور ادریس بھی ہے۔ دوسرے مسیح بن مریم جن کو عیسیٰ اور یسوع بھی کہتے ہیں۔ ان دونوں نبیوں کی نسبت عہد قدیم اور جدید کے بعض صحیفے بیان کر رہے ہیں کہ وہ دونوں آسمان کی طرف اٹھائے گئے اور پھر کسی زمانہ میں زمین پر اتریں گے اور تم ان کو آسمان سے آتے دیکھو گے۔ ان ہی کتابوں سے کسی قدر ملتے جلتے الفاظ احادیث نبویہ میں بھی پائے جاتے ہیں۔“

(توضیح مرام ص ۴، خزائن ج ۳ ص ۵۲)

اس عبارت میں محض کشید الفاظ قائل غور ہیں مرزا قادیانی نے صاف طور پر تسلیم کیا ہے کہ بائبل اور ہماری احادیث اور اخبار کی کتابوں سے مسیح کا آسمان پر جانا ثابت ہے۔ فہو

المراد والحمد لله على ذلك!

عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ مرزائیوں کو جب کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے جواب ملتا ہے تو وہ ضد کی بناء پر فلسفہ کی آڑ لیکر فرار کی راہ ڈھونڈتے ہیں اور عموماً یہ دو شے پیش کیا کرتے ہیں۔ چنانچہ:

پہلا شبہ: یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کا اسی جسم کے ساتھ آسمان پر جانا فلسفہ کی رو سے محال ہے جیسا کہ مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ”نیا اور پرانا فلسفہ بالاتفاق اس بات کو محال ثابت کرتا ہے کہ کوئی انسان اپنے اس خاکی جسم کے ساتھ کرۂ زمہریر تک بھی پہنچ سکے بلکہ علم طبعی کی نئی تحقیقاتیں اس بات کو ثابت کر چکی ہیں کہ بعض بلند پہاڑوں کی چوٹیوں پر پہنچ کر اس طبقہ کی ہوا ایسی معرصحت معلوم ہوئی ہے کہ جس میں زندہ رہنا ممکن نہیں۔ پس اس جسم کا کرۂ ماہتاب یا کرۂ آفتاب تک پہنچنا کس قدر لغو خیال ہے۔“ (ازالہ اوہام ص ۴۷، خزائن ج ۳ ص ۱۲۶)

جواب: حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود بخود آسمان پر نہیں گئے کہ ان کو اس قسم کی تکالیف پیش آتیں بلکہ خدا تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ حکمت بالغہ سے ان کو آسمان پر اٹھالیا اور خدائے تعالیٰ کے اٹھانے میں یہ رکاوٹیں پیش نہیں آسکتیں۔ جیسا کہ مرزا قادیانی کو تسلیم ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں: ”خدا تعالیٰ کی قدرت سے کچھ بعید نہیں کہ انسان معہ جسم عسری آسمان پر چڑھ جائے۔“

(چشمہ معرفت ص ۲۱۹، خزائن ج ۲۳ ص ۲۲۸)

پس مرزائیوں کا یہ شبہ نہایت لغو اور فضول ہے۔

دوسرا شبہ: یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر جانا قانون قدرت کے برخلاف ہے۔ جواب: مرزائیوں کا یہ شبہ بھی نہایت بودا ہے جو محض قلت تدبر کی وجہ سے کیا جاتا ہے کیونکہ اول تو کوئی آدمی دنیا میں ایسا نہیں۔ جس نے قانون قدرت کا احاطہ کیا ہو، یا کر سکے پس جب قانون قدرت کا احاطہ نہیں ہو سکتا تو اس کے خلاف ہونا کیا معنی؟ دوسرے یہ کہ مرزا قادیانی خود لکھتے ہیں کہ ”خدا اپنے بندوں کے لئے اپنا قانون بھی بدل لیتا ہے۔“

(چشمہ معرفت ص ۹۴، خزائن ج ۲۳ ص ۱۰۴)

پس جب خدا تعالیٰ اپنے بندوں کے لئے اپنا قانون بدل لیتا ہے تو پھر اعتراض ہی

کیا؟

الحمد لله! کہ ہم اس کے احسان اور اس کی توفیق سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اسی جسم کے ساتھ زندہ آسمان پر اٹھایا جانا کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے اور مرزا قادیانی کی کتابوں سے ثابت کر چکے اب نزول مسیح کا ثبوت لکھتے ہیں۔ (بہون اللہ تعالیٰ)

جواب حصہ دوم

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے نازل ہونے کے ثبوت میں

پہلے لکھا جا چکا ہے کہ اگر رفع مسیح ثابت ہو جائے تو نزول مسیح کا ثابت ہونا کوئی مشکل نہیں اور مرزا قادیانی کا بھی یہی ارشاد ہے چنانچہ لکھتے ہیں۔ ”اس جگہ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ مسیح کا جسم کے ساتھ آسمان سے اترنا اس کے جسم کے ساتھ چڑھنے کی فرع ہے۔ لہذا یہ بحث بھی کہ مسیح اسی جسم کے ساتھ آسمان سے اترے گا جو دنیا میں اسے حاصل تھا۔ اس دوسری بحث کی فرع ہوگی جو مسیح جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھایا گیا تھا جبکہ یہ بات قرار پائی تو اول ہمیں اس عقیدہ پر نظر ڈالنا چاہئے۔ جو اصل قرار داد دیا گیا ہے کہ کہاں تک وہ قرآن اور حدیث سے ثابت ہے کیونکہ اگر اصل کا کماحقہ تصفیہ ہو جائے گا تو پھر اس کی فرع ماننے میں تامل نہیں ہوگا اور کم سے کم امکانی طور پر ہم قبول کر سکیں گے کہ جب ایک شخص کا جسم خاکی کے ساتھ آسمان پر چلے جانا ثابت ہو گیا ہے تو پھر اسی جسم کے ساتھ واپس آنا اس کا کیا مشکل ہے۔“ (ازالہ وہام ص ۱۱۲، خزائن ج ۳ ص ۲۳۶)

سوال اللہ! کہ ہم نے صرف قرآن شریف سے، انجیل سے، حدیث شریف سے، آثار صحابہ سے اور اقوال مفسرین سے حضرت مسیح کا آسمان پر اٹھایا جانا ثابت کر چکے ہیں بلکہ مرزا قادیانی سے اقبالی ذکر بھی حاصل کر چکے ہیں پس جب حسب تحریر مرزا قادیانی اصل کا کماحقہ تصفیہ ہو گیا تو پھر فرع کے ماننے میں مرزائیوں کو تامل نہیں ہونا چاہئے اور ہم امید کرتے ہیں کہ بہت سی سعید رویں اپنے پیر کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ماننے میں تامل نہیں کریں گی۔

اس تحریر کے مطابق اگرچہ اب نزول مسیح کے متعلق ثبوت بہم پہنچانے کی چنداں ضرورت نہیں ہے مگر ہم دیکھ رہے ہیں کہ مرزائی جماعت میں اکثر لوگ جو معمولی حرف شناس ہیں بلکہ جہت سے ناخواندہ ہیں جو مذہبی واقعیت نہیں رکھتے ان کو اس غلط فہمی میں مبتلا کیا گیا ہے کہ نزول مسیح سے مراد یہ نہیں کہ مسیح آسمان سے نازل ہو گیا وہی مسیح ابن مریم آئے گا جو حضور علیہ السلام سے پہلے بنی اسرائیل کی طرف مبعوث ہوا تھا بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اس جیسا کوئی اور آدمی مسیح موعود ہوگا اور وہ مرزا قادیانی ہیں۔ (نعوذ باللہ من ذلك) حالانکہ یہ بات سر اسر غلط ہے جو آنحضرت ﷺ کی تعلیم کے برخلاف ہے۔ لہذا ضرورت ہے کہ قرآن مجید اور حدیث شریف کی روشنی میں صحیح تعلیم پیش کی جائے اور بتایا جائے کہ وہی مسیح ابن مریم نازل ہوگا جو آسمان پر اٹھایا گیا تھا۔

تاکہ سیاہ روئے شودہرکہ دروغش باش
وہ ہی عیسیٰ آئے گا حق کی قسم جو گیا تھا آسمان پر محترم
ہے یہ ثابت نص سے اخبار سے با تواتر یار سے اغیار سے
ہے قیامت کا نشان اس کا نزول اعتراض فلسفی سب ہیں فضول
قرآن مجید سے ثبوت

نزول مسیح کے متعلق پہلی آیت یہ ہے: ”وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَمِنَ الصَّالِحِينَ (آل عمران: ۴۶)“ ﴿(از مولوی محمد علی صاحب) اور وہ لوگوں سے جمولے میں اور ادھیڑ عمر میں باتیں کرے گا۔﴾

اس آیت میں حضرت مریم صدیقہ علیہا السلام کو بشارت دی گئی تھی کہ مسیح لوگوں سے پنگوڑے میں اور ادھیڑ عمر میں باتیں کرے گا سو پنگوڑے میں تو لوگوں نے آپ کی باتیں سنیں لیکن ادھیڑ عمر ہونے سے پہلے ہی آسمان پر اٹھائے گئے۔ چونکہ خدا تعالیٰ کے وعدے اپنے اپنے وقت پر ضرور پورے ہوتے ہیں اس لئے ادھیڑ عمر میں باتیں کا وعدہ اس وقت پورا ہوگا جب وہ آسمان سے نزول فرمائیں گے۔

..... جیسا کہ تفسیر ابن جریر میں ہے: ”حدثني يونس قال اخبرنا ابن وهب قال سمعته يعني ابن زيد يقول في قوله ﴿وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا﴾ قال قد كلمهم عيسى في المهدي وسيكلمهم اذا قتل الدجال وهو يومئذ كهل“ ﴿مجھ سے یونس نے بیان کیا اس نے کہا ہم کو ابن وهب نے خبر دی اس نے کہا میں نے ابن زید سے سنا وہ اس آیت ویکلم الناس فی المهد وکھلا میں کہتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے پنگوڑے میں ان سے کلام کیا اور عنقریب ان سے کلام کرے گا جس وقت دجال قتل کیا جائے گا اور وہ اس وقت ادھیڑ عمر میں ہوگا۔﴾ (ابن جریر ج ۳ ص ۷۰ سطر ۴۶ دور منثور ج ۲ ص ۲۵ سطر ۲۹)

.....۲ تفسیر خازن میں ہے: ”وقال الحسن ابن الفضل ﴿وكهلا﴾ يعني ﴿وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا﴾ بعد نزوله من السماء وفي هذه نص علي انه سينزل من السماء الى الارض ويقتل الدجال“ ﴿حسن بن فضل نے کھلا کی تفسیر میں کہا ہے کہ لوگوں سے ادھیڑ عمر میں آسمان سے نازل ہونے کے بعد باتیں کرے گا اور یہ اس بات پر نص قطعی ہے کہ وہ عنقریب آسمان سے زمین کی طرف نازل ہوگا اور دجال کو قتل کرے گا۔﴾ (خازن ج ۱ ص ۲۳۵ سطر ۱۳)

۳..... تفسیر معالم العقول میں ہے: ”وقیل للحسین بن الفضل هل تجد نزول عیسیٰ فی القرآن قال نعم وقوله ﴿وَكِهْلًا﴾ وهو لم یکتهل فی الدنيا وانما معناه وکِهْلًا بعد نزوله من السماء.“ حسین بن فضل سے پوچھا گیا کہ کیا تو عیسیٰ کا نازل ہونا قرآن مجید میں پاتا ہے؟ اس نے کہا ہاں خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَكِهْلًا﴾ (یعنی وہ اذیطرہ میں لوگوں سے باقیں کرے گا) اور وہ دنیا میں اذیطرہ میں نہیں ہوا اور اس کا بھی معنی ہے کہ وہ آسمان سے نازل ہونے کے بعد اذیطرہ میں نہ ہوگا۔ (معالم میں ۱۲۴ اسطر ۳)

اس آیت سے صاف طور پر ثابت ہے کہ وہی عیسیٰ بن مریم نزول فرمائیں گے۔ جو آسمان پر اٹھائے گئے تھے۔ ان کے بجائے کوئی اور شخص نہیں آئے گا اگر کوئی ایرا غیر، نحو خیرا مسیحیت کا دعویٰ کرے تو وہ ناقابل قبول ہے کیونکہ وہ کذاب ہے۔

حضرت مسیح علیہ السلام نے پہلے ہی انجیل میں خبر دے دی تھی کہ بہتیرے میرے نام سے آئیں گے اور کہیں گے کہ وہ میں ہی ہوں اور بہت سے لوگوں کو گمراہ کریں گے۔ اس وقت اگر کوئی تم سے کہے کہ دیکھو مسیح یہاں یا دیکھو وہاں ہے تو یقین نہ کرنا کیونکہ جھوٹے مسیح اور جھوٹے نبی اٹھ کھڑے ہوں گے اور نشان اور عجیب کام دکھائیں گے۔ تاکہ اگر ممکن ہو تو بزرگزیروں کو بھی گمراہ کر دیں لیکن تم خبردار ہو دیکھو میں نے تم سے سب کچھ پہلے ہی کہہ دیا ہے۔

(مرقس باب ۱۳ آیت ۶ و آیت ۲۱ تا ۲۳)

دوسری آیت یہ ہے جس سے نزول مسیح ثابت ہے: ”وان من اهل الكتاب الا لیؤمنن به قبل موته ویوم القيامة یكون علیہم شہیدا (نساء: ۱۵۹)“ ﴿اور اہل کتاب میں کوئی نہیں جو اس کے (یعنی عیسیٰ علیہ السلام کے) ساتھ اس کے مرنے سے پہلے ایمان نہ لائے گا اور قیامت کے دن وہ ان پر گواہ ہوگا۔﴾

یہ آیت بھی صاف طور پر ثابت کر رہی ہے کہ وہی عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ تشریف لائیں گے جو آسمان پر بحسد غضری اٹھائے گئے تھے کیونکہ اس آیت سے پہلے آیت بیل رفعہ اللہ الیہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کا ذکر ہے اور اس آیت میں ان کے نزول کا اور اسی آیت سے ایک جلیل القدر صحابی حضرت ابو ہریرہؓ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ آنے پر استدلال کیا ہے اور اسی استدلال کے جرم میں مرزا قادیانی نے ان کی توہین کرتے ہوئے انہیں ”ناقص الفہم“ قرار دیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت یہ ہے: ”عن ابی ہریرہ قال قال رسول

اللہ ﷻ والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً عدلاً
 فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیة ویفیض المال حتی لا یقبلہ
 احد حتی تكون السجدة الواحدة خیراً من الدنیا وما فیہا ثم یقول ابو
 ہریرۃ فاقرعوہ وان شئتم ﴿وان اهل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ﴾
 (بخاری ج ۲ ص ۳۹۰، مسلم ج ۱ ص ۸۷) ﴿ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قسم ہے
 اس خدا کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ ضرور بالضرور تم میں ابن مریمؑ حکم اور عدل ہو کر
 نزول فرمائیں گے اور وہ صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے اور جزیہ کو ہٹا دیں گے اور مال
 بہت ہوگا یہاں تک کہ کوئی اس کو قبول نہیں کرے گا۔ یہاں تک کہ ایک سجدہ دنیا و ما فیہا سے بہتر
 ہوگا۔﴾ پھر ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ اگر تم (اس کا ثبوت) چاہو تو پڑھو: ”وان من اهل الکتاب الا
 لیؤمنن بہ قبل موتہ (الآیۃ)“ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔ (مشکوٰۃ باب نزول عیسیٰ علیہ السلام)
 اس حدیث کی صحت میں کسی قسم کا شبہ نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ متفق علیہ ہونے کے علاوہ اس
 قدر مشہور و مقبول ہے کہ شاید ہی کوئی حدیث یا تفسیر کی کتاب ہوگی جس میں یہ درج نہ ہو اور لطف یہ
 ہوا کہ مرزا خدا بخش مرزائی نے بھی اپنی کتاب غسل مصفیٰ میں نزول مسیح کے ثبوت میں اسی حدیث کو
 بخاری کے حوالے سے نقل کر کے لکھا ہے کہ ”اس حدیث سے حضرت مسیح کے نازل ہونے کا صریح
 ذکر ہے۔“ (ملاحظہ ہو غسل مصفیٰ، ج ۱ ص ۲۰۲)

باوجود اس بات کے کہ مرزا خدا بخش نے نقل حدیث میں تھوڑی لفظی تحریف کی ہے کہ
 ”یضع الجزیة“ کی بجائے یضع الحرب لکھا ہے۔

(دیکھو بخاری مطبوعہ حبیہ مصر ج ۲ ص ۱۷۱ باب نزول عیسیٰ)

تاہم ہمیں اس بات کی خوشی ہے کہ انہوں نے اس حدیث کی صحت میں تو انکار نہیں
 کیا۔ مگر مولوی محمد علی صاحب نے نہ صرف اس حدیث سے انکار کیا ہے بلکہ حضرت ابو ہریرہؓ کے
 ذمہ یہ الزام بھی لگایا ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ تشریف لانے کے قائل نہیں۔
 چنانچہ ”بیان القرآن“ جلد اول صفحہ ۵۷۸، ۵۷۹ کے نوٹ ۶۵ میں لکھتے ہیں۔ ”حضرت
 ابو ہریرہؓ کی طرف ایک روایت منسوب ہے جس میں نزول ابن مریمؑ کا ذکر کرنے کے بعد انہوں
 نے فرمایا۔ فاقروا ان شئتم وان من اهل الکتاب..... جو شخص یہ روایت بیان کرتا ہے کہ

۱۔ مرزا قادیانی لکھتے ہیں قسم بتاتی ہے کہ خبر ظاہری معنی پر محمول ہے نہ اس میں کوئی
 تاویل ہے نہ اس میں کوئی تاویل ہے نہ استثناء۔“ (حملۃ البشریٰ ۱۴، خزائن ج ۷ ص ۱۹۲)

نازل ہونے والا ابن مریم تمہارا امام تمہیں میں سے ہوگا۔ وہ یہ عقیدہ نہیں رکھ سکتا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود دوبارہ آئیں گے۔
جواب..... ہم حیران ہیں کہ مولوی صاحب نے دیدہ دانستہ ایسی مشہور معروف حدیث کا کس جرأت اور لیری سے انکار کیا اور۔

چہ دلاور است وزدے کہ بکف چراغ دارد
کی مثال کو صحیح کر دکھایا ہے:

اول..... تو ہم مولوی صاحب سے الزامی طور پر پوچھتے ہیں کہ اگر حضرت ابو ہریرہؓ کا یہ عقیدہ نہیں تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود دوبارہ آئیں گے۔ تو مرزا قادیانی کا انہوں نے کیا بگاڑا تھا کہ وہ ان کو کم تدبیر کم درایت اور غلط فہم جیسے نامناسب اور توہین آمیز الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں: ”غرض اس مرثیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض کم تدبیر کرنے والے صحابی جن کی درایت اچھی نہیں تھی۔ (جیسے ابو ہریرہؓ) وہ اپنی غلط فہمی سے عیسیٰ موعود کے آنے کی پیش گوئی پر نظر ڈال کر یہ خیال کرتے تھے کہ حضرت عیسیٰ ہی آئیں گے جیسا کہ ابتداء میں ابو ہریرہؓ کو بھی یہی دھوکا لگا ہوا تھا اور اکثر باتوں میں ابو ہریرہؓ بوجہ اپنی سادگی اور کم درایت کے ایسے دھوکوں میں پڑ جایا کرتا تھا۔ چنانچہ ایک صحابی کے آگ میں پڑنے کی پیش گوئی میں بھی اس کو یہی دھوکہ لگا تھا اور آیت ”وان من اهل الكتاب الا ليومنن به قبل موته“ کے ایسے لئے معنی کرتا تھا جس سے سننے والے کو کبھی آتی تھی کیونکہ وہ اس آیت سے یہ ثابت کرنا چاہتا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے سب اس پر ایمان لے آئیں گے۔“ (حقیقت الوحی ص ۳۳، خزائن ج ۲۲ ص ۳۶)

دوم..... یہ کہ مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ ان کا عقیدہ یہی تھا کہ حضرت عیسیٰ خود دوبارہ آئیں گے۔ جیسا کہ عبارت مندرجہ بالا سے ظاہر ہے اور آپ کہتے ہیں کہ ان کا یہ عقیدہ نہیں تھا اب بتائیں کہ آپ سچے ہیں یا مرزا صاحب؟

سوم..... یہ کہ جس حدیث کی بناء پر آپ نے ان کے عقیدہ سے انکار کا استدلال کیا ہے۔ وہ حدیث بھی جب انہی ابو ہریرہؓ سے مروی ہے جو بقول مرزا قادیانی (نعوذ باللہ) کم فہم اور بے عقل تھے تو اس حدیث کا کیا اعتبار؟ اور اس سے استدلال کرنا کیسا؟

چہارم..... یہ کہ مرزا قادیانی کی تحریر بالا سے حضرت ابو ہریرہؓ کی توہین ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟ اور جو شخص توہین اصحاب کا مرتکب ہو وہ مجرم ہے یا نہیں؟

جناب حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے: ”لا تسبوا اصحابی فلو ان

احدکم انفق مثل احد ذهباً ما بلغ مد احدہم ولا نصیفہ“ یعنی میرے اصحاب کو برا نہ کہو کیونکہ اگر تم میں سے کوئی آدمی احد (پہاڑ) کے برابر سونا خرچ کرے تو ان کے ایک مد کے ثواب کو نہیں پہنچتا اور نہ اس کے آدھے کے برابر بھی۔ (مکملہ مترجم ج ۳ ص ۳۶۰)

دوسری جگہ ارشاد ہے: ”اكرموا اصحابی فانہم خیارکم“ یعنی میرے اصحاب کی تعظیم کرو اس لئے کہ وہ تمہارے بہترین ہیں۔ (مکملہ مترجم ج ۳ ص ۳۶۳)

پس مرزا قادیانی نے حضور علیہ السلام کے اس فرمان واجب الاذعان کی خلاف ورزی کی ہے یا نہیں؟ اور جو شخص حضور علیہ السلام کے حکم کی خلاف ورزی کرے۔ اس کی نسبت آپ کیا فتویٰ دیتے ہیں؟

دوسری حدیث..... جو حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے۔ جس سے ان کے عقیدہ پر مزید روشنی پڑتی ہے۔ یہ ہے: ”حدثنا ابن حمید قال ثنا سلمة عن ابن اسحاق عن محمد بن سلم الزہری عن حنظلة بن علی الاسلمی عن ابی ہریرۃ قال سمعت رسول اللہ يقول لیہبطن اللہ عیسیٰ بن مریم حکماً عدلاً واماماً مقسطاً یکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیۃ ویفیض المال حتی لا یجد من یناخذہ ولیسلکن الروحاء حاجاً او معتمر او یدین بہما جمیعاً“ ابن جریر فرماتے ہیں ہم سے ابن حمید نے بیان کیا اس نے کہا ہم سے سلمہ نے ابن اسحاق سے اس نے محمد بن مسلم زہری سے اس نے حنظلہ بن علی الاسلمی سے اس نے ابی ہریرہ سے روایت کی ہے اس نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے سنا کہ اللہ تعالیٰ عیسیٰ بن مریم کو ضرور نازل کرے گا جو حکم، عدل اور بادشاہ ہو کر آئیں گے۔ صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے اور جزیہ کو ہٹا دیں گے اور مال بہت ہوگا یہاں تک کہ کوئی آدمی ایسا نہ پایا جائے گا جو اس کو لے اور وہ روحاء سے حج اور عمرہ یا دونوں کو اکٹھا بجالانے کے لئے ضرور چلیں گے۔

(تفسیر ابن جریر ج ۳ ص ۱۸۲ سطر ۲۰، ۲۱)

اس حدیث میں ”ہبوط“ کا لفظ آیا ہے جو قابل غور ہے۔ ہبوط کے معنی ہیں اوپر سے نیچے آنا۔ (مثنی الارب) پس یہ لفظ صاف طور پر ثابت کر رہا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اوپر سے (آسمان سے) نیچے (زمین پر) اتریں گے اور یہی عقیدہ حضرت ابو ہریرہؓ کا ہے۔

نوٹ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے اترنے کی کیفیت حضرت نواس بن

سمعان کی روایت میں درج ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں: ”اذ هبط عيسى بن مريم بشرقي دمشق عند المنارة البيضاء بين مهر و ذنين واضعا يده على اجنحة ملكين“
یعنی جب عیسیٰ ابن مریم دمشق کے مشرق کی طرف سفید منارہ کے نزدیک آسمان سے اتریں گے تو دوزد کپڑے پہنے دو فرشتوں کے بازوؤں پر اپنے ہاتھ رکھے ہوئے ہوں گے۔

(ترمذی مترجم ج ۲ ص ۱۱۹ باب فتند جال)

مسح کا آسمان سے اترنا مرزا قادیانی کو تسلیم ہے

مرزا قادیانی نے اس حدیث پر بھی مہر تصدیق لگائی ہوئی ہے چنانچہ اپنی بیماری کے متعلق اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

”دیکھو میری بیماری کی نسبت بھی آنحضرت ﷺ نے پیش گوئی کی تھی جو اس طرح وقوع میں آئی آپ نے فرمایا تھا کہ مسیح جب آسمان سے اترے گا۔ تو دوزد چادریں اس نے پہنی ہوئی ہوں گی تو اس طرح مجھ کو دو بیماریاں ہیں۔ ایک اوپر کے دھڑکی اور ایک نیچے کے دھڑکی یعنی مرق اور کثرت بول۔“ (رسالہ تعجیز ماہ جون ۱۹۰۶ء ص ۱۵ اخبار بدر ۷ جون ۱۹۰۶ء، ملفوظات ج ۸ ص ۴۴۵)
مرزائی کہا کرتے ہیں کہ حضرت مسیح کے آسمان سے اترنے کا ذکر کسی حدیث میں نہیں ہے۔ مگر یہاں مرزا قادیانی نے خود تسلیم کر کے ”سیاہ دل“ منکروں کے قول کو رد کر دیا ہے۔

صداقت چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے پھولوں سے

کہ خوشبو آ نہیں سکتی کبھی کاغذ کے پھولوں سے

تیسری حدیث: جو حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے، یہ ہے۔ ”أخرج احمد ومسلم عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال لیہلن عیسیٰ ابن مریم بفتح الروحاء بالحج او بالعمرة او لیثینیتہما جمیعاً“ احمد اور مسلم نے ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عیسیٰ ابن مریم حج یا عمرہ کے لئے یا دونوں کو ادا کرنے کے لئے احرام باندھیں گے۔ ﴿

اس حدیث کی شرح میں علامہ نووی لکھتے ہیں: ”وهذا يكون بعد نزول عیسیٰ علیہ السلام من السماء فی آخر الزمان“ ترجمہ یہ کام حج وغیرہ کا ادا کرنا (عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے نازل ہونے کے بعد آخر زمانے میں ہوگا۔

(نووی شرح مسلم ج ۱ ص ۴۰۸، باب جواز التَّحَنُّنِ فی الحج والقرآن)

مرزا قادیانی نے حج نہیں کیا۔ لہذا ان کا دعویٰ مسیحیت باطل ہے۔ (ناظم)

اب اس حدیث سے بھی صاف ثابت ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کا یہی عقیدہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود دوبارہ تشریف لائیں گے۔ ان سے اس قسم کی اور بھی بہت سی حدیثیں مروی ہیں۔ جن کے لکھنے کی اس مختصر رسالے میں گنجائش نہیں ہے۔ شہادت کے لئے صرف اسی قدر کافی ہیں۔

حدیث ”امامکم منکم“ کا مطلب: یہ حدیث بھی حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے جو بخاری اور مسلم کے علاوہ مسند امام احمد، بیہقی کی کتاب اسماء والصفات، مشکوٰۃ اور درمنثور میں بھی درج ہے۔ پوری حدیث اس طرح پر ہے: ”عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ کیف انتم اذا نزل ابن مریم من السماء فیکم و امامکم منکم (بیہقی)“ ﴿﴾ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”تمہارا کیا حال ہوگا جب ابن مریم تم میں آسمان سے نازل ہوں گے اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا۔ ﴿﴾

اس حدیث کا مطلب نہایت صاف اور واضح ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس حدیث میں ابن مریم کے نزول اور امام مہدی کے ظہور کی خبر دی ہے۔ مگر مرزائی اس میں تحریف کر کے اُلٹے معنی کرتے ہیں کہ: ”اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب ابن مریم تم میں نزول فرما ہوگا اور وہ تمہیں میں سے ایک امام ہوگا۔“ (فصل مصفی ج ۱ ص ۲۰۲)

خود مرزا قادیانی بھی لکھتے ہیں کہ: ”بخاری صاحب اپنی صحیح میں صرف امامکم منکم کہہ کر چپ ہو گئے۔ یعنی صحیح بخاری میں صرف یہی صحیح کی تعریف لکھی ہے کہ وہ ایک شخص تم میں سے ہوگا اور تمہارا امام ہوگا۔“ (ازالہ اوہام ص ۱۳۲، خزائن ج ۳ ص ۱۷۲)

پس اس غلط ترجمہ اور غلط فہمی کی بناء پر مولوی محمد علی صاحب حضرت ابو ہریرہؓ کو اپنا ہم خیال سمجھتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: ”جو شخص یہ روایت بیان کرتا ہے کہ نازل ہونے والا ابن مریم تمہارا امام تمہیں سے ہوگا۔ وہ یہ عقیدہ نہیں رکھ سکتا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود دوبارہ آئیں گے۔“

(بیان القرآن ج ۱ ص ۵۷۹)

ہم کہتے ہیں کہ جو شخص مندرجہ بالا حدیثوں کی رو سے یہ روایت کرتا ہے کہ نازل ہونے والا ابن مریم آسمان سے اترے گا۔ بادشاہ ہوگا، صلیب کو توڑے گا، خنزیر کو قتل کرے گا، جزیہ کو منسوخ کرے گا اور فحش روحاء سے احرام باندھ کر حج کرے گا۔ وہ یہ عقیدہ ہرگز نہیں رکھ سکتا کہ نازل ہونے والا ابن مریم تمہارا امام تمہیں میں سے ہوگا۔ لکھنے کو تو مولوی صاحب نے یہ عبارت

لکھ ہی ماری لیکن ثبوت کوئی پیش نہیں کیا اور یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ دعویٰ بلا دلیل باطل ہوتا ہے لہذا مولوی صاحب کی یہ تحریر کوئی وقعت نہیں رکھتی۔

ہم نے اوپر لکھا ہے کہ مرزا نیوں کا ترجمہ غلط ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ ان کے ترجمہ میں لفظ ”وہ“ زائد ہے جو حدیث کے کسی لفظ کا ترجمہ نہیں اور اسی بناء پر مطلب بھی غلط لیا گیا ہے پس اگر ”وہ نکال دیا جائے تو ترجمہ بھی صحیح ہو جاتا ہے اور مطلب بھی صاف نکل آتا ہے اور حدیث میں واو عاطفہ نہیں ہے بلکہ جمع کی ہے۔ دلیل اس کی حضرت جابرؓ کی روایت ہے جو یہ ہے: ”وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَيَنْزِلُ عَيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ فَيَقُولُ امِيرُهُمُ تَعَالَى صَلِّ لَنَا فَيَقُولُ لَا اِنْ بَعْضُكُمْ عَلَيَّ بَعْضُ امْرَاٍ اَكْرَمَ اللَّهُ هَذِهِ الْأَمَّةَ“ اور جابرؓ سے روایت ہے اس نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پس عیسیٰ ابن مریم نازل ہوں گے اور امیر امت (امام مہدی) ان سے کہے گا۔ آؤ ہمیں نماز پڑھاؤ پس وہ کہیں گے۔ نہیں (میں امامت نہیں کرتا) بے شک تم میں بعض امیر امام ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس امت کو بزرگی عطا فرمائی ہے۔ ﴿

(مشکوٰۃ، مترجم ج ۳ ص ۱۲۸، باب نزول عیسیٰ)

یہ حدیث مرزا قادیانی کو بھی تسلیم ہے چنانچہ لکھتے ہیں: ”حدیث میں آیا ہے کہ مسیح جو آنے والا ہے۔ وہ دوسروں کے پیچھے نماز پڑھے گا۔“ (فتاویٰ احمدیہ، جلد اول ص ۸۲)

پس اس حدیث مندرجہ بالا سے ظاہر ہے کہ جب عیسیٰ نازل ہوں گے تو وہ امام نہ ہوں گے بلکہ ان کے سوا کوئی دوسرا شخص امام ہوگا جو اس امت میں سے ہوگا اور وہ امام مہدی ہیں۔ جن کا ذکر دوسری احادیث میں بھی موجود ہے۔ گویا یہ حدیث زیر بحث حدیث کی تفسیر ہے جو ہمارے دعویٰ کی ایک زبردست دلیل ہے۔ اس سے زیر بحث حدیث کا مطلب بالکل صاف ہو جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور امام مہدی دو علیحدہ علیحدہ ہستیاں ہیں جن کی خبر حضور ﷺ نے اس حدیث میں دی ہے۔ فهو المقصود!

اب ہم آیت مذکورہ الصدر کی تفسیر حضرت ابو ہریرہؓ کے سوا دوسرے صحابہ و تابعین کے اقوال سے بیان کرتے ہیں۔

۱۔ دیکھو مشکوٰۃ باب اشراط الساعة فصل ثانی۔ خود مرزا قادیانی بھی لکھتے ہیں کہ: ”آنحضرتؐ پیش گوئی میں فرماتے ہیں کہ وہ مہدی خلق اور خلق میں میری مانند ہوگا یو اطمی اسہ واسم ابیہ اسم ابی یعنی میرے نام جیسا اس کا نام ہوگا اور میرے باپ کے نام کی طرح اس کے باپ کا نام۔“ (ازالہ اوہام طبع اول ص ۱۲۷، ۱۲۸، طبع پنجم ص ۶۵، جزائن ج ۳ ص ۱۷۵)

..... ۱ ”واخرج ابن جرير وابن ابی حاتم من طریق عن ابن عباس فی قوله ﴿وان من اهل الكتاب الا لیؤمنن به قبل موته﴾ قال قبل موت عیسیٰ ﴿ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے کئی طریقوں سے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ اس آیت میں قبل موته سے مراد قبل موت عیسیٰ علیہ السلام ہے۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مرنے سے پہلے تمام اہل کتاب ان کے ساتھ ایمان لے آئیں گے۔﴾ (درمنثور ج ۲ ص ۲۴۱ سطر ۵)

..... ۲ ”واخرج عبد بن حمید وابن المنذر عن شهر بن حوشب فی قوله:

﴿وان من اهل الكتاب الا لیؤمنن به قبل موته﴾ عن محمد بن علی بن ابی طالب هو ابن الحنفیة قال: لیس من اهل الكتاب احد الا اتته الملائكة یغربون وجهه ودبره ثم یقال یاعدو واللہ ان عیسیٰ روح اللہ وکذبت علی اللہ وزعمت انه اللہ، ان عیسیٰ لم یمت وانه رفع الی السماء وهو نازل قبل ان تقوم الساعة فلا یبقی یہودی ولا نصرانی الا امن به ﴿عبد ابن حمید نے اور ابن منذر نے شهر بن حوشب اس آیت میں وان من اهل الكتاب..... الخ حضرت محمد بن علیؓ بن ابی طالب سے جو ابن حنفیہ ہے۔ روایت کی ہے اس نے کہا اہل کتاب میں سے کوئی نہیں کہ اس کے پاس فرشتے آتے ہیں۔ اس کے منہ اور دہر پر مارتے ہیں پھر کہتے ہیں۔ اے خدا کے دشمن! بے شک عیسیٰ روح اللہ اور اس کا کلمہ ہے تو نے خدا پر جھوٹ بولا اور گمان کیا کہ وہ (عیسیٰ) اللہ ہے۔ بے شک عیسیٰ نہیں مرے اور بے شک وہ آسمان کی طرف اٹھائے گئے اور وہ قیامت سے پہلے نازل ہونے والے ہیں پس کوئی یہودی اور نصرانی باقی نہ رہے گا جو ان کے ساتھ ایمان نہ لائے۔﴾ (درمنثور ج ۲ ص ۲۴۱ سطر ۱۸ تا ۲۱)

..... ۳ ”واخرج عبدالرزاق وعبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر عن قتادة فی قوله ﴿وان من اهل الكتاب الا لیؤمنن به قبل موته﴾ قال اذا نزل امننت به الادیان کلها ویوم القيامة یکون علیهم شہیدا ﴿عبد الرزاق اور عبد بن حمید اور ابن جریر اور ابن منذر نے حضرت قتادہؓ سے اس آیت وان من اهل الكتاب..... الخ میں روایت کی ہے کہ اس نے کہا۔ جس وقت (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) نازل ہوں گے۔ ان کے ساتھ کل فرقوں کے لوگ ایمان لائیں گے اور وہ قیامت کے دن ان پر گواہ ہوں گے۔﴾

(درمنثور ج ۲ ص ۲۴۱ سطر ۲۹ تا ۳۰)

..... ۴ ”واخرج ابن جریر عن ابن زید فی قوله ﴿وان من اهل الكتاب الا

لیومنین به قبل موتہ ﴿ قال اذا انزل عیسیٰ علیہ السلام فقتل الدجال لم یبق یہودی فی الارض الا امن به ﴾ اور ابن جریر نے ابن زید سے اس آیت (وان من اهل الکتاب..... الخ) میں روایت کی ہے۔ اس نے کہا جس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے۔ پس دجال کو قتل کریں گے اور کوئی یہودی زمین میں باقی نہ ہوگا جو ان کے ساتھ ایمان نہ لائے۔ ﴿ (درمنثور ج ۵ ص ۲۴۰)

۵..... ”واخرج ابن جریر عن ابی مالک ﴿وان من اهل الکتاب الا لیؤمنن به قبل موتہ﴾ قال ذلك عند نزول عیسیٰ ابن مریم لا یبقی احد من اهل الکتاب الا امن به ﴿ابن جریر نے ابی مالک سے اس آیت وان من اهل الکتاب..... الخ) میں روایت کی ہے۔ اس نے کہا یہ عیسیٰ ابن مریم کے نزول کے وقت ہوگا۔ اہل کتاب میں سے کوئی باقی نہ رہے گا جو ان کے ساتھ ایمان نہ لائے۔ ﴿

(درمنثور ج ۵ ص ۲۴۰، ۲۴۱)

۶..... ”واخرج ابن جریر عن الحسن ﴿وان من اهل الکتاب الا لیؤمنن به قبل موتہ﴾ قال قبل موت عیسیٰ واللہ انہ الان حیّ عند اللہ ولكن اذا نزل آمنو به اجمعون ﴿ابن جریر نے حضرت حسن سے اس آیت (وان من اهل الکتاب..... الخ) میں روایت کی ہے اس نے کہا قبل موتہ سے مراد قبل موت عیسیٰ ہے اور خدا کی قسم بے شک وہ اس وقت خدا کے نزدیک زندہ ہے اور لیکن جس وقت وہ نازل ہوگا تمام لوگ اس کے ساتھ ایمان لائیں گے۔ ﴿ (درمنثور ج ۱۲ ص ۲۴)

اس قسم کی بیسیوں روایتیں ہیں جو صحابہ کرام اور تابعین عظام سے مروی ہیں اور ان سب کے درج کرنے کی اس چھوٹے سے رسالے میں گنجائش نہیں۔ اگر کئی کو زیادہ دیکھنے کی خواہش ہے تو وہ ابن جریر، درمنثور وغیرہ تفاسیر کا مطالعہ کرے۔

یہود کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ایمان لانے پر اعتراض اور اس کا جواب اعتراض..... مولوی صاحب کو اس تفسیر پر بھی اعتراض ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں: ”اور پھر یہودیوں کا حضرت عیسیٰ پر دوبارہ نزول کے وقت ایمان لانا بے معنی ہے اگر دوبارہ نزول فرض بھی کر لیا جائے تو ایمان حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر وہ لائیں گے، نہ حضرت عیسیٰ پر۔ اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے کے یہ معنی ہوتے کہ اس وقت کے نبی حضرت عیسیٰ ہوں گے۔ حالانکہ

عام عقیدہ کے مطابق بھی وہ محض مجدد ہو کر آئیں گے۔ نہ نبی ہو کر۔ پھر ان پر ایمان لانے کے کیا معنی؟“ (بیان القرآن ج ۱ ص ۵۷۹)

جواب..... مولوی صاحب کو اپنی تفسیر بالرائے پر اس قدر ناز ہے کہ جا بجا سلف صالحین کے برخلاف صفحات کے صفحات سیاہ کئے ہوئے ہیں۔ خدا جانے وہ بی۔ اے یا ایم۔ اے ڈگری یافتہ نہ تھے یا انہوں نے ایل ایل بی کا امتحان نہ دیا ہوا تھا اس لئے ان کی تفسیر قابل اعتبار نہیں ہے۔ مگر مولوی صاحب کو یاد ہونا چاہئے کہ وہ خیر القرون میں پیدا شدہ، جناب سید المرسلین کے تربیت یافتہ صحابہ کی سند حاصل کئے ہوئے۔ اگر اعتبار کے قابل نہیں تو آپ کا بیان کس طرح قابل اعتبار ہو سکتا ہے۔ درآنحالیکہ آپ ایک موٹی سی بات بھی نہیں سمجھ سکے۔ سچ ہے:

خود ستائی تو خوار کرتی ہے بھوت سر پر سوار کرتی ہے
اس سے ہوتی ہے سلب عقل سلیم مرد کو بے وقار کرتی ہے
حضرت! اگر آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ نزول تسلیم کر لیں تو ہمیں تو بڑی خوشی ہوگی اور جھگڑا ہی ختم ہو جائے گا۔ اور آپ کی تمام مشکلیں بھی حل ہو جائیں گی اور یہ تو کوئی مشکل ہی نہیں ہے۔ کہ ”عام عقیدہ کے مطابق وہ مجدد ہو کر آئیں گے۔ نہ نبی ہو کر پھر ان پر ایمان لانے کے کیا معنی؟“ اس کی مثال تو خود آپ کے گھر میں موجود ہے۔ آپ مرزا صاحب کو مسیح موعود بھی خیال کرتے ہیں اور مجدد بھی۔ اسی بناء پر آپ ان کے ساتھ بھی ایمان رکھتے ہیں۔ پس جب تمام مرزائی مرزا قادیانی کے ساتھ ایمان لانے کے باوجود مسلمان کہلانے پر اصرار کرتے ہیں اور ان کے خیال میں مرزا قادیانی کے ساتھ ایمان لانا دراصل رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہی ایمان لانا ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ایمان لانے والے لوگ کیوں مسلمان نہ کہلا سکیں گے۔ درآنحالیکہ وہ حسب فرمان جناب رسول اللہ ﷺ حقیقی مسیح موعود ہوں گے جو آنحضرت ﷺ کے خلیفہ اور جانشین ہوں گے اور ان کے ساتھ ایمان لانا دراصل رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہی ایمان لانا ہوگا۔

دوسری بات یہ ہے کہ بہ اور موقتہ کی ضمیریں بلکہ اس سے پہلی اور پچھلی آیت میں جتنی واحد غائب کی ضمیریں ہیں سب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف پھرتی ہیں اس سے کسی اور شخص کا مراد لینا جس کا ذکر یہاں نہیں ہے۔ قرآن مجید کی بلاغت اور فشاء کے خلاف ہے اور اس سے رسول اللہ ﷺ بھی مراد نہیں لئے جاسکتے۔ کیونکہ آپ کو اس آیت سے ماقبل و مابعد کی ضمیر سے

مخاطب کیا گیا ہے پس آپ کی یہ کمال خوش فہمی ہے کہ یہاں رسول خدا ﷺ کو مراولے رہے ہیں۔ امید ہے کہ آپ کی تسلی ہوگئی ہوگی اگر کچھ کسر رہ گئی تو احقر پھر خدمت کو تیار ہے۔

تیسری آیت..... یہ ہے جس سے نزول مسیح ثابت ہے: ”وانہ لعلم للساعة فلا تمترن بها واتبعون۔ هذا صراط مستقیم، ولا یصدنکم الشیطان انه لکم عدو مبین (زخرف: ۶۱، ۶۲)“ اور بے شک وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے لئے نشان ہے پس اس میں شبہ نہ کرو اور میری پیروی کرو۔ یہ راہ سیدھی ہے اور تم کو شیطان نہ روکے بے شک وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔ ﴿

اس آیت سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت سے پہلے دوبارہ تشریف لائیں گے اور ان کا تشریف لانا قیامت کی نشانی ہے۔ خدائے عظیم و خبیر کے علم میں تھا کہ کسی زمانہ میں شیطان بعض لوگوں کو اس عقیدہ سے درغلا کر گمراہ کر دے گا اس لئے اس نے اپنے نبیوں کی معرفت لوگوں کو پہلے ہی متنبہ کر دیا کہ خبردار شیطان کے بہکانے پر اس عقیدہ سے انکار نہ کرنا کیونکہ وہ تمہارا دشمن ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ: ”جھوٹے اور جھوٹے نبی اٹھ کھڑے ہوں گے اور ایسے بڑے نشان اور عجیب کام دکھائیں گے کہ اگر ممکن ہو تو ہرگز یہودیوں کو بھی گمراہ کر لیں۔ دیکھو میں نے پہلے ہی تم سے کہہ دیا ہے۔“ (متی، باب ۲۴، آیت ۲۴، ۲۵، مرقس، باب ۱۳، آیت ۲۲، ۲۳) اور آپ نے دوبارہ آنے کی خبر اس طرح دی تھی: ”اور فوراً ان دنوں کی مصیبت کے بعد سورج تاریک ہو جائے گا اور چاند اپنی روشنی نہ دے گا اور ستارے آسمان سے گریں گے اور آسمانوں کی قوتیں ہلائی جائیں گی اور اس وقت ابن آدم کا نشان آسمان پر دکھائی دے گا اور اس وقت زمین کی ساری قومیں چھاتی پیٹیں گی اور اس آدم کو بڑی قدرت اور جلال کے ساتھ آسمان کے بادلوں پر آئے دیکھیں گے۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب یہ باتیں نہ ہوں یہ نسل ہرگز تمام نہ ہوگی۔ آسمان اور زمین ٹل جائیں گے۔ لیکن میری باتیں ہرگز نہ ٹلیں گی۔ لیکن اس دن اور اس گھڑی کی بابت کوئی نہیں جانتا نہ آسمان کے فرشتے نہ بیٹا مگر صرف باپ۔“

(متی، باب ۲۴، آیت ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، مرقس، باب ۱۳، آیت ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵)

اس کے بعد اب قرآن مجید نے دوبارہ صراحت کر دی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ تشریف لانا حق ہے۔ شیطان کا دھوکہ نہ کھانا پس اگر کوئی اب بھی نہ سمجھے تو اس کی مرضی۔ اس آیت کی تفسیر آثار صحابہ سے بھی اس طرح مروی ہے۔ چنانچہ درمنثور میں ہے:

..... ۱ ”اخرج الغریابی وسعيد بن منصور ومسود وعبد بن حميد وابن ابی حاتم والطبرانی من طرق عن ابن عباس في قوله ﴿وانه لعلم للساعة﴾ قال خروج عيسى قبل يوم القيامة“ ﴿حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے۔ آپ نے کہا: (وانه لعلم للساعة) کا مطلب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قیامت سے پہلے خروج ہے۔﴾ (درمنثور ج ۶ ص ۲۱)

..... ۲ ”واخرج عبد بن حميد وابن جرير عن مجاهد ﴿وانه لعلم للساعة﴾ قال اية للساعة خروج عيسى بن مريم قبل يوم القيامة“ ﴿مجاہد نے (وانه لعلم للساعة) کی یہ تفسیر کی ہے۔ کہا قیامت سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم کا خروج قیامت کی نشانی ہے۔﴾ (درمنثور ج ۶ ص ۲۰ ط ۳۲)

..... ۳ ”عبد بن حميد وابن جرير عن الحسن (وانه لعلم للساعة) قال نزول عيسى“ ﴿حضرت حسنؓ سے روایت ہے کہ اس آیت سے مراد نزول عیسیٰ ہے۔﴾ (درمنثور، حوالہ مذکور ص ۲۳)

..... ۴ ”واخرج عبدالرزاق وعبد بن حميد وابن جرير عن قتاده ﴿وانه لعلم للساعة﴾ قال نزول عيسى علم الساعة“ ﴿حضرت قتادہؓ سے روایت ہے کہ نزول عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے لئے نشانی ہے۔﴾ (درمنثور ج ۶ ص ۲۱ ط ۳۲)

اس قسم کی اور بھی بہت روایات ہیں مگر ”مشت از خوارے“ اس قدر کافی ہیں۔ شکر ہے کہ مولوی محمد علی صاحب اس آیت پر کوئی خاص اعتراض نہیں کر سکے۔ بلکہ تسلیم کرتے ہیں کہ ”انہ“ میں ضمیر حضرت ابن عباس اور بعض مفسرین کے نزدیک ابن مریم کی طرف جاتی ہے۔ ”اور“ حضرت عیسیٰ کو ساعت کے لئے نشان تو کہا جاسکتا ہے خواہ نزول عیسیٰ ہی مراد ہو۔“ مگر آخر کار اپنی عادت سے مجبور ہو کر جوش تحریر میں نوک قلم کا ایک کچھو کا گاہی گئے کہ ”قیامت کے نشانوں میں اگر ہے تو نزول عیسیٰ ہے نہ خود عیسیٰ۔ مگر یہاں ذکر نزول عیسیٰ کا نہیں بلکہ عیسیٰ کا ہے۔ ہم قرآن شریف میں اپنی طرف سے یہ نہیں بڑھا سکتے۔ کہ عیسیٰ سے مراد نزول عیسیٰ سے لیں۔

(بیان القرآن، ج ۳ ص ۱۶۸۶)

کسی نے صحیح کہا ہے۔

نیش کڑم نہ از پنے کین است
مکھنای طبعش اس است

مولوی صاحب کو جب تسلیم ہے کہ حضرت عیسیٰ کو ساعت کے لئے نشان کہا جاسکتا ہے اور یہ بھی آپ مانتے ہیں کہ نزول عیسیٰ قیامت کے نشانوں میں سے ہے تو پھر انکار کس بات کا؟ رہا یہ امر کہ ساعت کا معنی قیامت ہے یا نہیں؟ سو یہ بھی آپ کو نوٹ ۹۳۱ میں تسلیم ہے کہ ساعت کا معنی قیامت ہے اور خاص اسی نوٹ کے اخیر میں انہوں نے یہ حدیث لکھی ہے۔ انا والساعة کھاتین اس میں بھی ساعت کا معنی قیامت ہی تسلیم کیا ہے تو پھر آپ کی زبانی فیصلہ ہو گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول قیامت کے نشانوں میں سے ہے اور یہی مفسرین کرام نے بھی لکھا ہے۔ والحمد لله على ذلك!

چونکہ آیت..... یہ ہے جس سے حضرت عیسیٰ کا دوبارہ تشریف لانا ثابت ہے: ”هو الذي ارسل رسوله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله ولو كره المشركون (صف: ۹۰)“ وہ ہے وہ خدا جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تا کہ اس کو تمام دینوں پر غالب کرے اگرچہ مشرک ناخوش ہوں۔ ﴿

اس آیت سے بھی مفسرین کرام نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ آنے پر استدلال کیا ہے مگر مرزا یوں پر اتمام حجت کے لئے مرزا قادیانی کی مایہ ناز کتاب ”براہین احمدیہ“ سے تفسیر پیش کرتے ہیں۔ ”یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیش گوئی ہے اور جس غلبہ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے۔ وہ غلبہ مسیح کے ذریعے سے ظہور میں آئے گا اور جب حضرت مسیح دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا۔ (براہین احمدیہ ج ۳ ص ۴۹۸، ۴۹۹ حاشیہ، خزائن ج ۱ ص ۵۹۳) پانچویں آیت: یہ ہے جو مرزا قادیانی نے حضرت مسیح کے دوبارہ تشریف لانے کے

متعلق پیش کی ہے: عسى ربكم ان يرحم عليكم وان عدتم عدنا وجعلنا جهنم للكافرين حصيرا۔ خدا تعالیٰ کا ارادہ اس بات کی طرف متوجہ ہے جو تم پر رحم کرے اور اگر تم نے گناہ اور سرکشی کی طرف رجوع کیا تو ہم بھی سزا اور عقوبت کی طرف رجوع کریں گے اور ہم نے جہنم کو کافروں کے لئے قید خانہ بنا رکھا ہے۔ یہ آیت اس مقام میں حضرت مسیح کے جلالی طور پر (نازل) ہونے کا ظاہر اشارہ ہے۔ یعنی اگر طریق رفیق اور نرمی اور لطف احسان کو قبول نہیں کریں گے۔ اور حق محض جو دلائل واضح اور آیات بینہ سے مکمل گیا ہے۔ اس سے سرکش رہیں گے تو وہ زمانہ بھی آنے والا ہے کہ جب خدا تعالیٰ مجرمین کے لئے شدت اور عصف اور قہر اور سختی کو استعمال میں لائے گا اور حضرت مسیح علیہ السلام نہایت جلالت کے ساتھ دنیا پر اتریں گے۔ اور تمام راہوں اور

سڑکوں کو خس و خاشاک سے صاف کر دیں گے اور کج ناراست کا نام و نشان نہ رہے گا۔ اور جلال الہی گمراہی کے ختم کو اپنی تجلی قہری سے نیست و نابود کر دے گا۔

(براین احمدیہ ج ۳ ص ۵۰۵ حاشیہ، خزائن ج ۱ ص ۶۰۲ حاشیہ)

اب ان حوالوں کے بعد دوسرا کوئی ثبوت بہم پہنچانے کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی جبکہ مرزا قادیانی خود تسلیم کر چکے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے اور تمام راہوں اور سڑکوں خس و خاشاک سے صاف کر دیں گے۔ مگر ممکن ہے کہ کوئی منپلا مرزائی یہ کہہ دے کہ مرزا قادیانی نے اس عقیدہ سے رجوع کر لیا تھا۔ جیسا کہ وہ خود لکھتے ہیں: ”میں نے براہین میں جو کچھ مسیح ابن مریم کے دوبارہ دنیا میں آنے کا ذکر لکھا ہے وہ صرف ایک مشہور عقیدہ کے لحاظ سے ہے جس کی طرف آج کل ہمارے مسلمان بھائیوں کے خیالات جھٹکے ہوئے ہیں۔“ (ازالہ اوہام ص ۸۳، خزائن ج ۳ ص ۱۹۶)

سوا کا پہلا جواب تو یہ ہے کہ مرزا قادیانی کا یہی بیان ان کے اسلامی عقیدہ کو چھوڑنے اور نئے مذہب کی بنیاد رکھنے پر دلالت کرتا ہے۔ چنانچہ وہ خود اس کی تصریح مندرجہ ذیل الفاظ میں کرتے ہیں۔ ”یہ بیان جو براہین میں درج ہو چکا ہے۔ صرف اس سرسری بیرونی کی وجہ سے ہے جو ملہم کو قبل از انکشاف اصل حقیقت اپنے نبی کے آثار مرویہ کے لحاظ سے لازم ہے۔ کیونکہ جو لوگ خدا تعالیٰ سے الہام پاتے ہیں وہ بغیر بلائے نہیں بولتے اور بغیر سمجھائے نہیں سمجھتے اور بغیر فرمائے کوئی دعویٰ نہیں کرتے اور اپنی طرف سے کوئی دلیری نہیں کرتے۔ اسی وجہ سے ہمارے نبی ﷺ پر جب تک خدا تعالیٰ کی طرف بعض عبادات کے ادا کرنے کے بارے میں وحی نازل نہیں ہوتی تھی، تب تک اہل کتاب کی سنن دینیہ پر قدم مارنا بہتر جانتے تھے اور بروقت نزول وحی اور دریافت اصل حقیقت کے اس کو چھوڑ دیتے تھے۔ سوا اسی لحاظ سے حضرت مسیح ابن مریم کی نسبت اپنی طرف سے کوئی بحث نہیں کی گئی تھی۔ اب جو خدا تعالیٰ نے حقیقت امر کو اس عاجز پر ظاہر فرمایا تو عام طور پر اس کا اعلان از بس ضروری تھا۔“ (ازالہ اوہام ص ۸۳، خزائن ج ۳ ص ۱۹۷)

اس عبارت سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوتے ہیں:

۱..... حضرت مسیح علیہ السلام کا دوبارہ آنے کا عقیدہ جو براہین میں مرزا قادیانی نے لکھا تھا وہ اپنے نبی کے آثار مرویہ کے لحاظ سے تھا۔

۲..... حضرت مسیح علیہ السلام کا دوبارہ تشریف لانا آثار نبویہ سے ثابت ہے۔

۳..... جس طرح حضور ﷺ نے اپنے مولا کریم سے وحی پا کر اپنے پہلے انبیاء کی سنت کو چھوڑ

دیتے تھے۔ اسی طرح مرزا قادیانی نے اپنے رب ”عاجؑ“ سے الہام پا کر حضور ﷺ کے فرمائے ہوئے عقائد کو چھوڑ دیا۔ بس جھگڑا ہی ختم۔ حیرانگی کی بات ہے کہ مرزائی کس منہ سے کہا کرتے ہیں کہ مرزا قادیانی کوئی نئی شریعت نہیں لائے۔ اگلی شریعت میں انہوں نے کوئی کئی بیشی نہیں کی۔

دوسرا جواب..... یہ ہے کہ مرزا قادیانی کا یہ لکھنا کہ براہین میں جو کچھ آنجناب نے لکھا ہے وہ قرآن شریف کی آیات سے استدلال کر کے لکھا ہے اور ازالہ میں جو کچھ لکھا ہے۔ وہ صرف زبانی جمع خرچ ہے۔ اب قرآن مجید کی آیت کو ”مشہور عقیدہ“ کہہ کر ترک کرنا اور اپنے اوہام باطلہ پر عمل کرنا مرزا قادیانی کی ہی شان ہے۔ مسلمان تو کوئی اسے تسلیم نہیں کر سکتا۔

تیسرا جواب..... یہ ہے کہ مرزا قادیانی کا براہین کے مضامین کو سرسری کہنا بھی محض دھوکا ہے۔ جس سے ناواقفوں کی نظر میں خاک جھونکنا مطلوب ہے۔ یا ”دروغ گو را حافظہ نباشد“ کا معاملہ ہے کیونکہ ”براہین احمدیہ“ ایک ایسی کتاب ہے جس کی صحت اور صداقت کے متعلق مرزا قادیانی کو بڑا ناز تھا اور اس کی نسبت وہ بہت کچھ لکھ چکے ہیں چنانچہ:

..... سب سے اول انہوں نے اشتہار انعامی دس ہزار شائع کیا۔ جس کا ٹکس ابتدائی سطور میں یوں ہے۔ ”انعامی دس ہزار روپیہ ان سب لوگوں کے لئے جو مشارکت اپنی کتاب کی فرقان مجید سے ان دلائل اور براہین حقانیہ میں جو فرقان مجید سے ہم نے لکھی ثابت کر دکھائیں یا اگر کتاب الہامی کی ان دلائل کے پیش کرنے سے قطعاً عاجز ہونے کا اپنی کتاب میں اقرار کر کے ہمارے ہی دلائل کو نمبر وار توڑ دیں۔“ (براہین احمدیہ ص ۷۱، خزائن ج ۱ ص ۴۴)

۲..... لکھتے ہیں۔ ”کہ اس کتاب میں وہ تمام صداقتیں مرقوم ہیں۔ جن پر اصول علم دین کے مشتمل ہیں اور وہ تمام حقائق عالیہ کہ جن کی ہیئت اجتماعی کا نام اسلام ہے۔ وہ سب اس میں مرقوم ہیں۔“ (براہین احمدیہ ص ۱۳۶، خزائن ج ۱ ص ۱۲۹)

۳..... لکھتے ہیں ”کہ یہ کتاب قرآن شریف کے دقائق اور حقائق اور اس کے اسرار عالیہ اور اس کے علم حکمیہ اور اس کے اعلیٰ فلسفہ ظاہر کرنے کے لئے ایک عالی بیان تفسیر ہے۔“

(براہین احمدیہ ص ۱۳۷، خزائن ج ۱ ص ۱۳۰)

۴..... لکھتے ہیں: ”جناب خاتم الانبیاء ﷺ کو خواب میں دیکھا اور اس وقت اس عاجز کے ہاتھ میں ایک دینی کتاب تھی کہ جو خود اس عاجز کی تالیف معلوم ہوتی تھی۔ آنحضرت ﷺ نے اس

۱۔ مرزا قادیانی لکھتے ہیں: رہنما عاج اور اس کا ترجمہ ”ہمارا رب عاجی ہے۔“

(براہین احمدیہ ص ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، خزائن ج ۱ ص ۶۶۳)

کتاب کو دیکھ کر عربی زبان میں پوچھا کہ تو نے اس کتاب کا کیا نام رکھا ہے؟ خاکسار نے عرض کیا کہ اس کا نام میں نے قطبی رکھا ہے۔ جس نام کی تعبیر اب اس اشتہاری کتاب کی تالیف ہونے پر یہ کھلی کہ وہ ایک ایسی کتاب ہے کہ جو قطب ستارہ کی طرح غیر متزلزل اور مستحکم ہے۔ جس کے کامل استحکام کو پیش کر کے دس ہزار روپیہ کا اشتہار دیا گیا ہے۔“

(براہین احمدیہ ص ۲۴۸ حاشیہ، خزائن ج ۱ ص ۲۷۵)

۵..... لکھتے ہیں: ”اب اس کتاب کا متولی اور مہتمم ظاہر و باطن حضرت رب العالمین ہے اور کچھ معلوم نہیں کہ کسی اندازہ اور مقدار تک اس کو پہنچانے کا ارادہ ہے اور کچھ تو یہ ہے کہ جس قدر اس نے جلد چہارم تک انوار حقیقت اسلام کے ظاہر کئے ہیں۔ یہ بھی اتمام حجت کے لئے کافی ہیں۔“

(براہین احمدیہ، ناسخ صحیفہ اخیر، خزائن ج ۱ ص ۶۷۲)

عبارت مندرجہ بالا سے صاف طور پر ظاہر ہے کہ:

۱..... براہین الہامی کتاب ہے جو قرآن شریف کی عالی بیان تفسیر ہے اور غیر متزلزل اور مستحکم ہے۔

۲..... اس کا متولی اور مہتمم ظاہر و باطن اللہ ہے اور

۳..... اس کے مضامین اتمام حجت کے لئے کافی ہیں۔

پس حضرت مسیح علیہ السلام کا دوبارہ تشریف لانا جو اس کتاب میں درج ہے۔ وہ الہامی ہے۔ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اتمام حجت کے لئے کافی ہے۔ بس فیصلہ شد:

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں

زیلخانے کیا خود پاک دامن ماہ کنہاں کا

سوال ششم..... امت مسلمہ میں باب نبوت مسدود ہو جانا تسلیم کر لیا جائے تو کیا آنحضرت کے رحمۃ للعالمین ہونے اور اس امت کے خیر الام ہونے پر زور نہیں پڑتی؟

جواب..... اس کا جواب شبہ نمبر ۲ میں پر گزر چکا ہے۔

سوال ہفتم..... کیا مجدد وقت یا امام زمان کا باننا اور پہچاننا رکن ایمان ہے اور اس کے بغیر نجات نہیں ہو سکتی؟

جواب..... امام زمان مجدد وقت کا ماننا رکن ایمان نہیں ہے۔ کیونکہ امام نبی نہیں ہوتا۔ (مصل منقول دم ص ۱۹) کہ اس کا انکار کفر ہوا اور مجدد بھی نبی نہیں ہوتا کہ اس کا منکر کافر ہو اور نہ کسی امام اور مجدد نے اپنے انکار کی وجہ سے کسی کو کافر کہا ہے۔

جن حدیثوں کی بناء پر یہ سوال کیا گیا ہے۔ ان کا مطلب بیان کرنے سے پہلے یہ بتانا

ضروری معلوم ہوتا ہے کہ امام اور مجدد کسے کہتے ہیں؟ پس جاننا چاہئے کہ:

امام کی تعریف..... امام کی تعریف یہ ہے: ”الامام الموعود به انساناً كانا يقتدى بقوله او فعله او كتاباً“ (مفردات امام راغب مطبوعہ مصر ۲۲)

﴿(از مولوی محمد علی صاحب) امام وہ ہے جس کی پیروی کی جائے خواہ انسان ہو۔ جس کے قول یا فعل کی پیروی ہو، یا کتاب۔﴾ (بیان القرآن ج ۱ ص ۱۱۲ نوٹ ۱۵۵) امام کی جمع آئمہ ہے۔ ﴿اس تعریف سے معلوم ہوا کہ امام کی دو صورتیں ہیں۔ امام بصورت انسان اور امام بصورت کتاب۔ امام بصورت انسان کی دو قسمیں ہیں۔ امام حق اور امام باطل امام حق وہ ہیں جو نیکی کی ہدایت کرتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: ”وجعلناهم ائمة يهدون بامرنا واوحينا اليهم فعل الخيرات واقام الصلاة وابتاء الزكاة وكانوا لنا عابدين (انبیاء: ۷۳)“ اور ہم نے انہیں امام بنایا وہ ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے اور ہم نے ان کی طرف نیک کام کرنے کی اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے کی وحی کی اور وہ ہماری عبادت کرنے والے تھے۔“

امام باطل وہ ہیں جو گمراہی کی طرف لے جاتے ہیں جیسا کہ اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا: ”وجعلناهم ائمة يدعون الى النار ويوم القيامة لا ينصرون (قصص: ۴۱)“ ﴿اور ہم نے انہیں امام بنایا جو آگ کی طرف بلاتے ہیں اور قیامت کے دن انہیں مدد نہیں دی جائے گی۔﴾ امامت کی پھر دو قسمیں ہیں۔

۱..... امامت خاص اور

۲..... امامت عام

اول..... امامت خاص جسے امامت کبریٰ بھی کہتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کو عطاء کی گئی جیسا کہ خدا تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو فرمایا تھا: ”انسی جاعلك للناس اماماً (بقرة: ۱۲۴)“ یعنی ”میں ضرور تجھے لوگوں کے لئے امام بنانے والا ہوں۔“

اس امامت کے لئے دعویٰ کی بھی ضرورت ہے اور اس کا ماننا بھی فرض ہے۔ کیونکہ یہ امامت دراصل نبوت ہی ہے اور نبوت پر ایمان لانا فرض اور اس کا انکار کرنا کفر ہے۔ مگر چونکہ جناب رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ آپ کے ساتھ ہر قسم کی نبوت اور رسالت ختم ہو چکی ہے۔ اس لئے اب نہ امامت کبریٰ کا وجود باقی ہے اور نہ اس کے دعویٰ کی گنجائش ہے بلکہ اب اگر کوئی

فخص اس امامت (نبوت) کا دعویٰ کرے توہ جھوٹا ہے۔

دوم..... امامت عام جس کو امامت صغریٰ بھی کہتے ہیں۔ یہ اس امت مرحومہ میں جاری ہے جو خدا تعالیٰ کے نیک بندوں کو عطا ہوتی ہے۔ جیسا کہ قرآن شریف میں ہے: ”وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ اِمَامًا (فرقان: ۷۴)“ اور وہ جو کہتے ہیں: اے ہمارے رب ہمیں اپنی بیویوں سے اور اپنی اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں متقیوں کا امام بنا۔

اس امامت میں نہ کسی دعویٰ کی ضرورت ہے اور نہ کچھ بننے کی حاجت نہ یہ رکن ایمان ہے اور نہ اس کا انکار کفر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امت میں اگرچہ بہت سے امام ہو گزرے ہیں مگر نہ کسی نے امامت کا دعویٰ کیا ہے اور نہ اپنے انکار کی وجہ سے کسی کو کافر کہا ہے۔ لوگوں نے خود بخود بخود ان کی اسلامی کارگزاری اور دینی خدمات سے متاثر ہو کر اور ان میں امامت کے آثار پا کر ان کو امام تسلیم کیا ہے اور ان کی پیروی اور تابعداری کو اپنا فرض سمجھا ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ حضرت امام مہدی بھی خود بخود اپنی امامت و مہدویت کا دعویٰ نہیں کریں گے بلکہ لوگ خود انہیں تلاش کر کے ان کی جبراً و کرہاً بیعت کریں گے۔ چنانچہ کتابوں میں قیامت کی علامتوں کے عنوان سے یہ بھی لکھا ہے کہ ”بقیۃ السلف مسلمان مدینہ منورہ چلے آئیں گے۔ عیسائیوں کی حکومت خیر تک جو مدینہ منورہ سے قریب ہے۔“ پہنچ جائے گی اس وقت مسلمان اس تجسس میں ہوں گے کہ حضرت امام مہدی کو تلاش کرنا چاہئے تاکہ ان کے مصائب کے دفعیہ کا موجب ہوں اور دشمن کے پنجہ سے نجات دلائیں۔ حضرت امام مہدی اس وقت مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہوں گے۔ مگر اس بات کے ڈر سے کہ مبادا لوگ مجھ جیسے ضعیف کو اس عظیم الشان کام کی انجام دہی کی تکلیف دیں مکہ معظمہ چلے آئیں گے۔ اس زمانہ کے اولیاء کرام و ابدال عظام آپ کو تلاش کریں گے۔ بعض آدمی مہدویت کے جھوٹے دعوے کریں گے۔ اور اس اثناء میں کہ مہدی رکن و مقام ابراہیم کے درمیان خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوں گے۔ آدمیوں کی ایک جماعت آپ کو پہچان لے گی اور جبراً و کرہاً آپ سے بیعت کر لے گی۔“ (علامات قیامت ص ۵)

اصل حدیث کے الفاظ یہ ہیں: ”عن ام سلمة عن النبی ﷺ قال اختلاف

عند موت خلیفۃ فیخرج رجل من اهل المدينة هارباً الی مكة فیاتہ ناس من اهل مكة فیخرجونه وهو کارہ فیبایعونہ بین الرکن والمقام..... الخ“

(مکتوبات ابی ابراہیم، فصل دوم)

﴿حضرت ام سلمہؓ نے جناب رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا: خلیفہ (بادشاہ وقت) کے مرنے سے اختلاف واقع ہوگا پس انہیں مدینہ سے ایک آدمی (امام مہدی) نکلے گا جو مکہ کی طرف بھاگنے والا ہوگا پس اہل مکہ سے لوگ اس کے پاس آئیں گے اور اس کو (امامت و خلافت کیلئے) مقرر کریں گے اور وہ مجبور ہوگا پس لوگ حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان اس کی بیعت کریں گے۔﴾

پس معلوم ہوا کہ اس امامت کے لئے کسی دعویٰ کی ضرورت نہیں ہے اور جو دعویٰ کرتا ہے وہ الحج میں جلتا ہے اور غلطی کرتا ہے۔ اکثر علمائے کرام و فضلاء عظام جو مسجدوں میں امام اور مقتدائے امام ہیں اور موجب ہدایت عوام ہر صبح و شام ہیں۔ امامت کے اس شعبہ سے فائز الہام ہیں جو دینی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ (فالحمد لله على ذلك)

ربا بصورت کتاب امام ہونا۔ سو پہلے تو تورات امام تھی۔ جیسا کہ خداوند کریم نے ارشاد فرمایا ہے: ”وَمَنْ قَبْلَهُ كَتَبَ مُوسَىٰ أَمَامًا وَرَحْمَةً (ہود: ۱۸، احقاف: ۱۲)“ ترجمہ: اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب امام و رحمت تھی۔

لیکن اب قرآن شریف امام ہے: ”وَنَزَّلَ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ (بنی اسرائیل: ۸۲)“

جس طرح امامت کبریٰ میں انبیاء علیہم السلام شامل ہیں اسی طرح یہ کتابیں بھی شامل ہیں اور جس طرح انبیاء پر ایمان لانا فرض اور ان کا انکار کفر ہے اسی طرح ان کتابوں پر ایمان لانا فرض اور ان کا نہ ماننا کفر ہے۔ مگر جس طرح آنحضرت ﷺ خاتم الانبیاء ہیں اس طرح قرآن مجید خاتم الکتاب السماوی ہے۔

اب حدیث کا مطلب سنو حضور نے ارشاد فرمایا ہے: ”مَنْ لَمْ يَعْرِفْ إِمَامَ زَمَانِهِ فَقَدْ مَاتَ مِيتَةَ الْجَاهِلِيَّةِ“ یعنی جس شخص نے اپنے زمانہ کے امام کو نہ پہچانا اور مر گیا وہ جاہلیت کی موت مرا۔ یہ ارشاد نہایت بجا اور درست ہے۔

اس کی پہلی صورت یہ ہے کہ امامت کبریٰ کے لحاظ سے ہمارے لئے امام زمانہ بصورت انسان آنحضرت ﷺ ہیں اور بصورت کتاب قرآن مجید جیسا کہ پہلے ثابت ہو چکا ہے اور ان کی امامت کا زمانہ قیامت تک وسیع ہے پس جس شخص نے ان کو نہ پہچانا اور ان کی پیروی نہ کی اور مر گیا تو بے شک وہ جہالت کی موت مرا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ امامت صغریٰ کے لحاظ سے امامان حق پہلے بھی بہت سے

ہو گزرے ہیں جو نہایت کوشش اور سرگرمی سے دینی خدمات انجام دیتے رہے ہیں اور آئندہ بھی ہوتے رہیں گے جو احیائے سنت کا کام کرتے رہیں گے اور امامان باطل بھی ہوتے رہیں گے جو لوگوں کو پھنسانے اور گمراہ کرنے کے لئے کئی طرح کے خوش نما جال بچھاتے رہے اور بچھاتے رہیں گے۔ پس جس شخص نے امام حق اور امام باطل میں تمیز نہ کی اور بلا تمیز باطل کے بچے میں گرفتار ہوا اور مر گیا تو بے شک وہ جہالت کی موت مرا۔ مولانا رومؒ نے اس حدیث کے مطابق ارشاد فرمایا ہے۔

اے بسا اہلیس آدم روئے ہست

پس بہر دستے نباید داد دست

یعنی اے مخاطب! بہت سے اہلیس انسان کی صورت ہیں۔ اس لئے ہر کسی کے ہاتھ میں (بلا سوچے سمجھے) ہاتھ نہیں دینا چاہئے۔ سو الحمد للہ کہ اہل سنت والجماعت آنحضرت ﷺ کو امام زمان اور امام الاثنیاء مانتے ہیں۔

امام رسل پیشوائے سبیل

امین خدا مہبط جبرائیل

اور امت کے تمام امامان حق کی دینی خدمات اور اسلامی کارگزاری کا صدق دل سے اعتراف کرتے ہوئے ان کے حق میں دعائے مغفرت اور خدا تعالیٰ کی رحمت کے خواستگار ہیں۔

آن اماماں کہ کردند اجتہاد

رحمت حق بر مردان جملہ باد

اور امامان باطل کی تمیز کر کے ان کی عیاریوں اور مکاریوں سے خود بھی بچتے ہیں اور دوسروں کو بھی متنبہ کر کے بچانے کی کوشش کرتے ہیں۔

ایں سعادت بزور بازو نیست

تانه بخشد خدائے بخشنده

مجدد کی بحث

اب مجدد کی بابت سنو: جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ”ان اللہ عزوجل یبعث لہذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنة من یجدد لہا دینہا“ یعنی بے شک اللہ تعالیٰ عزوجل اس امت میں ہر صدی کے سر پر ایسا شخص بھیجے گا جو اس کے لئے اس کے دین کو تازہ کرے۔ ﴿

اس حدیث سے یہ تو ثابت ہے کہ اس امت میں مجدد پیدا ہوں گے۔ مگر یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ان کے لئے دعویٰ کرنا بھی ضروری ہے۔ اور ان کا انکار کفر ہے۔ بلکہ مجدد کو بلا دعویٰ خاموشی کے ساتھ اپنا کام کرنا چاہئے۔ یہاں تک کہ لوگ خود بخود اس کے مجدد ہونے کا انکار نہ کریں چنانچہ: ”حج الکرامہ“ میں ہے: ”و معلوم نمی شود این مجدد بغلبہ ظن معاصرین دالہ از اہل علم و بقرائن و احوال و انتفاع بعلم او“ یعنی معلوم نہ ہو کہ یہ مجدد ہے۔ مگر اس کے زمانہ کے علماء اور قرائن اور احوال اور اس کے علم سے نفع پہنچنے سے (اس کے مجدد ہونے کا) گمان کریں۔ (حج الکرامہ ص ۱۳۳)

نیز حدیث میں من کا لفظ عام ہے۔ جس کا یہ مطلب ہے کہ جو شخص بھی دین کو تازہ کرے گا۔ وہ ہی مجدد ہے۔ اس میں کسی زید بکر کی تخصیص نہیں۔ چنانچہ حج الکرامہ، ص ۱۳۳ میں مزید ہے: ”پس ہر عالم دیندار خدا پرست و ہر امیر عادل حق دولت کہ احیائے سنن و امامت بدع فرماید و مردم را بسوئے عمل کتاب عزیز و سنت مطہرہ کشد از تمسک محدثات و تعامل منکرات و بدعات باز دارد خدا تعالیٰ بردست او دلہائے مردہ را زندہ کند و گوشہائے کورا شنواد و چشمہائے کور را بینا سازد و طریقہ مرضیہ سلف صلحاء آئمہ ہدی را رواج رونق بخشد و مجدد دین نبوی و محی سنت مصطفوی است“ (یعنی ہر ایک دین دار خدا پرست عالم اور ہر ایک عادل حق دوست امیر جو سنت کو زندہ اور بدعت کو مردہ کرے اور لوگوں کو کتاب اللہ و سنت رسول اللہ پر عمل کرنے کی طرف کھینچے اور نئی باتوں کو پکڑنے اور نئی باتوں پر عمل کرنے سے منع کرے اور خدا تعالیٰ اس کے ہاتھ پر مردہ دلوں کو زندہ کرے اور بہرے کانوں کو سننے والے اور اندھی آنکھوں کو دیکھنے والی بنائے اور اگلے بزرگوں اور اماموں کے طریقوں کو رواج اور رونق بخشنے وہ دین نبوی کا مجدد اور سنت مصطفوی کا زندہ کرنے والا ہے۔)

نیز من کا لفظ واحد کے لئے بھی آتا ہے اور جمع کے لئے بھی اس لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ مجدد صرف ایک ہی ہو بلکہ ایک وقت میں اور ایک ہی ملک میں بہت سے مجدد ہو سکتے ہیں اور یہ مرزائیوں کو بھی تسلیم ہے۔ (ملاحظہ ہو غسل مصفی جلد اول ص ۱۵۶)

حاصل کلام: امام کی طرح مجدد کے لئے بھی نہ کسی دعویٰ کی ضرورت ہے اور نہ اظہار کی ضرورت بلکہ اس کے علوم ظاہری و باطنی میں کامل و مکمل ہونے اور جامہ سنت و قانع بدعت ہونے کی ضرورت ہے۔ چنانچہ نواب صاحب موصوف لکھتے ہیں: ”ولا بد است کہ عالم باشد

بعلوم دینیہ ظاہرہ و باطنہ و ناصر سنت و قانع بدعت بود ” یعنی مجدد کے لئے ضروری ہے کہ وہ علوم دینیہ ظاہرہ و باطنہ کا عالم اور سنت کا مددگار اور بدعت کو دور کرنے والا ہو۔ (حج الکرامہ ص ۱۳۳)

کہنے کو تو مرزا قادیانی بھی کہتے ہیں کہ ”میں مجدد ہوں۔“ (ازالہ اوہام ص ۶۸، خزائن ج ۳ ص ۱۷۹) مگر صرف زبانی دعویٰ کوئی وقعت نہیں رکھتا تا وقتیکہ کوئی کام کر کے نہ دکھایا جائے۔ ہم نے جہاں تک مرزا قادیانی کی تعلیمات اور تصنیفات کو دیکھا ان میں احیائے سنت اور امارت بدعت کا نام و نشان نہیں پایا۔ ہاں اپنی امامت، مجددیت، مہدویت، عیسویت، نبوت، اور الوہیت کا جابجا راگ گایا ہے جو مرزائیوں کے سوا اہل علم اور طالبان حق کی نظر میں کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ کیونکہ اس سے دین کو کوئی تقویت نہیں پہنچی بلکہ رخنہ اندازی اور تفرقہ بازی پیدا ہوئی ہے۔

اگر مرزائی صاحبان ضد اور تعصب سے علیحدہ ہو کر منصفانہ طور پر غور کریں تو یقیناً وہ اسی نتیجہ پر نکلیں گے۔ لیکن اگر کسی مرزائی کو مرزا قادیانی کی حسن عقیدت کی بناء پر ہماری تحریر غلط معلوم ہو تو وہ مرزا قادیانی کی کوئی ایسی کتاب پیش کرے جو ان کے دعاوی کے بغیر محض دینی علوم پر مشتمل ہو۔ جس سے سنت کی تائید اور بدعت کی تردید کی گئی ہو تو ہم اپنی تحریر واپس لے لیں گے اور اس شخص کو انعام دیں گے۔

یاد دوسری صورت میں گزشتہ تیرہ سو سال کے مجددین میں سے چند مجددوں کی ایسی تصانیف پیش کرے یا ان کا نام بتا دے جس میں انہوں نے مرزا قادیانی کی طرح اپنی ہی بڑائی کا اظہار کیا ہو اور انبیاء کی توہین کرنے کے علاوہ اپنے منکرین کو کافر، دجال، حرام زادے، ذریۃ البغایا وغیرہ ناجائز اور نامناسب الفاظ سے مخاطب کیا ہو تو بھی ہم انعام دینے کو تیار ہیں۔

اور اگر مرزائی یہ دونوں کام نہ کر سکیں اور انشاء اللہ تعالیٰ ہرگز نہ کر سکیں گے۔ ”ولو کان بعضهم لبعض ظہیرا“ تو خدا تعالیٰ کے خوف اور عاقبت کے فکر سے مرزائیت کو ترک کر کے جناب سرور کائنات و خرموجودات ﷺ کا دامن پکڑیں۔ تاکہ انجام بخیر ہو۔

من آنچہ شرط بلاغ است باتو میگوئم

تو خواہ ازاں پسند گیر خواہ ملال

سوال ہفتم..... حضرت مسیح موعود کو مجدد ماننے سے آپ کے خیال میں ایمان پر کیا زبردستی ہے؟

جواب..... حضرت مسیح موعود کو مجدد ماننے سے ایمان پر کوئی زد نہیں پڑتی بلکہ ایمان تازہ ہوتا ہے۔ بشرطیکہ وہی مسیح موعود ہوں جن کے نزول کی خبر آنحضرت ﷺ نے دی ہوئی ہے اور اگر آپ کی مراد مسیح موعود سے مرزا قادیانی ہوں تو اول تو وہ مسیح موعود ہی نہیں اور پھر وہ مجدد بھی نہیں ہو سکتے جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے۔

مجدد کی تعریف ملا علی قاریؒ نے یہ لکھی ہے: ”بَيْنَ السَّنَةِ عَنِ الْبِدْعَةِ وَيَكْثُرُ الْعِلْمُ وَيَعِزُّ أَهْلُهُ وَيَقْمَعُ الْبِدْعَةَ وَيَكْسِرُ أَهْلَهَا“ یعنی مجدد وہ ہے جو سنت کو بدعت سے ظاہر کرے اور علم کو زیادہ کرے اور اہل علم کی عزت کرے اور بدعت کا قمع کرے اور اہل بدعت کو توڑے۔ (حجۃ الکرامہ ص ۱۴۱)

مگر مرزا قادیانی نے نہ تو سنت کو زندہ کیا ہے اور اہل علم کی عزت و توقیر کی ہے بلکہ الٹا اہل علم کی توہین و تحقیر کرنے کے علاوہ ایسی ایسی بدعات بلکہ کفریات جاری کی ہیں کہ توبہ ہی بھلی۔ مثلاً

..... کسی مسلمان نے آج تک خدائی کا دعویٰ نہیں کیا۔ اگر کسی ولی اللہ کے منہ سے فتاویٰ اللہ کے درجہ میں پہنچ کر محویت اور بیہوشی کے عالم میں بے اختیار کوئی ایسا کلمہ نکل بھی گیا ہے تو اس پر فخر اور اصرار نہیں کیا۔ بلکہ ہوش میں آکر لاعلمی کا اظہار اور قائل کے واجب القتل ہونے کا اقرار کیا ہے۔ چنانچہ مثنوی شریف میں بایزید بسطامیؒ کا واقعہ یوں لکھا ہے۔

بَا مَرِيدَانِ اَنْ فَاقِيرٌ مُحْتَشِمٌ

بَا يَزِيدُ اَمْدُكَ نَكَ يَزِدَانِ مِنْهُ

مریدوں کے ساتھ وہ حشمت والا فقیر بایزید آیا کہ دیکھو میں خدا ہوں۔

گفت مستانه عیاں اَنْ ذُو فِتْنُونِ

لَا اِلَهَ اِلَّا اَنَا هَا فَاَعْبِدُونِ

اس صاحب فنون نے مستی کی حالت میں اعلان یہ کہا میرے سوا کوئی خدا نہیں پس تم

سب میری عبادت کرو۔

چون گزشت آن حال گفتندش صباح

تو چنین گفتی وایمن نبود صلاح

جب وہ حال گزر چکا تو لوگوں نے اس صبح کے وقت کہا تو نے ایسا کہا اور یہ ٹھیک نہیں ہے۔

گفت ایس باز گھر کنم این مشغلہ

کار و ہادر من زنید آن دم ہلہ

اس نے کہا اگر میں پھر یہ کام کروں تو چھریوں سے اسی وقت مجھے مار دیتا۔

حق منزہ از تن ومن باتنم

چوں چنیں گوئد ببائد کشتنم گوئم

خدا تعالیٰ جسم سے پاک ہے اور میں جسم دار ہوں جب ایسا کہوں تو مجھے قتل کر دیتا۔

مگر مرزا قادیانی علی اعلان کہتے ہیں: ”میں نے کشف میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں

اور یقین کیا کہ وہی ہوں۔“ اور پھر بجائے اس کو کہ اس کلمہ کفر سے توبہ کرتے اس کو اپنی کتابوں میں شائع کر کے فخریہ طور پر ڈھنڈورا پیٹتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

(آئینہ کمالات ص ۵۶۲، ۵۶۵، خزائن ج ۵ ص ۵۶۲ و کتاب البریہ ص ۷۸، ۷۹، خزائن ج ۱۳ ص ۱۰۳)

۲..... کسی مسلمان نے آج تک فرشتوں کا انکار نہیں کیا۔ مگر مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ: ”فرشتے نفوس فلکیہ و ارواح کو اکب کا نام ہے اور عالم میں جو کچھ ہو رہا ہے کو اکب اور سیارات کی تاثیر سے ہو رہا ہے۔“ (مفہوم توضیح المرام ص ۳۳، ۳۴، خزائن ج ۳ ص ۶۸، ۶۷)

۳..... کسی مسلمان نے آج تک قرآن مجید کی کسی آیت سے انکار نہیں کیا۔ مگر مرزا قادیانی نے بہت سی آیات میں تاویل اور تفسیر بالرائے سے کام لے کر انکار کی راہ پیدا کی ہے۔ چنانچہ:

الف..... آنحضرت ﷺ کے معراج جسمی سے منکر ہو کر آیت ”سبحن الذی اسریٰ بعبدہ لیلاً“ کا انکار کیا ہے۔ چنانچہ ”ازالہ“ میں لکھتے ہیں کہ ”سیر معراج اس جسم کثیف کے

ساتھ نہیں تھا بلکہ نہایت اعلیٰ درجہ کا کشف تھا۔“ (ازالہ اوہام ص ۲۲ حاشیہ، خزائن ج ۳ ص ۱۲۶ حاشیہ)

ب..... اپنی نبوت کا دعویٰ کر کے آیت ”خاتم النبیین“ کا انکار کیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں: ”ہمارا

دعویٰ ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں۔“ (اخبار بدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء)

ج..... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر زندہ اٹھائے جانے سے انکار کر کے آیت ”بل رفعہ اللہ الیہ“ کا انکار کیا ہے۔ (ازالہ اوہام ص ۲۲، ۲۱، خزائن ج ۳ ص ۱۲۶، ۱۲۵)

د..... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات سے انکار کر کے آیت ”انسی قد جئتکم بایۃ من ربکم..... انی“ کا انکار کیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں: ”عیسائیوں نے بہت سے آپ کے معجزات

لکھے ہیں مگر حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا۔“

(ضمیمہ انجام آٹھم ص ۶ حاشیہ، خزائن ج ۱۱ ص ۲۹۰)

..... جہاد کو حرام قرار دے کر آیات جہاد سے انکار کیا ہے۔ چنانچہ (تحفہ کوثر وہیہ میں ۲۷، خزائن ج ۱۱ ص ۷۷) پر لکھتے ہیں۔

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال
دین کے لئے حرام ہے اب جنگ اور قتال

و..... علامات قیامت کا جو حصہ صریح ثابت ہیں انکار کیا ہے۔ جیسا کہ آگے آتا ہے۔

..... کسی مسلمان نے آج تک توہین انبیاء کا خود ارکاب کرنا تو درکنار کسی کو مرتکب ہوتے دیکھنا بھی گوارہ نہیں کیا۔ مگر مرزا قادیانی نے حضرت مسیح کی اعلانیہ توہین کی اور پھر بڑے فخر سے اسے اپنی کتابوں میں شائع کیا چنانچہ لکھتے ہیں۔ نقل کفر کفر نباشد!

”آپ کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے۔ تین دادیاں اور نانیاں ان کی زنا کار اور کسی عورتیں تھیں۔ جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔ مگر شاید یہ بھی خدائی کے لئے ایک شرط ہوگی۔ آپ کا کنجریوں سے میلان اور صحبت بھی شاید اسی وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان ہے۔ ورنہ کوئی پرہیزگار انسان ایک جوان کنجری کو یہ موقع نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے سر پر اپنا ناپاک ہاتھ لگائے اور زنا کاری کی کمائی کا پلیدہ عطر اس کے سر پر ملے اور اپنے بالوں کو اس کے پیروں پر ملے، سمجھنے والے سمجھ لیں کہ ایسا انسان کس چلن کا آدمی ہو سکتا ہے۔“

(ضمیمہ انجام آٹھم ص ۷، خزائن ج ۱۱ ص ۲۹۱ حاشیہ)

اسی کتاب میں دوسری جگہ لکھتے ہیں۔ ”پس ہم ایسے ناپاک خیال اور مشکبر اور راستہ زوں کے دشمن کو ایک بھلامنس آدمی بھی قرار نہیں دے سکتے چہ جائیکہ اس کو نبی قرار دیں۔“

(ایضاً ص ۹، خزائن ج ۱۱ ص ۲۹۳ حاشیہ) (نعوذ باللہ من هذه الهفوات والخرافات)

اندریں حالات و بناہیں خیالات ایک ایماندار آدمی کے لئے ایسے شخص کو محمد ماننا تو درکنار مسلمان جاننا بھی دشوار ہے اور اس کے محمد ماننے سے نہ صرف ایمان پر زد ہی پڑتی ہے بلکہ ایمان رہتا ہی نہیں۔

سوال ختم..... احادیث صحیحہ کی رو سے آپ کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور مہدی آخر الزمان و جال، یا جوج ماجوج وغیرہ کے متعلق مسلمان کو کیا عقائد رکھنے چاہئیں؟

جواب..... نص صریحہ واحادیث صحیحہ کی رو سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ تشریف لانا دجال، یاجوج اور ماجوج کا نکلنا، مغرب سے سورج کا چڑھنا، امام مہدی کا ظہور اور دیگر علامات قیامت حق ہیں۔ ”چنانچہ ”فدا کبر“ میں جو عقائد کی ایک نہایت معتبر اور مسلمہ کتاب ہے لکھا ہے: وخروج الدجال ویاجوج وماجوج وطلوع الشمس من مغربها ونزول عیسیٰ علیہ السلام من السماء وسائر علامات یوم القیامة علی ما وردت به الاخبار الصحیحة حق کائن“ ﴿دجال اور یاجوج ماجوج کا نکلنا اور سورج کا مغرب کی طرف سے چڑھنا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے اترنا اور قیامت کی تمام نشانیاں جو صحیح حدیثوں میں وارد ہیں، حق ہیں۔﴾ (ان کے ساتھ ایمان رکھنا ضروری ہے)

اس کی شرح میں حضرت ملا علی قاری (جن کو مرزا یحییٰ نے دسویں صدی کا مجدد تسلیم کیا ہے۔ دیکھو غسل مصفی ج ۱ ص ۱۶۵) لکھتے ہیں: ”وخروج الدجال ویاجوج وماجوج کما قال اللہ تعالیٰ ﴿حتی اذا فتحت یاجوج وماجوج وهم من کل حدب ینسلون﴾ ای یسرعون وطلوع الشمس من مغربها کما قال اللہ تعالیٰ ﴿یوم یاتی بعض ایت ربک لا ینفع نفساً ایمانها لم تکن امنت من قبل او کسبت فی ایمانها خیراً﴾ ای لا ینفع الکافر ایمانه فی ذلک الحین ای طلوع الشمس من المغرب ولا الفاسق الذی ما کسبت خیراً فی ایمانه توبته یعنی لا ینفع نفساً ایمانها ولا کسبها فی الایمان ان لم تکن آمنت من قبل او کسبت فیہ خیراً ونزول عیسیٰ علیہ السلام من السماء کما قال اللہ تعالیٰ ﴿وانہ﴾ ای عیسیٰ ﴿لعلم للساعة﴾ ای علامة القیمة وقال اللہ تعالیٰ ﴿وان من اهل الکتاب الا لیؤمنن به قبل موته﴾ ای قبل موت عیسیٰ بعد نزوله عند قیام الساعة فیصیر الملل واحدة وهی ملة الاسلام الحنیفیة و فی نسخة قدم طلوع الشمس علی البقیة وعلی کل تقدیر فالاول لمطلق الجمعیة والا یترتبب القضية ان المهدی ینظر اولاً فی الحرمین الشریفین ثم یاتی بیت المقدس فیاتی الدجال ویحفروه فی ذلک الحال فینزل عیسیٰ من المنارة الشرقیة فی دمشق الشام ویجی الی قتال الدجال فیقتله بضربه فی الحال فانه یدوب کالمح فی الماء عند نزول عیسیٰ علیہ السلام من السماء فیجتمع

عیسیٰ فی المہدی وقد اقيمت الصلوة فيشير المهدى بعيسى بالتقدم فيمتنع معللا بان هذه الصلوة اقيمت لك فانت اولى بان تكون الامام فى هذه المقام ويقتدى به ليظهر متابعتة لنبينا ﷺ كما اشار ﷺ الى هذا المعنى بقوله لو كان موسى حيا لما وسعه الا اتباعى..... الخ“ اور دجال اور ياجوج اور ماجوج کا کھانا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: یہاں تک کہ سب یاجوج اور ماجوج کھول دیئے جائیں گے اور وہ ہر بلندی سے تیزی سے نکل پڑیں گے یعنی دوڑیں گے اور سورج کا مغرب سے چڑھنا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: جس دن تیرے رب کے بعض نشان آئیں گے کسی شخص کو اس کا ایمان نفع نہ دے گا جو پہلے ایمان نہ لایا تھا یا اپنے ایمان میں کوئی نیکی نہ کمائی تھی یعنی کافر کو اس کا ایمان اس وقت میں نفع نہ دے گا یعنی سورج کے مغرب سے چڑھنے کے وقت اور نہ فاسق کو اس کی توبہ نفع دے گی۔ جس نے اپنے ایمان میں نیکی نہیں کی یعنی کسی شخص کو اس کا ایمان نفع نہیں دے گا اور نہ ایمان میں اس کا کام اگر وہ اس سے پہلے ایمان نہیں لایا تھا یا اپنے ایمان میں نیکی نہیں کمائی تھی۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے اترنا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اور بے شک وہ یعنی عیسیٰ ساعت کے لئے علم ہے۔ یعنی قیامت کا نشان ہے اور اللہ تعالیٰ نے پہلے یعنی عیسیٰ کی موت سے پہلے قیامت کے قریب جبکہ وہ نازل ہوں گے۔ آپ کے وقت میں تمام قومیں ایک ہو جائیں گی۔ اور وہ ملت اسلام حنیف ہوگی۔ ایک نسخہ میں سورج کا چڑھنا باقی (علامات) پر مقدم کیا گیا ہے اور ہر تقدیر پر ”واو“ صرف جمع کے لئے ہے۔ ورنہ ترتیب قضیہ اس طرح پر ہے کہ اول امام مہدی علیہ السلام حرمین شریفین میں ظاہر ہوں گے پھر وہ بیت المقدس میں آئیں گے۔ پھر دجال آئے گا پھر وہ اس حال میں ان (امام) کو گھیر لے گا۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام دمشق شام میں منارہ شرقیہ سے نازل ہوں گے اور دجال کے جنگ کی طرف آئیں گے۔ اور اس کو ایک ضرب سے اس وقت قتل کریں گے اور وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے اترنے کے وقت (اس طرح) پکھل جائے گا جیسے پانی میں نمک۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام امام مہدی کے ساتھ نماز کے لئے اکٹھے ہوں گے۔ امام مہدی علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آگے ہونے (یعنی امام بن کر جماعت کرانے) کے لئے اشارہ کریں گے۔ وہ انکار کرتے ہوئے کہیں گے کہ اس نماز کی امامت تیرے حصے ہے اور تو بہتر ہے کہ اس جگہ امام ہو اور وہ ان (امام مہدی) کے ساتھ اقتداء کریں گے تاکہ ہمارے نبی ﷺ کی متابعت ظاہر ہو۔ جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی حدیث میں اس بات کی طرح اشارہ کیا ہے۔

اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو میری پیروی کے سوا چارہ نہ ہوتا۔ ﴿

(شرح فقہ اکبر، ملا علی قاری، ص ۱۳۶ مطبوعہ مجتہائی، دہلی ۱۳۳۰ء)

اس کے سوا خود آنحضرت ﷺ نے علامات قیامت کے متعلق حدیث شریف میں پیش کوئی فرمائی ہے جو یہ ہے: ”عن حذیفہ بن اسید الغفاری قال اطلع النبی ﷺ علینا ونحن نتذاکر فقال ما تذاکرون قال نذکر الساعة قال انها لن تقوم حتی ترو قبلها عشر آیات فذکر الدخان والدجال والدابة وطلوع الشمس من مغربها ونزول عیسیٰ ابن مریم ویاجوج وماجوج وثلاثة خسوف بالمشرق وخسف بالمغرب وخسف بجزيرة العرب و آخر ذلك نار تخرج من الیمن تطرد الناس الی محشرهم“ ﴿ حذیفہ بن اسید غفاری سے روایت ہے کہ اس نے کہا کہ نبی ﷺ نے ہم پر جمانا اور ہم آپس میں ذکر کرتے تھے۔ پس آپ نے فرمایا کیا ذکر کرتے ہو؟ صحابہ نے عرض کیا کہ ہم قیامت کا ذکر کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ بے شک وہ اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ تم اس سے پہلے دس نشانیاں نہ دیکھو گے۔ پھر ذکر کیا دخان دھواں کا اور دجال کا اور دابة الارض کا اور سورج کے مغرب سے چڑھنے کا اور عیسیٰ ابن مریم کے نزول کا اور یاجوج ماجوج کا اور تین خسوف کا ایک خسف مشرق کی زمین میں، ایک خسف مغرب کی زمین میں اور ایک خسف جزیرۃ العرب میں اور سب سے آخری نشان ایک آگ ہوگی جو یمن سے نکلے گی جو لوگوں کو زمین حشر کی طرف ہانکے گی۔ ﴿ (مشکوٰۃ باب العلامات، فصل اول)

علامہ ابی النبی نے اپنی کتاب شرح فقہ اکبر میں اسی حدیث سے استدلال کیا ہے۔ (لاحظہ ہو کتاب مذکور ص ۳۶، مطبوعہ مجتہائی دہلی نومبر ۱۹۱۰ء) اب دیکھنا یہ ہے کہ مرزا قادیانی بھی اس حدیث کو مانتے ہیں یا نہیں؟ سوودہ لکھتے ہیں کہ: ”دخان“ جس کا قرآن شریف میں ذکر ہے کچھ آخر زمانہ سے ہی خاص نہیں ہے۔“ (ازالہ اوہام طبع اول ص ۵۶ طبع پنجم ۱۳۱۲)

اس جگہ دخان سے مراد قحط عظیم و شدید ہے جو سات برس تک آنحضرت ﷺ کے زمانہ مبارکہ میں پڑا۔ یہاں تک کہ لوگوں نے مردے اور ہڈیاں کھائی تھیں۔ لیکن آخری زمانہ کے لئے بھی جو ہمارا زمانہ ہے۔ اس دخان مبین کا وعدہ تھا اس طرح پر کہ قبل از ظہور مسیح نہایت درجہ کی شدت سے اس کا ظہور ہوگا۔ اب سمجھنا چاہئے کہ یہ آخری زمانہ کا قحط جسمانی اور روحانی دونوں طور سے وقوع میں آیا۔ جسمانی طور سے اس طرح کہ اگر اب سے پچاس برس گزشتہ پر نظر ڈالی جائے تو

معلوم ہوگا جیسے اب غلہ اور ہر ایک چیز کا نرخ عام طور پر ہمیشہ کم رہتا ہے۔ اس کی نظیر پہلے زمانوں میں کہیں نہیں پائی جاتی اور کیوں جناب؟ اب بھی لوگ مردے اور ہڈیاں کھاتے ہیں؟ (ناظم) روحانی طور پر صداقت اور امانت اور دیانت کا قہر ہو گیا ہے اور مکر و فریب اور علوم و فنون مظہر دہان کی طرح دنیا میں پھیل گئی ہیں۔“ (ازالہ اوہام ص ۵۱۳، ۵۱۴، خزائن ج ۳ ص ۳۵، ۳۷، ۳۸)

۲..... ”دجال“ جس کے آنے کا انتظار تھا۔ یہی پادریوں کا گروہ ہے جو ٹڈی کی طرح دنیا میں پھیل گیا ہے۔“ (ازالہ اوہام ص ۳۹۵، ۳۹۶، خزائن ج ۳ ص ۳۶، ۳۷)

”دجال کا گدھاریل گاڑی ہے۔“ (ازالہ اوہام ص ۶۸۵، خزائن ج ۳ ص ۳۰، ۳۱) ۳..... ”ولایۃ الارض علماء اور واعظین ہیں۔“ (ازالہ اوہام ص ۶۸۶، خزائن ج ۳ ص ۳۰، ۳۱)

۴..... ”مغرب کی طرف سے آفتاب کا چڑھنا۔ یہ معنی رکھتا ہے کہ ممالک مغربی جو قدیم سے ظلمت کفر و ضلالت میں ہیں آفتاب صداقت سے منور کئے جائیں گے۔“

(ازالہ اوہام ص ۵۱۵، خزائن ج ۳ ص ۳۷، ۳۸) ۵..... ”اس جگہ درحقیقت مسیح ابن مریم کا ہی دوبارہ دنیا میں آ جانا ہرگز مراد نہیں ہے بلکہ خدا تعالیٰ نے میرے پر منکشف کیا ہے کہ وہ مسیح موعود میں ہوں۔“

(ازالہ اوہام ص ۳۸، خزائن ج ۳ ص ۱۲۲) ۶..... ”یا جوج ماجوج کی نسبت تو فیصلہ ہو چکا ہے۔ یہ جو دنیا کی بلند اقبال قومیں ہیں جن میں سے ایک انگریز اور دوسرے روس ہیں۔ یہ دونوں قومیں بلندی سے نیچے کی طرف حملہ کر رہی ہیں۔“

(ازالہ اوہام ص ۵۰۲، خزائن ج ۳ ص ۳۶، ۳۷) ”یا جوج ماجوج کا حال بھی سمجھ لیجئے یہ دونوں پرانی قومیں ہیں ان دونوں قوموں سے مراد انگریز اور روس ہیں۔“ (ازالہ اوہام ص ۵۰۸، خزائن ج ۳ ص ۳۷، ۳۸)

معزز ناظرین! آپ نے دیکھا کہ مرزا قادیانی نے حدیث کے معنوں میں تاویل سے کام لیکر کیسی صفائی سے انکار کی راہ اختیار کی ہے۔ آخر کیوں؟ اس لئے کہ ان کا ایمان ہے کہ انبیاء سے بھی اجتہاد کے وقت امکان ہو و خطا ہے۔ (ازالہ اوہام ص ۲۸۰، خزائن ج ۳ ص ۴۱، ۴۲) اور آپ یعنی رسول اللہ ﷺ نے امت کے سمجھانے کے لئے بعض پیش گوئیوں کے سمجھنے میں خود اپنا غلطی کھانا بھی ظاہر فرمایا۔“ (ازالہ اوہام ص ۱۶۹، خزائن ج ۳ ص ۲۰۵)

پس اسی بناء پر وہ کہتے ہیں کہ ”اگر آنحضرت ﷺ پر ایمان مریم اور دجال کی حقیقت کاملہ

بوجہ ناموجود ہونے کسی نمونہ کے ہو بہو منکشف نہ ہوئی ہو اور نہ دجال کے ستر پاع کے گدھے کی اصل کیفیت کھلی ہو اور نہ یا جوج ماجوج کی عین تہہ تک وحی الہی نے اطلاع دی ہو اور نہ ولایت الارض کی مابیت کما ہی ہی ظاہر فرمائی گئی اور صرف امثلہ قرینہا اور صور متشابہ اور امور متشاکلہ کے طرز بیان میں جہاں تک غیب محض کی تفہیم بذریعہ انسانی قوائے کے ممکن ہے۔ اجمالی طور پر سمجھایا گیا ہو تو کچھ تعجب کی بات نہیں۔“

(ازالہ ادہام ص ۲۸۲، خزائن ج ۳ ص ۴۷۳)

حضرات جس شخص کا یہ ایمان ہو اس کا امام اور مہدی ہونا تو درکنار مسلمان ہونا بھی دشوار ہے۔ اب خداوند کریم بحرمت رسول کریم ایسے عقائد فاسدہ و خیالات کا سدہ سے ہر مسلمان کو بچائے اور ایسے خیالات کے لوگوں سے ہٹائے۔

خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے خصوصاً آج کل کے جھوٹے انبیاء سے پس ہمارا دوستانہ مشورہ یہ ہے:

حق پر رہ ثابت قدم باطل پہ شیدائی نہ ہو گر تجھے ایمان پیارا ہے تو مرزائی نہ ہو

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین
ربنا تقبل منا انک انت السميع العليم

خاتمہ از مؤلف

خدا یا	قادرا	عاجز	نوازا
مرا	بردین	احمد	دار
الہی	ساز	از	لطف و کرامت
زلطف	تو	نوشتم	ایں کتابے
خداوند	کنش	مقبول و منظور	
ازیں	نفع	رساں	مارا بدینا
غرض	نقشے	ست	کرمن یاد ماند
ممودم	ختم	ایں	را اے مکرم

سنش بد سیزہ صد چار و پنجا ۱۳۵۴ء

شدم فارغ ازیں الحمد للہ

مرزائی حقیقت
کا اظہار



حضرت مولانا عبد العظیم صدیقیؒ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مبسملاً وحامداً ومحمداً جل وعلا
ومصلیاً ومسلماً محمداً سلم اللہ علیہ وصلی
الحمد لله وحده والصلوة والسلام على من لا نبی بعده . اما بعد !

وجہ تحریر

ایک اشتہار بعنوان ”حقیقت کا اظہار“ نظر سے گزرا اگرچہ ایسی بے سرو پا عامیانہ تحریر کے جواب کی نہ مجھے فرصت نہ حقیقتاً اس کی کوئی اشد ضرورت۔ مگر محض بدیں نیت کہ مبادا کوئی سادا لوح اس تحریر کے سبب غلط فہمی کا شکار ہو جائے۔ امر واقعہ کے اظہار کی ضرورت ہوئی۔ مشتہر صاحب وہی بزرگ ہیں جنہوں نے ”روز مل سینما“ کے مرزائی جملے میں یہ بیان فرمایا تھا کہ انہوں نے میرے نام کوئی خط لکھا ہے جس میں مجھ کو مناظرہ کا چیلنج دیا ہے۔ میں بعض ثقہ حضرات کی اس روایت کی بناء پر منتظر تھا کہ وہ خط میرے پاس آئے تو چیلنج دینے والے صاحب پر ان کی خواہش کے مطابق بذریعہ مناظرہ بھی اتمام حجت کر دوں۔ مگر آج تک ان کے اس خط کے انتظار ہی انتظار میں رہا۔ اب اس نتیجہ پر پہنچا کہ یہ بھی لوگوں کو دھوکہ دینے اور اپنی بڑائی جتانے کے لئے ایک لغو حرکت تھی۔ جب ان کے حنفی جناب مرزا قادیانی، حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گو دھوت مناظرہ دینے اور ان کو مباہلہ پر مجبور کرنے کے باوجود لا ہور نہ پہنچے اور بہانہ بازیاں کیں۔ مولوی ثناء اللہ کو پیش گوئیں کی پڑتال کے لئے قادیان بلایا اور منہ نہ دکھایا تو چیلے کے لئے اتنا جھوٹ بولنا کیا دشوار تھا۔ میں نے ”مارشس“ میں آتے ہی اعلان کر دیا تھا کہ جو شخص جس دینی مسئلہ کو سمجھنا چاہے میرے پاس ”جامع مسجد پورٹ لوکس“ میں دس (۱۰) بجے صبح سے چار (۴) بجے سہ پہر تک کسی وقت آئے اور سمجھ جائے چنانچہ بمنہ تعالیٰ اس عرصے میں روزانہ آنے والوں اور مسائل سمجھنے والوں کا اس قدر ہجوم رہا کہ مجھ کو خواب و خور کی بھی فرصت بدلتی تھی۔ اسی سلسلے میں بہت سے مرزائی بھی آئے اور الحمد للہ کہ جو آئے میرے پاس سے نہ صرف لا جواب ہو کر بلکہ اطمینان پا کر ہی گئے ان میں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی وہ الحمد للہ تائب ہو کر جماعت مسلمین میں شامل ہوئے۔

روشن ہمنو نامی ایک شخص نے یہ پیام بھیجا کہ وہ مع اپنے قریبی رشتہ دار اور چھ سات آدمیوں کے مجھ سے مل کر بعض مسائل کو سمجھنا چاہتا ہے اور اگر اس کا اطمینان خاطر ہو جائے تو مرزائیت سے تائب ہونے کے لئے تیار ہے اپنی بعض مصالح کے سبب جامع مسجد میں آنا نہیں

چاہتا بلکہ ترودودوس میں جناب حاجی وزیر علی صاحب کے مکان پر آسکتا ہے میں نے باوجود مشاغل کثیرہ یہ زحمت بھی گوارہ کی اور تقریباً تیس ۳۰ میل کا سفر کر کے وہاں بھی پہنچا روشن بھنودہاں بجائے چھ سات کے پچاس ساٹھ آدمیوں کے ساتھ موجود تھا۔ میں نے اس سے کہا بسم اللہ تمہیں جو دریافت کرنا ہے۔ پوچھو۔ اس نے کہا میں خود کچھ نہیں دریافت کرتا بلکہ یہ چاہتا ہوں کہ آپ ہمارے حافظ صاحب (انہی مشہور صاحب) سے مناظرہ کریں اور ہم سنیں اور فیصلہ کریں۔

میں نے جواب دیا کہ یہ آپ کی خواہش ہے مگر وہ آپ کے حافظ صاحب بھی مناظرہ کیلئے تیار ہیں یا نہیں؟ اس لئے کہ میں تو عرصہ سے ان کے خط کے انتظار میں ہوں جس کا انہوں نے جلسہ ”روز مل سینما“ میں اعلان فرمایا تھا۔ میں آپ کی خواہش کے مطابق ان سے مناظرہ کے لئے بھی تیار ہوں بشرطیکہ وہ اپنا دستخطی اقراری خط میرے پاس بھیجیں جس میں یہ لکھیں کہ کن مسائل پر کن شرائط کے ساتھ کس وقت اور کہاں مناظرہ فرمانا چاہتے ہیں؟ ان کا خط آنے کے بعد میں ان شرائط پر غور کروں گا اور جب میری اور ان کی باہم رضا مندی سے شرائط مناظرہ تحریری طور سے طے ہو جائیں گے تو ان شرطوں کے مطابق مناظرہ کر لوں گا تاکہ ایک فیصل کن صورت آپ کے سامنے آجائے۔ اس کے جواب میں بھونے کہا کہ بہت اچھا آپ اپنی اس بات پر پکے رہیں کہ میں انہی کی دستخطی اقراری چٹھی جس میں سب شرطیں وغیرہ لکھی ہوں گی آپ کو خود پہنچاؤں گا۔ غالباً بھونے اس بات پر قسم بھی کھائی اور اس وقت رخصت ہوا۔ لیکن کئی ماہ گزر گئے آج تک وہ تحریر نہ آئی تھی نہ آئی۔ اس دوران میں کسی شخص عبدالرحیم ادیبھونے مجھے لکھا کہ آپ فلاں جگہ فلاں وقت ہمارے حافظ صاحب سے مناظرہ کے لئے آئیے۔ میں نے اس کے اس وعدے کے بعد ایسے لغو خط کو ردی سمجھ کر پھینک دیا تھا مگر میرے بعض احباب نے مناسب سمجھ کر اس کو اس کا وعدہ یاد دلانے شاید کے وہ بھول گیا ہو۔ چنانچہ انہوں نے دوبارہ بذریعہ رجسٹرڈ خطوط اس کو اس کے وعدے کے الفاظ یاد دلانے اور یہ بھی بتا دیا کہ اگر تم اپنے حافظ صاحب کی تحریر نہ بھیجو گے تو یہ سمجھا جائے گا کہ (بدی ست گواہ چست) تمہارے حافظ صاحب مناظرہ سے گریز کرتے ہیں۔ مگر ان احباب کی ان تحریروں کا بھی اس پر کوئی اثر نہ ہوا۔

بالآخر برادر دینی اور یقینی شیخ عبدالرحیم صاحب کے مکان پر (جو اس سلسلے میں مع اپنے بڑے قبیلے کے مرزا نیت سے تائب ہوئے ہیں۔) میں نے اپنے دوران وعظ میں اس کل مضمون اور رقعہ کا اظہار کرتے ہوئے یہ اعلان کیا کہ اب میں عنقریب اس جزیرے سے روانہ ہونے والا ہوں۔ مزید اتمام حجت کے لئے تمام مرزائیوں کو یہ سنا دینا چاہتا ہوں کہ اگر ان کے حافظ صاحب اپنے

اعلان کے مطابق مجھ سے مناظرہ کرنا چاہتے ہیں تو چوبیس گھنٹوں کے اندر اندر وہ موعودہ خط میرے پاس بھیجیں اور مناظرہ کر لیں ورنہ ان کے اس جھوٹ کا سب پر اظہار اور ان کا مناظرہ سے فرار عالم آشکار ہو جائے گا۔ میں یہ کہہ ہی رہا تھا کہ مرزائی احاطے کی دیوار کے پیچھے سے کسی پردہ نشین نے یہ بانگ بے ہنگام بلند کی کہ آپ جو کہہ رہے ہیں لکھ کر ہمارے پاس بھیج دیجئے تب ہم شرائط مناظرہ وغیرہ سب لکھ کر بھیجیں گے۔ میں نے اس کے جواب میں فوراً لکاکر کہا کہ یہ پردے کے پیچھے کون بولتا ہے؟ جس کو بولنا ہو سامنے آئے اور تمیز کے ساتھ جوابات کہنی ہو کہے۔ میری اس لکاکر کے بعد وہ آواز بند ہو گئی۔ بعض تجربہ کار احباب نے بعد جلسے بتایا کہ وہ آواز حافظ صاحب موصوف کی ہی تھی پھر میں نے صاف صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ میں محبت کے ساتھ دین حق کی تبلیغ کر رہا ہوں مجھے ضرورت نہیں کہ کسی کو مناظرہ کا چیلنج دوں۔ ہاں اگر کوئی مجھ سے مناظرہ کرنا چاہے تو میں بسر و چشم اس کے لئے تیار ہوں۔ اگر مرزائیوں کو تحریری چیلنج دو تو مجھے چاہئے کہ عیسائی، بدھست، سناتی، آریہ سب کو ایسی ہی تحریر بھیجوں ورنہ ان کو باتیں بنانے کا موقع ملے گا اس کے بعد میں چوبیس گھنٹے تک مرزائی حافظ صاحب کی تحریر کا منتظر رہا لیکن چوبیس گھنٹے کجا آج تک نہ وہ خط ہے نہ اس کی کوئی خبر۔

مناظرے سے مرزائی حافظ صاحب کا فرار اظہار من اللہ ہو گیا اور شاید خود ان کے فرقے کے لوگوں نے ان کو ان کے جھوٹے وعدے اور جھوٹے اعلان پر پھر میری تقریر کے دوران میں بولنے اور میرے بلانے کے باوجود سامنے نہ آنے پر شرمندہ کیا ہوگا اور ان کو یہ فکر دامن گیر ہوئی ہوگی کہ کہیں لگی لگائی روزی ہاتھ سے نہ جاتی رہے اس لئے اب قادیانی فتنہ کی آمدنی بھی برادر مر شیخ عبدالرحیم کے تابع ہونے کے بعد کم ہو گئی تو مجبور ہو کر جناب حافظ صاحب نے اشک شوقی کے لئے وہی اشتہار بازی کا طریقہ اختیار کیا جو ہمیشہ مرزا قادیانی اور ان کے پیروؤں کا شعار رہا ہے تاکہ ادھر اشتہار کی سرفی میں میرا نام ہونے کے سبب ان کا اشتہار فروخت ہو آمدنی کی صورت نکلے اور ادھر مرزائیوں کو تسلی دینے کا بھی موقع ملے کہ ہم نے اور کچھ نہیں تو بے سرو پا اشتہار ہی دے دیا۔ ان کو یہ تو یقین ہے کہ مسلمانان ”مارشس“ کے پاس کوئی اردو کا پریس نہیں۔ کاتب نہیں، پتھر نہیں، پھر جواب چھاپیں گے تو کیونکر؟ پھر میرے متعلق بھی یہ یقین ہو گیا کہ پابریکاب ہوں اور عدیم القرمٹ۔ لہذا اس موقع کو قیمت جان کر اشتہار چھاپا کہ اس بہانے سے مرزائیوں پر رعب جم جائے اور یہ کہنے کا موقع ملے کہ دیکھو ہمارے اشتہار کا کسی نے جواب نہ دیا۔ مگر انہیں معلوم ہو جانا چاہئے کہ الحمد للہ خدام دین خاتم النبیین ﷺ ہر خدمت دین کے لئے ہمیشہ مستعد رہتے ہیں چنانچہ ان کی تحریر کا جواب بھی حاضر ہے۔ وہو هذا

۱..... مرزائی حقیقت کا اظہار

میں یقیناً اسی اصول حکمت سے کام لے کر جس کی ہدایت قرآن حکیم نے فرمائی بہت محبت کے ساتھ بے دینوں کو اسلام کی طرف بلاتا ہوں اور بمنہ تعالیٰ کامیاب ہوتا ہوں نہ کسی پر حملہ کرتا ہوں نہ کسی کا دل دکھاتا ہوں جس کا عملی ثبوت اسی سے مل سکتا ہے کہ جزیہ بھر کے ہر اس پبلک جلیے میں جہاں میں نے تقریر کی ہمیشہ کثرت کے ساتھ غیر مسلم حضرات شرکت فرماتے رہے اور ہر فرقے کے افراد میرے طرز کلام کی داد دیتے ہوئے رخصت ہوئے حتیٰ کہ واکوائے کے ایک جلیے میں تو ایک پادری صاحب نے بے ساختہ ایسی بینظیر مختصر تقریر فرمائی جو ان کے اسلام سے قریب تر ہونے پر دلالت کر رہی تھی۔ دوسرے ایک انگریز رئیس نے بہت مناسب الفاظ میں طرز تقریر کی داد دیتے ہوئے اس کی تائید کی۔ نیز یہ بھی ظاہر ہے کہ انہی تقریروں سے متاثر ہو کر اس وقت تک تقریباً پچاس آدمی مشرف بہ اسلام ہو چکے ہیں۔ ہاں چونکہ کفر مرزائیت سے تائب ہونے والوں کی تعداد زیادہ ہے۔ یہی حافظ صاحب پر شاق۔ تو اس کا میرے پاس کوئی علاج نہیں۔ میں نے تو ہر گز ہر گز کبھی کسی پر حملہ نہیں کیا۔ ہاں جب مرزائیوں کی طرف سے مناظرہ کی چٹھی کی جھوٹی خبر گرما گرمی کے ساتھ مشہور کی گئی تو مجبور ہوا کہ کھلے طور پر لوگوں کو مرزائیت کی حقیقت سے آگاہ کر دوں۔ اس سلسلے میں بھی جو الفاظ حافظ صاحب کو گراں گزر سکتے ہیں وہ میرے نہیں بلکہ خود مرزا قادیانی کے ہی کلمات ہیں۔ میں صرف ان کا دہرانے والا ہوں۔ چنانچہ ملاحظہ فرمائیے۔

۱..... محمدی بیگم سے نکاح اور اس کے شوہر کے انتقال کی پیش گوئی کے متعلق جناب مرزا قادیانی ارشاد فرماتے ہیں کہ:

الف..... ”اس پیش گوئی کی دوسری جز پوری نہ ہوئی تو میں ہر ایک بد سے بدتر ٹھہروں گا۔“ (ضمیمہ انجام آتھم ص ۵۴، جزائن ج ۱۱ ص ۳۳۸)

ب..... ”یہ تمام امور جو انسانی طاقت سے بالاتر ہیں ایک صادق یا کاذب کی شناخت کے لئے کافی ہیں۔“ (شہادت القرآن ص ۷۵، جزائن ج ۶ ص ۳۷۵)

ج..... ”اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ پیش گوئی پوری نہیں ہوگی اور میری موت آجائے گی۔“ (حاشیہ انجام آتھم ص ۳۱، جزائن ج ۱۱ ص ۳۱)

د..... ”برائے صدق خود یا کذب خود معیاری گردانم“ (انجام آتھم ص ۲۲۳، جزائن ج ۱۱ ص ۲۲۳)

یہ ظاہر ہے، دنیا کو معلوم ہے کہ یہ پیش گوئی پوری نہ ہوئی اس نکاح کی حسرت اور اپنی

مطلوبہ کا داغ مغارت مرزا قادیانی دل ہی میں لے کر مر گئے۔ پس اب مرزائی صاحبان ہی فیصلہ فرمائیں کہ مرزا قادیانی اپنے قول کے مطابق بد سے بدتر کاذب اور جھوٹے بنے یا نہیں؟

۲..... پھر ڈاکٹر عبدالحکیم خان صاحب نے جب مرزائیت سے توبہ کرنے کے بعد یہ پیش گوئی فرمائی کہ: ”صادق کے سامنے شریفنا ہو جائے گا یعنی تین سال کے اندر میرے سامنے مرزا قادیانی مرجائیں گے۔“ (اعلان الحق ۱۲ جولائی ۱۹۰۶ء)

اس کے جواب میں جناب مرزا قادیانی نے اپنے اشتہار مجریہ ۱۶/اگست ۱۹۰۶ء میں تحریر فرمایا کہ خدا صادق اور کاذب میں فرق کر کے دکھائے گا۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ شریر اور مفتری کے سامنے صادق اور مصلح فنا ہو جائے۔ یہ کبھی نہیں ہوگا کہ میں ایسی ذلت اور لعنت کی موت سے مردوں کہ عبدالحکیم خان کی پیش گوئی کی میعاد میں ہلاک ہو جاؤں۔ (مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۵۵۹)

دنیا کو معلوم ہے کہ مرزا قادیانی اس پیش گوئی کی میعاد یعنی ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو ہیضہ کی اس وبائی بیماری میں جو بقول مرزا قادیانی ان کے مخالفوں کے لئے بصورت عذاب آئی تھی خود مبتلا ہوئے۔ (لاہور میں مرے اور قادیان میں دفن کئے گئے)

اب فیصلہ حافظ صاحب اور ان کے رفقاء ہی فرمائیں کہ مرزا قادیانی بقول خود میعاد پیش گوئی کے اندر ذلت اور لعنت کی موت سے مرے اور ان کے مرنے سے صادق اور کاذب کا فرق ظاہر ہوا یا نہیں؟ میں نے اپنی طرف سے کبھی ان کی شان میں کبھی کوئی سخت کلمہ نہ استعمال کیا اور نہ یہ میری عادت ہے۔ اگر مرزا قادیانی کے ان جملوں میں ان پر سخت سے سخت حملے ہیں تو ان کے ذمے دار خود مرزا قادیانی ہیں نہ کہ میں۔ اگر کوئی مرزائی ان سے کسی طرح جواب طلب کر سکتا ہے تو ضرور کر لے، میرے حقیقی اعتراض یا بقول حافظ صاحب سخت سے سخت حملے اگر تھے تو یہی۔ مگر میں نے حافظ صاحب کی (نمبر اول) یک رخی دو دورتی اور (نمبر دو) دورخی دو دورتی کو اول سے آخر تک پڑھا۔ ان اعتراضوں کا جواب کہیں بھی نظر نہیں آیا ہاں میری تقریر کے بعض حصص پر اپنی کج فہمی کے سبب قطع و برید کرتے ہوئے اپنے خیال ناقص کا اظہار فرمایا ہے اور جو سوالات اس میں کئے اور جو تو جیبیں بیان کیں ان میں صرف اپنے مرزائی سرغناؤں کی نقالی کی ہے جس کے جواب علمائے اسلام کی طرف سے بارہا دیئے جا چکے ہیں اور ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں شائع ہو چکے۔ تاہم شاید نادیش کے لوگوں کی نظر سے کمتر گزرے ہوں۔ لہذا یہ دیکھتے ہوئے کہ حافظ صاحب کی تحریر طویل میں بار بار ایک ہی بات کا تکرار ہے۔ مختلف عنوانوں کے ماتحت مختصراً عرض کئے دیتا ہوں شاید کہ اس سے بھی کوئی ہدایت پا جاوے۔

وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب

میں نے ابتدائے کلام ہی میں یہ کہہ دیا تھا کہ جماعت حقہ اسلام میں کوئی تفرقہ نہیں ما
انا علیہ واصحابی ایک ہی راہ ہے۔ خفی، شافعی، مالکی، غنوی فرقے نہیں، سب اسی ایک راہ
پر چلنے والے ہیں اور یہی وہ سواد اعظم ہے جس کے لئے ارشاد کہ اتبعوا السواد الاعظم
فانہ من شد شد فی النار (رواہ ابو داؤد) تم سواد اعظم کی پیروی کرو کیونکہ جو اس سے علیحدہ
ہوا، جہنم میں گیا۔ اسی سواد اعظم کو حضور ﷺ نے جماعت فرمایا اور ان اللہ لا یجمع امتی (او
قال) امتی علی ضلالۃ وید اللہ علی الجماعۃ ومن شد شد فی النار۔ فرمایا یقیناً
اللہ میری امت کو (یا یوں فرمایا) کہ امت محمد ﷺ کو گمراہی پر جمع نہ کرے گا اور اللہ کا ہاتھ جماعت پر
ہے اور جو علیحدہ ہوا جہنم میں گیا۔

اب اگر مرزائی اجماع امت کے خلاف نئے نئے عقیدے تراش کر اس سواد اعظم
و جماعت مسلمین سے الگ ہوں تو وہ اپنا مقام دیکھ لیں۔ حدیث میں بتا دیا گیا ہے۔ معمولی عقل
والا انسان بھی اتنی سی بات کو سمجھ سکتا ہے۔ کہ جماعت کا لفظ تمیں کروڑ انسانوں کے گروہ پر صادق
آ سکتا ہے یا گئے چنے چند مرزائی افراد پر؟

حدیث العلماء و رثۃ الانبیاء میں بھی اس سواد اعظم کے علماء کی شان کا اظہار۔
ہاں وہ بے علم مدعیان علم ہے۔ جو اس سواد اعظم سے الگ ہوئے اور ذاتی اغراض کے لئے شرارتیں
پھیلاتے ہوئے اپنی اپنی ٹکڑیاں بناتے ہیں۔ شر من تحت ادیم السماء کہلائے۔ اس
حدیث کے مصداق صحیح حافظ صاحب کو تلاش کرنے کی ضرورت نہیں، مرزائی فرقہ میں باسانی وہ
ان سے ملاقات فرما سکتے ہیں۔ میں نہ کوئی نئی راہ بتاتا ہوں نہ یادین سکھاتا ہوں نہ اپنا کوئی نیا فرقہ
بناتا ہوں، صرف اسی ما انا علیہ واصحابی والی راہ کی طرف بلاتا ہوں اور یہی سکھاتا ہوں
کہ قرآن کریم و حدیث شریف کے معانی میں مدعیان الہام کے خود تراشیدہ الہام کو دخل نہ دیا
جائے بلکہ ان کے وہی معنی سمجھے جائیں جو حضور خاتم النبیین ﷺ نے سمجھے اور اپنے صحابہ کو سمجھائے
اور انہوں نے پیسلسل ہم تک پہنچائے۔

حافظ صاحب لکھتے ہیں کہ ”انبیاء کے وارث علماء کوئی خاص لوگ ہیں۔“ اور پھر اس کی
تشریح فرماتے ہیں کہ ملہم آدمی خدا سے علم پا کر بولتا ہے اور اس کی مزید توضیح کہ العلماء سے مراد
مجددین ملہمین ہیں نہ کہ عام مولوی۔ یہ حافظ صاحب کی خود رائی ہے، نہ کہیں قرآن کریم میں اس کا
ذکر نہ حدیث شریف میں اس کا بیان۔ الف لام کے متعلق یہ تو تحریر فرمایا کہ اسی بات کو ظاہر کرتا ہے

مگر یہ نہ لکھا کہ کیوں؟ اگر صرف نحو پڑھی ہوتی۔ اقسام الف لام کا علم ہوتا تو لکھتے کہ الف لام کیسا ہے؟ اگر عربی تک نہیں پڑھی تو اب تو اردو زبان میں بھی عربی صرف نحو کی کتابیں چھپ گئی ہیں۔ انہی میں دیکھ لیا ہوتا۔ پھر کہیں کتاب وسنت کا یہ حوالہ بھی دیا ہوتا کہ بعد خاتم النبیین ﷺ کسی مدعی الہام کا الہام حجت شرعی بھی ہے۔

مجددین اور الہام

مجدد کی حدیث حافظ صاحب نے تحریر فرمائی۔ اس کے الفاظ کی ترتیب میں ایسا بیہودہ تصرف بھی کیا اور لکھا کہ راس مائیکل سید جس کی غلطی ایک ادنیٰ احکم عربی بھی بتا دے۔ مگر معنی میں کچھ تصرف کر کے بھی یہ نہ دکھایا کہ وہ مجدد ملہم ہوں گے اور ان کا علم شرعی حجت بھی ہوگا۔ پھر تعجب کہ اس دور قی کی چند سطروں ہی میں اتنا اتنا تقص

اؤل..... لکھتے ہیں کہ العلماء سے وہ لوگ مراد ہیں جو معرفت الہی کا کامل علم رکھتے ہیں۔

دوم..... کامل معرفت صرف الہام سے ہوتی ہے۔ ان کا نتیجہ یہ نکلا کہ العلماء سے وہ لوگ مراد ہیں جن کو الہام ہوتا ہے یعنی جنہیں الہام نہیں ہوتا وہ العلماء میں داخل نہیں اور انبیاء کے صحیح وارث نہیں۔ سوم..... پھر آگے چل کر فرماتے ہیں کہ جو مولوی ان الہام اپنے والے مجددین کے ساتھ شامل ہوں گے وہ بھی ان مجددین کے طفیل صحیح علم کے وارث ہوں گے۔ یعنی بغیر الہام کے صرف مجددوں کے طفیل میں بھی صحیح علم کے وارث ہو جائیں گے۔

ذرا اپنے جملوں پر نظر ڈالیں کہ ایک دوسرے کا الٹا ہے یا نہیں؟

پھر تعجب اور سخت تعجب ہے کہ مجددین کے ساتھ شامل ہونے اور مجددین کے طفیل سے تو

۱۔ آپ الف لام عہد حقنی کا مراد لے سکتے ہیں تو ظاہر ہے اس کا معبود علماء دین مصطفیٰ ﷺ ہیں کیونکہ وہ بین المتکلم والسماع متعین و معروف ہیں اور وہی وارث ہو بھی سکتے ہیں۔ کیونکہ وارث اس کو کہتے ہیں جو اپنے مورث کا ترکہ پائے اور حضور ﷺ کا ترکہ علم دین ہے جیسا کہ حدیث صحیح میں وارد ہے تو یقیناً وارث کے مصداق علماء دین ہوئے اس کا انکار حدیث زیر بحث کی تحریف اور حدیث لا فسوڈ دینار اولاد رہما کا انکار ہے اور ملہمین تو کسی طرح مراد ہو ہی نہیں سکتے۔ کیونکہ وہ مسبووق الذکر نہیں جو معبود خارجی قرار دیے جاسکیں۔ نہ سماع و متکلم کے درمیان معروف و معبود کہ بطریق عہد حقنی مراد ہو سکتے۔ یہ کہاں کی صدائے بے ہنگام اور تحریف باطل اور ملہمین وادث کا مصداق بھی نہیں ہو سکتے کہ نئے الہامات نبوت کا ترکہ کب ہیں؟ حضور ﷺ کا ترکہ تو کتاب وسنت ہے جیسا کہ خود حدیث شریف میں وارد ہوا۔

صحیح علم کے وارث ہو جائیں اور سید المرسلین خاتم النبیین ﷺ کی صراط مستقیم پر چلنے میں ان کے ساتھ شامل ہونے اور ان صاحب وحی و کتاب کے طفیل ان سے صحیح علم بہ تسلسل روایت لینے کے بعد بھی صحیح علم کے وارث نہ بنیں اور العلماء میں داخل نہ ہو سکیں اور خطرے میں رہیں۔

بریس عقل و دانش ببايد گريست

آیت قل هذه سبيلي ادعوا الى الله على بصيرة انا ومن اتبعني کو پیش کرتے ہوئے اس کا من گھڑت ترجمہ کرنا اور من اتبعني کو صرف صحابہ تک محدود کرتے ہوئے بارہ سو برس کے لئے تبلیغ کے دروازہ کو بند سمجھنا۔ اس لئے کہ اس عرصہ دراز میں کسی مجدد نے یہ دعویٰ نہ کیا کہ میرا الہام حجت شرعی ہے اس کو مانو اور جو اس کو نہ مانے گا وہ کافر ہوگا۔ بقول حافظ صاحب اس لئے کوئی عالم بھی صحیح علم کا وارث نہ بنا اور حق پر نہ رہا تو ان کے تبلیغ دین کرنے سے جو مسلمان ہوئے بقول حافظ صاحب وہ بھی حق پر نہ ہوئے۔ غرض اس طرح صرف مرزائی جماعت کے حق پر ثابت کرنے کے لئے حافظ صاحب کا بارہ سو برس کے تمام مسلمانوں کو (معاذ اللہ) حق پر نہ ہونے کا حکم لگا دینا اور صرف مرزائی مبلغین کو اس کا مصداق بنانا ویسی ہی خود رائی ہے جس کے لئے سرکارِ دو عالم ﷺ کا ارشاد ہو رہا ہے کہ جس نے قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کی اس کو چاہئے کہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے۔ مرزائی صاحبان آریوں اور عیسائیوں کو تو کیا مسلمان بنائیں گے۔ مرزا قادیانی کے زمانہ اور اس کے بعد کے مسلمانوں پر خود مرزا قادیانی اور ان کے بلند اقبال صاحبزادہ نے کفر کا حکم لگایا تھا۔ صاحبزادے کے شاگرد حافظ صاحب استاد سے بھی آگے بڑھے اور انہوں نے پہلوں پر بھی ہاتھ صاف کیا۔ حافظ صاحب نے اشتہار بازی کی جرأت تو کی مگر جہالت کا یہ عالم ہے کہ مذکر و مؤنث کی تمیز نہیں، طائفہ کے لئے لایزال لکھ رہے ہیں۔ پھر حدیث شریف میں خیانت اور بددیانتی اس درجہ دجل و فریب کا یہ عالم کہ صرف ایک جملہ اپنے مروجہ مطلب کو خواہ مخواہ ثابت کرنے کے لئے نقل کر دیا۔ بعض کو ماننے اور بعض کے ساتھ کفر کرنے کا یہی طریقہ ہے کہ اول و آخر کو لکھا ہی نہیں۔ اس لئے کہ ان جملوں کو لکھتے تو مرزا ایت کا سارا پول کل جاتا اور بدعت نبوت کا کذاب ہونا حدیث نبوی ﷺ سے ظاہر ہو جاتا کیونکہ حضرت ﷺ فرماتے ہیں۔ ”سیکون فی امتی کذابون ثلاثون کلہم یزعم انه نبی وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی ولا تزال طائفة من امتی علی الحق ظاہرین لا یضرہم من خالفہم حتی یاتی امر اللہ (مسلم، ترمذی، ابوداؤد)“ میری امت میں تیس جھوٹے پیدا ہونے والے ہیں ان میں سے ہر ایک یہ دعویٰ کرے گا کہ وہ نبی ہے۔ حالانکہ میں خاتم النبیین

ہوں میرے بعد کوئی نئی نہیں۔ میری امت میں ہمیشہ ایک گروہ حق پر رہے گا اور غالب رہے گا اس کے مخالف اسے ضرر نہ پہنچا سکیں گے۔ یہاں تک کہ خدا کا حکم یعنی قیامت آجائے۔ وسیع علم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون

اس حدیث نے صاف بتا دیا اور پہلے جملے کے معنی نے بالکل کھول دیا کہ یہی گروہ علماء و مجددین، وحی والہام خاتم النبیین پر قائم رہیں گے۔ اپنے الہام کو شرعی حجت نہ بنائیں گے۔ مرزا قادیانی کی طرح نبوت کا دعویٰ کرنا اور اپنے مفروضہ الہام کو وہی درجہ دینا جو قرآن کریم کا ہے، جھوٹوں کا شیوہ ہے۔

اب مرزا قادیانی کو آپ اسی کسوٹی پر پرکھ لیجئے کہ:

الف انہوں نے نبوت و رسالت کا کھلا ہوا دعویٰ کیا کہ: ”ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں۔“
(ملفوظات ج ۵ ص ۴۴۷)

ب ”سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں نبی بھیجا۔“

(دفاع البلاء ص ۱۱، خزائن ج ۱۸ ص ۲۳۱)

آپ انہیں غیر تشریفی اور ناقص نبی سمجھتے ہیں تو ان کے نزدیک بھی بے ایمان ہیں۔ اس لئے کہ وہ تو صاف لکھتے ہیں:

۱ ”جس نے اپنی وحی کے ذریعے چند امر اور نبی بیان کئے اور اپنی امت کے لئے ایک قانون مقرر کیا وہی صاحب شریعت ہو گیا۔ پھر اپنی وحی میں امر اور نبی کی مثال دے کر آگے لکھا کہ:

۲ ”اب تک میری وحی میں امر بھی ہوتے ہیں اور نبی بھی۔“

(اربعین ص ۴، ۶، خزائن ج ۱۷ ص ۴۳۵)

کہئے اب بھی تشریفی نبوت کے دعویٰ میں کیا کچھ کسر رہ گئی؟ پھر ابھی اور آگے بڑھئے۔ اپنی وحی کو قرآن کریم کے جیسا بتایا۔

انچه من بشنوم ز وحی خدا

بخدا پاک دانمش ز خطا

همچو قرآن منزہ اش دانم

از خطاها ہمیں است ایمانم

(نزول اسح ص ۹۹، خزائن ج ۱۸ ص ۴۷۷)

پھر اپنے آپ کو سب تشریفی و غیر تشریفی نبیوں کے برابر ٹھہرایا۔

انبیاء گرجہ بودہ اند بسے
من بعرفان نہ کمترم ز کسے
کم نیم زان ہمہ بروئے یقیں
ہر کہ گوید دروغ است ولعیں

(نزدل اسح ص ۱۰۰، خزائن ج ۱۸ ص ۲۷۸)

بلکہ اپنے آپ کو صاحب شریعت اولوالعزم رسول حضرت عیسیٰ بن مریم سے تو صاف
طور پر بہتر بتایا۔ ان کا مشہور شعر ہے۔

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو
اس سے بہتر غلام احمد ہے

(دافع البلاء ص ۲۰، خزائن ج ۱۸ ص ۲۳۰)

کیا اس تیرہ سو برس کے کسی مجدد نے، کسی سچے عالم نے ایسا دعویٰ کیا؟ اپنے الہام کو
ایسی حجت بتایا؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔ پس مرزا قادیانی کے تو دعوے ہی ان کی تکذیب کی بڑی دلیل
ہیں۔ آپ کہیں ان کی مجددیت کا راگ الاپتے ہیں۔ کہیں امامت کا ذکر کرتے ہیں۔ آگے چل کر
نبوت و رسالت غیر تشریحی کا حکم لگاتے ہیں، پھر ان کو فی الجملہ تشریحی بھی مانتے ہیں اس لئے کہ ان
کے نہ ماننے والوں کو کافر اور باطل پر ٹھہراتے ہیں۔

ایک عالم فیصلہ کر چکا اور مارشس کے مرزائی بھی عنقریب کر لیں گے۔ مرزا قادیانی تو
اپنے قول سے خود کفر کے دام میں پھنس چکے ہیں اب وہ کہاں نکل کر جاتے ہیں۔ مجددیت
وامامت و نبوت کا ذکر تو بعد میں کیا جائے پہلے ان کے ہوا خواہ ان کو کفر کے گڑھے سے تو نکالیں،
اگر نکال سکتے ہیں۔ باقی آئندہ۔ (عبدالعظیم الصدیقی القادری)

نوٹ..... قادیانی مبلغ حافظ صاحب نے اپنے فرقے کو حق پر ثابت کرنے کے لئے یہ
آیت لکھی ہے: ”قل هذه سبيلي ادعوا الى الله. على بصيرة انا ومن اتبعني“
اور اس آیت کا یہ ترجمہ کیا ہے۔ اے محمد ﷺ! تو اعلان کر دے کہ میرا اور میرے صحابہ کا طریقہ یہ
ہے کہ ہم سب علی بصیرت تبلیغ کا کام کرتے ہیں۔ قادیانی نے اپنے مدعا کو ثابت کرنے کے لئے
آیت کے معنی میں تحریف کی اور من اجمعی کا ترجمہ (میرے صحابہ) کیا باوجود یہ کہ اس کے صاف
معنی یہ تھے کہ جس نے میرا اتباع کیا اس میں صحابہ کرام بھی داخل تھے۔ تابعین بھی تبع تابعین بھی،
قیامت تک آنے والے تمام مسلمان فرمانبرداران رسول ﷺ بھی۔ مگر قادیانی مبلغ نے دیکھا کہ صحیح

ترجمہ کیا جائے تو آیت سے صاف طور پر ثابت ہوگا کہ حق پر صرف اہلسنت و جماعت ہیں۔ جن کا دینہ اتباع رسول ﷺ ہے اور وہ قرآن و حدیث چھوڑ کر کسی مدعی الہام کے امتی بننا گوارا نہیں کرتے۔ لیکن تماشا یہ ہے کہ اس تحری سے بھی انہیں کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ بلکہ یہ نتیجہ نکلا کہ مرزا قادیانی بھی گروہ حق سے خارج ہیں۔ کیونکہ وہ صحابی نہیں اور قادیانی صاحب کے نزدیک آیت میں من اجمعی سے صرف صحابہ مراد ہیں تو جب مرزا اہل حق سے خارج تو اس کے متبعین کس طرح اہل حق بن گئے۔ آیت کے معنی میں تحریف کر کے بھی مرزائی گروہ باطل ہی میں ہے۔ علاوہ بریں مرزائی مبلغ نے اہل حق صرف ملہمین کو مانا ہے۔ قطع نظر اس کے کہ یہ خیال تراشیدہ طبع اور زائیدہ فکر مرزائیت ہے اور قرآن و حدیث میں اس کا کہیں ثبوت نہیں۔ بلکہ کثیر آیات و احادیث کے خلاف ہے۔ یہ تعجب نیز ہے کہ مرزائیوں کے حق پر ہونے کی دلیل مرزا ہی کا دعویٰ الہام قرار دیا جائے اور یہ دلیل ان کے سامنے پیش کی جائے۔ جو مرزا کو مومن اور مسلم بھی نہیں مانتے تو وہ ملہم من اللہ کیسے تسلیم کریں گے۔ یہ کہاں کی منطق ہے کہ مخالف کے سامنے اپنے اعتقادات کو دلیل بنا کر پیش کر دیا جائے۔ زیادہ تعجب یہ ہے کہ مرزا قادیانی کے الہام نسبت محمدی بیگم وغیرہ کے دیکھنے کے بعد بھی مرزائیوں کی غیرت مرزا کے الہام کا نام لینا گوارہ کرتی ہے۔ شرم۔ شرم۔ شرم..... اگر محض دعویٰ الہام کسی کو حق پر ثابت کر سکتا ہو تو بابی، بہائی وغیرہ صدہا گمراہ فرقے الہام کے مدعی ہیں۔ مرزائی ان سب کو حق پر مانیں۔

مبسملاً و حامداً و محمداً جل و علا
و مصلیاً و مسلماً محمداً سلم اللہ علیہ و صلی

۲..... مرزائی حقیقت کا اظہار

مرزا غلام احمد قادیانی اپنے کفر کا فتویٰ خود دے چکے

علمائے اسلام مرزا قادیانی سے ان کے اسلام کا ثبوت کیوں نہ طلب کریں جبکہ مرزا قادیانی اپنے کافر و کاذب و لعنتی ہونے کا فتویٰ خود اپنے قلم سے دے رہے ہیں۔ اس سے قبل ناظرین نے مرزا قادیانی کے نبوت تشریحی بلکہ دوسرے انبیاء سے برابری بلکہ ان سے بہتری کے دعوے تو ملاحظہ کئے۔ اب ایسے دعویٰ کرنے والے کے متعلق علمائے اسلام کے سامنے لا جواب ہو کر مرزا قادیانی نے جو فتوے دیئے۔ وہ بھی دیکھئے اور فیصلہ کیجئے کہ ان دعوؤں کے بعد اپنے ان فتوؤں کے مطابق وہ کیا بنے؟

۱..... بجواب حضرت مولانا غلام دھگیر صاحب قصوریؒ جناب مرزا قادیانی علیہ ما علیہ اپنے

اشتبہار مورخہ ۲۰ شعبان ۱۳۱۴ھ میں شائع کرتے ہیں: ”ان پر واضح رہے کہ ہم بھی مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں۔“
(مجموعہ اشتہارات ج ۲ ص ۲۹۷)

۲..... اشتہار مجریہ ۲ اکتوبر ۱۸۹۱ء میں علمائے دہلی کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔
” (میں) سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفیٰ ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت و رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں۔“
(مجموعہ اشتہارات ج ۱ ص ۲۳۰)

ایک طرف مرزا قادیانی خود اپنے ہی ان فتوؤں کی رو سے کافر، کاذب اور ملعون بنے اس لئے کہ نبوت کا دعویٰ اظہر من الشمس۔ دوسری طرف انہوں نے تمام ان مسلمانوں پر جو مرزا قادیانی کو نبی و مسیح و مہدی و مجدد وغیرہ نہ مانیں، کفر کا فتویٰ دیا اور انہیں کافر کہا۔ چونکہ قرآن و حدیث میں کہیں بھی مرزا قادیانی پر ایمان لانے کا حکم نہیں دیا گیا۔ اس لئے اس فتوے کی رو سے کوئی مسلمان تو کافر نہ ہوا، ہاں بتکم حدیث وہ کفر بھی کر وڑوں نہیں۔ بلکہ ان گنت مسلمانوں کی طرف سے خود مرزا قادیانی ہی پر لوٹا۔ تو اب مرزا قادیانی جس جماعت کے بھی امام بنیں اس کا شمار کفار میں ہی ہو سکتا ہے۔ مسلمانوں کی جماعت سواد اعظم سے تو وہ پہلے ہی اپنے آپ کو الگ کر چکے۔ چنانچہ اس کفر کا اظہار مختلف صورتوں میں مرزا قادیانی کے پیروں کی طرف سے ہوتا رہتا ہے۔
خاتم النبیین ﷺ

پرستار ان مرزا قادیانی نے حدیث لا نبی بعدی (میرے بعد کوئی نبی نہیں) کے معنی میں تحریف کرنے کے لئے طرح طرح کے حیلے نکالے مگر یہ جرأت آج تک کسی کو نہیں ہوئی تھی کہ لا الہ الا اللہ کے معنی کو بھی بدلے اور مندروں اور گرجاؤں کے بتوں کو بھی معبود قرار دے مگر چونکہ مارشلس کے مرزائی حافظ جی کو علم سے کوئی علاقہ ہی نہیں اس لئے دے کر پورے اشتہار میں اپنی طرف سے اگر کوئی بات نکالی تو وہ بھی ایسی زالی جو مرزا قادیانی کے حمایتی تو کجا خود مرزا قادیانی کو بھی کبھی نہ سوجھی تھی۔ جناب حافظ صاحب مرزا قادیانی کی نبوت ثابت کرنے میں اس درجہ جد سے گزرے کہ لا الہ الا اللہ میں بھی لا کو صرف کمال کی نفی کرنے والا قرار دے کر یہ مان

۱۔ مرزائی مبلغ نے اپنے فرقہ کے حق پر ہونے کی دلیل بیان کی کہ وہ ایک شخص کو امام اور ملہم مانتے ہیں۔ یہ کس قدر قابل مضحکہ بات ہے کسی قوم کی وہمات یا اعتقادات اس کے حق پر ہونے کی دلیل ہو سکتے ہیں تو دنیا میں کوئی فرقہ باطل پر نہ ہو۔ رافضی، خارجی، بہائی، بابی بلکہ ہنود، مجوس کون اپنا پیشوا ملہم نہیں مانتا تو مرزائیوں کے نزدیک یہ سب حق پر ہوئے۔ پس مرزائی بھی انہیں کے زمرے میں ہوں گے۔

بیٹھے کہ اللہ کے سوا بت خانوں اور گرجاؤں میں دوسرے (معبود بھی) موجود ہیں۔ اگرچہ وہ ایسے کامل نہ سہی جیسا کہ اللہ، مگر بقول حافظ صاحب معبود تو ضرور ہیں۔ (معاد اللہ من ذالک)
 مشرکین مکہ بھی تو اپنے بتوں کو اللہ کے برابر یا اللہ کے جیسا کامل معبود نہ مانتے تھے۔
 بلکہ اللہ سے کم درجے کا ہی معبود گردانتے تھے اور اسی جرم کے سبب اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان کو مشرک کہا۔ موجودہ زمانہ کے بت پرست بھی تو یہی کہتے ہیں کہ معبود حقیقی تو وہی خدا ہے۔ اس سے کم درجہ کے معبود یہ بت بھی ہیں۔

پس اب سوچئے کہ جناب مرزائی حافظ صاحب اور دوسرے بت پرست مشرکین میں کیا فرق رہا؟ حد سے گزرنے کی یہی سزا ہے کہ اول کافر بنے پھر مشرکین کے گروہ میں شامل ہوئے۔ جب کسی کی عقل پر پردہ پڑ جاتا ہے تو اس کا یہی حال ہوتا ہے۔ اسلام نے جو کلمہ سکھایا اس میں سب سے پہلے ہر مسلم کو یہی بتایا کہ حقیقی، مجازی، کامل، ناقص کسی صورت کسی قسم کا کوئی وجود ”الہ (معبود)“ کہے جانے کا مستحق سوائے اللہ کے ہے ہی نہیں۔ لا الہ الا اللہ میں لہٰذا اللہ غیر اللہ کی نفی کرتا ہے اور اس کلمہ کا ترجمہ یوں ہوتا ہے۔ ”اللہ کے سوا کوئی معبود ہے ہی نہیں۔“

سچے مسلمانوں کا تو یہی عقیدہ ہے کہ جس طرح خدا کے سوا وہ تمام بت یا دوسری چیزیں جن کی پوجا کی جاتی ہے جھوٹے اور کسی طرح معبود کہے جانے کے مستحق نہیں، اسی طرح ٹھوٹے حدیث لا نبی بعدی حضور نبی اکرم ﷺ کے بعد جو شخص بھی نبوت و رسالت پانے اور نبی بننے کا دعویٰ کرے وہ ایسا ہی جھوٹا نبی اور جھوٹا رسول ہے جیسے وہ بت جھوٹے ہیں۔

آنے والے عیسیٰ مسیح بن مریم علیہا السلام
 جن کی خبر قرآن عظیم و احادیث میں دی گئی

وہ مسیح بن مریم علیہ السلام جن کے تشریف لانے کی خبر قرآن عظیم و احادیث شریفہ میں دی گئی ہے، نہ حضور خاتم النبیین ﷺ کے بعد نبی بنیں گے۔ نہ یہ دعویٰ فرمائیں گے کہ مجھے اب نبوت و رسالت ملی۔ بلکہ یہ وہی مسیح بن مریم علیہ السلام ہوں گے جو حضور اکرم ﷺ سے پہلے نبی بن چکے اور نبوت و رسالت پا چکے وہی بذات خود دوبارہ دنیا میں آئیں گے اور حضور خاتم النبیین ﷺ کی خدمت خلافت بجالائیں گے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو حدیث نبوی ﷺ: ”عن ابی ہریرۃ ان النبی ﷺ قال الانبیاء اخوان العلات امہاتہم شتی و دینہم واحد و انی اولی الناس بعیسیٰ بن مریم لانہ لم یکن بینی و بینہ نبی و انہ خلیفتی علی امتی و انہ نازل فاذا رئیتموہ فاعرفوہ رجل مربوع الی الحمرة

والبياض عليه ثوبان مصران كان راسه يقطر وان لم يصبه بلل فيدق
العسلاب ويقتل الخنزير ويضع الجزية ويدعوا الناس الى الاسلام ويهلك
الله في زمانه الملل كلها الا الاسلام (الى ان قال) فيمكث اربعين سنة ثم
يتوفى ويصلى عليه المسلمون ويدفنونه (اثر ابن ابى حمزة واحمد واليوداوداين جرير وابن
حبان من ابى جرير) "مرزائی دلائل کے خرمن پر یہ حدیث بجلی کا کام کر رہی ہے اس لئے کہ اس میں
حضور اکرم ﷺ نے صاف لفظوں میں بتا دیا کہ تشریف لانے والے، نازل ہونے والے عیسیٰ بن
مریم علیہ السلام وہی نبی ہیں جو مجھ سے پہلے نبی بن کر آچکے اور میرے اور ان کے درمیان کوئی اور
نبی نہیں ہوا، وہی میری امت پر میرے خلیفہ بن کر تشریف لائیں گے۔ ان کا حلیہ بھی بتا دیا اور کام
بھی سنا دیا۔

صحیح مسلم کی وہ حدیث جس کا حوالہ حافظ جی نے دیا وہ انہی عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے
متعلق ہے نہ غلام احمد بن کھسی کی بابت، ان پرانے نبی عیسیٰ بن مریم علیہا السلام کے آنے سے لا
نبی بعدی کی حدیث میں تاویل کی ضرورت، نہ کسی دوسری حدیث سے تطبیق کی حاجت۔ اس لئے
کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ظہور بہ شان خلافت خاتم نبوت ہوگا، نہ برائے اعلائے اظہار نبوت
ورسالت۔ کتمان حق مرزائیوں کی عادت، اہل سنت کو اس حرکت سے سخت نفرت، قرآن کریم کی کسی
آیت میں رب نے ہرگز ہرگز یہ خبر دی ہی نہیں کہ کسی نبی کی غلامی سے نعمت نبوت و ودیعت کی جاتی
ہے۔ حافظ جی کا قرآن عظیم پر کھلا افتراء ہے۔ جس کی سزا ان شاء ربی روز جزا مل جائے گا۔

حافظ جی کا لا فتی الاعلیٰ کے قول اور اذا هلك كسرى فلا كسرى
بعده..... الخ کی حدیث میں جو لا ہے۔ اس کو لا الہ الا اللہ اور لا نبی بعدی کے لا پر قیاس کرنا ایسی
کھلی ہوئی جہالت ہے جس کو کوئی اہل علم تو کجا ایک معمولی صرف و نحو جاننے والا بچہ سننے کا بھی روا
دار نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ اس کو خبر ہوگی کہ لکھتی قسم کا ہوتا ہے؟ اور ہر قسم کی پہچان کے لئے کیا کیا
قواعد ہیں؟ پھر یہ تو ایک معمولی اردو زبان میں تاریخ پڑھنے والا بھی جانتا ہوگا۔ کہ اگر لا کسری
اور لا قیصر کے کلمات میں بھی لا کے معنی وہی لئے جائیں تو بھی واقعات کے خلاف نہیں
ہو سکتا۔ اس لئے کہ یقیناً خبر صادق کے ارشاد کے مطابق کسریٰ کے کسریت کا خاتمہ ہو ہی گیا۔
قیصر بھی ملک شام سے بھاگا اور اقلیم شام اس کے نام سے پاک ہوئی، اب نہ وہ کسریت رہی نہ
قیصریت۔ بادشاہ ہونا دوسری چیز ہے اور کسریٰ و قیصر کے القاب مخصوص دوسری چیز۔ حافظ جی کو
عربی زبان سمجھنے کا سلیقہ تو کہاں سے ہوگا۔ کسی جاننے والے سے فتح الباری شرح بخاری میں اس کی
تفصیل کا ترجمہ سن لیں تو ان کو کسریٰ و قیصر کے خاتمہ کا حال معلوم ہو جائے گا۔

حضور خاتم النبیین ﷺ کے اخبار بالغیب کے مطابق اس امت میں جھوٹے مدعیان نبوت ہمیشہ آتے رہے ہیں اور آتے رہیں گے۔ چونکہ حدیث لانی بعدی ان سب مدعیوں کے دعوؤں کا رد کرنے کے لئے سدسکندری کا کام دیتی ہے۔ اس لئے اس حدیث کے معنی میں تحریف پر ہر مدعی نبوت نے توجہ کی۔ ایک شخص نے اپنا نام ہی لا رکھ لیا جس کسی نے اس حدیث سے اس کا رد کیا تو کہنے لگا کہ یہ حدیث سچی ہے مگر تمہیں بڑھنی نہیں آتی۔ اس کو اس طرح پڑھو۔ لا نبی بعدی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ لا نام کا ایک شخص میرے بعد نبی ہوگا۔ اس طرح ایک عورت کو بھی جنون ہوا۔ اس نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا جب اس حدیث کو اس کے سامنے پیش کیا گیا۔ تو کہنے لگی کہ ہاں ایہ صحیح ہے مگر اس میں تو مرد نبی کی نفی کی گئی ہے۔ عورت کے نبی ہونے کی نفی کہاں ہے؟ لا نبیۃ بعدی ہوتا تو تمہارا دعویٰ صحیح تھا۔ اگر غور کیا جائے تو ان کی یہ تحریف مرزائی تحریف سے بڑھیا معلوم ہوتی ہے۔ مگر اس زمانے میں سمجھدار لوگ بکثرت موجود تھے ان کے جھوٹے دعوے نہ چل سکے۔ آج بدقسمتی سے ہمارے زمانے کا جھوٹا مدعی نبوت بھی ہوا تو ایسا کہ جس کو تحریف کرنی بھی نہ آئی۔ اس کے ہوا خواہ بھی ہوئے تو ایسے جن کو اتنا سلیقہ بھی نہیں کہ نبوت منوانے چلے اور شرک تسلیم کر بیٹھے اور اس طرح ان کے جال میں پھنس جانے والے بھی ایسے سیدھے سادے کہ دین اسلام کے احکام کو تو کیا پہچانتے اتنی تمیز بھی نہیں رکھتے کہ خود غرض، مکار، فریبی، جھوٹے دجال اور بے غرض راست باز، سچے خدا پرست کے درمیان ہی فرق کر سکیں۔

وہ حافظ حجتی جن کو اتنی لیاقت بھی نہیں کہ مبتدا و خبر، فاعل و مفعول، مضارع و اسم ظرف بلکہ مذکر و مونث کو بھی پہچان سکے۔ قرآن کریم پر ہاتھ صاف کرنے کی جرات فرماتے ہیں اور مارشس کے بھولے بھالے لوگوں کو جس طرح چاہتے ہیں بہکاتے ہیں۔ حالانکہ حضور ﷺ نے فرمایا: ”من تکلم فی القرآن بربایہ فاصاب فاحطاً (ترمذی)“ جس نے قرآن کریم کی تفسیر اپنی رائے سے کی اور اتفاقاً صحیح تفسیر بھی کر دی جب بھی اس نے غلطی کی۔ پھر فرماتے ہیں: ”من قال فی القرآن بغير علم فلیتبتوا مقعده فی النار (ابوداؤد)“ جس شخص نے بغير علم کے (اپنی رائے سے) قرآن کی تفسیر کی اسے چاہئے کہ اپنا ٹھکانا جہنم میں سمجھ لے۔ آیت کریمہ: ”الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی“ کی تلاوت کرتے ہوئے میں نے بتایا کہ اس آیت میں خاتم النبیین کی تفسیر بھی موجود ہے اور یہ بتایا جا رہا ہے کہ انبیاء دین الہی کی تبلیغ کے لئے آتے ہیں۔ اب چونکہ دین الہی کامل ہو چکا۔ پھر آیت انالہ لافضون میں رب العالمین نے اس مکمل قانون دین الہی کی حفاظت کا ذمہ بھی لے لیا۔ لہذا اب کسی نبی کی

ضرورت بھی نہیں رہی۔ مگر اس شخص کی عقل میں یہ معنی کیونکر آئیں۔ جس کی آنکھوں کو پہلے ہی سے مرزا قادیانی کی محبت میں ناپینا اور کانوں کو بہرہ نہ دیا گیا ہو۔ حبك الشیء یعنی ویسم۔ نعمت کا حصر نبوت کے لئے کرنا اور پھر اس کو جاری ماننا حافظ جی کی خود رائی ہے۔ نہ قرآن کریم میں کوئی اس کی دلیل، نہ حدیث میں کہیں اشارہ۔

و یتم نعمته عليك وعلى ال یعقوب (الایہ) اتممت علیکم نعمتی (الایہ) ولا تم نعمتی (الایہ) وغیرہ آیات کے معانی میں جس قدر تحریف بھی کی گئی وہ مرزائیوں کی ایجاد ہے۔ نہ ان کے یہ معانی حضور ﷺ نے سمجھے، نہ کسی صحابی نے جانے، نہ تیرہ سو برس کے کسی مسلمان کی سمجھ میں آئے۔ کلمہ صریح خاتم النبیین کے ہوتے ہوئے جو ایسی خود رائی کو کام میں لائے اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے۔ رب العالمین نے تو قرآن کریم میں کھلے کھلے لفظوں میں فرمادیا کہ: ”ماکان محمد ابا احمد من رجالکم ولكن رسول الله وخاتم النبیین“ سرکارِ دو عالم ﷺ نے بار بار ہر مختلف طریقوں پر مختلف کلمات میں یہی فرمایا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں، میں آخری نبی ہوں۔ خاتم النبیین کے معنی خود حضور ﷺ نے صاف صاف بتا دیئے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ کہیں فرمایا کہ انا خاتم النبیین لا نبی بعدی۔ کبھی ارشاد ہوا: انا العاقب والعاقب الذی لیس بعدہ نبی۔ میں عاقب (سب سے پیچھے آنے والا) ہوں اور عاقب اسے کہتے ہیں جس کے بعد کوئی نبی نہیں۔ بلکہ اس سے بھی زائد وضاحت سے فرمایا تا کہ تشریحی، غیر تشریحی، بروزی، ظلی وغیرہ وغیرہ سب قسم کے دعوؤں کی تکذیب ہو سکے کہ ان الرسالۃ والنبوة قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی۔ پس کوئی شخص بھی کسی قسم کی بھی نبوت کیوں نہ تراش لے، اس تیغِ برآں سے وہ پاش پاش ہو ہی جائے گی۔ ایک حدیث میں تو گویا اس امر پر اس قدر تاکید کی وجہ سے بھی خود ہی زبان مبارک سے بیان فرمادی کہ جھوٹے نبی آنے والے ہیں۔ فرمایا: ”سیکون فی امتی کذابون ثلاثون کلہم یزعم انہ نبی وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی (سلم)“ میری امت میں تیس جھوٹے پیدا ہوں گے جن میں سے ہر ایک یہی دعویٰ کرے گا کہ وہ نبی ہے۔ حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ کذابوں کے صیغہ مبالغہ نے یہ بھی بتا دیا کہ چھوٹے چھوٹے جھوٹوں کا ذکر نہیں، بڑے بڑے جھوٹے تیس ہوں گے۔

۳..... دوورقی میں حافظ جی نے علامہ قاضی عیاض کا قول نقل کر کے اپنی ایک تازہ جہالت کا ثبوت بہم پہنچا دیا اس لئے کہ تیس کی تعداد کی متعلق ان کی عبارت بتا رہی ہے کہ اگرچہ ایسے

جھوٹے مدعی نبوت تو بہت گزرے مگر ان تیس میں خاص طور سے وہی داخل جن کا دعویٰ نبوت خوب مشہور ہوا پس جس کے دعوے نے زیادہ شہرت پائی وہی تیس نمبری مکتبوں میں داخل ہوا۔ اگر مرزا قادیانی کی تشہیر دنیا میں بسبب ان سے پہلے جھوٹے مدعیان نبوت کے زیادہ ہوئی اور ہو رہی ہے۔ (جیسا کہ مرزائیوں کا دعویٰ ہے۔) تو یقیناً نہ صرف یہ کہ وہ ان تیس میں داخل ہوں گے۔ بلکہ ان سے اس مقابلے میں نمبر لیتے جائیں گے۔ یہاں تک کہ ممکن ہے کہ جہنم کی طرف کی اس دوڑ میں چودھویں صدی میں ہونے کے باوجود پہلی صدی کے مسئلہ سے بھی آگے بڑھ جائیں اور سب جھوٹے مدعیان نبوت میں نمبر اول مرزا قادیانی ہی کا رہے۔ بہر صورت حضور ﷺ کے بعد جو کوئی بھی نبوت کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے۔ قرآن مجید میں حضور ﷺ کے بعد نہ کسی احمد کے آنے کا اشارہ نہ کسی حدیث میں کسی نئے نبی کا استثناء۔ صحابہ نے یہ سمجھا، تیرہ سو برس کے مسلمانوں نے یہی مانا۔ آج اگر حافظ جی اور ان کے مقتدی خدا اور رسول و صحابہ و امت مسلمہ سب سے جدا ہو کر آیات قرآنی کے معنی بگاڑتے اور اپنی مطلب برآری کیلئے خدا اور رسول سے مقابلے کی ٹھانتے ہیں تو اس کے عذاب کے لئے تیار رہیں۔ دنیا میں تو اکثر کافروں کی رسی ڈھیلی چھوڑی جاتی ہے۔ فمہل الکافرین امہلہم رویدا۔ لیکن رب قہار کی پکڑ بہت سخت ہے۔ ان بطش ربك لشدید۔ حق کا جو یا آنکھوں والا دیکھے کہ کہاں قرآن کریم کا کھلا ارشاد۔ جس کا لفظی ترجمہ مسلمانوں کے ہر مترجم قرآن میں لکھا ہوا اور کہاں مرزائی لچھے دار فقرہ اور بیچ دار دعوے۔ عقل والا تو فوراً فیصلہ کر لیتا ہے کہ ان آیات و احادیث کے ہوتے ہوئے حضور ﷺ کے بعد نبوت کا ثبوت قرآن کریم سے نکالنا ایسا ہی ہے جیسے کسی عقل کے اندھے بے دین نے آمنت باللہ کے جملے میں کسی بڑھیا کے بلے کا ذکر کیا اور دین کی توہین کر کے اپنا پیٹ انگاروں سے بھرا۔

وسيعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون

مرزا قادیانی کا دعویٰ ابیت خدا، بلکہ اس سے بھی سوا

مرزا قادیانی نے دعویٰ کیا کہ (معاذ اللہ) انہیں خدا کی طرف سے الہام ہوا۔

..... انت من بمنزلة اولادی (تو مجھ سے ہے بطور میری اولاد کے)

(دافع البلاء ص ۶، خزائن ج ۸ ص ۲۷۷)

..... انت منی وانا منک (تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے)

(حقیقت الوحی ص ۸۴، خزائن ج ۲۲ ص ۷۷)

..... انت منی بمنزلة ولدی (تو مجھ سے بطور میرے بیٹے کے۔)

(حقیقت الوحی ص ۸۴، خزائن ج ۲۲ ص ۸۹)

- ۴..... اسمع ولدی! (اے میرے بیٹے سن) (البشری ج ۱ ص ۳۹، خزائن ج ۱ ص ۶۹)
 ۵..... انت من مائنا وهم من فئشل (تو ہمارے پانی (نطفہ) سے ہے اور وہ لوگ خشکی
 (سے) (الرحمن ۳، مطبوعہ ۳۳، خزائن ج ۱ ص ۴۲۳)

میں نے اپنی تقریر میں مرزا قادیانی کی انہی کلمات کا حوالہ دیا اور یہ بتایا کہ خدائے قدوس کی شان کا آیت لم یلد ولم یولد میں بیان، اس کا فرمان کہ لم یلتخذ ولدا۔ مگر جناب مرزا قادیانی نے کھلے لفظوں میں ابھیت خدا کا دعویٰ کیا، مرزا قادیانی کے حمایتی جناب حافظ جی اپنی دوورقی میں اس کے متعلق جو مخبرفات تحریر فرماتے ہیں، وہ بالکل ایسے ہی ہیں جیسے مسیحیوں اور یہودیوں کی طرف سے حضرت مسیح و حضرت عزیر کی ابھیت خدا (معاذ اللہ) ثابت کرنے کے لئے پیش کئے جاتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ بھی کہہ دیں گے کہ ہم ان کو ایسا حقیقی بیٹا تو نہیں کہتے جیسے کسی انسان کا بیٹا دوسرا انسان ہوتا ہے۔ بلکہ ایسا ہی بیٹا کہتے ہیں جیسا مرزا قادیانی نے اپنے آپ کو بنایا اور اسی جرم میں قرآن کریم نے ان کے حق میں یہ حکم نافذ فرمایا کہ: ”لقد کفر الذین (الایۃ)“ یقیناً ان لوگوں نے کفر کیا۔ پس جو جواب اس موقع پر نصاریٰ اور یہود کے لئے ہے وہی جواب مرزائیوں کے لئے ہے۔ اسلامی علم مناظرہ کی کتابیں ایسے جوابوں سے بھری ہیں، جس کا دل چاہے دیکھ لے۔ آیت ”فانکروا اللہ کنکروکم ابا انکم (الایۃ)“ سے حافظ جی کا استدلال کرنا اور اپنے مقتدا کی اس دریدہ ذہنی پر پردہ ڈالنا ظلمات بعضہا فوق بعض کا مصداق، آیت کا مطلب نہایت سیدھا سادہ صاف کہ خدا کو اسی طرح ہر وقت یاد کرتے رہو، جس طرح تم اپنے محسن باپ کو ہر وقت دل و زبان سے یاد کرتے رہتے ہو اور اس خدا کو اسے اس پر مزید تاکید۔

۱۔ اور حقیقت میں مرزائیوں کا یہ عذر یہود و نصاریٰ سے بہت کمزور ہے کیونکہ مرزا کے لفظ اس معنی کا حمل نہیں رکھتے، کیونکہ اگر ابن اور ولد کے معنی مطیع، غلط، مستحق، رحمت و شفقت فرض کئے جائیں تو پھر بمنزلہ کا کیا کام انت ولد کیوں ناکافی یا مطلب ہے کہ تو مطیع اور غلط تو نہیں غفور کرم سے بمنزلہ مطیع کے قرار دیا جاتا ہے جیسے کسی سے کہنے کے تو بمنزلہ شریف کے ہے تو یہ اس کی توہین ہوگی۔ اگر یہ معنی ہوں اور مرزا مطیعین و غلطین میں حقیقتاً داخل نہ ہوں تو پھر امام و مجدد اور صاحب الہام کیسے ہو سکتا ہے۔ تو حالانکہ بہت ہیر پھیر کرنے کے بعد بھی یہ کہنا پڑے گا کہ مطلب یہ ہے کہ مرزا قادیانی و صلیبی بیٹا تو نہیں مگر (معاذ اللہ) خدا کے صلیبی بیٹے کے برابر اس کو پیارا یا اس کا مطیع ہے، تو اگرچہ مرزا نہ سبھی خدا کے لئے صلیبی بیٹا تو مانا، کوئی جواب مرزائی یہ بتائیں وہ صلیبی بیٹا کونسا ہے جس کے بمنزلہ ہونے مرزا کو دعویٰ ہے، مرزائیوں نے جو معانی تراشے ہیں وہ نصرائیوں کے مقولے اسح ابن اللہ، یا یہودیوں کے قول عزیر ابن اللہ میں چلتے تو چلتے، مگر مرزا کی عبارت میں کسی طرح چل ہی نہیں سکتے۔

اگر (معاذ اللہ معاذ اللہ) اس آیت سے حافظ جی خدا کا باپ ہونا ثابت کر رہے ہیں تو کچھ تعجب نہیں کہ یعرفونہ کما یعرفون ابنائہم (وہ لوگ حضور نبی اکرم ﷺ کو اسی طرح پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو) کی آیت سے (توبہ توبہ عیاذ باللہ) سرکارِ دو عالم کو کا ابتداء کہہ بیٹھیں گے۔ حدیث کا پڑھنا اور سمجھنا اہل علم کا کام۔ کہاں حافظ جی اور کہاں اس اہم کام کا سرانجام! انہیں جب عیال اور اولاد کے الفاظ کا لغوی فرق بھی نہیں معلوم۔ مثنوی مولانا روم کے شعر سے استدلال تو کیا کرتے اسے موزوں لکھ بھی نہ سکے۔ اس جہالت کے باوجود خدا ہی جانے کہ جواب کی جرأت کس صورت سے ہوئی۔ سچ ہے۔ اذافاتک الحیاء فافعل ما شئت! بے حیا باش و ہرچہ خواہی کن۔ اس دھوکے میں جاہل نہیں شاید کوئی اجہل آجائے تو آجائے، معمولی عقل والا بھی جان لے گا کہ اگر مرزا قادیانی کی مراد وہی معمولی رشتہ تھا جو خالق و مخلوق میں ہوتا ہے۔ تو ان کی ذات کی تحفہ۔ کیا معنی رکھتی ہے۔ پھر مرزا قادیانی نے تو پردہ ہی اٹھا دیا۔ (اس کتاب میں موجود ہیڈنگ ”مرزا قادیانی کا دعویٰ اہیت خدا، بلکہ اس سے بھی سوا“ کے ضمن میں لکھی گئی مرزا کی عبارت کے) ۵..... میں تو من ماننا (ہمارے پانی یعنی نطفہ سے) تک کہہ ڈالا بلکہ اس سے بھی اور آگے بڑھے اور انما منک (میں تجھ سے ہوں) کہہ کر (معاذ اللہ) اس مطلب کو بھی بڑھا دیا جس کے مضمون سے بھی ایک ایماندار لرزہ میں آجائے۔

فہم قرآن

محوائے آیت ”ولقد یسرنا القرآن“ یہ بالکل صحیح ہے کہ قرآن کریم کے مضامین اس درجہ آسان ہیں کہ حضور ﷺ کے بتانے اور اس ارشاد کے مطابق ان کے صحابہ تابعین و علمائے امت کے سمجھانے سے بہت جلد سمجھ میں آجاتے ہیں لیکن اس کے معنی یہ لینا کہ ہر بے علم جس کو عربی پڑھنی بھی نہ آتی ہو۔ اپنی رائے اور اپنی سمجھ کے مطابق جو معنی چاہے کر لے، جو مطلب چاہے نکال لے، وہی جہل مرکب ہے جس کی خبر مخبر صادق حضور اکرم ﷺ نے پہلے ہی دی ہے کہ یفتون بغير علم فضلوا واضلوا بغیر علم کے فتوے دیں گے خود بھی گمراہ ہوں گے۔ دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ حافظ جی نے اس بیان میں کوئی نیا کمال نہیں دکھایا وہی کہا جو ہمیشہ جہلاء کا شیوہ رہا۔ اس بات کو ایک عامی بھی سمجھ سکتا ہے کہ جب تک کوئی شخص ایک زبان ہی کو نہ جانے تو اس زبان کی آسان سے آسان کتاب کو بھی کیسے سمجھ سکتا ہے؟ کسی زبان کے جاننے کے لئے اس زبان کے قواعد کا جاننا ضروری ہے۔ ورنہ قائل و مفعول و مبتداء و خبر، ماضی و مستقبل و حال و امر میں کیسے تمیز کرے گا؟ اسی کو صرفہ۔ بخوبی کہتے ہیں۔

اردو یا فرخ کے بے جا ترجموں کو پڑھ لینے کے یہ معنی نہیں ہو سکتے کہ اس نے معافی قرآن کریم کو پالیا۔ شان نزول آیات و تفسیر نبوی کے مطالعہ کے بغیر یہ نتیجہ نکال لینا کہ صحیح طور سے مطالب قرآن پر عبور ہو گیا۔ ایک جاہلانہ وہم نہیں تو کیا ہے؟

شان نزول آیات ہی سے یہ پتہ چلے گا کہ کونسا حکم مقدم ہے اور کونسا موخر حافظ جی کو ابھی نسخ اور اختلاف کے لغوی فرق کی بھی خبر نہیں تو وہ میرے جملوں کا مطلب کیا سمجھتے۔ اگر سمجھنا چاہتے ہیں تو میں تیار ہوں۔ شاگردوں کی صورت میں آئیں میرے تلامذہ کے زمرہ میں شریک ہو جائیں۔ طالب علموں کی طرح پہلے صرف دعو پر دھیں۔ ادب سیکھیں، جب تفسیر پڑھانے کا وقت آئے گا تو میں ان کو بتا دوں گا کہ نسخ کسے کہتے ہیں اور منسوخ کسے؟ کتنے احکام نسخ ہیں اور کتنے منسوخ؟ نیز یہ بھی سمجھا دوں گا کہ نسخ حکم دوسری چیز ہے اور اختلاف واقعات دوسری چیز۔ وحی الہی قرآن کریم یقیناً اختلاف سے قطعاً پاک، نہ اس کے الفاظ میں اختلاف، نہ معانی میں متخالف، نسخ احکام حکمت ربانی پر دلیل، نسخ کو اختلاف کہنا کسی جاہل نہیں اجہل ہی کا کام ہو سکتا ہے۔ خدا کے کلام میں نہ تو اختلاف ہے نہ ہو سکتا ہے۔ ہاں! جھوٹے الہام کی یہی پہچان ہے کہ اس میں اختلاف ہوگا۔ چنانچہ اگر حافظ صاحب کو غفلت ہے تو ذیل کی مثال سے دیکھ لیں۔

اختلاف واقعات گزشتہ

مرزا قادیانی اپنی کتاب (برہان احمدیہ ص ۴۹۸، خزائن ج ۳ ص ۵۹۳) میں (جس کے متعلق یہ دعویٰ ہے کہ بالہام الہی لکھی گئی ہے) فرماتے ہیں: ”جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق واقعات میں پھیل جائے گا۔“	مرزا جی اپنی کتاب (ازالہ اوہام ص ۵۶۱، خزائن ج ۳ ص ۴۰۲) میں فرماتے ہیں: ”اور میرے پر اپنے خاص الہام سے ظاہر کیا کہ مسیح بن مریم فوت ہو چکا ہے اور اس کے رنگ میں جو کروعدہ کے مطابق تو آیا ہے۔“
نوٹ..... ادھر انہی مسیح علیہ السلام کا دوبارہ آنا معتبر اور ان کی حیات کی خبر	نوٹ..... ادھر اپنے مسیح ہونے پر اصرار اور ان کی حیات سے انکار

فاعتبروا یا اولی الابصار

اختلاف واقعات آئندہ

مرزا قادیانی کا دعویٰ ہے کہ انہیں الہام ہوا کہ	مرزا قادیانی کوئی الجملہ تسلیم ہے کہ پیشین گوئی
--	---

<p>پوری نہیں ہوئی، ملاحظہ ہو۔ پیشین گوئیاں کچھ ایک دو نہیں بلکہ اس قسم کی سو سے زائد پیشین گوئیاں ہیں..... پھر ان سب کا ذکر نہ کرنا اور بار بار احمد بیگ کے داماد اور آقہم کا ذکر کرنا کس قدر مخلوق کو دھوکا دیتا ہے۔ (تحفہ گولڑہ ص ۳۹، خزائن ج ۷ ص ۱۵۳)</p>	<p>محمدی بیگم انجام کار تمہارے نکاح میں آئے گی..... آخر کار ایسا ہی ہوگا۔ خواہ پہلے ہی باکرہ ہونے کی حالت میں یا..... بیوہ کر کے..... یہ بات میرے رب کی طرف سے سچ ہے۔ تو کیوں شک کرتا ہے۔ (ازالہ ادہام ص ۳۹، خزائن ج ۳ ص ۳۰۵) تزوج سے مراد خاص تزوج ہے جو بطور نشان ہوگا..... اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ پیشین گوئی پوری نہ ہوگی۔ (کتب مختلفہ مرزا)</p>
<p>نوٹ..... ادھر فی الجملہ تسلیم ہے کہ ہاں خیر محمدی بیگم سے نکاح اور آقہم کی موت کی پیشین گوئیاں پوری نہیں ہوئیں پھر ان پر مجھے کھسیانہ کیوں بناتے ہو جو پوری ہو گئیں انہیں کیوں نہیں ذکر کرتے؟ (اس کا جواب یہ ہے کہ آپ ہی نے لکھا تھا کہ یہ میرے سچے یا جھوٹے ہونے کی کسوٹی ہیں)</p>	<p>نوٹ..... ادھر اصرار پر اصرار ہے بلکہ قسم کے ساتھ اقرار بلکہ اس پورا ہونا ان کے صدق کا معیار۔</p>

واقعات خال با اعتبار مرزا قادیانی

<p>مرزا قادیانی اخبار بدر ۱۹۰۰ء میں فرماتے ہیں: ”ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم نبی اور رسول ہیں۔“ (ملفوظات ج ۱۰ ص ۱۲۷)</p>	<p>مرزا قادیانی آسمانی فیصلہ میں فرماتے ہیں: ”میں نبوت کا مدعی نہیں بلکہ ایسے مدعی کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔“ (فیصلہ آسمانی ص ۴، خزائن ج ۳ ص ۳۱۳)</p>
<p>یہاں نبوت کا اقرار ”میں اس کی قسم کھا کر کہتا ہوں..... اس نے مجھے بھی اپنا مکالمہ و مخاطبہ کا شرف بخشا اور میں اس پر ایسا ہی ایمان لاتا ہوں جیسا کہ خدا کی کتاب پر۔“ (حقیقت الوحی ص ۲۱۱، خزائن ج ۲۲ ص ۲۲۰)</p>	<p>یہاں نبوت سے انکار ”اے لوگو! دشمن قرآن مت بنو اور خاتم النبیین کے بعد وحی نبوت کا نیا سلسلہ جاری نہ کرو۔“ (آسمانی فیصلہ ص ۲۵، خزائن ج ۳ ص ۳۳۵)</p>
<p>یہاں اپنے الہام کو قرآن کے جیسا الہام جانا۔</p>	<p>یہاں بعد خاتم النبیین دروازہ وحی نبوت کو بند مانا۔</p>

ہمیں امید ہے کہ ان مثالوں کو دیکھ کر شاید حافظ جی کی سمجھ میں یہ تو آجائے کہ اختلاف اسے کہتے ہیں۔

خدا کے کلام، خدا کے الہام میں اس اختلاف کی مثال مل ہی نہیں سکتی، ہاں تنخ کی مثال اگر سمجھنا چاہیں تو اس عجالہ میں ہم اشارۃً انہیں انہی کی تحریر یا دودلادیں گے تحویل قبلہ کا حکم ناسخ ہے اپنے ماقبل کے لئے۔ باقی جس میں عقل ہو وہ سمجھ لے۔

بیٹے کی پیش گوئی

حافظ جی ہمیں الزام دیتے ہیں کہ ہم نے مرزا قادیانی کے مرموعہ الہام میں تحریف سے کام لیا اور عبارت کے پہلے فقرے کو چھوڑ دیا۔ یعنی انا للبشرک بغلام مظهر الحق والاعلا کان اللہ نزل من السماء کہ ہم تجھے ایک لڑکے کی بشارت دیتے ہیں جس کے ذریعے خدا کی ذات اور اس کی عظمت کا ایسے رنگ میں اظہار ہوگا کہ گویا خدا آسمان سے اتر آیا۔

(انجام آختم ص ۶۲، خزائن ج ۱۱ ص ۶۲)

ہم اس عبارت پر تنقید نہیں کرتے اس لئے کہ اگر کوئی اہل علم مخاطب ہوتا تو علمی غلطیاں بتاتے۔ ہم یہ بھی نہیں کہتے کہ حافظ جی کو اتنی بھی خبر نہیں کہ مظہر اسم ہے یا فضل۔ ہم یہ بھی نہیں جانتے کہ عربی عبارت کے ترجمے میں حافظ جی نے کس قدر تحریف کی۔ ”جس کے ذریعے“ اور ”ایسے رنگ میں“ ان دونوں کلموں کے لئے عربی عبارت میں کوئی لفظ نہیں۔ ہم اصطلاحات نحو کی رو سے عربی عبارت کی ترکیب کرتے ہیں یہ بھی نہیں ظاہر کرتے کہ مشبہ کون مشبہ بہ کون اور وجہ شبہ کیا؟ ہم یہ بھی نہیں کہتے کہ صفت کیا ہے اور موصوف کون؟ ہم اس مضمون کو بھی اس وقت سامنے نہیں لاتے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے آسمان پر خدا کے پاس جانے کا عقیدہ رکھنے کے سبب تو مرزائی لوگ مسلمانوں پر شرک کا الزام لگاتے اور یہ کہتے ہیں کہ خدا کو آسمان پر مان لیا مگر یہاں اللہ کے آسمان سے اترنے کا خود اظہار کیا (معاذ اللہ)۔ ہمیں تو اس وقت صرف اس قدر بتانا ہے کہ ہم نے جو اعتراض کیا وہ صحیح تھا یعنی مرزا قادیانی نے پیش گوئی کی کہ ان کا ایک بیٹا ہوگا اور اس بیٹے کی صفت بیان فرمائی کہ گویا خدا آسمان سے اتر آیا۔ ادنیٰ عقل والا بھی سمجھ جائے گا کہ ”مظہر الحق والاعلا“ اور کان اللہ نزل من السماء (مجموعہ اشتہارات جلد دوم ص ۱۰۱) دونوں فقرے اس غلام (لڑکے) کی صفت کا اظہار کر رہے ہیں، پس اس غلام کو اللہ سے تشبیہ دی جانی ظاہر اور اعتراض ثابت۔

دوسرے یہ امر کہ اس پیش گوئی کے مصداق مرزا بشیر محمود صاحب ہیں یا کون؟ اس کا

فیصلہ خود مرزائی قادیانی کی تحریروں سے آسانی ہو سکتا ہے۔ اس پیش گوئی کی خبر ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو دی گئی، مگر قدرت خدا! اس جھوٹ کا اظہار اللہ تعالیٰ کو منظور تھا کہ اس وقت کے حمل سے لڑکی پیدا ہوئی نہ کہ لڑکا۔ جب اہل حق نے مرزاجی کو شرمایا اور پیش گوئی کا غلط ہونا بتایا تو جھٹ سے اشتہار دے ڈالا کہ اس حمل کی شرط نہ تھی۔ وہ موعود بیٹا اس کے قریب دوسرے حمل سے ہوگا۔ آخر ۱۷ اگست ۱۸۸۷ء (مجموعہ اشتہارات ج ۱۱ ص ۱۴۱) کو ایک اشتہار دیا کہ جس میں اعلان کر دیا کہ ۱۶ ازیقہ ۱۳۰۴ھ مطابق ۷ اگست ۱۸۸۷ء میں ۱۲ بجے رات کے بعد وہ موعود لڑکا پیدا ہوگا۔ تب قدرت خدا نے یہ تماشا دکھایا کہ چند ہی روز بعد وہ لڑکا مر گیا۔

اب ناظرین فیصلہ کریں کہ مرزا قادیانی نے نو وہ ساری خوبیاں ۷ اگست ۱۸۸۷ء کو پیدا ہونے والے لڑکے میں بتائی تھیں۔ حافظ جی کہتے ہیں کہ نہیں ان کے مصداق جناب بشیر محمود صاحب ہیں۔ مرزا قادیانی کے الہام کا اختلاف تو ظاہر ہی تھا یہاں گرو اور چیلے میں بھی اختلاف ہو گیا۔ وہ مرنے والے کو سب کچھ ٹھہرائیں۔ یہ جینے والے کو چنیں و چناں بتائیں۔ پھر اور آگے بڑھئے۔ حافظ جی کے مدوح جناب بشیر محمود صاحب کے اوصاف خود مرزا قادیانی کے ان زبردست ممتاز حواری کی تحریر میں دیکھئے جن کو مرزا قادیانی نے (معاذ اللہ) ان فرشتوں میں سے ایک فرشتہ کی جگہ دی، جن کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے حضرت مسیح علیہ السلام اترنے والے ہیں۔ یعنی جناب مولوی محمد احسن صاحب امر وہوی، وہ تحریر فرماتے ہیں۔ ”صاحبزادہ میاں بشیر الدین محمود احمد صاحب بوجہ اپنے عقائد فاسدہ پر مہر ہونے کے میرے نزدیک اس بات کے اہل نہیں کہ وہ مرزا قادیانی کی جماعت کے خلیفہ یا امیر ہوں۔ اس لئے میں اس خلافت سے جو شرعی ہے سیاسی نہیں، ان کا عزل کر کر عند اللہ وعند الناس اس ذمہ داری سے بری ہوتا ہوں۔..... میں یہ بھی اطلاع دیتا ہوں کہ ان عقائد کے باطل ہونے پر حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے مقرر کردہ معتمدین کی بھی کثرت رائے ہے۔ اب جو ۱۲ ممبر حضرت کے مقرر کردہ زندہ ہیں۔ ان میں سے ۷ ممبر علی الاعلان ان عقائد سے بے زاری کا اظہار کر چکے اور باقی ۵ میں بھی اغلب ہے کہ ایک صاحب بھی ان عقائد میں صاحبزادہ صاحب کے شامل نہیں۔“

مرزا قادیانی خود حافظ جی کے محبوب جناب صاحبزادہ بشیر محمود صاحب کو موعود نہ بتائیں، ان کے معتمد دست راست ان کے بعد ان کو عاصی و بدعقیدہ ٹھہرائیں اور امامت سے معزول بنائیں۔ مگر حافظ جی ہیں کہ اپنے پیٹ کی خاطر ان کی تعریف کے ترانے گائیں اور مارشس کے سادہ لوحوں کو بہکائیں۔ ان هذا لشیئی عجاب!

خدائی سرخی کی پیمائشیں

حافظ جی میں جب اتنا بھی علم نہیں کہ معمولی لفظوں کے معنی ہی سمجھ لیں تو الہیات کے اس مسئلہ کو کیا سمجھ سکتے ہیں کہ جسم سے پاک رب العالمین کے لئے دستخط کے واسطے ایسی سرخی کی احتیاج تجویز کرنے سے جس کی پیمائشیں کپڑوں پر نمودار ہوں، کیسا شرک لازم آتا ہے۔ اس کے جواب میں ہم سر دست یہی کہیں گے کہ:

سخن شناس نئے دلبر اخطا میں جا سکتا

۱۔ افسوس! حافظ صاحب کو مرزا قادیانی کے اس قابل مضحکہ نفیست پر شرم نہ آئی اور باطل کی محبت میں انہوں نے یہ تسلیم کر لیا کہ خدا نے دستخط کے لئے قلم ہاتھ میں لیا اور سرخی کا ڈوبالیا سرخی زیادہ آگئی تو اس کو چمڑ کا اس سے پیمائشیں مرزا قادیانی کے کپڑوں پر آگئیں۔ (حقیقت الوحی ص ۲۵۵، خزائن ج ۲۲ ص ۲۶۷) حافظ صاحب کی عقل کیا ہوئی اور مرزا کی محبت نے اس درجہ ان کے دماغ کو خراب کیا کہ انہیں شان الہی میں ایسی باطل بات بھی گوارہ ہو گئی جس کو زبان پر لانے کی کوئی کافر بھی جرأت نہ کرے گا۔ یہ خدا کی شان تو کیا ہو سکتی ہے۔ تمیز دار انسان بھی ایسا نہیں کرتا کہ قلم کو اس بے تمیزی سے چمڑے کے دوسرے کے کپڑوں پر چھینٹ آئیں۔ یہ خدا کے ساتھ تسخر ہے۔ جس خدا کی یہ شان ہے اذا اراد شیئاً ان یقول لہ کن فیکون۔ جو سارے جہان کو کن کے امر سے موجود فرماوے وہ ایک دستخط کے لئے قلم سیاهی کاغذ کا محتاج ہو۔ احتیاج تو الوہیت اور شان واجب کے منافی ہے واللہ غنی عن العلمین اس کے لئے ایسا امر ثابت کرتا جس سے احتیاج لازم آئے اس کی خدائی کا انکار اور کفر ہے۔ پھر قلم کے ہاتھ میں لینے کے لئے ایک ہاتھ اور جسمانی بھی ماننا پڑے گی کہ مادیات کے ساتھ اقتران و تلمس تجرد بحث کے منافی ہے یہ دوسرا کفر ہوا۔ تیسرا کفر علم قدرت کا انکار ہے کہ اس کو خبر نہیں ایک دستخط کے لئے کتنی سیاهی درکار ہے اور یہ اختیار نہیں کہ جتنی درکار ہے۔ قلم میں اتنی ہی آئے بے اختیاری و بے علمی سے قلم دوات میں ڈالا اور امداد حسد سیاهی بھری۔ بعد کو معلوم ہوا کہ یہ تو زیادہ ہے تو یہ قدرت نہ تھی، یہ قلم میں رکی رہتی اور حسب ضرورت کاغذ پر لگتی، اپنی اس مجبوری و بے اختیار کی وجہ سے زیادہ سیاهی قلم سے نکالنا پڑی، مگر نکالنے کے لئے اتنی تمیز نہ تھی کہ دوات میں واپس کر دی جاتی، نہ یہ سلیقہ تھا کہ دوات میں جو کچھ دیا جاتا یا کسی اور طرف۔ جو کچھ بھی دیا تو ایسا کہ پیمائشیں مرزا قادیانی کے کپڑوں پر گریں۔ یہ شان الہی کے ساتھ تسخر ہے اور کفریات سے لبریز۔ افسوس! مرزائیوں کی لوح قلب اس قدر مکدر ہو گئی کہ وہ ایسے بے ہودہ کفریات کو تسلیم کرتے ہیں اور حافظ صاحب کا یہ قول کہ مادی سیاهی پر کیا اعتراض ہے خدا نے اتنا بڑا جہان مادی پیدا کر دیا اور زیادہ افسوس ناک جہالت ہے۔ کیا خدا نے جو کچھ پیدا کیا اس سب کا استعمال بھی اس کے لئے ثابت کرنا جائز، جو یہ اعتقاد ہے تو غذا کھانا، پینا، بیاہ کرنا، شادی بی بی بچے والا ہونا سب اس کے لئے ثابت کر دو گے۔ ”نعالی اللہ عما یتصور الظالمون علواً کبیراً“ مادیات کا پیدا کرنا کہاں اور کہاں ان کا استعمال کرنے لگتا۔ اس عقل پر ہزار ترف!

مقابلہ و مناظرہ و مباہلہ اور آخری فیصلہ

مرزا قادیانی مناظرے میں کسی عالم ربانی کے مقابلے کی کبھی تاب ہی نہ لائے۔ مباہلے کے لئے ہماری تقریر میں مرزا قادیانی کے دعاوی کے ذیل میں جب ان کے مذکر سے مؤنث بننے کا دعویٰ سامنے آیا تو حافظ جی کو بہت ناگوار ہوا۔ ان کی جھنجھلاہٹ اشتہار کی اس عبارت سے ظاہر۔ کاش اس وقت جب ہم نے بلایا تھا۔ سامنے آتے تو ہم مرزا قادیانی کا سارا کچا چٹا انہی کی کتابوں میں دکھاتے۔

شرم کے مارے اس وقت تو پردہ ہی میں رہے۔ اب کی طرح ہمیں بددعائیں دیتے ہیں تو دیا کریں، ہم الحمد للہ اعلائے کلمہ حق کر چکے اور کرتے رہیں گے۔

وما علینا الا البلاغ

نوٹ..... اس مجالہ میں اس قدر کافی۔ (مرزائی حقیقت کا اظہار) نمبر ۳، دو ورق کا جواب ان شاء اللہ جہاز میں بیٹھ کر لکھیں گے۔ اب وقت بالکل نہیں۔ امید ہے کہ اس عجلت کے سبب اگر کچھ سہو ہونا ظہرین اسے معاف فرمائیں۔

محمد عبدالعلیم الصدیقی القادری

بِسْمِ اللّٰهِ وَحَمْدُہٗ وَمُحَمَّدًا جَلَّ وَعَلَا

وَمُصْلٰیًا وَمُسْلِمًا مُحَمَّدًا سَلَّمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَصَلٰی

۳..... مرزائی حقیقت کا اظہار

جناب مرزا قادیانی کا ایمان باللہ اور اس کی حقیقت

کسی مدعی مہدویت و مسیحیت میں علامات مہدی و مسیح دیکھنے کی ضرورت اس وقت ہو جبکہ پہلے اس کا راست باز اور مسلمان ہونا ثابت ہو جائے۔ زبان سے امنت باللہ..... الخ! پڑھنا، لوگوں کے دکھانے کے لئے نمازیں پڑھنا، روزہ رکھنا یا لوفرضنا حج بدل کے ذریعے حج کرنا یا زکوٰۃ دینا اسلامی عدالت میں کیونکر قبول ہو سکتا ہے۔ جبکہ ان کے کلمات سے صراحت کفر والحاد کا اظہار ہو رہا ہے: ”لیس البر ان تولوا وجوہکم قبل المشرق والمغرب ولكن البر من آمن بالله واليوم الآخر (بقرة: ۱۷۷)“ مرزا قادیانی کا لاکھ بار آمنت باللہ کہنا بھی انہیں مؤمن نہیں بنا سکتا۔ جبکہ اس خدائے حق و قیوم ملک و قدوس کی شان میں ان کے حسب ذیل کلمات موجود ہیں۔

ایمان باللہ: یہ مجموعہ عالم خدائے تعالیٰ کے لئے بطور ایک اندام واقع ہے۔ ”قیوم العالمین (یعنی

خدا) ایک ایسا وجود اعظم ہے جس کے بے شمار ہاتھ اور بے شمار عہد اور ہر ایک عضو اس کثرت سے ہے کہ تعداد سے خارج اور لا انتہا عرض و طول رکھتا ہے اور تیندوے کی طرح اس وجود اعظم کی تاریخیں بھی ہیں۔“ (معاذ اللہ من ذلك)

(توضیح المرام ص ۳۳، خزائن ج ۳ ص ۹۰)

یہ ہے ایمان باللہ یہ خدا کی صفات ہیں اس پر مرزا کو مومن باللہ بتایا جاتا ہے جس سے انھیں (سب سے زیادہ منحوس) کفر بھی شرما جائے۔ شرم۔

ایمان بالرسول: اللہ کے رسولوں پر ایمان کیسے ظاہر ہو جبکہ انبیاء کی شان میں کھل کھل کر گستاخیاں کرتے اور خود اپنے آپ کو اولوالعزم صاحب شریعت پیغمبروں سے بھی افضل بتاتے ہیں۔ ان کا مشہور شعر ہے۔

عیسیٰ کجاست تابه نہد ہا بمنبرم

اینک منم کہ حسب بشارت آمدم

(ازالہ اوہام ص ۱۵۸، خزائن ج ۳ ص ۱۸۰)

اور بعض نمونہ پہلے بیان ہوئے بعض آئندہ آتے ہیں پھر غیر انبیاء کو نبی مانتے اور پیغمبر بتاتے ہیں حالانکہ ان کے پاس کوئی سند نہیں۔

ایمان بالملائکہ: ملائکہ پر ایمان کا حال ان اقوال سے ظاہر۔ ”ملائکہ ستاروں کی ارواح ہیں وہ ستاروں کے لئے جان کا حکم رکھتے ہیں۔ لہذا وہ کبھی ستاروں سے جدا نہیں ہو سکتے۔ جبرائیل جس کا سورج سے تعلق ہے۔..... الخ!“

(توضیح المرام ص ۷۰، ۸۴، خزائن ج ۳ ص ۷۰، ۹۵)

ایمان بالکتاب: کتاب الہی قرآن کریم کے متعلق ان کا یہ خیال۔

”قرآن دنیا سے اٹھ گیا تھا میں اس کو دوبارہ آسمان سے لایا ہوں۔“

(ازالہ اوہام ص ۷۰ تا ۷۳، خزائن ج ۳ ص ۷۲، ۷۳، حاشیہ شخص)

پھر جو قرآن لائے اور جس طرح اس کو پیش کیا اس کی کیفیت کچھ ذکر ہوئی کچھ آئندہ آئے گی کہ الفاظ کا بدلنا تو محال تھا معنی پر ہاتھ صاف کرنے میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑا۔ جو معنی ان کے نفس نے بتائے وہ کہئے۔ نہ ان معنی سے غرض رکھی جو صاحب وحی و کتاب ﷺ نے بتائے نہ اس تفسیر سے مطلب جو صحابہؓ نے فرمائی۔

ایمان بالیوم الآخر: یوم الآخر کا ڈر اور خوف، قیامت پر ایمان کی دلیل بنتا مگر ان کی پراسٹیوٹ زندگی ان کی دلیری پر دلالت کرنے والی جس کی طرف سر دست اشارہ ہی کافی جب آمنت باللہ..... الخ کے ایک ایک شعبہ میں ان کا یہ حال ہے تو اب نماز، روزہ، زکوٰۃ و حج کو دیکھنا فضول خیال۔

اگر بالفرض واقعہ یہ جناب مرزا قادیانی خود ہی حج فرما لیتے تو بھی ان کلمات کفریہ کے ہوتے ہوئے وہ مسلمان ہی کیسے کہلاتے، مسیح یا مہدی ہونا تو دوسری چیز مسیح بن مریم علیہ السلام جو ہیں وہ ہیں۔ ان کے حج کی شان کا حدیث شریف میں اس طرح بیان، نہ اس میں خواب کا تذکرہ، نہ تعبیر کی ضرورت۔ ”عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ لیہلن عیسیٰ بن مریم بفتح الروحاء بالحج والعمرة او بینہما جمیعاً (مسند امام احمد)“

مرزا قادیانی نے تو اپنے مزمومہ الہام سے پیشین گوئی بھی فرمائی کہ ”ہم مکہ میں مریم کے یاد میں ہیں۔“ (میکرین ۱۴ جنوری ۱۹۰۶ء، تذکرہ ص ۵۹۱) مگر مرنا تو کجا جانا بھی نصیب نہ ہوا۔
احمد نبی اللہ ﷺ

حضرت سرکار محمد رسول اللہ ﷺ ہی کا نام نامی واسم گرامی احمد ہے اسلئے کہ قرآن کریم نے صاف لفظوں میں فرمایا کہ: ”واذ قال عیسیٰ بن مریم یا بنی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم مصداقاً لما بین یدی من التورۃ ومبشراً برسول یاتى من بعدی اسمہ احمد فلما جائہم بالبینات قالوا هذا سحر مبین (صف: ۶)“ جب عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے فرمایا کہ اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف خدا کا رسول ہوں، تو رات جو میرے آگے ہے اس کی تصدیق کرنے والا ہوں اور ایک (بڑے عظیم الشان) رسول کی بشارت دینے والا ہوں جو میرے بعد ہی تشریف لائیں گے جن کا نام نامی احمد (ﷺ) ہے پس جب وہ احمد نامی (رسول) دلیلوں کے ساتھ ان کے پاس تشریف لائے تو انہوں نے کہا کہ یہ تو کھلا جادو ہے۔

۱..... قرآن کریم نے فلما جائہم (پس جب وہ ان کے پاس تشریف لائے) کہہ کر یہ جتا دیا کہ قرآن کریم اترنے کے وقت وہ احمد (ﷺ) آچکے تھے۔

۲..... مبشراً برسول (ایک بڑے عظیم الشان رسول کی بشارت دینے والا ہوں۔) کی تفسیر خود نبی اکرم ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے فرمائی (الشرح النہج) عن عرباض بن ساریۃ عن رسول اللہ ﷺ انه قال انی عند اللہ مکتوب خاتم النبیین وان آدم لمنجدل فی طینتہ و ساخبرکم باول امری دعوة ابراہیم وبشارة عیسیٰ (الحدیث مشکوٰۃ) عرباض بن ساریہ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں اس وقت سے اللہ کے نزدیک نبیوں کا ختم کرناے والا لکھا ہوا ہوں، جبکہ یقیناً آدم علیہ السلام اپنی گندمی ہوئی مٹی ہی کی حالت میں تھے تو میں تمہیں اپنا پہلا امر بتاؤں کہ میں ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں اور عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت۔

بشارت عیسیٰ بن مریم نے دی تھی جن کے آنے کی

وہی ختم الرسل بعد ان کے احمد مجتبیٰ آئے

۳..... من بعدی (میرے بعد ہی) کی تفسیر بھی حضور انور ﷺ کی زبانی معلوم کیجئے وہی حدیث شریف جو آپ سے پہلے بھی پڑھ چکے اب پھر ملاحظہ فرمائیے۔ ”انسی اولی الناس بعیسیٰ بن مریم..... الخ“ میں عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم کے لئے سب سے اولیٰ ہوں۔ اس لئے کہ میرے اور ان کے درمیان کوئی نئی نہیں اور یقیناً وہی قیامت سے پہلے تمہاری طرف اترنے والے ہیں۔ پس دعائے ابراہیم علیہ السلام بشارت عیسیٰ علیہ السلام احمد مجتبیٰ وہی محمد مصطفیٰ ﷺ جو انا احمد کہہ کر اپنا نام نامی بتا رہے ہیں ان کے سوانہ قرآن کریم نے کسی اور احمد کے آنے کی خبر دی، نہ یہ بتایا کہ انہیں لوگ اسلام کی طرف بلائیں گے۔ یہ قرآن کریم پر افتراء اور کھلا جھوٹ ہے۔ ”فنجعل لعنة الله على الكاذبين“

حضرت عیسیٰ بن مریم اور حضرت مہدی آخر الزمان علیہ السلام دونوں حضرات کی تشریف آوری کی کھلی کھلی علامتیں احادیث طیبہ میں بیان فرمادی گئیں نہ وہ سچے اسلام سے دور ہوں گے۔ نہ کوئی سچا عالم ان سے اسلام کا ثبوت مانگے گا۔ نہ ان پر کوئی سچا عالم کفر کا فتویٰ دے گا۔ ان هذا الا بہتان عظیم۔

ہمارے ناظرین جن کو مرزائی حقیقت کی بھی پوری طرح خبر نہیں شاید حیران ہوں گے کہ یہ کیا قصہ ہے پہلے پرچے میں تو حافظ صاحب جناب مرزا قادیانی کی مجددیت و امامت کی تبلیغ فرما رہے تھے پھر مسیحیت کی طرف متوجہ ہوئے۔ اب نمبر ۳ میں اول انہیں احمد نبی کہا جا رہا ہے اور پھر مہدی بھی بتایا جا رہا ہے آگے چل کر انہیں کرشن بھی تسلیم کیا گیا آخر یہ معہ کیا ہے۔ مرزا قادیانی ہیں یا ایک مجنون مرکب؟ حافظ جی کوئی خواب دیکھ رہے ہیں یا ان کے قوائے دماغی کسی علت کے سبب خیالات پریشان پیش کر رہے ہیں؟

ہم انہیں بتائے دیتے ہیں کہ اس میں بے چارہ حافظ جی کا قصور نہیں۔

درہس آئینہ طوطی صفتش داشتہ اند

انچہ استاد بگفت است ہماں می گوید

(طوطی کو جیسا سبق پڑھا دیا جاتا ہے وہ اسی کو دہرایا کرتا ہے)

حافظ جی تو ہمارے سامنے آتے، تب ہی انہیں دکھاتے مگر اب ناظرین دیکھیں ہم

انہیں بتائے دیتے ہیں کہ مرزا قادیانی کا حال ہی یہ ہے وہ اپنے مرحومہ الہاموں میں کبھی خدا بننے

ہیں۔ (کتاب البریہ ص ۷۸، خزائن ج ۱۳ ص ۱۰۳، آئینہ کمالات اسلام ص ۵۶۲) کبھی خدا کے بیٹے۔ (داغ البلاء ص ۷۶، خزائن ج ۱۸ ص ۲۲۷) کبھی تثلیث کے ایک رکن۔ (توضیح المرام ص ۶۲، خزائن ج ۳ ص ۶۲) کبھی رسول صاحب شریعت۔ (اربعین نمبر ۲ ص ۶، خزائن ج ۷ ص ۳۵۲) صاحب کبھی نبی غیر شریعت (حقیقت المذہب صفحات مختلفہ) کبھی مسیح (حقیقت الوحی ص ۱۲۸، خزائن ج ۲۲ ص ۱۵۲) کبھی مہدی، کبھی مجدد کبھی کرشن بلکہ اسی پر بس نہیں۔ کبھی مرد کبھی عورت۔ اگرچہ ہماری تہذیب ہمیں یہ طرفہ تماشہ پیش کرنے کی اجازت نہیں دیتی مگر حافظ جی ہمیں جھوٹ کا الزام دے رہے ہیں لہذا ہم حوالہ نقل کرنے کے لئے مجبور۔ مرزا قادیانی فرماتے ہیں کہ انہیں الہام ہوا۔

..... ”باوالہی بخش چاہتا ہے کہ تیرا حیض دیکھے مگر وہ حیض بچہ بن گیا اور ایسا بچہ جو بمنزلہ اطفال اللہ ہے۔“ (تحریر حقیقت الوحی ص ۱۳۳، خزائن ج ۲۲ ص ۵۸۱)

(ناظرین سوچ لیں کہ حیض کس کو آیا کرتا ہے)

..... ۲ ”خدا نے براہین احمدیہ کے تیسرے حصے میں میرا نام مریم رکھا پھر جیسا کہ براہین احمدیہ سے ظاہر ہے دو برس مفت مریمیت میں میں نے پرورش پائی اور پردے میں پرورش پاتا رہا، پھر جب اس پر دو برس گزر گئے تو جیسا کچھ براہین احمدیہ کے حصہ چہارم میں درج ہے۔ مریم کی طرح عیسیٰ کی روح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا اور آخر کئی مہینے کے بعد جو دس مہینے سے زیادہ نہیں، بذریعہ الہام مجھے مریم سے عیسیٰ بتایا گیا۔ (پھر اس صفحے کے آخر میں فرماتے ہیں) پھر مریم کو جو مراد اس عاجز سے ہے درودہ تاجگجور کی طرف لے آئی..... الخ“ (کشتی نوح ص ۳۶، ۳۷، خزائن ج ۱۹ ص ۵۰)

عبارات بالا میں ناظرین کو ایک الجھن رہ گئی ہوگی کہ (مرزا قادیانی کو) حاملہ ٹھہرایا گیا۔ حمل ٹھہرانے کی تفصیلی صورت ذکر نہیں فرمائی گئی اس لئے بقول کہے۔

اگر قدر نتواند پسر تمام کند

اس کی تفصیل مرزا قادیانی کے ایک فرزند روحانی نے فرمادی، ملاحظہ کیجئے۔

ٹریکٹ اسلامی قربانی ۳۴ مؤلفہ یار محمد مرزائی مطبوعہ ریاض ہند پریس ”کشف کی حالت آپ (مرزا قادیانی) پر اس طرح طاری ہوئی کہ گویا آپ عورت ہیں اور اللہ تعالیٰ نے رجولیت (مردانگی) کی طاقت کا اظہار فرمایا تھا سمجھنے والے کے لئے اشارہ کافی ہے۔“ (اسلامی قربانی نمبر ۳۳ ص ۱۲) (معاذ اللہ اب بھی اشارہ ہی رہا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ) یہ عبارتیں اگر کسی ایسے شخص کے مقابلے میں پیش کی جاتیں جس میں غیرت اور شرم کا

خفیف سا نقطہ بھی باقی ہوتا تو غالباً وہ اس کے بعد پبلک کو عمر بھر منہ نہ دکھاتا۔

جناب حافظ جی صاحب شاید ہی غور فرمائیں کہ نمبر ۲ دور قی کے ص ۴۲ کالم ۲ سطر ۱۹ کی لغت کس پر پڑی، اور ابدال اباد تک کس پر پڑتی رہے گی؟

ناظرین نے مرزا قادیانی کے مریم وھیلی بننے کا حال تو معائنہ فرمایا اسی پر ان کے آدم و نوح وغیرہ بننے کو قیاس کیا جاسکتا ہے، ہمیں حیرت ہوتی ہے کہ حافظ جی یہ کہتے ہوئے اس امر کا ذرا بھی خیال نہ آیا کہ ان کی تحریر کسی اہل علم کے سامنے بھی جائے گی۔

آئینہ کی مثال دے کر بروز ظہور کے مسئلہ کی تشریح کرتے ہوئے بڑے خوش ہوں گے کہ ہم نے سادہ لوح افراد کی دھوکہ دہی کے لئے کافی سامان بہم پہنچا دیا لیکن آنکھوں والے دیکھتے ہیں کہ وہ جو حسب فرمان مہر صادق رحمۃ اللہ علیہ شان انبیاء کے آئینہ صفت مظہر بنے جن کے لئے حدیث میں فرمایا گیا کہ: ”من اراد ان ينظر الى آدم عليه السلام وصفوته والي يوسف عليه السلام وحسنه والي موسى عليه السلام وصلابته والي عيسى عليه السلام وزهده والي محمد صلی اللہ علیہ وسلم وخلقه فلينظر الي علي بن ابي طالب (سیر الاقطاب ص ۵)“ جو کوئی یہ چاہے کہ حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی صفوت حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کا حسن حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی صلابت حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کا زہد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کا خلق معائنہ کرے پس اسے چاہئے کہ علی بن ابی طالب کی طرف دیکھے باوجود اس شان مظہر کے سنئے کہ کس صفائی کے ساتھ وہی شیر خدا علی مرتضیٰ تھمار ہے ہیں: ”الا وانی لست نبياً ولا يوحى الي“ خبردار رہنا میں نبی نہیں ہوں نہ میری طرف وحی کی جاتی ہے۔

تعب اس پر ہے جس کا مظہر ہونا تو کجا مسلمان ہونے پر بھی کوئی دلیل شرعی نہ قائم ہوتی ہو اور یہ دعویٰ کرے کہ ”میں نبی ہوں، میں رسول ہوں، میں سب نبیوں سے افضل ہوں۔“ (العیاذ باللہ) پھر اجتماع ضدین سونے پر سہاگہ کہ ایک طرف نبی و رسول ہونے کا دعویٰ دوسری طرف کرشن جی کا اوتار لینے کا ادعا۔

به بين تفاوت راه از کجاست تا بکجا

سری کرشن جی اور ان کے روپ

اہل نظر پر مخفی نہیں کہ سری کرشن جی صاحب ہندو جاتی کے ایک بہت بڑے رہبر مانے جاتے ہیں کسی قدیم تاریخی آدم کے حالات معلوم کرنے کے لئے سمجھدار متفقین علوم ہمیشہ پرانے اصلی نسخوں کی تلاش کیا کرتے ہیں۔ چنانچہ سری کرشن جی کے حالات معلوم کرنے کے لئے بھی

بجائے زمان حال کے مصنفین کی کتابوں کے ہم اسی کتاب کے مقالات کی طرف توجہ کرتے ہیں جو خود کرشن جی کی ذاتی کتاب کہی جاتی ہے یعنی بھگوت گیتا۔ اس میں کرشن جی نے اپنے آپ کو جس روپ میں پیش کیا ہے۔ اس کا خلاصہ ان چند حوالوں کا ملاحظہ سامنے آجائے گا۔

سری کرشن جی کا ایک روپ یا تصویر کا ایک رخ
بھگوت گیتا میں کرشن جی فرماتے ہیں:

۱..... اس دنیا کا ماں باپ سہارا اور بابا میں ہوں..... سب کا پالنے والا، مالک، گواہ، جائے قرار، جانے پناہ، دوست، باعث پیدائش، باعث خاتمہ، باعث قیام، خزانہ اور پیدائش کا لازوال بیج میں ہی ہوں۔ اے ارجن! میں گرمی دیتا ہوں، میں پانی کو روکتا ہوں، میں برساتا ہوں، میں امرت ہوں۔ (گیتا ۱۰، ۹ تا ۱۷)

۲..... سب دیوتاؤں اور مہارشیوں کی ابتداء بہر حال مجھ ہی سے ہے جو شخص یہ جانتا ہے کہ میں پر تھوی وغیرہ سب لوگوں کا بڑا ایثار ہوں اور میرا جہنم یعنی آغاز نہیں ہے وہی انسان میں مودہ سے آزاد ہو کر سب پاپوں سے چھوٹ جاتا ہے۔ (گیتا ۱۰، ۲-۳)

۳..... میں سب جانداروں کا مالک ہوں اور پیدائش سے بالاتر ہوں اگرچہ میرے آہٹم سروپ میں کبھی تغیر نہیں ہوتا مگر میں اپنی پر کرتی (خاصیت) میں قائم رہ کر اپنے مایا سے جنم لیا کرتا ہوں۔ (گیتا ۱۰، ۸۵ تا ۸۶)

ناظرین نے اس پہلے روپ یا تصویر کے ایک رخ میں دیکھ لیا کہ سری کرشن جی خدائی کا دعویٰ کر رہے ہیں۔ روپ لینے کی حقیقت پر بھی آپ نے غور کر لیا کہ خدا کے اس جسم محدود میں آجانے کا نام روپ لینا یا اوتار بننا بتا رہے ہیں۔

ہم تہہ دل سے جناب مرزا قادیانی کی اس بات کی تصدیق کے لئے تیار ہیں کہ یقیناً ان کے اور کرشن جی کے دعوے یکساں ہیں اور ان دعوؤں کے اعتبار سے وہ یقیناً کرشن جی کہے جاسکتے ہیں۔ بطور تمثیل مرزا قادیانی کا دعویٰ ملاحظہ ہو اور پھر دونوں کے دعوؤں کا مقابلہ کر لیا جائے۔ مرزا قادیانی (کتاب البریہ ص ۷۹، خزائن ج ۱۳ ص ۱۰۳) پر فرماتے ہیں۔ ”کشف میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی ہوں اسی حالت میں یہ کہہ رہا تھا کہ ہم ایک نیا نظام اور نیا آسمان اور نئی زمین چاہتے ہیں سو میں نے آسمان وزمین کو اجمالی صورت میں پیدا کیا..... پھر میں نے آسمان دنیا کو پیدا کیا اور کہا انا زینا السماء الدنيا بمصابیح پھر میں نے کہا کہ اب ہم انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کریں۔“ وغیرہ ذالک من الخرافات ملخص!

سری کرشن جی کا دوسرا روپ یا تصویر کا دوسرا رخ

بھاگوت پران میں بھی کرشن جی کی دوسری تصویر اس طرح نظر آتی ہے کہ:

دریا میں کرشن جی ماشاں فرما رہے ہیں اور گوبھیاں (خوبصورت عورتیں) بھی نہا رہی ہیں۔ کرشن جی گوبھیوں کے کپڑے چمپا دیتے ہیں سب کی سب دریا سے برہنہ نکلتی ہیں اپنے کپڑوں کی تلاش کرتی ہیں۔ سری کرشن جی گوبھیوں سے لذت اندوز ہونے کے لئے اپنے بہت سے جسم پیدا کر لیتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ (ملخصاً)

سوک رشی سے راجہ پرکشت پوچھتا ہے کہ خدا تو اتار کے روپ میں اس لئے ظاہر ہوا کرتا ہے کہ سچا دھرم پھیلانے۔ یہ کیسا خدا ہے کہ دھرم کے تمام اصولوں کے خلاف دوسروں کی عورتوں سے.....؟

رشی جی کرشن جی کے عمل کی تاویل اس طرح فرماتے ہیں کہ ”خود دیوتا بھی بعض اوقات نیکی کی راہ سے ہٹ جاتے ہیں مگر ان کے گناہ ان کی ذات پر اسی طرح اثر نہیں کرتے جس طرح آگ تمام چیزوں کو جلانے کے باوجود مورد الزام نہیں ہو سکتی۔“

ان دونوں تصویروں کو دیکھتے ہوئے زیادہ بریں نیست کے حسن خیال کی بناء پر ہم یہ کہہ دیں کہ یہ دونوں غلط ہیں اور وہ محض ایک انسان تھے اور ایسی شرمناک باتیں ہرگز نہ کرتے ہوں گے۔ مگر یہاں تو غور طلب یہ امر ہے کہ تاریخی نقطہ نظر سے بھی دو تصویریں ہمارے سامنے ہیں پس جو حکم بھی دیا جائے گا وہ اسی معلومات کی بناء پر اور اس کے بلکہ صرف اس کے ہوتے ہوئے کون صاحب عقل ان کو نبی بنا سکتا ہے؟ اور اس خدائی خطاب کو ان پر چسپاں کر سکتا ہے؟ درآنحالیکہ خدائی کتاب میں اس کا اعلان ان کی شخصیت پر نہ کیا گیا ہو۔ تصویر کے دوسرے رخ یا کرشن کے دوسرے روپ کے پہلے حصہ کا تعلق مرزا قادیانی سے کیا ہے اس کے متعلق لب کشائی سردست مناسب نہیں معلوم ہوتی لیکن دوسرے روپ کے باب میں سوک رشی جی نے جو کچھ فرمایا اسے دیکھتے ہوئے ہم اس کی تصدیق کرنے میں ذرا تاثر نہ کریں گے کہ بے شک کرشن قادیانی جی کے چیلے بھی ان کی بات کو بنانے اور تاویل فرمانے میں ایسے ہی مشتاق ہیں جیسے رشی جی تھے۔ گویا مرزا قادیانی اگر کرشن جی کے اتار ہیں تو وہ سوک رشی جی کے۔ اس لئے کہ کوئی ضرورت تو ہوگی جس کے لئے مرزا قادیانی نے اپنا یہ معموہد الہام بیان فرمایا کہ:

..... ﴿اعمل ما شئت قد غفرت لك﴾ ”جو چاہے تو کئے جاہم نے تجھے بخش دیا۔“

۲..... اور حافظ جی جیسے چیلے آسانی نکاح والوں کے متعلق واقعات میں ایسی ہی عجیب و غریب تاویل فرماتے اور پھر حوالہ لکھتے ہیں کہ ”لڑکی ۹.۸ برس کی تھی اس پر نفسانی افتراء..... حماقت ہے۔“

شاید انہوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ دنیا میں کوئی سمجھدار باقی ہی نہیں رہا جو یہ جانتا ہو کہ اگر بالفرض ۹.۸ برس ہی کی عمر مان لی جائے تو ہندوستان اور بالخصوص پنجاب میں اتنی عمر کی اچھے کھاتے پیتے گھرانوں کی بچیاں کیسی ہوتی ہیں۔

بہر نوع ہم یہ تو تسلیم کرتے ہیں کہ اوتار کہئے، بروز کہئے یا ظہور سے تعبیر کیجئے یا آئینہ کی تصویر کو مثیل بنائیے مرزا جی اپنے دعاوی کے اعتبار سے جو کچھ بھی ہیں کرشن جی کے ہیں۔ اس لئے کہ:..... کرشن جی نے اوتار یا حلول کا مسئلہ سکھایا۔ مرزا قادیانی نے بھی ”انست منی وانا منک“ (تو مجھ سے ہے میں تجھ سے ہوں۔) (حقیقت الہی ص ۷۴، خزائن ج ۲۲ ص ۷۷) کا مفروضہ الہام سنایا۔ پھر خدا کو (محاذ اللہ) تیندوے سے تشبیہ دی اور ہاتھ پیر والا بھی بتایا۔

(توضیح المرام ص ۷۵، خزائن ج ۳ ص ۹۰)

۲..... کرشن جی نے تنازع آواگون کا مسئلہ سکھایا مرزا قادیانی نے بھی سب کا بروز مثیل ظہور ہونے کا دعویٰ ایسی ہی شکل میں پیش فرمایا جس کا ترجمہ آسانی کے ساتھ آواگون ہی سے کیا جاسکتا ہے۔ لہذا ان کا کرشن ہونا تو درست مگر کرشن ہوتے ہوئے مجدد و مہدی و یحییٰ بن مریم بلکہ بقول حافظ جی احمد نبی بنادشوار اور ان موحدین کی نورانی قبا کا اس صورت پر جو کرشن نما (یعنی بقول حافظ جی کالی) ہو پھر جتنا خود اس قبا کے لئے عار۔

ہمیں افسوس ہے کہ کرشن جی کی کوئی تیسری تصویر ہمیں کہیں سے دستیاب نہیں ہوتی، نہ کہیں قرآن کریم میں ان کا ذکر، نہ کسی اور آسانی کتاب میں ان کا بیان، نہ کسی حدیث میں خبر، نہ کسی مستند تاریخ میں کوئی اثر، یہ ماننا کہ ہندوستان میں بھی ہادی اور رہبر بلکہ انبیاء و رسل آئے ہوں مگر اس کی کیا دلیل کہ فلاں شخص نبی تھا؟

حافظ جی کو جب قرآن، حدیث، تفسیر، تاریخ کہیں بھی پڑ نہ ملا تو عجب بے نگاہی اڑائی کہ فلاں فلاں نے لکھا۔ کہ ”ہندوستان میں ایک کالے رنگ والا نبی تھا جس کا نام کاہن تھا، چونکہ اس کا رنگ کالا بتایا گیا اور کرشن کے معنی بھی کالا، لہذا کرشن نبی تھا۔“

اس بیان پر غالباً ایک معمولی سمجھ رکھنے والا بچہ بھی ہنس پڑے گا اور حافظ جی کی نہیں نہیں

مرزا قادیانی کی قابلیت کی داد دے گا۔ ہمیں افسوس ہے کہ محض بدیں خیال کہ کہیں مارشس کے سادہ لوح اس افسوس میں نہ آجائیں۔ ایسی تحریر پر تنقید کی ضرورت لاحق ہو رہی ہے۔ ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ ایسی لغو تحریر پر تبصرہ کرنا بھی شان علمی کے خلاف۔ اس لئے کہ سب سے پہلے تو یہی بات قابل لحاظ کے اس خبری کا کیا اعتبار پھر اگر بالفرض کسی تاریخ سے اس کا پتہ بھی مل جائے تو اس کا کیا ثبوت کہ یہ کرشن جی ہی کے حلق ہے اس لئے کہ نام تو کاہن بتایا گیا نہ کرشن، پھر اگر اس کو علم نہ مانا جائے بلکہ اسم صفت ہی مانیں تو حافظ جی کرشن جی کو کالایا نہیں ساری ہندو جاتی تو آج تک ان کو ایسا طبع و خوبصورت ماننی چلی آ رہی ہے کہ کوہمیاں ان پر فدا تھیں بلکہ آج بھی تمہرا میں لنگا کے کنارے بہت سی خدا کی بندیاں اسی امید پر کہ کسی موہنی روپ میں ان کے درشن ہو جائیں سب کچھ تجھے کے لئے تیار رہتی ہیں۔

ممکن ہے کہ یہ کاہن وہی یوز آسف ہو جو ہندوستان کے صوبہ سولابت میں راجہ جنسر کے گھر پیدا ہوا شاہزادہ نبی کہلایا، کشمیر گیا وہیں مراد ہیں دفن کیا گیا۔ آج تک اس کی قبر شاہزادہ نبی کی قبر کہلاتی اور اسی نام سے پہچانی جاتی ہے۔ بعض روایتیں اس کے متعلق ایسی بیان بھی کی جاتی ہیں جو اس کی کہانت پر دلالت کر سکتی ہیں۔ (تفصیل حال کے لئے کتاب یوز آسف اور بلوہر مترجمہ مولوی سید عبدالغنی مطبوعہ ہاشمی دہلی ص ۳۵۸ کو دیکھا جاسکتا ہے) مرزا قادیانی نے اس قبر کو حضرت مسیح علیہ السلام کی قبر تصنیف کر ڈالا۔

پھر اور آگے بڑھئے مرزا قادیانی تو نہ کرشن کی نبوت بتاتے ہیں، نہ اس کی نبوت کا ظہور، وہ تو صاف فرماتے ہیں کہ: ”میں راجہ کرشن کے رنگ میں بھی ہوں جو ہندو مذہب کے تمام اوتاروں میں بڑا اوتار تھا۔ پھر آگے چل کر گیتا کوئی الجملہ الہامی کتاب مانتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ان (مرزا قادیانی) پر الہام ہوا ہے۔“

یاللعجب ہم وید میں تو حید کا جلوہ دکھائیں تو ہم پر اعتراض، یہ گیتا کو الہامی مانیں تو بھی کچھ نہیں۔

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چہ چاہیں کرتے
”کرشن رو دھر کو پال تیری مہا گیتا میں لکھی گئی ہے۔“

(سیالکوٹ ص ۳۳، خزائن ج ۲۰ ص ۳۲۹)

مرزا قادیانی نے گیتا کا حوالہ دے کر خود واضح کر دیا کہ ان کی مراد کیا ہے؟ گیتا میں

اوتار یا روپ کے معنی آپ نے ابھی ابھی کرشن جی کے بتائے ہوئے دیکھے کہ خدا کے انسانی جسم میں حلول کرنے کو اوتار لینا یا روپ لینا کہا گیا۔ پس مجردان کلمات کے استعمال ہی نے انہیں دائرہ توحید سے جدا شرک کے مرض میں مبتلا کر دیا اب ان کا اسلام سے کیا علاقہ رہا۔

تو ہیں انبیاء

جناب حافظ جی صاحب کو اس تحریر کے وقت شاید یہ خیال نہ رہا ہو گا کہ جس کے جواب میں وہ اپنی دو دورتی پیش کر رہے ہیں وہ اگرچہ مارشس سے جا رہا ہے مگر اس کا قلم الحمد للہ! ہزاروں کوس کی مسافت سے بھی ان کی پردہ دری کرنے کے لئے تیار رہے گا اسی لئے بے خوف و خطر فرماتے تھے ہیں کہ: ”مرزا قادیانی نے نبیوں کو گالیاں دی ہیں یہ بھی صریح جھوٹ ہے۔“

ناظرین! ذرا سطور ذیل کو بغور پڑھیں اور خود ہی فیصلہ کر لیں کہ مرزا قادیانی نے اگر اپنے ان کلمات میں گالیاں نہیں دیں تو کیا کیا؟

۱..... ”مسح کا بے باپ پیدا ہونا میری نگاہ میں کوئی عجوبہ بات نہیں اب برسات قریب آئی ہے باہر جا کر دیکھئے کتنے کیڑے کوڑے بغیر ماں باپ کے پیدا ہو جاتے ہیں۔“ (معاذ اللہ)

(جگ مقدس ص ۷، خزائن ج ۶ ص ۲۸۰)

۲..... اخبار بدر مورخہ ۹ مئی ۱۹۰۷ء میں مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں (نہ کہ عیسائیوں کو) ”ایک دفعہ حضرت مسیح زمین پر آئے تو اس کا نتیجہ ہوا تھا کہ کئی کروڑ مشرک دنیا میں ہو گئے دوبارہ آکر وہ کیا بنائیں گے کہ لوگ (مسلمان) ان کے آنے کے خواہش مند ہیں۔“ (معاذ اللہ)

۳..... ”حق بات یہ ہے کہ آپ (حضرت مسیح علیہ السلام) سے کوئی معجزہ نہیں ہوا۔“ (معاذ اللہ یہاں حق بات کہہ کر قرآن میں ذکر کئے ہوئے معجزات کا بھی انکار ہے۔)

(حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم ص ۶، خزائن ج ۱۱ ص ۲۹۰)

۴..... ”آپ (حضرت مسیح علیہ السلام) کے ہاتھ میں مکرو فریب کے سوا اور کچھ نہیں تھا۔“

(معاذ اللہ) (ضمیمہ انجام آتھم ص ۷، خزائن ج ۱۱ ص ۲۹۱)

۵..... ”آپ (حضرت مسیح) کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے، تین وادیاں اور نائیاں

آپ کی زنا کار اور کبھی عورتیں تھیں۔“ (معاذ اللہ) (حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم ص ۷، خزائن ج ۱۱ ص ۲۹۱)

علماء اسلام نے جب مرزا قادیانی کے ان کلمات پر گرفت کی تو خود مرزا قادیانی ہی کی زبان سے سنئے کہ ان علماء کو (حافظ جی نے تو ہمیں جھوٹا کہا مرزا قادیانی) مفسد و مفتری بتا کر کس انداز سے اپنی بریت کا اظہار فرماتے ہوئے حضرت مسیح کے بھائی بہن بتا کر مکرر گستاخی کر رہے ہیں۔

”مفسد و مفتری وہ شخص ہے جو مجھے کہتا ہے کہ میں مسیح ابن مریم کی عزت نہیں کرتا.....

مسیح تو مسیح میں تو اس کے چاروں بھائیوں کی بھی عزت کرتا ہوں کیونکہ پانچوں ایک ہی ماں کے بیٹے ہیں، یسوع کے چار بھائی اور دو بہنیں تھیں یہ سب یسوع کے حقیقی بھائی اور حقیقی بہنیں تھیں یعنی سب یوسف اور مریم کی اولاد تھے۔“ (کشتی نوح ص ۱۶، خزائن ج ۱۹ ص ۱۸)

ہم نہیں جانتے کہ مرزا قادیانی کا اعتقاد وہ ہے جو حافظ جی لکھتے ہیں کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ پیدا ہوئے یا یہ جس میں ان کی دادیاں، نانیاں اور حقیقی بھائی، بہن بتائے گئے۔ اگر پہلا ہے تو اس کا مرتبہ حوالہ نمبر اسے ظاہر کہ حضرت مسیح کو برساتی کیڑوں سے تشبیہ دی گئی اور اگر دوسرا ہے تو اس کی شان ناظرین نے دیکھ ہی لی کہ دادیاں اور نانیاں بھی بنیں اور انہیں شفیع کالیاں بھی دی گئیں۔

حافظ جی کہتے ہیں کہ ان کا عقیدہ بدلتا رہتا تھا پہلے حیات مسیح کے قاتل تھے پھر وفات مسیح کا عقیدہ تھنیف کیا۔ ممکن ہے کہ اس عقیدہ میں بھی ایسا ہی پیچ ہو۔ بہر صورت دونوں طرح کالیاں دیں گستاخیاں کیں پھر ان سے توبہ بھی نہ کی لہذا جرم ثابت۔

یہ داؤ پیچ عقلاء کے سامنے نہ چل سکا ہے نہ چل سکے گا کہ مسیحیوں کو ظلم بنانے کے لئے جواب میں تھیں، اس لئے کہ اخبار بدر اور کشتی نوح ص ۱۶ کے حوالہ نے تو صاف ظاہر کر دیا کہ مسلمانوں کے مقابلہ میں بھی یہی کہا گیا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار!

نکاح آسمانی

محمدی بیگم سے مرزا قادیانی کے مفروضہ نکاح کے باب میں حافظ جی نے ہمارا اعتراض اس طرح نقل کیا ہے کہ ”نکاح والی پیش گوئی پوری نہ ہوئی۔“ اس کا جواب سید حاسا تو یہ تھا کہ ”پوری ہو گئی“ مگر چونکہ یہ جواب امر واقعہ کے خلاف تھا لہذا حافظ جی صاحب نے سوک رشی جی کے بروز کی حیثیت سے عجیب و غریب تاویل فرمائی جس کا خلاصہ یہ ہے۔

..... نکاح کی پیش گوئی صرف اس غرض سے تھی کہ محمدی بیگم کے خاندان کے لوگ جو بے دین تھے ان کو نکاح کا نشان دکھا کر دیندار بنائیں۔

.....۲ احمد بیگ (پدر محمدی بیگم) نے توبہ نہ کی وہ ہلاک ہو گیا۔

.....۳ پیش گوئی میں توبہ کی شرط تھی توبہ توبہ..... الخ! توبہ سے یہ سب باتیں ٹل گئیں تقریباً سارا خاندان مرزائی بن گیا۔ لہذا توبہ سے نکاح ٹل گیا۔

تحریر اگرچہ طویل ہو جائے مگر ہم مجبور ہیں چونکہ مرزا ابی پورا حوالہ دیکھ لینے کے بعد بھی باتیں بتانے کی عادت رکھتے ہیں اور کسی وجہ سے اگر مختصر احوالہ کا ذکر کردہ تو فوراً جھوٹ کا الزام دیتے ہیں۔ لہذا اس باب میں بھی ہم تفصیل کے ساتھ حوالہ پیش کر کے فیصلہ اہل نظر پر چھوڑتے ہیں۔

جواب اور اس کا ثبوت

محمدی بیگم کے خاندان کے لوگ بے دین نہ تھے اس کا ولی یعنی باپ ایسا دیدار کہ اس کے ساتھ مرزا قادیانی محبت کا اظہار کرتے اور اس کے اسلام کو تسلیم کرتے ہیں، یہ وہی ہیں جن کو حافظ جی کہتے ہیں کہ ”توبہ نہ کی ہلاک ہو گیا۔“

نامہ مرزا قادیانی بہ نام مرزا احمد بیگ صاحب پڑ محمدی بیگم مورخہ ۱۷ جولائی ۱۸۹۲ء

مشفق کرمی اخویم مرزا احمد بیگ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

آپ کے دل میں اس عاجز کی نسبت کچھ غبار ہو لیکن خداوند عظیم جانتا ہے کہ اس عاجز کا دل آپ کی طرف سے بالکل صاف ہے۔ قادر مطلق سے آپ کے لئے دعائے خیر و برکت چاہتا ہوں۔ کس طریق اور کن لفظوں میں بیان کروں کہ تا میرے دل کی محبت اور غلوں اور ہمدردی جو آپ کی نسبت مجھ کو ہے آپ پر ظاہر ہو جائے۔ ہمیں خدائے قادر مطلق کی قسم ہے کہ میں اس بات میں بالکل سچا ہوں کہ خدائے تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا کہ آپ کو خدا کی تمکینیں وارد ہوں گی اور آخر اس جگہ ہوگا۔ ہزاروں پادری شرارت نہیں حماقت سے منتظر ہیں کہ یہ پیشین گوئی جھوٹی نکلے لیکن خدائے تعالیٰ ان کو رسوا کرے گا۔ جو امر آسمان پر ظہر چکا ہے زمین پر ہرگز بدل نہیں سکتا۔ خدائے تعالیٰ آپ کے دل میں وہ بات ڈالے جس کا اس نے آسمان پر سے مجھے الہام کیا ہے۔

غلام احمد

نامہ مرزا انعام مرزا علی شیر بیگ (محمدی بیگم کے پھوپھ مرزا کے لڑکے فضل احمد کے خسر) مورخہ ۲۲ مئی ۱۸۹۱ء

مشفق مرزا علی شیر بیگ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں آپ کو غریب طبع نیک خیال آدمی اور اسلام پر قائم سمجھتا ہوں، آپ کو ایک خبر سنا تا ہوں آپ کو اس سے بہت رنج گزرے گا۔ میں نے سنا ہے کہ عید کی دوسری تاریخ اس لڑکی کا نکاح ہونے والا ہے۔ میری نسبت ان لوگوں نے پختہ ارادہ کر لیا ہے۔ کہ اس کو خوار کیا جائے ذلیل کیا

جائے۔ روسیہ کیا جائے، اب مجھ کو بچالینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ (اللہ نے نہ بچایا لہذا آپ کیا بنے؟) اگر میں اس کا ہوں گا تو ضرور بچا لے گا۔ (اس نے نہ بچایا ثابت ہوا کہ اس کے نہ تھے) (آگے چل کر ایک طویل مہارت لکھتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ) آپ اپنی بیوی سے کہنے کہ وہ اپنے بھائی کو مجبور کریں، ان کو چھوڑ دینے کی حبیہ کریں تاکہ وہ بہن کے دباؤ سے مجبور ہو کر محمدی بیگم کا نکاح مرزا قادیانی سے کر دیں ادا کر آپ کی بیوی ایسا نہ کرے گی تو میں اپنے بیٹے فضل احمد سے کہوں گا کہ اپنی بیوی (یعنی) آپ کی لڑکی کو طلاق دے اگر اس نے میرا کہنا نہ مانا تو میں اسے عاق کر دوں گا اور وراثت سے محروم کر دوں گا۔ (فصل مجموعہ اشتہارات ج ۱ ص ۲۲۱)

(ناظرین انصاف کریں کیا محمد و مسیح و نبی کی بھی شان ہوتی ہے؟) ان ہر دو خطوط کے اقتباس نے اگرچہ بہت سی باتوں کو واضح کر دیا مگر ہم سر دست ان امور ہی کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

..... ۱۔ مرزا احمد بیک مسلمان تھے اچھے آدمی تھے، مرزا قادیانی کا دل ان کی طرف سے صاف تھا بلکہ ان سے بے حد محبت تھی۔ لہذا ان کی موت کسی جرم کے سبب سے نہیں ہوئی۔ وہ مسلمان تھے اسلام پر مرے ہاں جرم صرف اس قدر تھا کہ جو ان بیٹی پڑھے بدین مرزا قادیانی کو کیوں نہ دی۔

..... ۲۔ نکاح کی تحریک صرف الہام کے سبب کی گئی ہے۔ نکاح ضرور ہوگا۔ اس لئے کہ پادریوں اور ہندوؤں کے لئے نشان ہے اگر دوسری جگہ ہوگا تو گنہیں ہوں گی اور آخر مرزا قادیانی ہی سے ہوگا۔

..... ۳۔ اگر نکاح نہ ہوگا تو مرزا قادیانی خوار ذلیل روسیہ ہو جائیں گے۔

بقول مرزا قادیانی نکاح نشان مسیح آخر الزمان ہے اور وہ ظاہر نہ ہوا۔

اور آگے چلے اور دیکھئے کہ مرزا قادیانی اس نکاح کو مسیح موعود کا نشان بتاتے ہیں۔ محمدی بیگم کے خاندان والوں کی اصلاح سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

حضور نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان کا ذکر کرتے ہوئے کہ مسیح بن مریم دنیا میں اتریں گے شادی کریں گے..... الخ ۱۔ جناب مرزا قادیانی فرماتے ہیں۔

”تزوج سے مراد خاص تزوج ہے جو بطور نشان ہوگا، جس کی نسبت اس عاجز کی پیش گوئی موجود ہے گویا اس جگہ رسول اللہ ﷺ ان سیاہ دل منکروں کو ان کے شبہات کا جواب دے رہے اور فرما رہے ہیں کہ یہ باتیں ضرور پوری ہوں گی۔“

(ضمیمہ انجام آتم ص ۵۳، خزائن ج ۱ ص ۲۳۷)

پھر صفحہ ۵۴ پر فرماتے ہیں کہ ”براہین احمدیہ میں بھی اس پیش گوئی کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے۔ تیسری زوجہ جس کا انتظار ہے، یہ ایک چھپی ہوئی پیش گوئی ہے جس کا سراں وقت کھولا گیا۔“ (ضمیمہ انجام آتم ص ۵۴، خزائن ج ۱۱ ص ۳۳۸)

اب بھی کیا اس کے ثبوت میں کوئی کسر رہ گئی کہ اس نکاح کو مرزا قادیانی مسیح موعود کا نشان بتا رہے ہیں۔ پس بقول مرزا قادیانی اگر یہ نشان ظاہر نہ ہو نکاح نہ ہو تو وہ مسیح موعود نہیں۔ بقول مرزا قادیانی نکاح تقدیر الہی ہے جو ٹل نہیں سکتی وہ ٹل گئی لہذا تقدیر نہ تھی۔ جناب مرزا قادیانی نے متعدد مقامات پر اس مضمون کو ظاہر فرمایا کہ یہ نکاح ہونا خدا کا ایسا وعدہ ہے جو ٹل نہیں سکتا۔ ان خطوط میں بھی اس کا ذکر۔ یہاں مزید ایک اور حوالہ دیکھ لیجئے۔ اشتہار نصرت دین مورخہ ۲ مئی ۱۸۹۱ء میں فرماتے ہیں۔ ”خدا نے تعالیٰ کی طرف سے یہی مقدر اور قرار پا چکا ہے کہ وہ لڑکی اس عاجز کے نکاح میں آئے گی خواہ پہلے باکرہ ہونے کی حالت میں آجائے یا خدائے تعالیٰ اس کو بیوہ کر کے میری طرف لائے۔“ (مجموعہ اشتہارات ج ۱ ص ۲۱۹)

توبی توبی کی شرط اور اس کا پورا نہ ہونا

اب جناب حافظ جی صاحب کی ان دونوں رکیک تاویلوں پر نظر ڈالنے کے توبہ سے نکاح ٹل گیا احمد بیگ نے توبہ نہ کی وہ ہلاک ہو گیا۔

حافظ جی کو یا تو خبر ہی نہیں یا دیدہ دلیری ہے یا طوطی کی صدا۔ جہاں کہیں بھی اس نکاح کو قسم کے ساتھ نہ کہہ کرتے تھے وعدہ ربانی بتایا گیا اس کا آسمان پر منعقد ہونا ظاہر کیا گیا وہاں کہیں توبہ کا ذکر تک نہیں آیا اور اگر بالفرض توبہ کو شرط بھی قرار دیا جائے تو عذاب اور بلا کے لئے نہ کہ نکاح کے لئے۔ پھر توبی توبی کے صیغوں پر نظر ڈالنے کے یہ مؤنث کے صیغے ہیں۔ چنانچہ خود مرزا قادیانی ان کا ترجمہ اور مطلب بیان فرماتے ہیں۔ (حقیقت الوحی ص ۱۸۷، خزائن ج ۲۲ ص ۱۹۴)

”اے عورت! توبہ کر توبہ کر کیونکہ تیری لڑکی اور تیری لڑکی کی نانی پر ایک بلا آنے

والی ہے۔“

..... مرزا قادیانی نے خود واضح کر دیا کہ اس کی مخاطبہ محمدی بیگم کی والدہ ہیں ان کے توبہ کرنے سے ان کی والدہ اور محمدی بیگم کی بلائیں ٹلیں گی۔ محمدی بیگم کی نانی پر کیا بلا آنے والی تھی جو ٹلی؟ خبر نہیں محمدی بیگم پر جو بلا آنے والی تھی وہ بقول حافظ جی ٹل گئی۔ اس سے ثابت ہوا کہ محمدی بیگم کی والدہ نے توبہ کی۔

اب سوال فقط اسی قدر باقی رہ گیا کہ جب مرزائی توبہ سے مراد مرزائی بننا لے رہے ہیں تو کیا محمدی بیگم کی والدہ نے مرزائیت کو قبول کیا؟ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ جب نہیں تو وہ بلا بھی کیوں ٹلی؟ پھر یہ کہنا کہ ”قربا سارا خاندان مرزائی بن گیا۔“ کھلا جھوٹ۔

مرزا احمد بیگ کا اسلام پر مرنا ظاہر۔ حافظ جی کو تسلیم کہ مرزائی نہیں ہوا ان کا داماد محمدی بیگم کا شوہر مرزائی نہیں ہوا۔ محمدی بیگم الحمد للہ مسلمہ ہے بلکہ اس کی اولاد بھی ماشاء اللہ مسلمان وہ اور اس کے قریبی اعضاء و اقرباء سب کے سب بمنہ تعالیٰ اسلام پر قائم اور مرزائیت سے بیزار بلکہ ان علمائے حقانی کے اعوان و انصار جو مرزائیوں سے برسرِ پیکار۔ پھر بلا ٹلی تو کیوں ٹلی؟

۲..... نکاح بلا ہے؟ عذاب ہے؟ یا کیا؟

مرزا قادیانی کہتے ہیں۔ ”یہ نکاح تمہارے لئے موجب برکت اور رحمت کا نشان ہوگا۔ ان تمام برکتوں اور رحمتوں سے حصہ پاؤ گے جو اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۸ء میں مندرج ہیں۔“ (آئینہ کمالات اسلام ص ۲۸۱، ۲۸۸، خزائن ج ۵ ص ۲۸۶)

توبی توبی کے کلمات کو اگر شرط مان بھی لیا جائے تو اس سے بلا ٹلنی چاہئے، نہ کہ رحمت و برکت۔ پس یا تو یوں کہا جائے کہ نکاح نہ تھا بلا تھا۔ (محمدی بیگم کے لئے نہ سہی مرزاجی کے لئے سہی) یا یہ کہنے کے توبہ کا علاقہ نکاح سے نہ تھا۔ دونوں شکلوں میں ہمارا دعویٰ ثابت۔ ہمارا بیان صرف نفس نکاح کے متعلق تھا کہ:

۱..... اس کو مقدر بتایا گیا۔

۲..... خدا کا نہ ٹلنے والا وعدہ کہا گیا، وہ ٹل گیا۔ لہذا خدا کا وعدہ نہ تھا۔ مقدر نہ تھا اور مرزا قادیانی کا یہ دعویٰ جھوٹا، الہام جھوٹا۔

۳..... مرزا قادیانی نے کہا کہ اگر یہ نکاح نہ ہوا تو۔

الف..... مرزا قادیانی ہر بد سے بدتر ٹھہریں گے، مفتری ہوں گے، کذاب ہوں گے۔

ب..... ان کے تمام دعوے جھوٹے ہوں گے۔

ج..... مرزا قادیانی ذلیل ہوں گے، روسیاء ہوں گے، ناک کھٹ جائے گی۔

کسی نے توبہ کی یا نہ کی، عذاب ٹلایا نہ ٹلا۔ ہمیں خبر دست اس سے کچھ غرض نہیں۔ مرزاجی کے دعوے اور یہ امرواقعہ سامنے ہے کہ نکاح نہ ہوا۔ فیصلہ ہم نہیں کرتے خدا نے کیا اور جو ہونا تھا ہو گیا۔ مرزا قادیانی کو جو بننا تھا بن گئے۔ اگر سادہ لوح افراد کی آنکھیں اب بھی نہ کھلیں تو وہ جانیں۔

طاہعون اور قادیان

جناب حافظ صاحب کی دیدہ دلیری ملاحظہ کیجئے کہ کس جرأت کے ساتھ ہم پر غلط بیانی کا الزام لگاتے اور دنیا کی آنکھوں میں کس طرح خاک ڈالنا چاہتے ہیں۔

حافظ جی لکھتے ہیں کہ ”مرزا قادیانی نے لکھا ہے کہ قادیان میں طاہعون نہ آئے گی یہ مولوی صاحب کی بالکل غلط بیانی ہے۔“

ناظرین فیصلہ کریں کہ ہم نے جو کچھ کہا تھا اس کی تفصیل یہ ہے یا نہیں؟

..... مرزا قادیانی نے مواہب الرحمن میں فرمایا: لننا من الطاعون امان (مواہب الرحمن ص ۲۳، خزائن ج ۱۹ ص ۲۳۲) ہم لوگوں کے لئے طاہعون سے امان ہے۔ ”لنا“ کے مصداق چونکہ دنیا بھر کے مرزائی تھے جب مختلف مقامات سے مرزائیوں کے مرنے کی خبریں آنے لگیں اور مقررین نے اعتراض کیا ہوگا تو فرمایا۔ ”خدا نے سبقت کر کے قادیان کا نام لے دیا ہے کہ قادیان کو اس (طاہعون) کی خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا کیونکہ اس کے رسول کا تخت گاہ ہے اور یہ تمام امتوں کے لئے نشان ہے۔“ (دافع البلاء ص ۱۰، خزائن ج ۱۸ ص ۲۳۰)

قادیان چھوٹا سا قصبہ اس کی مختصر سی آبادی مگر جب اس میں بھی یہ حالت ہوئی کہ پیسہ اخبار لاہور مورخہ ۲۰ مارچ ۱۹۰۴ء رقمطراز ہے۔ ”قادیان آج کل پنجاب میں اول نمبر پر طاہعون میں مبتلا ہے۔ بیس (۲۰) موتوں کا اوسط ہے۔ قصبہ میں ہلچل مچی ہوئی ہے۔“ (ناظرین مرزا قادیانی کی مرحومہ الہامی الفاظ خوفناک تباہی کا اس عبارت پیسہ اخبار میں خاص لحاظ رکھیں نیز حافظ جی کے الفاظ بھی یاد ہیں کہ ”جو لوگوں کو بدحواس کر دے۔“ اس لئے کہ اس کی تفصیل ہلچل کے لفظ میں موجود ہے) پھر جب قادیان میں اس قدر طاہعون پھیلے کہ ۳۱۳۔ اموات کی رپورٹ عام اخباروں میں شائع ہوئی تو مرزاجی کو خود تسلیم کرنا پڑا۔ چنانچہ لکھتے ہیں: الحکم قادیان ۱۰ مارچ ۱۹۰۷ء۔ ”آج کل طاہعون بہت بڑھتا جاتا ہے چاروں طرف آگ لگی ہوئی ہے۔ (اس آگ لگنے پر خاص توجہ رہے بدحواسی شاید کسی اور چیز کا نام ہوگا۔) میں اپنی جماعت کے لئے خدا سے بہت دعا کرتا ہوں کہ وہ اس کو بجائے رکھے۔“ مگر دعا قبول نہیں ہوتی۔

مانگا کریں گے اب سے دعا بھریار کی

آخر تو دشمنی ہے اثر کو دعا کے ساتھ

مگر قرآن شریف سے ثابت ہے کہ جب قبر الہی نازل ہوتا ہے تو بدوں کے ساتھ نیک

بھی لپیٹے جاتے ہیں۔

جاری کیا اس کی عبارت ملاحظہ فرمائیے جو اس مضمون کو بالکل ہی واضح کر دیتی ہے۔

مولوی ثناء اللہ صاحب نے ”حقیقت الوحی“ کی اس دعوت عام کو دیکھ کر جو تمام علمائے اسلام کو مرزا قادیانی کی طرف سے دی گئی تھی مرزا قادیانی کو لکھا کہ ”کتاب حقیقت الوحی بھیجے تاکہ میں مہبلہ کی تیاری کروں۔“ اس کے جواب میں انہیں بجکم مرزا قادیانی لکھا جاتا ہے کہ ”آپ کا خط حضرت مسیح موعود کی خدمت میں پہنچا جس کے جواب میں آپ کو مطلع کیا جاتا ہے کہ آپ کی طرف حقیقت الوحی بھیجنے کا ارادہ اس وقت ظاہر کیا گیا تھا جس وقت مہبلہ کے واسطے لکھا گیا تھا کہ مہبلہ سے پہلے پڑھ لیتے مگر چونکہ آپ نے اپنے واسطے تعین عذاب کی خواہش ظاہر کی اور بغیر اس کے مہبلہ سے انکار کر کے اپنے لئے فرار کی راہ نکالی اس واسطے مشیت ایزدی نے آپ کو اور راہ سے پکڑا اور حضرت حجۃ اللہ مرزا قادیانی کے قلب میں آپ کے واسطے ایک دعا کی تحریک کی اور دوسرا طریق اختیار کیا۔“ اس عبارت سے ناظرین نے بخوبی اندازہ لگالیا ہوگا کہ یہ دوسرا طریق مہبلہ نہیں بلکہ تعین عذاب بصورت دعا ہے اور مشیت ایزدی کے مطابق یہی آخری فیصلہ ہے۔ اس دعا کا اثر فیصلہ کر دے گا کہ اس باب میں کون سچا ہے اور کون جھوٹا۔

مرزا قادیانی کی دعا

”اے میرے آقا! اے میرے بھیجنے والے!..... میں تیرے ہی تقدس اور رحمت کا دامن پکڑ کر تیری جناب میں ملتی ہوں کہ مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما اور وہ جو تیری نگاہ میں حقیقت میں مفسد اور کذاب ہے اس کو صادق کی زندگی میں دنیا سے اٹھالے۔“

(مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۵۷۹)

ہم نے اس دعا کے اثر کا ذکر کیا جو دنیا نے دیکھ لیا مگر اس سے زیادہ شرمناک جھوٹ اور کیا ہوگا کہ حافظ جی اب تک اس کو مہبلہ کہے جاتے ہیں حالانکہ مرزا قادیانی کے انتقال کے بعد جب تمام ہندوستان میں اس دعا کی صداقت کا تذکرہ ہوا اور تمام اہل بصیرت نے حقیقت کو جان لیا تو تمام مرزائی ٹولی نے پورا زور لگایا۔ آخر تین سو روپیہ کا انعام مقرر کیا اور یہی چیلنج دیا کہ ”یہ فیصلہ نہ تھا مہبلہ تھا۔“ مرزائی خلیفہ نمبر ۱ کے وکیل منشی قاسم علی صاحب میدان مقابلہ میں آئے۔ سردار بچن سنگھ بی۔ اے پلڈر فریقین کی طرف سے مسلمہ حکم مقرر کئے گئے۔ منشی قاسم علی صاحب اور مولوی ثناء اللہ صاحب میں مباحثہ و مناظرہ ہوا، آخر انجام مبلغ تین سو روپیہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے بجکم مرزا نیوں سے وصول کیا اور غیر جانب دار حکم نے یہ فیصلہ دیا۔ (تحریر میں گو قدرے طوالت ہو جائے مگر ہم اس کے بعض کلمات نبضہ لکھ دیتے ہیں۔)

”میں صاف اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ مرزا قادیانی کے اس جہان فانی سے بحیات مولوی ثناء اللہ صاحب رحلت فرمانے سے مرزا قادیانی کی دعا مندرجہ اشتہار خدائے تعالیٰ نے قبول فرمائی اور اس قبولیت کا اظہار خود مرزا قادیانی نے اپنی زبان مبارک سے کیا۔

۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء والا اشتہار بحکم خداوندی مرزا قادیانی نے دیا تھا۔ خدا نے الہامی طور پر جواب دیا تھا کہ میں نے تمہاری یہ دعا قبول کر لی۔“

(ملفوظ دستخط سردار بچن سنگھ بی۔ اے پلیڈر ۲۲ اپریل ۱۹۱۲ء)

سردار بچن سنگھ کے فیصلہ کے مطابق ہی نہیں ایسے خدائی فیصلہ کی رو سے جس کو سارے عالم نے دیکھ لیا ہم بھی اس کی بڑے زور سے تائید کرتے ہیں مرزا جی کی اور دعائیں قبول ہوئیں یا نہ ہوئیں مگر یقیناً خدا نے مرزا قادیانی کی یہ دعا ضرور قبول کی اور دنیا کو دکھا دیا کہ اس مقابلے میں حق پر کون تھا اور باطل پر کون۔ دنیا نے دیکھ لیا کہ مرزا قادیانی ہیضہ میں مبتلا ہوئے، لاہور میں مر گئے، قادیان میں دفن ہوئے اور مولوی ثناء اللہ قلعہ مرزا نیت پر گولہ باری کے لئے اب تک موجود۔

ڈاکٹر عبدالحکیم اور مرزا قادیانی

حافظ جی ہماری شکایت کرتے ہیں کہ: ”ڈاکٹر عبدالحکیم کی پیش گوئی کی طرف اشارہ کیا اور حقیقت کو بے نقاب نہیں کیا۔“ ہمیں افسوس ہے کہ وہ ہمارے بلانے کے باوجود بھی دیوار کے پیچھے ہی رہے اگر سامنے آجاتے تو ہم ”بے نقاب“ بھی کر دیتے۔

ناظرین نے حافظ جی کی نمبر ۳ دور قی میں دیکھا کہ جتنے دعوے بھی انہوں نے کئے ثبوت کسی ایک کا بھی نہیں دیا۔

..... کیا مرزا قادیانی کے وہ الفاظ وصیت نامہ لکھے جن میں انہوں نے یہ تحریر فرمایا کہ وہ فلاں تاریخ سے تین برس کے اندر مر جائیں گے۔

۲..... یہ حوالہ دیا کہ ڈاکٹر صاحب نے کب اور کن الفاظ میں اپنی سابقہ پیش گوئی میں ترمیم کی؟ اب حافظ جی کی یہ تمنا ہے کہ ہم ہی ان کا نقاب اٹھائیں تو یہ لیجئے ناظرین ملاحظہ کریں کہ نقاب کے اندر کیا ہے؟

پہلے یہ معلوم کیجئے کہ مرزا قادیانی اپنی عمر کے متعلق خود ہی کیا ارشاد فرماتے ہیں: ”میری عمر کے چالیس برس پورے ہونے پر صدی کا سر بھی آپہنچا۔ (تریاق القلوب ص ۶۸، خزائن ج ۵ ص ۲۸۳)“ (یعنی ۱۳۰۰ھ میں مرزا قادیانی کی عمر چالیس برس کی ہوئی)

(تریاق القلوب ص ۱۳، خزائن ج ۱۵ ص ۱۵۲ حاشیہ) پر فرماتے ہیں کہ خدا نے ان پر الہام

کیا ”میں (خدا) تجھے (مرزا کو) اسی برس یا چند سال زیادہ اس سے کچھ کم عمر دوں گا۔“ (اب یہ مرحومہ الہام بھی ایک لطیفہ ہے مرزا قادیانی کا الہام کرنے والا ایسی ہی مخمینی انکل کی باتیں کہا کرتا ہے۔) اس جگہ تخمینہ تھا تصریح کے ساتھ اور ملاحظہ کیجئے۔

”آخری زمانہ اس تک موجود (مرزا قادیانی) کا دانیال نبی نے ۱۳۳۵ھ برس لکھا ہے جو خدائے تعالیٰ کے اس الہام سے مشابہ ہے جو میری عمر کی نسبت بیان فرمایا ہے۔“

(حقیقت النومی ص ۲۰۰، خزائن ج ۲۲ ص ۲۰۸)

پس ان دونوں مرحومہ الہاموں کی رو سے مرزا قادیانی کو ۱۳۳۵ھ میں ہمر (۳۵+۴۰) = ۷۵ سال مرنا چاہئے تھا۔ یہی ان کا اعلان یہی بقول ان کے خدا کا الہام اور دانیال نبی کی دی ہوئی خبر۔ ان اقوال کے دیکھنے کے بعد اب فیصلہ بہت آسان ہو گیا اس لئے کہ اس میں تو غالباً کسی کو مجال انکار ہی نہیں کہ مرزا قادیانی ۱۳۲۶ھ میں مرے یعنی اپنی میعاد مقررہ سے (۱۳۳۵-۱۳۲۶=۹) پورے ۹ برس پہلے، اس کا سبب مرزا قادیانی بتائیں یا نہ بتائیں ہم بتائے دیتے ہیں کہ ڈاکٹر عبدالحکیم نے اعلان الحق ص ۵۰۴ پر جولائی ۱۹۰۶ء کو یہ اعلان کیا کہ ”صادق کے سامنے شریفنا ہو جائے گا یعنی (۳) سال کے اندر میرے سامنے مرزا قادیانی مرجائیں گے۔“

اس کے جواب میں مرزا قادیانی اپنے اشتہار مجریہ ۱۶ اگست ۱۹۰۶ء میں فرماتے ہیں: ”میں سلامتی کا شہزادہ ہوں کوئی مجھ پر غالب نہیں آسکتا، بلکہ خود عبدالحکیم خاں میرے سامنے آسانی عذاب سے ہلاک ہوگا۔“ (مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۵۵۰) (بقیہ عبارت مرزائی حقیقت کا اظہار نمبر ۱ میں ملاحظہ کیجئے)

اس میں مرزا قادیانی نے ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب کے مرنے کی پیش گوئی کس صفائی کے ساتھ کی اس لئے ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب نے غضب میں آکر اس وقت سے ۱۴ مہینے کی میعاد بتائی۔ جس کے جواب میں مرزا قادیانی فیصلہ فرماتے ہیں اور اپنی طرف سے نہیں کہتے بلکہ دعویٰ یہ ہے کہ الہام ہوا کہ اشتہار تبصرہ ۵ نومبر ۱۹۰۷ء درمیان میں عبارت محذوف (مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۵۹۱) ”اپنے دشمن ڈاکٹر عبدالحکیم سے کہہ دے کہ خدا تجھ سے مواخذہ کرے گا میں تیری عمر بڑھا دوں گا یعنی دشمن جو کہتا ہے کہ جولائی ۱۹۰۷ء سے ۱۴ مہینے تک تیری عمر کے دن رہ گئے ہیں یا ایسا ہی جو دوسرے دشمن پیشین گوئی کرتے ہیں۔ سب کو جھوٹا کر دوں گا اور تیری عمر بڑھا دوں گا جو تیری موت چاہتا ہے وہ خود تیری آنکھوں کے زبرد و اصحاب قتل کی طرح نابود اور تباہ ہوگا تجھ سے لڑنے والے اور تیرے پر حملہ کرنے والے سلامت نہیں رہیں گے۔ تیرے مخالفوں کا اخر انا حیرے ہی

ہاتھ سے مقدر تھا۔“ اور آگے بڑھے اور ۲۴ مئی ۱۹۰۸ء کا بدردیکھئے کہ انتقال سے دو دن پہلے بھی جناب مرزا قادیانی اسی مضمومہ الہام کو اپنی صداقت کا معیار بتا رہے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ اس الہام میں دو خاص وعدہ ہیں اور ان کا خدا کی طرف سے ہونا بتا کید بیان کیا جا رہا ہے۔

.....۱ (مرزا قادیانی) کی عمر بڑھادوں گا۔

.....۲ (مرزا قادیانی کا دشمن ڈاکٹر عبدالحکیم) اصحاب فیل کی طرح نابود ہوگا، ان کا خزا اور فنا (مرزا قادیانی کے) ہاتھ میں مقدر تھا۔

پس کیا مرزا قادیانی کی عمر بڑھی؟ نہیں بلکہ ۹ برس پہلے مرے۔

کیا ڈاکٹر عبدالحکیم خان مرزا قادیانی کے سامنے مرے؟ اس لئے کہ ان کا مرنا اور فنا ہونا مرزا قادیانی کے ہاتھ سے مقدر تھا۔ نہیں بلکہ وہ اب تک زندہ ہیں اور مرزا انیت کے انہدام میں مصروف۔ لہذا یہ الہام جھوٹا ہوا اور سچے جھوٹے کا فرق ظاہر۔

تھوڑی دیر کے لئے اگر فرض بھی کر لیا جائے کہ ڈاکٹر صاحب نے اپنی پیش گوئی میں کوئی مزید ترمیم کی ہو نیز اگر برائے چندے یہ مان بھی لیا جائے کہ مرزا قادیانی نے اپنے تمام سابقہ مضمومہ الہاموں کے خلاف اپنے مرنے کی میعاد بھی تین سال بیان کر دی ہو تب بھی یہ الہام جھوٹے، ان کی عمر نہ بڑھی۔ ڈاکٹر عبدالحکیم ان کے سامنے نہ مرے بلکہ مرزا قادیانی ان کو اچھا بھلا چھوڑ کر چل دیئے۔

پس وہ مفتری، کاذب اور شریر ثابت ہوئے، حافظ جی کی اور دلیری دیکھئے۔

چہ دلاور ست دزدرا کہ بکف چراغ دارد

ہم سے پوچھتے ہیں (آخری صفحہ کے حاشیہ کی سطر کو ذرا غور سے پڑھئے) ”اس میں یہ کہاں لکھا ہے کہ مرزا قادیانی کی زندگی میں ڈاکٹر مرے گا؟“ ہم جواب دیں یا ناظرین خود جواب دے لیں گے ہمیں ضرورت نہیں کہ ہاں ہاں اسی میں لکھا ہے کہ ”عبدالحکیم میرے سامنے آسمانی عذاب سے ہلاک ہوگا۔“ اسی میں لکھا ہے کہ ”وہ خود تیری آنکھوں کے سامنے اصحاب فیل کی طرح نابود اور تباہ ہوگا۔“ ہمیں یقین ہے کہ اب ہمارے ناظرین ہی ان سے کہہ دیں گے کہ آنکھیں ہوں تو دیکھو دندان شکن جواب اس کو کہتے ہیں۔

حافظ جی کے متعلق تو ہمیں امید نہیں ہاں ہمارے وہ جھوٹے بھالے افراد جو ان کے بہکاوے میں آکر مرزا انیت کا شکار ہو گئے ہیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اس ہدایت نامہ ہی کے ذریعے بحول اللہ وقوتہ ہدایت پا جائیں تو اچھا ہو۔ وما علینا الا البلاغ۔

التحقیق الصحیح فی حیات المسیح امام بخاری پر اعتراض کی تہمت

حافظ جی کو ان کے مزمومہ مجدد کی وراثت میں اور کچھ ملایا نہ ملا مگر اس کا ہم نے ضرور اندازہ لگا لیا کہ جھوٹ کا ورثہ ان کو کافی مقدار میں نصیب ہوا اسی لئے وہ ایسے بیان کے متعلق بھی جھوٹ بولتے ہوئے ذرا نہیں شرماتے جس کے سننے والے ان کے پڑوس ہی میں بہت سے موجود ہیں۔

ہم نے ”متوفیک“ کے معنوں (حافظ جی نے اسی طرح لکھا ہے) کے متعلق بخاری پر اعتراض ہرگز نہیں کیا۔ بلکہ حضرت امام بخاریؒ کی ذمہ داری کے متعلق یہ بیان کیا کہ وہ اپنی صحیح میں جہاں سند صحیح کے ساتھ احادیث کو ذکر فرماتے ہیں وہاں تعلیقات کو بھی ذکر کرتے ہیں۔ (حافظ جی تو شاید تعلیق کی اصطلاح کو بھی نہ جانتے ہوں گے۔) حضرت ابن عباسؓ کا وہ قول جو امام بخاری نے نقل کیا اور مرزائی اس کو بڑی شد و مد سے دلیل میں لاتے ہیں اس کو امام صاحب نے مستند احادیث میں داخل نہیں فرمایا بلکہ تعلیقات ہی کے ضمن میں ذکر کیا اور امام بخاری کی تعلیقات و آثار موقوفہ علی الصحابہ کے متعلق علامہ سخاوی ”فتح المغیث“ میں تحریر فرماتے ہیں کہ صحیح بخاری کی روایات میں صحت کی ذمہ داری لے کر امام بخاری جس چیز کو نقل فرماتے ہیں وہ صرف وہی احادیث ہیں جن کی سند انہوں نے بیان فرمائی: ”دون التعلیق والاثار الموقوفة علی الصحابہ“ نہ کہ تعلیقات اور وہ آثار جو کہ صحابہ پر موقوف ہیں۔“ بقول سخاوی، امام بخاری ان کی ذمہ داری ہی نہیں لیتے۔

ہمارے اس کہنے کو ”امام بخاری پر اعتراض“ سے تعبیر کرنا ایک کھلا افتراء ہے۔ امام بخاری روایت میں بے حد محتاط جانتے تھے کہ اس اثر ابن عباس کے راوی ایسے مستند نہیں ہیں جیسے اور ان احادیث کے جو انہوں نے ذکر فرمائی اس لئے انہوں نے ان کو سند ذکر ہی نہیں فرمایا کہ ان پر ذمہ داری رہے۔

اب وہ جرح ملاحظہ کیجئے جو اس اثر کے راوی پر علماء رجال نے فرمائی ہم نے اپنی طرف سے بے ثبوت نہ کچھ کہا، نہ کہیں احادیث و آثار کی جانچ پڑتال کتب اسمائے رجال سے ہوتی ہے اور اس کا یہ طریق۔

قسطلانی نے اس اثر کے اسناد کو اس طرح ذکر فرمایا: ”وقال ابن عباسؓ فمارواه ابن ابی حاتم من طریق علی بن طلحة عنه فی قوله تعالیٰ یا عیسیٰ انی

متوفيك معناه مميتك“ یعنی اس اثر کو حضرت ابن عباسؓ سے علی ابن طلحہ روایت کرتے ہیں لہذا قواعد فن رجال کے مطابق علی بن طلحہ کو دیکھا جائے گا کہ ان کی کیفیت کیا ہے؟

۱..... میزان میں موجود کہ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں ”لہ اشیاء منکرات“ دجیم کہتے ہیں کہ علی ابن طلحہ نے ابن عباسؓ سے تفسیر سنی ہی نہیں۔

۲..... خلاصہ میں کہا گیا۔ قسویٰ فرماتے ہیں کہ علی بن طلحہ ضعیف ہے۔

۳..... تقریب میں ہے علی بن طلحہ سالم موٹی بنی عباس سکن حص ارسل عن ابن عباس ولم یہ من السادۃ پس جو چھوٹی عمر میں ابن عباس سے جدا ہوئے ان سے تفسیر کو سنا ہی نہیں۔ منکرات کے راوی اور پھر ضعیف، ایسے راوی کی روایت سے استناد اور صاف صاف صریح آیات قرآن کریم اور امام بخاری ہی کی روایت کردہ اصح احادیث کے معنی کو بدلنا مرزائی فریب اور دھوکہ نہیں تو کیا ہے۔ پھر اگر ابن عباس ہی کے قول سے استناد ہے تو ان کے بتائے ہوئے پورے معنی کو ماننا صرف ایک لفظ کو لینا لا تقر بواصلوۃ (نماز کے قریب ہی نہ جاؤ) کو ماننا اور دائم سکاری (در آنحالیکہ تم نشے میں ہو) کو چھوڑنا تنقون ببعوض وتکفرون ببعوض نہیں تو کیا ہے؟ ابن عباس ہی کی بات مانتے ہیں تو دل ماشاء۔ آنکھیں کھولیں اور دیکھیں کہ انہوں نے متوفيك کے معنی ممیتك کس مطلب سے کہے اور وہ اس وعدہ میح کے پورا ہونے کا وقت کب بتا رہے

ہیں۔ (درمنثور نمبر ۳۶ ج ۲) عن ابن عباس قال قوله عز وجل یعیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی قال انی رافعک ثم متوفیک فی آخر الزمان۔ ابن عباسؓ سے مروی کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے فرمان انی متوفیک ورافعک کے متعلق فرمایا ”میں تمہیں اٹھانے والا ہوں اور پھر آخر زمانہ میں تمہاری توفی کرنے والا ہوں۔“ یعنی چونکہ واؤ ترتیب کے لئے نہیں ہوتا لہذا ابن عباس اس امر کے قائل ہیں کہ پہلے رفع ہو گیا اور توفی آخر زمانہ میں ہوگی اور زیادہ تفصیل دیکھئے طبقات کبریٰ مطبوعہ یورپ ج ۱ ص ۲۶ پر موجود ہے۔ ”اخبّرنا هشام ابن السائب

عن ابیہ عن ابی الصالح عن ابن عباس“ (اس سند کے بعد ایک طویل اثر کو ذکر فرمایا جس میں حضرت عیسیٰ کے اٹھائے جانے کا مفصل حال ہے اس کا آخری جملہ یہ ہے) ”ان اللہ

رفعه (ای عیسیٰ بن مریم علیہما السلام) بجسدہ وانہ حی الان وسیرجع الی الدنیا فیکون فیہا ملکا ثم یموت کما یموت الناس“ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ بن مریم کو ان کے جسم کے ساتھ اٹھالیا یقیناً وہ اب زندہ ہیں اور عنقریب دنیا کی طرف لوٹیں گے اس میں بادشاہ بنیں گے پھر جس طرح اور آدمی مرتے ہیں اسی

طرح کریں گے۔“ ناظرین نے دیکھ لیا کہ ابن عباس کس صراحت کے ساتھ بیان فرما رہے ہیں۔
جواس پر بھی نہ سمجھے وہ تو اس بت کو خدا سمجھے

حافظ جی کا پانچ سو روپیہ انعام

تین مہینے خواب غفلت میں پڑے رہنے کے بعد لوگوں کے جھڑپھڑانے سے ذرا آگکھل تو نیند کی اذگھ میں حافظ جی کو وہی گرو جی کی پرانی چال یاد آئی جس میں سادہ لوح بہت جلد پھنس جاتے ہیں، حافظ جی میں اگر ہمت اور جرأت تھی تو ہمارے بلانے ہی پر سبکی سامنے آتے۔ ہم کیا ہیں کہ ہماری علیت وہ دیکھتے۔ ہاں! اللہ جل و علا رسول اللہ ﷺ و صحابہؓ نے جو کہا ہے وہ انہیں سناتے اور دکھاتے۔ اس وقت ان کی انعام بازی کی ساری قلعی کھل جاتی، روپیہ کے لالچی تو حافظ جی ہی ہوں گے کہ ماہانہ سو روپے کے لئے جاوہف بے علمی اشتہار بازی پر مجبور ہوئے۔ ہم یقیناً پہلے روز مل کے مسلمان بچوں کی تعلیم کے لئے (جو مرزائیوں کے ہاتھوں برباد ہی ہو رہی ہے۔) ان سے کہتے کہ پانچ سو روپیہ کسی معتمد کے پاس جمع کیجئے اور نفس جواب لیجئے، اب کہ ہم اپنے بھولے بھائیوں کو سمجھانے کے لئے یہ سطور لکھ رہے ہیں کہ جب حسبہ اللہ انہیں مرزائی چال کا پول کھول کر دکھائے دیتے ہیں۔

حافظ جی لکھتے ہیں اور اپنی طرف سے نہیں اپنے گرو جی کی عمر بھر کی علمی پونجی کا خلاصہ سامنے لاتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”ایک بھی ایسی مثال قرآن سے، حدیث سے، لغت عرب سے پیش کر دیں کہ فعل توفی باب تفعّل سے ہوا اور اس کا قائل اللہ ہو اور مفعول کوئی انسان ہو اور پھر اس کے معنی قبض روح کے سوا قبض جسم وغیرہ کے ہوں۔“ یہ تو ایک علیحدہ بات ہے کہ چونکہ شاید اذگھ کی حالت میں حافظ جی لکھ رہے ہیں لہذا مرزا قادیانی کی پوری تحریر یا تو سمجھ ہی میں نہ آئی یا لکھتے وقت پھر جھوٹا آگیا، لہذا ان کے دعوے کو پوری طرح نہ لکھ سکے بہر نوع ہمیں تنقیح دعویٰ کے لئے اول یہ دکھانا ہے کہ قبض روح سے مرزا قادیانی کی کیا مراد ہے؟ اور ان کے نزدیک اس کے کیا معنی؟

الف..... ”تمام مقامات میں توفی کے معنی موت اور قبض روح کئے گئے ہیں۔“

(ازالہ الادہام ص ۸۸۶، خزائن ج ۳ ص ۵۸۳)

ب..... ”صرف ایک ہی معنی قبض روح اور موت کے لئے مستعمل تھا۔“

(ازالہ الادہام ص ۸۸۶، خزائن ج ۳ ص ۵۸۳)

ج..... اول سے آخر تک قرآنی محاورہ یہی ثابت کرتا ہے کہ ہر جگہ درحقیقت توفیٰ کے لفظ سے موت ہی مراد ہے۔
(ازالہ اوہام ص ۳۳۳، خزائن ج ۳ ص ۱۷۷)

ان تینوں حوالوں نے بتا دیا کہ مرزا قادیانی کے نزدیک قبض روح اور موت دونوں ایک ہی چیز ہیں۔ قبض روح کے معنی موت اور موت کے معنی قبض روح۔

اب اسی آیت کو لیجئے جو حافظ حنی نے خود لکھی فقط ہم ہی نہیں کہتے بلکہ خود مرزا قادیانی اور ان کی ذریت بھی یہی کہنے پر مجبور ہوگی۔ ہر ترجمہ قرآن کریم یہی بتائے گا اور معمولی علم والا بھی جان جائے گا کہ اس آیت میں توفیٰ کے معنی موت کے نہیں۔ هو الذی یتوفکم باللیل ویعلم ما جر حتم بالنہار (وہی ہے جو تم کو رات کے وقت لے لیتا ہے اور جانتا ہے کہ تم نے دن میں کیا کیا)

کیا بقول مرزا قادیانی کوئی عقل والا یہاں یہ معنی کر سکتا ہے کہ وہی ہے جو تم کو رات کے وقت مار ڈالتا ہے اور کیا ہر آدمی رات کے وقت مر جاتا ہے۔

غور سے دیکھ لیجئے کہ توفیٰ باب تکفل سے ہے فاعل اللہ ہے مفعول انسان اور معنی موت کے نہیں بلکہ نیند کے ہیں۔

اگر مرزائی یہ کہیں کہ نیند بھی تو مجازی موت ہے جیسا کہ مرزا قادیانی نے فرمایا ”اس جگہ توفیٰ سے مراد حقیقی موت نہیں بلکہ مجازی موت مراد ہے جو نیند ہے۔“

(ازالہ اوہام ص ۳۳۳، خزائن ج ۳ ص ۲۶۹)

تو اس مجازی کا جواب مرزا قادیانی کے خود کلمات میں کلمہ درحقیقت سے لیجئے یا تو یہ کہتے کہ نیند درحقیقت موت ہے اور یا یوں کہتے کہ توفیٰ کے معنی درحقیقت موت نہیں، نیند کو حقیقی موت تو کوئی احمق ہی بتائے گا۔ لہذا یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ توفیٰ کے معنی درحقیقت موت نہیں۔

لیجئے جب توفیٰ کے معنی موت کے کرتے ہوئے بھی مرزا قادیانی کے نزدیک اس سے مجازی موت یعنی نیند مراد لی جاسکتی ہے تو انہیں سوائے اپنے دعویٰ مسیحیت کے بطلان کے خوف کے کوئی دشواری حائل ہے کہ وہ انی متوفیک میں بھی ایسی ہی مجازی موت یعنی نیند مراد لے لیں جبکہ اثر امام حسن بصری بھی اس کی تائید میں موجود اور بعض مفسرین اہل حق نے اس مراد کو ذکر بھی فرمایا پس یہ تو اچھی طرح واضح ہو گیا کہ توفیٰ کے معنی درحقیقت موت نہیں تو دیکھنا یہ ہے کہ درحقیقت اس کے کیا معنی ہیں؟

کتب لغت میں تصریح کے ساتھ موجود کہ: التوفیٰ اخذ الشیء و اخیاء۔ توفیٰ کے (حقیقی) معنی ہیں کسی چیز کا پورا پورا لے لینا، موت کے معنی کیونکر ہو سکتے ہیں۔ اس کو علامہ زحمری جن کی امامت لغت عرب کو مرزا جی بھی تسلیم کرتے ہیں صاف بتا رہے ہیں کہ من المجاز توفیٰ و توفاه اللہ ادرکتہ الوفاۃ۔ یعنی توفیٰ موت کے مجازی ہیں حقیقی نہیں، مجازی معنی موت یا نیند وغیرہ میں اسی وقت لیا جائے گا جبکہ کوئی قرینہ موجود ہو ورنہ اپنے اصلی و حقیقی ظاہری معنی میں رہے گا۔ قرآن و حدیث سمجھنے کے لئے اصول کا متفق علیہ مسئلہ کہ۔

..... النصوص تحمل علی ظواہرها و صرف النصوص عن ظواہرها
الحاد نصوص کو ان کے ظاہری معنی پر حمل کیا جائے گا۔ نصوص کو ظاہری معنی سے پھیرنا الحاد ہے۔

.....۲ اللفظ تحمل علی الحقیقۃ مالم یصرف عنها صارف لفظ اپنے حقیقی معنی پر حمل کیا جائے گا۔ جب تک کہ اس کو پھیرنے والا (قرینہ) ظاہری معنی سے نہ پھیر لے۔ ان لغت و اصول کی باتوں کو سیدھے لفظوں میں یوں سمجھ لیجئے کہ توفیٰ کے اصلی معنی ہیں پورا پورا لینا۔ پس جہاں کہیں بھی یہ لفظ استعمال کیا جائے گا۔ اس کے اول یا بعد کے الفاظ قرینہ بن کر بتا دیں گے کہ کس چیز کا پورا پورا لینا مراد ہے اگر آگے پیچھے کا کوئی لفظ یا جملہ یہ ظاہر کرے گا کہ موت مراد ہے تو مجازی معنی موت کے ہو جائیں گے۔ نیند کا قرینہ ہوگا تو نیند کے۔ جزا و سزا کا ذکر ہوگا تو اس کے۔ حق لینے کا بیان تو اس کے۔ غرض جیسا قرینہ ہوگا ویسے معنی۔ مثلاً دوسری آیت لیجئے۔ واللہ خلقکم ثم یتوفکم و منکم من یرد الی ارضہ العمر اس میں یرد الی الارذل العمر کا قرینہ معنی موت پر دلالت کرنے والا۔ اسی طرح مرزا قادیانی نے موت کے معنی ظاہر کرنے کے لئے (ازالہ الاحدہام میں ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹) پر بہت سی آیتیں لکھیں مگر ان سب میں آگے پیچھے کے لفظ موت کا قرینہ ہیں، اس لئے موت کے معنی اور دیکھئے اللہ یتوفی الانفس حین موتها و التی لم تمت فی منامها فیمسک التی قضی علیہا الموت و یرسل الاخری الی اجل مسمیٰ یہاں ایک ہی آیت میں توفیٰ کی دو شاخیں موجود ایک موت کی کیفیت، دوسری نیند کی حالت۔ دیکھنا یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے معاملے میں کوئی صورت ذکر کی گئی، جیسا کہ ہم نے ابھی بتایا کہ قرینہ توفیٰ کی مراد کو واضح کرے گا وہاں بھی ہمیں قرینہ ہی دیکھنا ہوگا۔

حافظ جی نے تو غالباً اونگھ کے سبب عجب بے کا سوال کیا ہے کہ ”توفیٰ کے معنی قبض روح

کے سوا قبض جسم وغیرہ کے ہوں۔“ پہلے تو انہیں یہ غور کرنا چاہئے کہ یہ دعویٰ کس نے کیا، کب کیا، کہاں کیا؟ کلمہ تو فی ہی کے حقیقی معنی صرف قبض جسم ہیں۔“

مسلمانوں کا دعویٰ تولفت کی رو سے صرف اس قدر ہے کہ تو فی کے حقیقی معنی پورا پورا لینے کے ہیں۔ اگر کسی میں حوصلہ ہو تو یہ دکھائے کہ تو فی کے معنی پورا لینے کے نہیں بلکہ صرف موت ہی کے ہیں، ہمارا دعویٰ ہے کہ ”لینے“ کے ساتھ جو قرینہ ہوگا اس قرینے کے مطابق ”لینے“ کا مطلب ہوگا۔

اب دیکھئے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق جہاں وعدہ متوفیک فرمایا گیا ہے وہاں کیا قرینہ ذکر میں آیا۔ آیت کریمہ ہے: ”یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی“ (اس آیت کا ترجمہ ہم مزید اتمام حجت کے لئے وہی کئے دیتے ہیں جو مرزا قادیانی کے خلیفہ اول صاحب نے کیا ہے) اے عیسیٰ علیہ السلام میں لینے والا تجھ کو اور بلند کرنے والا ہوں تجھ کو اپنی طرف۔

قرائن

۱..... حق تعالیٰ خطاب کرتا ہے عیسیٰ علیہ السلام سے یہ ایک نام ہے کس کا؟ روح اور جسم دونوں کے مجموعہ کا۔

۲..... تو فی (پورا لینے) کا اطلاق کس پر ہوگا؟ عیسیٰ علیہ السلام کے وجود یعنی روح و جسم دونوں پر۔

۳..... رفع (اٹھانا) کس چیز کا ہوگا؟ روح اور جسم دونوں کا۔

۴..... تو فی (پورا پورا لینا) رفع (روح و جسم کا اٹھانا) کس کی طرف ہوگا؟ اللہ کی طرف۔

پس ان قرائن نے صاف کر دیا کہ یہ تو فی ایک علیحدہ قسم کی تو فی ہے جس میں نہ نیند کی کیفیت، نہ موت کی صورت بلکہ شکل ہی سب سے جدا، یعنی تو فی مع الرفع اور یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اس طرح خاص جیسے بغیر باپ کے پیدا ہونا، انہی کے لئے مخصوص۔ اس تو فی کا نمونہ کس آیت یا حدیث میں کسی دوسرے شخص کے لئے طلب کرنا سراسر بیہودگی بلکہ فریب اور دھوکہ دہی، اس شان کی تو فی کا وعدہ کسی کے ساتھ کیا ہی نہیں گیا اور نہ کسی کی تو فی اس طرح ہوئی بلکہ جس طرح ان کے پیدا ہونے کے انداز میں اعجاز اس طرح ان کی تو فی بھی اعجازی۔ نظریں ہمیں خیال آتا ہے کہ ہندوستان میں ایک صاحب نے حیات مسیح علیہ السلام کو بدلائل ساطعہ ثابت کرتے ہوئے۔ مرزائی چیلنج کا جواب دیتے ہوئے تمام مرزائی پارٹی کو ”ایک ہزار روپیہ انعام کا

چیلنج“ دیا کہ ”اگر فضل تو فی، رفع کے ساتھ مستعمل ہے اور فاعل دونوں کا اللہ ہو اور مفعول فی روح ذات واحد ہو تو وہاں تو فی کے معنی اخذ مع الرفع ہی کے ہوں گے، نہ کوئی اور معنی۔ اگر کوئی مرزائی سارے قرآن کریم میں ایک مقام پر بھی اس کے خلاف دکھائے تو اسے مبلغ ایک ہزار روپیہ انعام ملے گا۔“

اس چیلنج کو دیئے ہوئے بھی برسوں گزر گئے مگر آج تک کسی مرزائی کو جواب کی جرأت نہ ہوئی، اس امر پر تمام مسلمانوں کا یقین و ایمان کہ یقیناً حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی انسان، اللہ کے بندے اور رسول عظیم الشان، بے شک حسب فرمان و اخبار عالم مایکون و کان سید انس و جان علیہ السلام اس دنیا میں مکرر تشریف لائیں گے۔ نکاح کریں گے۔ وصال کو قتل فرمائیں گے۔ پھر مدینہ منورہ ہی میں انتقال فرمائیں گے اور وہیں مقبرہ مبارکہ میں دفن کئے جائیں گے۔ حافظ جی نے آیت کل نفس ذائقة الموت لکھی مرزا کا دیانی نے ساری اس قسم کی آیتوں کو جمع کر کے اپنی انتہائی قوت صرف کردی، مگر سب بے کار گئی، اس لئے کہ ان کو تو اس وقت پیش کیا جائے۔ جبکہ مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر کبھی موت ہی نہ آئیگی۔ بے شک بے شک وہ رجوع الی اللہ جس کے بعد پھر دنیا کی طرف نہ لوٹیں ہوگا اور ضرور ہوگا۔ ابھی رفع الی اللہ ہوا ہے۔ یہ کہنا کہ ”اگر کسی نبی کو آئندہ کے لئے زندہ رکھنا خدا کی سنت ہوتی تو حضرت رحمۃ اللعالمین (نذہ ابی داری) کو رکھتا۔“ کتاب وصنت سے جہالت پہنچی۔ ممکن ہے کل کو کوئی یہ بھی کہے کہ اگر کسی نبی کو بغیر باپ کے پیدا کرنا خدا کی سنت ہوتی تو حضور رحمۃ اللعالمین ﷺ کو اس طرح بے باپ کے پیدا کرتا۔ اسی طرح دیگر معجزات انبیاء علیہم السلام کا ذکر بھی کیا جاسکتا ہے۔ لیکن دنیا جانتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یہ زبانی تو فی اور دوبارہ تشریف آوری کمالات محمدی ﷺ ہی کے اظہار کے لئے ہوئی کہ بنی اسرائیل کے نبی الاولو المعزم بھی دنیا میں تشریف لائیں اور حضور انور ﷺ کے نائب و خلیفہ بن کر خدمات اسلام بجالائیں تاکہ بنی اسرائیل کے وہ لوگ جو مرض امتیاز نسل میں مبتلا ہو کر یہ کہتے ہیں کہ ہم بنی اسرائیل میں پیدا ہونے والے نبی کو نہیں مانتے، ان کی گردنیں ٹوٹ جائیں اور وہ اسرائیلی نبی حضرت مسیح ناصری کو رحمتہ اللعالمین سید المرسلین ﷺ کی اطاعت و خلافت کرتے ہوئے دیکھ کر سب کے سب اسلام لائیں اور سمجھ جائیں کہ یہ نبی سارے عالم کے نبی۔ ان کی امت میں نہ گورے کالے کا فرق، نہ حسب و نسب کا امتیاز۔ سب مساوات کے ساتھ ان کے دین میں داخل اور ساری دنیا ان کی امت میں شامل۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ بعثت الی الاسود والاحمر میں تو کالے اور سرخ کے لئے مبعوث کیا گیا۔ رنگ و نسل کے امتیاز کو حضور ﷺ نے مٹایا آج اگر مرزائی جتنی کو اصلی و حقیقی مسیح نامصری کے مقابلے میں نقلی اور جعلی مسیح بننے کی غرض سے ان کے ساتھ متاد و دشمنی ہے تو ہوا کرے اور ان کے چیلے اگر اسی عداوت کا اظہار بدیں الفاظ کرتے ہیں کہ ”ہمیں بنی اسرائیل کے نبی کی حاجت نہیں۔“ تو کیا کریں سارے عالم کے نبی (فداہ ابی وادی) اس ہرزہ سرائی کا جواب پہلے ہی فرما گئے کہ انا اولی الناس بحسبى بن مریم..... الخ! حضرت سید المرسلین ﷺ کے اظہار شہانہ ہی کے لئے رب العزت نے یہ حکمت رکھی کہ ظہور حضرت امام مہدی علیہ السلام کے وقت حضرت مسیح نامصری علیہ السلام نزول فرمائیں تاکہ دنیا پر ظاہر ہو جائے کہ قاطبی النسل محمد بن عبد اللہ مہدی علیہ السلام امامت کر رہے ہیں اور بنی اسرائیل کے نبی ان کے مقتدی۔ اگر کوئی جدید صاحب شریعت نبی آپ کے بعد آتے تو۔

.....۱ وعدہ ختم نبوت بخلاف ہوتا۔

.....۲ ان کی شریعت کی ضرورت وعدہ تکمیل دین کے خلاف ہوتی۔

اگر غیر صاحب شریعت جدید نبی آتے تو

.....۱ وعدہ خاتم النبیین کے خلاف ہوتا۔

.....۲ ایسے نبی تو اور انبیاء کے بعد بھی آئے اس میں شان تخصیص نہ رہتی۔

سید المرسلین نبی الانبیاء ﷺ جن کی نبوت کا حقیق سب رسل و انبیاء علیہم السلام سے لیا

گیا۔ ان کی خاص شان کا اسی طرح اظہار کہ نبی اولو الحزم صاحب شریعت (جن کی شریعت نافذ

ہوئی مگر شرع مصطفوی سے منسوخ ہو چکی) تشریف لائیں مگر تابع شرع مصطفوی بن کر اور مصداق

یکون خلیفتی علی امتی ہو کر۔ اس لئے اس دلفریب منظر کو اس شادمانی و خوشی کے وقت کو

حضور انور ﷺ اس طرح پیش فرماتے ہیں۔ باقی صفحہ ۳۰ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول

اللہ ﷺ کیف انتم اذا نزل عیسیٰ بن مریم من السماء فیکم و امامکم منکم تم۔

اس وقت کیسے (خوش) ہو گے جب عیسیٰ بن مریم آسمان سے تم میں نزول فرما ہوں گے اور تمہارا

امام تم ہی میں سے ہوگا۔

اللہم امانا و صدقنا بما اخبرنا نبینا ﷺ

ان عیسیٰ علیہ السلام لم یمت وانہ راجع الیکم قبل یوم

القیمة ان عیسیٰ علیہ السلام یأتی علیہ الفنا

مذکورہ بالا احادیث کے متعلق حافظ جی نے ناحق یہ کہنے کی بھی تکلیف گوارہ فرمائی کہ ”یہ کوئی معتبر روایتیں نہیں نہ صحاح ستہ میں ان کا وجود پھر قرآن ان کو رد کر رہا ہے۔ صحیح حدیثیں ان کو رد کر رہی ہیں۔“

یہاں انہوں نے یقیناً حق شاگردی مرزا ادا نہیں کیا۔ انہیں وہی کہنا چاہئے تھا جو ایسے مواقع پر مرزا قادیانی نے کہا جب کبھی علماء نے کلام الہی کی تفسیر میں احادیث کو پیش کیا اور مرزا قادیانی کا دم بند ہوا تو مرزا قادیانی نے جھٹ کہہ دیا کہ۔

۱..... ”جو شخص حکم ہو کر آیا ہے اسے اختیار ہے کہ حدیثوں کے ذخیرہ میں سے جس انبار کو چاہے خدا سے علم پا کر قبول کرے اور جس ڈھیر کو چاہے خدا سے علم پا کر رد کرے۔“

(حاشیہ تھذیب کوڑوہ ص ۱۰، خزائن ج ۱ ص ۵۱)

۲..... ”اور دوسری حدیثوں کو ہم ردی کی طرح پھینک دیتے ہیں۔“

(اعجاز احمدی ص ۳۰، خزائن ج ۱ ص ۱۶۰)

مسلمان تو یقیناً قرآن کریم کو اسی طرح سمجھتے ہیں جس طرح حضور صاحب وحی و کتاب ﷺ نے اپنی احادیث میں سمجھایا۔ مرزا قادیانی نے جب قرآن ہی کے متعلق یہ فرما دیا کہ ”زمین سے اٹھ گیا تھا میں آسمان سے لایا ہوں۔“ تو حدیثوں کا انکار کر دینا ان کے لئے کیا بڑی بات تھی۔

حافظ جی کو تو خبر نہیں مگر ہاں علم دین سے معمولی حصہ پانے والا بھی جانتا ہے کہ یہ کہنے سے کہ ”کوئی معتبر روایتیں نہیں نہ صحاح ستہ میں ان کا وجود..... الخ؟“ کوئی حدیث غیر معتبر نہیں ہو سکتی۔ کیا صحاح ستہ کی حدیثوں کے سوا تمام احادیث غیر معتبر ہیں؟ اور کیا صحاح ستہ کی کسی حدیث میں کسی قسم کا ضعف ہے ہی نہیں؟ (اللہ اس جہالت سے پناہ میں رکھے)

۱..... پہلی حدیث علامہ ابن کثیر و ابن جریر نے اپنی اپنی تفاسیر میں باسناد صحیحہ نقل فرمائی۔

ایک سند ہم نقل کئے دیتے ہیں: ”قال ابن ابی حاتم حدثنا احمد بن عبد الرحمن

حدثنا عبد الله بن ابی جعفر عن ابیه حدثنا الربیع بن انس عن الحسن قال

قال رسول الله ﷺ لليهود ان عیسیٰ لم یمت وانہ راجع الیکم قبل یوم

القیمة۔“ رسول ﷺ نے یہود سے فرمایا کہ یقیناً عیسیٰ علیہ السلام نہیں مرے اور وہ یقیناً تمہاری

طرف قیامت کے دن سے پہلے لوٹ کر آنے والے ہیں۔

۲..... وفد نصاریٰ بنی نجران کی دربار رسالت میں حاضری کا واقعہ سیرت کی کتابوں میں اس قدر شہرت کے ساتھ ذکر کیا گیا کہ تاریخ اسلام سے ادنیٰ مناسبت رکھنے والے کو بھی اس کی خبر ہوگی۔ ابن ہشام نے تفصیل لکھی جس کا دل چاہے دیکھ لے۔ ہم نے اس واقعہ کے صرف اس قدر حصہ کو نقل کیا جس کا ہمارے مضمون سے تعلق تھا۔ اب اس کی سند بیان کئے دیتے ہیں: ”اخرج ابن جریر ابن ابی حاتم عن الربیع قال ان النصاری اتوا رسول الله ﷺ فخاصموا فی عیسیٰ بن مریم علیہ السلام وقالوا له من ابوه وقالو علی الله الکذب البهتان فقال لهم النبی ﷺ الستم تعلمون انه لا یكون ولداً الا وهو لیشبه اباه قالوا بلی قال الستم تعلمون ان ربنا حتی لا یموت وان عیسیٰ یأتی علیہ الفنا قالو بلی“ نصاریٰ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہا السلام کے باب میں محاصہ کرنے لگے اور کہا کہ (اچھا بتاؤ) ان کا باپ کون ہے؟ پھر خدا پر جھوٹ بہتان باندھنے لگے۔ (یعنی ان کو خدا کا بیٹا بتایا۔) حضور ﷺ نے فرمایا تم نہیں جانتے بیٹا ہمیشہ باپ سے مشابہ ہوا کرتا ہے۔ انہوں نے کہا: ہاں! حضور نے فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ ہمارا رب تو ایسا زندہ ہے کہ کبھی نہیں مرے گا ہی نہیں اور یقیناً عیسیٰ علیہ السلام پر فنا آئے گی۔ وہ بولے بے شک، یا للعجب کہ اصلی مسیحی تو حضور کے سامنے ”علی“ کہیں مگر جعلی نقلی مسیح کے پیرو ”لا“ ہی کہے جائیں۔

حضور اکرم ﷺ فرمائیں کہ وہ ابھی نہیں مرے بلکہ مرے گئے۔ یہ کہے جائیں کہ نہیں وہ مر گئے۔ حافظ جی کا یہ کہنا کہ ”قرآن ان کو رد کر رہا ہے۔ صحیح حدیثیں ان کو رد کر رہی ہیں۔“ یہ صرف کہنا ہی کہتا ہے۔ اگر حوصلہ تھا تو کسی ایک آیت ہی میں دکھایا ہوتا کہ ”ان عیسیٰ مات“ عیسیٰ مر گئے۔“ قرآن کریم میں تو کسی جگہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے ”موت“ کا لفظ استعمال ہی نہ کیا گیا مگر وہی جہاں ان کے دوبارہ آنے کے بعد تمام اہل کتب کے ایمان لانے کا واقعہ بیان ہوا۔ یعنی ان من اهل الکتاب الا لیؤمنن به قبل موته (اس کا ترجمہ بھی ہم وہی لکھ دیں جو مرزا قادیانی کے خلیفہ نمبر ۱ نے لکھا شاید مرزائی اس کو دیکھ کر ہی ہدایت پا جائیں) ترجمہ ”نہیں کوئی اہل کتب سے مگر البتہ ایمان لائے گا ساتھ اس کے (عیسیٰ علیہ السلام کے) پہلے موت اس کی (عیسیٰ علیہ السلام) کے۔“ (فصل الخطاب ج ۲ ص ۸۰) رہی تو فی اس کی کیفیت ہم ظاہر کر ہی چکے۔

حافظ جی نے صحیح احادیث کا نام تو لیا مگر کوئی ایک حدیث ہی نقل کی ہوتی جس میں یہ
 موجود ہوتا کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام مر گئے۔“ علمائے اسلام برسوں سے مرزائیوں کو لٹکار رہے
 ہیں کہ کوئی ایک حدیث ایسی ہی سہی جیسی ہم پیش کر رہے ہیں دکھاؤ جس میں موجود ہو کہ ”عیسیٰ بن
 مریم مر گئے۔“ مگر آج تک نہ کوئی دکھا سکا نہ دکھا سکے۔ ہاں اپنی خود رائی سے قرآن کریم کے معنی
 بدلے۔ احادیث کے معنی بدلے، اصح احادیث میں بیان کیا گیا کہ ”عیسیٰ بن مریم آسمان سے
 منارہ شرقی دمشق پر دو فرشتوں کے کاغذوں پر ہاتھ رکھے ہوئے اتریں گے۔ باب لد پر دجال کو قتل
 کریں گے۔ ۳۵، ۴۰ برس زندہ رہیں گے۔ سرکارِ دو عالم کی قبر انور پر حاضر ہو کر سلام عرض کریں
 گے۔ پھر مدینہ منورہ ہی میں انتقال فرمائیں گے۔ وہیں حضور انور ﷺ کے مقبرہ میں اس طرح دفن
 ہوں گے کہ ان کی قبر چوٹی ہو۔“ (ملاحظہ)

اس سے زیادہ دجل و فریب اور کیا ہوگا کہ مرزاجی لغت کو بدلیں۔ صرف دعو کو بدلیں،
 ناموں کو بدلیں، اپنی ڈکشنری نئی بنائیں۔ تعجب ان پر ہی جو ایسے کھلے امور کو دیکھتے ہوئے بھی
 ان کے فریب میں آئیں اور سمجھانے پر بھی راہ راست نہ پائیں۔
 مرزائی ڈکشنری کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

مرزائی ڈکشنری	الفاظ
نور الدین دھما حسن	دفرشتے
شہر لدھیانہ	باب لد
ظہور مسیح	دمشق
جنت یادوزخ کا ٹکڑا	قبر
وہ جس کو مرزا قادیانی روٹی کر کے نہ پھینکیں	حدیث

مرزائی ڈکشنری	الفاظ
غلام احمد بن عیسیٰ	عیسیٰ بن مریم
قادیان	کدہ
نور کی جگہ (اور وہ منارہ جو مرزا قادیانی نے چندے سے بنایا)	منارہ
خاندان مغل	شریف
وہ جو مرزا قادیانی آسمان سے لائے۔ (مواؤ اللہ)	قرآن

وغیرہ ذلك من الخرافات
 لاحول ولا قوة الا بالله العلی العظيم

خطبہ امام حسنؑ

حافظ جی نے کسی جگہ حضرت امام حسن علیہ السلام و علی آباء السلام کے خطبہ کے کلمات دیکھ لئے لہذا بے سوچے سمجھے لکھ ڈالا تاکہ لوگ یہ سمجھ لیں کہ حیات مسیح کے ثبوت میں ایک حوالہ دے تو دیا۔ اگر ذرا غصہ ہوتی، عربی زبان کا کچھ علم ہوتا تو سوچتے کہ امام حسنؑ نے حضرت علیؑ کی رحلت کا ذکر فرماتے ہوئے صرف تاریخ کی اہمیت دکھاتے ہوئے حضرت مسیح علیہ السلام کا ذکر فرمایا اور وہاں بھی اسی مسلمانوں کے عام اعتقاد کے مطابق حضرت علیؑ کے انتقال کی کیفیت کو قبض کے لفظ سے ظاہر کیا مگر حضرت مسیح علیہ السلام کے لئے وہ لفظ نہ استعمال کیا بلکہ عروج کہا۔ اگر دونوں کی کیفیت یکساں ہوتی تو ایک لفظ استعمال ہوتا۔ عیسیٰ علیہ السلام کے رفع و عروج کا مسئلہ صحابہ و تابعین سے لے کر آج تک ایسا مشہور چلا آ رہا ہے کہ جہاں کہیں بھی کوئی بھی اس واقعہ کا کسی عنوان سے ذکر کرتا ہے اس مخصوص کیفیت عروج کی طرف کسی نہ کسی اندازے سے اشارہ کر ہی دیتا ہے۔ وہی شان اس خطبہ کے کلمات میں بھی موجود ہے۔ حافظ جی نے حضرت ابن عباسؓ کا نام لیا ہم نے ان کا عقیدہ پیش کیا اب امام حسن کا ذکر کیا۔ لیجئے اب حضرت امام حسنؑ کا عقیدہ بھی ملاحظہ کیجئے۔ امام حسن مجتبیٰؑ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کیف تہلک امة انا اولھا والمہدی وسطھا والمسیح اخرھا“ وہ امت کیونکر ہلاک ہو سکتی ہے جس کا اول میں ہوں وسط امام مہدی ہیں اور آخر مسیح علیہ السلام۔ (مشکوٰۃ ص ۵۸۳) یہاں یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ مہدی اور ہیں اور مسیح دوسرے یعنی وہی مسیح بن مریم، یہ مرزائیوں کا فریب ہے کہ مسیح و مہدی دونوں ایک ہی ہیں۔

عمر مسیح علیہ السلام

ثبوت موت مسیح میں جناب حافظ صاحب حج الکرامہ کی ایک روایت پیش کرتے ہیں۔ (غالباً ان کے نزدیک یہ کتاب صحاح ستہ میں داخل ہوگی اس لئے کہ بقول ان کے صحیح حدیثیں تو فقط صحاح ستہ ہی میں ہیں) علمائے محققین نے اس قسم کی تمام حدیثوں کو جمع فرمایا جس میں حضرت مسیح کی عمر کا ذکر آیا اور جو فیصلہ مختلف احادیث میں تطبیق دینے سے کیا جاسکا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ۱۲۰ سال ان کی عمر شریف کی وہ پوری مدت ہے جو اس زمین پر انہوں نے گزاری اور گزاریں گے۔ مرزائیوں کی عام عادت ہے وہی مرض حافظ جی میں بھی کہ کہیں سے آدھا پاؤ جملہ

لے لیا۔ حدیث کا کوئی جزو ذکر کر دیا تحقیق کرنا پورے جملوں پر نظر ڈالنا یہ علماء کا کام۔ حافظ جی کو اس سے کیا نسبت۔ تحریر طویل ہوتی جاتی ہے۔ ورنہ ہم اس کی تفصیل بھی لکھ دیتے۔
قبر مسیح علیہ السلام

سامعین جلسہ وعظ کو یاد ہوگا ہم نے ترجمہ حدیث کرتے ہوئے یہ کہا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضور رسول اکرم ﷺ کے مقبرہ میں دفن ہوں گے۔ قبر اور مقبرہ کا فرق معمولی اردو پڑھے ہوئے بھی جانتے ہیں۔ حافظ جی کی دھوکہ دہی کے لئے کہ اول ہمارے لفظ کو بدلا پھر یہ یہودہ بات تراشی کہ ”آنحضرت ﷺ کی قبر کو شہید کرنے کی کون مسلمان جرأت کرے گا۔“ پھر قبر کی وہ نئی اصطلاح بتائی جو مرزائی ڈکٹری میں انہیں آنکھ بند کر کے نظر آئی، اور اس تحریف نے بھی ان کی کچھ حاجت روائی نہ کی بلکہ موجب رسوائی ہوئی جیسا کہ عنقریب ظاہر ہوگا۔

ان تمام لغو باتوں کے جواب میں ہم اپنے ناظرین کو مختصر آدھ فیصلہ سادیں جو احادیث و آثار صحابہ میں موجود۔ ظاہری معنی کو بدلنا اور من گھڑت معنی لینا آپ نے دیکھ ہی لیا۔ اصول کا مسئلہ ہے کہ یہ الحاد ہے۔ حدیث میں جو لفظ آئے ان کا کھلا مطلب آثار صحابہ میں دیکھئے۔ وہ امام بخاری جن کی تلیق و روایت کردہ اثر پر بھی حافظ جی اور تمام مرزائی پورا اعتماد رکھتے ہیں۔ اپنی تاریخ میں فرماتے ہیں۔ صاحب درمنثور اس کو ج ۲، ص ۲۳۵ پر بدیں الفاظ درج کرتے ہیں: ”اخرج البخاری فی تاریخہ عن عبد اللہ بن سلام قال یدفن عیسیٰ علیہ السلام مع رسول اللہ ﷺ وابی بکر وعمر فیکون قبرہ رابعاً“ عبد اللہ بن سلام جو یہود کے سب سے بڑے عالم تورات و انجیل کے زبردست فاضل مانے جاتے تھے اور اجل اصحاب رسول اللہ ﷺ میں سے ہیں، فرماتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام رسول اللہ ﷺ و ابو بکر و عمر کے ساتھ دفن کئے جائیں گے پس ان کی قبر اس مقبرہ میں چوتھی قبر ہوگی۔

اس مضمون کی ایک مرفوع حدیث علامہ ابن جوزی محدث نے ”کتاب الوفاء“ میں نقل کی ہے جس میں حضور سید عالم ﷺ فرماتے ہیں: ”ینزل عیسیٰ بن مریم الی الارض فیتزوج ویولد له ویمکث خمساً واربعمین سنة ثم یموت فیدفن معی فی قبری فاقوم انا وعیسیٰ بن مریم فی قبر واحد بین ابی بکر وعمر (مشکوٰۃ ص ۴۸۰)“ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین کی طرف اتریں گے پھر شادی کریں گے۔ پھر ان

کی اولاد ہوگی اور ۴۵ برس کے بعد رحلت فرمائیں گے پھر میرے ساتھ میرے مقبرہ میں دفن کئے جائیں گے پھر حشر کو میں اور عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ایک مقبرہ سے اٹھیں گے ابو بکر و عمرؓ کے درمیان۔ حافظ جی کہاں تک حدیثوں کا انکار کریں گے اور ان کی تحریف کو حدیثیں چلنے کب دیتی ہیں۔ قبر سے آپ نے باغ جنت مراد لیا تو قطع نظر اس کے قبر کا لفظ اس معنی کے لئے نہ بنایا گیا نہ اس معنی میں مستعمل نہ کسی لغت میں قبر کے یہ معنی آئے نہ زبان عرب کا کوئی محاورہ اس کا شاہد۔ لفظ دفن کو کیا سمجھئے گا۔ باغ میں آرام کرنے کو دفن ہونا کس ملک میں بولتے ہیں؟ قادیان کا مخصوص محاورہ ہو تو عجب نہیں کہ وہاں کی ہر بات بے ڈھنگی۔ دنیا میں تو سیر و تفریح آرام کو دفن نہیں بولتے۔ پھر قبر کے معنی باغ جنت لینے پر اربعہ کی صفت کیسے چسپاں ہوگی، اور باغ جنت میں قبروں کی شمار کا کیا طریقہ ہوگا۔ تحریف کرتے شرم تو نہ آئی ہوگی اور تحریف بھی ایسی کھلی اور باطل تحریف کے کوئی اچھل بھی نہ کرے۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے پھر شادی کریں گے پھر اولاد ہوگی۔ ۴۵ برس دنیا میں رہ کر انتقال فرمائیں گے۔ پس میرے مقبرہ میں دفن کئے جائیں گے۔ ایسے موقع پر کوئی کو دن بھی نہ کہے گا کہ قبر کے معنی مزار نہیں باغ جنت ہے۔ باغ جنت تو ان حضرات کے غلاموں کے لئے بھی ہے اور ان کی قبریں قطعہ جنت بنی ہوئی ہیں مگر قبر کے معنی کا انکار تو کسی طرح بننا ہی نہیں۔ حدیث میں یہ بھی ہے کہ پھر (حشر کو) میں اور عیسیٰ علیہ السلام ایک مقبرے سے اٹھیں گے۔ ابو بکر و عمرؓ کے درمیان۔ اب اگر قبر کے معنی واقعی مراد نہ لو، تو باغ جنت یہاں کس طرح مراد ہو سکتا ہے؟ حدیث شریف کا ایک ایک کلمہ حافظ کی اس تحریف کو باطل کر رہا ہے۔ مرزائیوں کی غیرت پر حیرت ہے کہ انہیں ایسی صریح باطل بات زبان سے نکالنے کی جرأت کس طرح ہوتی ہے۔

حافظ جی نے ہماری نقل کردہ ایک حدیث پر اور ہاتھ صاف کرنے کی کوشش بے جا کی۔ مگر بے چاروں نے حدیث پڑھی ہوتی تو یہ تمیز آتی کہ حدیث پر تنقید کس طرح کیا کرتے ہیں۔ انہوں نے ناحق براہِ عناد یہ لکھا کہ فلاں حدیث معتبر نہیں۔ ان کے لئے سیدھی سی بات وہی تھی جو مرزا قادیانی نے کہا کہ ”جو حدیث ان کی مرضی کے خلاف ہو وہ ردی کی ٹوکری میں۔“ معاذ اللہ وہ ناحق صاحب کُترِ اعمال کو بدنام کرتے ہیں اور ابنِ عسا کر کی تمام روایتوں کو ناقابلِ اعتبار بتاتے ہیں۔ انہیں اتنی تمیز کہاں کہ کسی کتاب کو نامعتبر کہنا تو کیا حدیث کو ضعیف کرے گا۔ اگر خاص

کسی حدیث پر جرح مبہم کی جائے وہ بھی پایہ اعتبار سے ساقط نہیں ہوتی اور جرح مبہم کسی حدیث کو ناقابل استدلال نہیں کر سکتی ورنہ ہر حدیث کو جو چاہے نامحترم بنا دیا کرے۔ کبھی اصول حدیث کو خواب میں بھی دیکھا ہے۔ کچھ بودگی تھی تو وہ ضعف لکھی ہوتی اور اور ایک حدیث ضعیف بھی ہوتی تو جب اس مضمون کی بکثرت صحیح حدیثیں وارد ہیں اور اس پر امت کا اجماع ہے تو انکار کا کیا عمل؟ بلکہ فرض کرو کوئی اور حدیث اس مضمون کی نہ ہوتی صرف ایک حدیث ہی ہوتی اور وہ بھی ضعیف ہوتی تو کیا قابل انکار تھی؟ بقول مرزا قادیانی تھی تو حدیث ہی، کس مدعی مہدیت و مسیحیت کے الہام کی ڈیک تو نہ تھی کیوں نہ مانی جاتی۔ ضعیف حدیث اس وقت چھوڑی جاتی ہے جبکہ وہ قوی و صحیح کے معارض ہو، اس کا معارض ہی کہاں ہے؟ افسوس بے علمی اور مدارک علیہ میں دخل دے کر اپنا ایمان برباد کرنا۔ اللہ ہدایت کرے۔

موطا امام مالک کی حدیث کا حوالہ دیتے ہوئے اس سے یہ معنی نکالنا کہ حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں تین مقبروں ہی کا ہونا مقدر تھا۔ حافظ جی کی مزید جہالت کا ثبوت ہے۔ حدیث میں اس کی رفق بھی نہیں یہ خالص افتراء اور محض بہتان ہے۔ غیرت ہو تو حدیث میں وہ لفظ بتائیں جس کا ترجمہ یہ ہو کہ حجرہ صدیقہ میں تین قبروں ہی کا ہونا مقدر تھا۔ آپ کے دین کا مدار ایسی افتراء پر دراز یوں پر ہی ہے؟ ثبوت شے کا نفی ماعدہ کی دلیل کس نے مانا ہے؟ یہ تو ایک علمی اصول ہے آپ اس کو نہ سمجھ سکے تو اتنا سمجھنا بھی آپ کی عقل سے بالاتر تھا کہ خواب میں کسی کو ایک شے کے پیدا ہونے کی خبر ملنا اس کے اور اولاد ہونے کا انکار نہیں۔ خواب کے ذریعہ سے حضرت امام حسنؑ کی ولادت کی خبر دی گئی تو کیا اس کے یہ معنی ہیں کہ حضرت خاتون جنت کے اور اولاد ہی نہ ہوگی۔ اگر حضرت صدیقہ کے اس خواب میں ان کے حجرہ مبارکہ میں حضور سید عالم ﷺ اور شیخین جلیلین کے مدفون ہونے کی خبر ہے تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ حضرت صدیقہ کے زمانہ میں یہ تین حضرات آرام فرمائیں گے۔ نہ یہ معنی کہ پھر اور قبر ہی نہ ہوگی۔ حضرت مسیح علیہ السلام کا دفن ان کے زمانہ میں نہیں اس لئے ان کی خواب میں اس کا بیان بھی نہیں اور بیان کی حاجت بھی کیا جبکہ صحیح حدیثوں میں صراحت کے ساتھ اس کا بیان موجود ہے تو کیا خواب میں اس کا بیان نہ ہونے سے ان تمام صحیح احادیث کا انکار جائز ہو جائے گا؟

نفس امر یہ ہے کہ مرزائی اور حدیث سمجھیں؟ وہ تو سمجھے ہیں، نہ سمجھیں گے، دین میں

مجھ کے لئے ایمان شرط، جب شرط نہیں تو مشروط کہاں سے آئے؟

حدیث کو مرزا قادیانی اور ان کے حواریین کیا سمجھ سکتے ہیں جبکہ بقول حافظ جی مدقوں تک قرآن کریم کے لفظوں کو بھی مرزا قادیانی نہ سمجھ سکے بلکہ ان کے الہام کرنے والے نے بھی ان کو نہ سمجھایا برسوں ایسے عقیدہ میں جتلا رہے دیا جو ان کے خلیفہ نمبر ۲ کے نزدیک مشرکانہ عقیدہ ہے۔ حافظ جی کا دعویٰ ہے کہ ”جب تک صریح طور پر مرزا قادیانی کو خدائے تعالیٰ نے خبر نہیں دی وہ بھی مسلمانوں کے رسمی عقیدہ کو تسلیم کرتے رہے۔“ کیا حافظ جی نے یہ سمجھ لیا ہے کہ دنیا میں کوئی عقل والا رہا ہی نہیں جو اتنی موٹی بات کو بھی مان جائے کہ کسی معاملہ میں حرام و حلال جائز و ناجائز کا امر یا نہیں دوسری چیز ہے اور ایک تاریخی واقعہ بلکہ ایک لفظ کے لغوی معنی دوسری چیز، مرزا قادیانی تو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ”توفیٰ کے معنی درحقیقت موت ہیں۔“ تمام آیتیں تمام حدیثیں تمام لغت عرب بقول ان کے سب کے سب اس کی تائید کرتے ہیں پس اس سے اتنا تو ثابت ہو گیا کہ۔

..... مدقوں برسوں مرزا قادیانی تمام آیتوں، تمام حدیثوں، تمام لغت عرب کے معنی (بقول خود) غلط سمجھتے رہے اس وقت تک ان کے نزدیک بھی تمام آیتوں تمام حدیثوں تمام لغت عرب میں توفیٰ کے معنی درحقیقت موت کے نہ تھے اب اس کے بعد سمجھے تو لغت عرب کے ذریعہ نہ سمجھے قرآن کے ذریعہ نہ سمجھے حدیث کے ذریعہ نہ سمجھے بلکہ (بزع خود) صرف اپنے الہام سے سمجھے، چنانچہ فرماتے ہیں۔ ”اور میرے پر اپنے خاص الہام سے ظاہر کیا کہ مسیح بن مریم فوت ہو چکا ہے۔“ اس الہام سے مرزا قادیانی یہ سمجھے کہ ”توفیٰ کے معنی درحقیقت موت ہی کے ہیں۔“

(ازالہ اوہام ص ۵۶۱، خزائن ج ۳ ص ۴۰۲)

پس اب نہ (مرزائیوں کو) قرآن سے مطلب، نہ حدیث سے غرض، نہ لغت عرب سے بحث، صرف یہ دیکھ لینا ہے کہ مرزا قادیانی کا الہام سچا یا جھوٹا خدا کی طرف سے ہے یا شیطان کی طرف سے؟ اس کی پہچان خدائے قدوس نے قرآن کریم میں بتا ہی دی کہ: ”لو کان من عند غیر اللہ لو جدوا فیہ اختلافاً کثیراً“ اگر یہ قرآن غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو تم اس میں بہت اختلاف پاتے یعنی جن الہاموں میں اختلاف ہو وہ خدا کی طرف سے نہیں۔ انصاف پسند حضرات بغور دیکھیں کہ اس مرمومہ الہام کی رو سے انسی متوفیک کے معنی ہوئے ”میں تجھے مارنے والا ہوں۔“ چنانچہ بقول مرزا قادیانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام مر گئے۔ اب دوسرا مرمومہ الہام دیکھئے جناب مرزا قادیانی (براہین احمدیہ ص ۵۹۱، خزائن ج ۱ ص ۶۶۳ حاشیہ) میں فرماتے ہیں کہ: بعد اس کے الہام ہوا یہ عیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی۔ اے عیسیٰ (یہاں

عیسیٰ سے مراد جناب مرزا قادیانی ہیں اس لئے کہ یہ الہام ان پر ہو رہا ہے ان کے متعلق ہے۔ (معاذ اللہ) ”میں تجھے کامل اجر بخشوں گا نیز فرمایا اے عیسیٰ (مرزا قادیانی) میں تجھ کو پوری نعمت دوں گا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا۔“

خدا را انصاف شرط ہے اللہ! کوئی غور کر کے کہ اس موعومہ الہام میں جبکہ لفظ متوفیک مرزا قادیانی کے لئے استعمال کیا گیا تو الہام ہی میں اس کے معنی ”کامل اجر بخشوں گا۔“ فرمائے گئے ”پوری نعمت دوں گا۔“ بتائے گئے اور جب یہی وحی ربانی حضرت عیسیٰ بن مریم کے متعلق قرآن حکیم میں ذکر ہوئی تو مرزا قادیانی ہی کے موعومہ الہام میں یہ معنی بتائے گئے کہ ”وہ فوت ہو چکا ہے۔“ وہی لفظ جب مرزا قادیانی کے لئے الہام میں بولا گیا تو الہام کرنے والے نے اور معنی بتائے وہی لفظ بالکل اسی شان سے اسی عبارت میں جب عیسیٰ علیہ السلام کے لئے آیا تو الہام کرنے والا دوسرے معنی بتائے۔ یا تو یہ مرزا قادیانی پر الہام کرنے والا دروغ گھورا حفاظہ نباشد کا مصداق ہے۔ یا الہام کا مدعی ہی مفتری و کذاب۔

سچے خدا کا الہام ہمیشہ سچا

اس شکل کو دیکھتے ہوئے ہمیں یقین ہے کہ مرزائی صاحبان اپنی آئندہ تحریروں میں ”توفی“ کے معنی کے متعلق جہاں اور شرطیں لکھتے رہے اب اس شرط کا اضافہ کر دیں گے اور یہ لکھیں گے کہ ”توفی باب تفعیل سے ہونا فاعل اللہ ہو مفعول بہ خاص حضرت عیسیٰ علیہ السلام بن مریم مسیح ناصری علیہ السلام ہوں تو اس کے معنی موت ہی کے ہوں گے۔“ ورنہ اگر وہ یہ شرط نہ لگائیں گے تو ان کے چیلنج کے جواب میں مرزا قادیانی کے موعومہ الہام (براہین احمدیہ ص ۵۱۹، ۵۵۷، خزائن ج ۱ ص ۶۱۹، ۶۲۴) کو پیش کر دیا جائے گا۔ اس لئے کہ مرزا قادیانی کو بھی تو اعجازی کلام کا دعویٰ ہے ہی اور اس کے معنی چونکہ وہیں (بہ زعم مرزا قادیانی) الہام ہی میں بیان کر دیئے گئے ہیں۔ لہذا مرزائیوں کو ان کے ماننے میں انکار بھی نہ ہوگا۔

۲..... حافظ جی نے اپنی اس عبارت میں یہ بھی مان لیا کہ ”حیات مسیح مسلمانوں کا رسمی عقیدہ تھا۔ اسی لئے مرزا قادیانی اسے تسلیم کرتے رہے۔“

پس جب حافظ جی کو یہ تسلیم ہے کہ حیات مسیح تمام مسلمانوں کا عقیدہ تھا تو اس میں بھی انہیں تاثر نہ ہوگا کہ اس کے بعد (موعومہ الہام ہی کے ذریعہ سخی) جو عقیدہ ممات مسیح کا سکھایا وہ اس عقیدہ کیخلاف ایک نیا طریقہ تھا۔ اب ہم حدیث شریف میں دیکھتے ہیں کہ پرانے طریقے کیخلاف نیا طریقہ بتانے والے کون ہوتے ہیں اور ہمیں ان کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہئے۔

حضور نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: ”ان بین یدی الدجال کذابون ثلثون او اکثر قال ما ایتهم قال ان یاتوک بسنة لم تکنوا علیہا یغیرون بها سنتکم و دینکم فاذا رأیتهم فاجتنبوہم و عادوہم (رواہ الطبرانی عن ابن عمر)“ دجال سے پہلے تیس یا زیادہ کذاب ہوں گے۔ ایک صحابی نے پوچھا کہ ان کی نشانی کیا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ وہ تمہارے پاس وہ طریقہ لے کر آئیں گے جس پر تم پہلے نہ ہو گے وہ اپنے اس طریقہ سے تمہارے طریقہ اور دین کو بدل ڈالیں گے جب تم انہیں دیکھو تو ان سے بچنا اور ان سے عداوت رکھنا۔ (کنز العمال ج ۷، ص ۱۷۱)

ناظرین! آپ نے دیکھ لیا، سن لیا، حضور ﷺ نے ہمیں ذرا ذرا سی باتوں کی بھی خبریں پہلے ہی سے دے دیں، ہر قسم کی پہچانیں بتادیں، فہل انتم منتہون! اب بھی اسی دجالی فتنہ سے نہیں بچو گے؟

حافظ جی کی دو دور قیوں کا جواب مختلف عنوانوں کے ماتحت ختم ہوا۔ ان کا اس دو دور قی میں آخری جھوٹ کہ (حافظ جی کی) ”ان تحریروں نے ہمیشہ پریشان کیا ہے۔“ مارشس والوں پر روشن کہ پریشان ہم تھے یا حافظ جی، جواب کا ”دندان شکن“ ہونا دلائل سے ظاہر۔ بہر صورت ہمیں ان فضولیات سے کچھ سروکار نہیں۔ وہ ہمیں اس سے زیادہ سب و شتم کر لیں لیکن خدار اللہ جل و علا و رسول اللہ ﷺ پر حملہ سے باز آئیں۔

باوصف مشاغل کثیرہ چلتے چلتے قلم برداشتہ دو نمبروں کے جواب دے ہی چکا تھا اب کہ جہاز میں سفر کر رہا ہوں، چاروں طرف نصاریٰ کا جھوم ہے خود میری کیمین میں چار کیتھولک پادری میرے قریب کے کیمین میں پادریوں کا انسپکٹر پرنسٹنٹ پادری وغیرہ بھی بہت سے آزاد خیال افراد میں بھی بہت سے مٹچلے..... میرا وہی حال ہے جو مارشس میں تھا چاروں طرف مختلف قسم کے مسائل پوچھنے والے، جھوم کئے ہوئے اور میں تنہا جواب دینے کے لئے۔ یکسوئی کے ساتھ تحریر کی مہلت عفا، پھر اس پر یہ عجیب ماجرا کہ ایک طرف دائیں آنکھ میں سخت درد، دوسری طرف تکلیف درد۔ معاہدہ تعالیٰ اسی حالت میں جو کچھ لکھا گیا وہ حاضر۔

مالک عالم کلام میں اثر دے جو ناظرین کے قلوب کو انوار ہدایت سے بھر دے۔ اگر اسے دیکھ کر ایک مرزائی بھی راہ راست پر آ گیا تو یہ بہترین ثمرہ ہوگا۔

مجھے مسودے کو صاف کرنا تو کجا بغور نظر ثانی کی بھی فرصت نہیں۔ اس لئے ناظرین سے التجا ہے کہ اگر کہیں سہو و سستی پائیں معاف فرمائیں اور بالفرض ناقل و کاتب صاحب سے

کتابت میں غلطی ہو تو مجھے ذمہ دار نہ بنائیں بلکہ خود اصلاح فرمائیں، دعائے خیر میں ہمیشہ یاد کرتے رہیں کہ مالک عالم اعدائے دین کی سرکوبی اور دین متین کی صحیح خدمت کے لئے حرید قوت و ہمت عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین بجاہ طہ ویسین ﷺ وعلیٰ اصحابہ اجمعین و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین!

محمد عبد العظیم الصدیقی قادری

کیبن ۲۱۹، ایس ایس جنرل وارڈ..... یکم مئی ۱۹۲۹ء

تقریظ جلیل

صدر الافاضل بدرالہما مثل خلیفہ اعلیٰ حضرت

علامہ مولانا سید محمد نعیم الدین قادری اشرفی حنفی مراد آبادی

بسم اللہ الرحمن الرحیم . نحمدہ ونصلی علیٰ حبیبہ الکریم!

عزیز و محبی حامی دین ناصر شرع متین مولانا الحاج شاہ محمد عبد العظیم صاحب صدیقی سلمہ اعلیٰ الولی و حفظہ من شر کل غوی وایدہ بالاید القوی نے مرزائی کا قلم برداشتہ جواب سفر کی رواروی اور جہاز پر ملاقاتوں کے ہجوم میں ایسا لکھا کہ باید و شاید۔ حقیقت واضح ہو گئی اور مرزائیت کے بطلان کا پردہ فاش ہو گیا۔

مرزائی مبلغ کا رد بجز اللہ مبلغ وجہ پر ہوا اور مرزائی دین کی بنیادیں متزلزل ہو گئیں سلامت بیان، روانی مضمون، قوت دلیل، حسن ادا ایک بات قابل تعریف ہے۔ اللہ تعالیٰ جناب مولانا کی اس تحریر کو گمشدان راہ کے لئے ذریعہ ہدایت بنائے۔ درحقیقت مولانا موصوف اسلام کی بہت بڑی خدمت انجام دے رہے ہیں اور انہوں نے دور دراز ممالک اور جزائر میں پہنچ کر بروجر کے سفروں کی صعوبتیں برداشت کر کے اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے اپنی خدمتیں وقف کردی ہیں۔ جزاء اللہ تعالیٰ خیر الجزاء!

کتبہ العبد المعتصم بحبلہ المتین

محمد نعیم الدین المراد آبادی غفرلہ الہادی!

الحمد لله الذي جعل القرآن الكريم

ختم نبوت



حضرت مولانا مفتی غلام مرتضیٰ میاں نوی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اعلم ان ختم النبوة على سيدنا محمد ﷺ تدل عليه دلائل:
منها..... الاول:

قوله تعالى: ﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ ابًا أَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ﴾ (احزاب: ٤٠) لان قوله تعالى: "خاتم النبيين" حجة قاطعة على ختم النبوة على محمد ﷺ. ولهذا كان اشفق وارحم على امة لان النبي الذي بعده نبي يجوز ان يترك شيئاً من النصيحة والبيان لانها يستدرکها من بعده واما من لا نبي بعده فيكون اشفق وارحم على امته واهدى بهم من كل الوجوه.

منها..... الثاني:

قوله تعالى: ﴿كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً يَبْعَثُ اللَّهُ النَّبِيِّينَ مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ وَأَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ﴾ (بقره: ٢١٣) لان هذه الآية تفيد ان كل نبي لا يكون نبياً في اصطلاح الشرع الا من يجمع الصفات الاربعة:

الاولى: ان يكون مبشراً

والثانية: ان يكون منذراً

والثالثة: ان ينزل معه الكتاب بالحق

والرابعة: ان يكون سفيراً بين الخالق والمخلوق في الهداية

والافاضة كما يدل عليه قوله تعالى: ﴿لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ﴾ (بقره: ٢١٣) ﴿

فلولا ختمت النبوة على سيدنا محمد ﷺ وجاز ان يكون بعده

نبي يلزم ان ينزل معه الكتاب كما توجبه الصفة الثالثة فيقبح في كمال

القرآن في التعليم فلا يصدق قوله تعالى: ﴿اليوم اكملت لكم دينكم

(مائده: ٣)﴾ ثم اعلم ان الآية المصدرة كما تدل على ختم النبوة على سيدنا

محمد ﷺ كذلك تدل على امرين آخرين.

الأول: ان النبوة فى اصطلاح الشرع لا تكون الا نبوة تشريعية لا ظليما وبروزيا كما اخترعه اهل زماننا فان يستل ان هارون عليه السلام كان نبياً ولم يكن صاحب امة ولا كتاب يجاب بان هارون عليه السلام كان صاحب امة وصاحب كتاب.

اما الاول فلانه تعالى قال فى البقرة ﴿ال موسى وآل هارون﴾ فذكر ال موسى أولاً وآل هارون عليهما السلام ثانياً استقلالاً فكان كل واحد منهما صاحب امة فال موسى عليه السلام هم الذين استفادوا فى بركاته وآل هارون هم الذين استفادوا فى فيوضاته.

واما الثانى فلانه تعالى قال فى الصفّت ﴿واتينهما الكتاب المستبين﴾ اى اتينا كل واحد منهما الكتاب المستبين ونظيره قوله تعالى ﴿وانزل معهم الكتب﴾ (بقره: ٢١٣) فان المراد انزل مع كل واحد منهم الكتاب اذ ارادة انزالا لكتاب الواحد مع جميعهم ظاهر البطلان.

والثالث ان النبى فى اصطلاح الشرع لا يكون نبياً الا من بعث فى الله بالهديات والوحى وجعل سفيرا بين الخالق والمخلوق فى تبليغها واشاعتها بين الناس كما تقتضيه الصفة الرابعة ولا يكون نبياً بمجرد الوحى والمكاثمة والا يلزم ان يكون الحواريون انبياء حيث قال تعالى فى المائدة ﴿او حيث ال الحواريين﴾ ويدل على نفيه وبطلانه قوله ﷺ لم يكن بينى وبينه (اى عيسى عليه السلام) نبى فمن توهم ان النبوة مجرد الوحى ومكاثمة الملك فقد حاد عن الصواب الى ترى الى قوله تعالى فى القصص ﴿واوحينا الى ام موسى﴾ مع انها لم تكن نبية ثم اعلم ان النبى بالمعنى اللغوى اى المخبر فى الله سواء كان لا فاضة الناس ديناً او امراً ذاتياً لا يجوز ان يستعمل بعد سيدنا محمد ﷺ فيمن بعده لتجانس اللفظى ولذا لم يجترأ ابو بكر ولا عمر ولا عثمان ولا على على ان يستعمل فيهم لفظ النبى بالمعنى اللغوى مع انهم فنوا فى نبينا ﷺ وكانوا اخيار قرن

النَّبِيُّ ﷺ قال ﷺ "خير القرون قرنى" ولذا لم يجوز شبابا اهل الجنة والحسن والحسين استعماله فهما مع انهما كانا معاً جمال النبى ﷺ ظاهراً وباطناً ولذا لم يخبر قطب الاقطاب الشيخ عبدالقادر الجيلانى قدس سره استعماله فيه مع انه قال خضنا بحراً لم يقف على ساحلة الانبياء اى فنينا فى النبى الامى الذى هو كالبحر فى السخاء فمن ادعى النبوة بعد نبينا ﷺ لم يكن مجدداً ولا مهدياً ايضاً لان الافتراء ليس من شان المجددية والمهدوية.

منها..... الثالث

قوله تعالى: ﴿تبارك الذى نزل الفرقان على عبده ليكون للعالمين نذيراً﴾ (فرقان: ١) ﴿اعلم ان هذه الاية تفيد ان نبينا ﷺ افضل العالمين بل افضل النبيين-

اما الاول: فلانه ينهم منها ان نبينا ﷺ كان بالكتاب الالهى للعالمين نذيراً ومن كان بالكتاب الالهى للعالمين نذيراً فهو نبى العالمين والعالمون امته والنبى افضل من امته.

اما الثانى: فلانه يتجلى منها ومن قوله تعالى ﴿اليوم اكملت لكم دينكم﴾ (مائده: ٣) ﴿ان نبينا ﷺ بعث بالكتاب الالهى الجامع الكامل لتبليغ العالمين كلهم اجمعين والتبليغ الذى قسم من قبل بين الف نبى او الفين فوض والزم اداك الى نبينا ﷺ الواحد ﷺ فنبيننا ﷺ اجمع واكمل القوى فى الحقيقة وفى علم الله سبحانه فهو الانسان الاجمع الاكمل فى سائر النبيين فهو افضل النبيين فلو جاز ان يكون بعد نبينا ﷺ نبى يلزم ان يكون النبى المتأخر افضل فى نبينا ﷺ وهو ظاهر البطلان لما مر. اما اللزوم فلانه كما يتحرك كل متحرك لتحصيل المطلوب واذا وجد مطلوبه سكن ووقف كذلك تحركت النبوة فى نبى الى نبى ثم الى نبى لانه كان مطلوبها الانسان الاجمع الاكمل فلم تقف على آدم عليه السلام ولا على نوح عليه

السلام ولا على ابراهيم عليه السلام وغيرهم في الانبياء فاذا وصلت الى الذات المحمدية ووجدتها سكنت ووقفت لانه الانسان الاجمع الاكمل وهو مطلوبها وقد حصل فلوا جاز ان يكون بعد نبينا ﷺ نبي ولم تختم النبوة عليه يلزم ان لا يكون الانسان الاجمع الاكمل بل يكون النبي المتاخر الانسان الاجمع الاكمل فهو افضل منه ويبطل قوله تعالى: ﴿تبارك الذي..... الخ (ملك: ۱)﴾ كما مرفى التفصيل ولما كان في ارادة الله الازلية ان تختم النبوة على الواحدة كما ابتدأت في آدم على الواحدة وتذهب الاجنبية وتصير بنو آدم قوماً واحداً كما انهم تحت نوع واحد بعث تعالى بالكتاب الجامع الكامل الانسان الجامع الكامل الى العالمين كلهم نبياً مشتركاً واحداً فصارت بنو آدم قوماً واحداً اختتاماً كما كانوا ابتداءً
وسيل اول

قوله تعالى: ”ما كان محمداً اباً احمد من رجالكم ولكن رسول الله وخاتم النبيين ط وكان الله بكل شيء عليماً (الاحزاب: ۴۰)“ ﴿يعني محمد ﷺ﴾
تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔ ﴿

آنحضرت ﷺ کی ابوت روحانی کا سلسلہ تا قیامت غیر منقطع ہے

اس آیت کا یہاں کیا تعلق ہے؟ اصل مضمون تو آنحضرت ﷺ کا اسوہ حسنہ ہوتا تھا اور یہ کہ مومنوں کا تعلق آپ سے روحانی تعلق ہے اور آپ مومنوں کے لئے روحانی طور پر باپ ہیں، اسی مضمون کو یہاں ادا کیا ہے اور بتایا ہے کہ محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن چونکہ اس سے جسمانی اور روحانی دونوں قسم کی ”ابوت“ کی نفی کا اشتباہ پیدا ہوتا تھا اس لئے حرف استدراک لکھنے سے فی الفور اس کا ازالہ کیا اور فرمایا: ”رسول الله“ وہ اللہ کے رسول ہیں، یعنی روحانی طور پر تمہارے باپ ہیں، کیونکہ ہر ایک رسول اپنی امت کے حق میں روحانی طور پر باپ کا حکم رکھتا ہے، جس طرح جسم کی ابتداء باپ سے ہوتی ہے، روحانیت کی ابتداء رسول سے ہوتی ہے۔ پس ”رسول الله“ کا لفظ لا کر آپ ﷺ کی ابوت روحانی کو قائم کیا۔ لیکن یہاں پھر

ایک وہم پیدا ہوتا تھا کہ جس طرح پہلے رسولوں کے بعد دوسرے رسول آجاتے رہے تو پہلے رسولوں کی ابوت روحانی منقطع ہو جاتی رہی۔ کیا اسی طرح رسول اللہ کے ساتھ ہوگا؟ تو فرمایا ایسا نہیں ہوگا بلکہ آپ ”خاتم النبیین“ بھی ہیں، یعنی آخری نبی اور آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اس لئے آپ کی ابوت روحانی کا سلسلہ بھی ناقیامت منقطع نہ ہوگا۔ بلکہ جو فیض ملے گا وہ صرف محمد رسول اللہ ﷺ سے ہی ملے گا اور اسی فیض کے پانے سے ہی آپ کی امت کے لوگ مثیل انبیاء ہوں گے۔ ”علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل“ وہ نبی نہ ہوں گے۔ پر نبیوں کی طرح ہوں گے وہ نبی نہ ہوں گے۔ پر اللہ تعالیٰ ان سے ہم کلام ہوگا۔ ”رجال یکلّمون من غیر ان یکونوا انبیاء“ اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی صفت کلام معطل نہیں ہو سکتی۔ لیکن یہ اللہ تعالیٰ کے کمال علم کی دلیل ہے کہ تمام دنیا کی ضروریات مذہبی کے متعلق مکمل ہدایات رسول اللہ ﷺ پر نازل فرمادیں۔ اسی لئے آیت کا ختم ”بکل شیء علیم“ پر کیا ہے۔

تفسیر خاتم النبیین باللغة

خاتم کے معنی ”مہر“ بھی ہیں اور ”آخر“ بھی، لیکن کسی قوم کے ”خاتم“ اور ”خاتم“ سے مراد ان میں سے ”آخری“ ہونا ہے۔ ”ختم القوم وخاتمهم وخاتمهم اخرهم“ (لسان العرب) اور ”خاتم“ اور ”خاتم“ ہمارے نبی ﷺ کے اسماء میں سے ہیں اور ”خاتم النبیین اور ”خاتم النبیین“ کے معنی ہیں آخری نبی (لسان العرب) اور آپ ﷺ کو ”خاتم النبیین“ کہا۔ اس لئے کہ نبوت کو آپ کے ساتھ ختم کر دیا (مفردات امام راغب) ”خاتم النبیین“ کے معنی لغت سے اوپر بیان ہو چکے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام ایک قوم ہیں اور کسی قوم کا ”خاتم“ یا ”خاتم“ ہونا صرف ایک ہی معنی رکھتا ہے۔ یعنی ان میں آخری ہونا، پس نبیوں کے ”خاتم“ کے معنی نبیوں کی مہر نہیں بلکہ آخری نبی ہیں۔

تفسیر خاتم النبیین بالاحادیث النبویة

یہاں ان سب احادیث کے نقل کرنے کی گنجائش نہیں جن میں ”خاتم النبیین“ کی تشریح کی گئی ہے یا جن میں آنحضرت ﷺ کے بعد نبی کا نہ آنا بیان کیا گیا ہے اور یہ احادیث متواترہ ہیں جو صحابہ کی ایک بڑی جماعت سے مروی ہیں اور امت کا اس پر اجماع ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد نبی نہیں۔

حدیث اول: جس میں لفظ ”ختم النبیین“ کی تفسیر زبان نبوی ﷺ سے مروی ہے۔ متفق علیہ ہے۔ ”مثلی ومثل الانبیاء کمثل رجل بنی بیتا فاحسنه واجمله الاموضع لبنة من زاوية فجعل الناس يطوفون به ويتعجبون له ويقولون هلا وضعت هذه اللبنة قال فاننا اللبنة وانا خاتم النبیین“ یعنی میری مثال اور نبیوں کی مثال ایک شخص کی مثال ہے۔ جس نے ایک گھر بنایا اور اسے اچھا خوبصورت بنایا سوائے کوئی کی اینٹ کے تو لوگ اس کے گرد گھومتے اور تعجب کرتے اور کہتے اینٹ کیوں نہیں لگائی سو میں وہ اینٹ ہوں اور میں ”خاتم النبیین“ ہوں۔

دوسری حدیث: ابوداؤد اور ترمذی میں لفظ ”ختم النبیین“ کی تفسیر یوں کی ہے: ”انہ سیكون فی امتی کذابون ثلثون کلهم یزعم انه نبی وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی“ یعنی میری امت میں ”تیس کذاب“ ہوں گے ہر ایک ان میں سے جھوٹا دعویٰ کرے گا کہ وہ نبی ہے اور میں ”ختم النبیین“ ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

اور تیسری حدیث: جو مسلم، ترمذی میں نسائی کی ہے یہ ذکر ہے کہ مجھے چھ چیزوں میں دوسرے انبیاء علیہم السلام پر فضیلت دی گئی ہے۔ جن میں چھٹی یہ ہے کہ ”ختم بسی النبیین“ یعنی میرے ساتھ نبی ختم کئے گئے ہیں، وہاں بجائے ”خاتم النبیین“ کے یہ لفظ رکھ کر بتادے کہ ”خاتم النبیین“ سے یہی مراد ہے نہ کچھ اور۔

وہ احادیث جن میں آپ ﷺ کے آخری نبی ہونے کا ذکر ہے اور وہ بھی درحقیقت ”خاتم النبیین“ کی تفسیر ہی ہیں۔ بہت سی ہیں مثلاً ایک حدیث میں ہے کہ بنی اسرائیل میں نبی کے بعد نبی آتا تھا۔ لیکن میرے بعد نبی نہ آئے گا۔ بلکہ خلفاء ہوں گے اور ایک حدیث میں ہے کہ میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتا اور ایک میں ہے کہ علیؓ کی نسبت میرے ساتھ وہی ہے جو ہارون کی موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ، لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں اور ایک میں ہے کہ میرا نام عاقب ہے اور عاقب وہ ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو ”انا العاقب والعاقب الذی لیس بعده نبی“ اور ایک میں ہے کہ نبوت میں کچھ باقی نہیں رہا مگر بشارات۔

اور ایک میں ہے کہ نبوت اور رسالت منقطع ہوگئی۔

اور دس حدیثوں میں ہے کہ ”لا نبی بعدی“ یعنی میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

اور ایسی حدیثیں جن میں آپ ﷺ کو آخری نبی کہا گیا ہے چھ ہیں۔
اس قدر زبردست شہادت کے ہوتے ہوئے کسی مسلمان کا آنحضرت ﷺ کے آخری
نبی ہونے کا انکار کرنا بیانات اور اصول دینی سے انکار ہے۔

لو عاش ابراہیم لکان نبیا پر بحث

اور ”ختم نبوت“ کے خلاف جو کچھ احادیث میں سمجھا گیا ہے وہ ابن ماجہ کی ایک
حدیث ہے۔ ”لو عاش ابراہیم لکان نبیا“ مگر اول اس سے امکان نبوت نہیں نکلتا، بلکہ اس کی
مثال ایسی ہی ہے جیسے ”لو کان فیہما الہة الا اللہ لفسدتا“ جس طرح یہاں دو خداؤں کا
ہونا اور فساد دونوں ممتنع امر ہیں، اسی طرح وہاں ابراہیم کا زندہ رہنا اور اس کا نبی ہونا دونوں ممتنع
ہیں۔ دوسرے اس حدیث کی سند میں ضعف ہے، کیونکہ اس میں ابوشیبہ ابراہیم ہے۔ جسے ضعیف
کہا گیا ہے۔ تیسرے اس کی تشریح دوسرے اقوال سے ہوتی ہے۔ مثلاً بخاری میں عبداللہ بن ابی
اوفی کا قول: ”لو قضی بعد محمد ﷺ نبی عاش ابراہیم ولكن لا نبی بعده“
یعنی اگر آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی مقدر ہوتا تو آپ ﷺ کا بیٹا ابراہیم زندہ رہتا۔ لیکن آپ
کے بعد کوئی نبی نہیں۔ یا انس کا قول: ”ولو بقی لکان نبیا لکن لم یبق لان نبیکم
آخر الانبیاء“ یعنی اگر ابراہیم زندہ رہتا تو نبی ہوتا۔ لیکن وہ باقی نہیں رہا کیونکہ تمہارے نبی
آخری نبی ہیں۔

حضرت عائشہ کا قول

”قولوا خاتم النبیین ولا تقولوا لا نبی بعده“ اور ”ختم نبوت“ کے
خلاف ایک قول حضرت عائشہ کا پیش کیا جاتا ہے: ”قولوا خاتم النبیین ولا تقولوا لا
نبی بعده“ یعنی خاتم النبیین کہو اور یہ نہ کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں اور اس کا یہ مطلب لیا
جاتا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ کے نزدیک ”ختم النبیین“ کے معنی کچھ اور تھے۔ کاش وہ معنی بھی
کہیں مذکور ہوتے، حضرت عائشہ کے اپنے قول میں ہوتے۔ کسی صحابی کے قول میں ہوتے۔ نبی
کریم ﷺ کی حدیث میں ہوتے۔ مگر وہ وطن قائل ہیں اور اس قدر حدیثوں کی شہادت جن میں
”خاتم النبیین“ کے معنی ”لا نبی بعدی“ کئے گئے ہیں۔ ایک بے سند قول پر پس پشت پھینکی
جاتی ہے۔ یہ غرض پرستی ہے۔ خدا پرستی نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی تیس حدیثوں کی شہادت ایک بے

سند قول کے سامنے رد کی جاتی ہے۔ اگر اس قول کو صحیح مانا جائے تو کیوں اس کے معنی یہ نہ کئے جائیں کہ حضرت عائشہ کا مطلب یہ تھا کہ دونوں باتیں اکٹھی کہنے کی ضرورت نہیں۔ ”خاتم النبیین“ کافی ہے۔ جیسا کہ مغیرہ بن شعبہ کا قول ہے کہ ایک شخص نے آپ کے سامنے کہا ”خاتم الانبیاء ولا نبی بعدہ“ تو آپ نے کہا ”خاتم الانبیاء“ کہنا تجھے بس ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ آپ کا مطلب ہو کہ جب اصل الفاظ ”خاتم النبیین“ واضح ہیں اور احادیث نبویہ سے واضح ہو چکے ہیں تو وہی استعمال کرو۔ یعنی الفاظ قرآنی کو الفاظ حدیث پر ترجیح دو۔ اس سے یہ کہاں نکلا کہ آپ الفاظ حدیث کو صحیح نہ سمجھتی تھیں اور اتنی حدیثوں کے مقابل اگر ایک حدیث ہوتی تو وہ بھی قابل قبول نہ ہوتی چہ جائیکہ صحابی کا قول ہو جو حدیث کے مقابل شرعاً حجت نہیں۔

صراط الذین انعمت علیہم!

”انعمت علیہم“ سے کون مراد ہیں؟ قرآن کریم خود تشریح فرماتا ہے کہ ”الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصلحین (النساء)“ یعنی وہ انبیاء اور صدیق اور شہید اور صالح ہیں۔ یہاں نبی کا لفظ آجانے سے بعض لوگوں کو یہ ٹھوکر لگی ہے کہ خود ”مقام نبوت“ بھی اس دعا کے ذریعہ سے مل سکتا ہے اور گویا ہر مسلمان ہر روز بار بار ”مقام نبوت“ کو ہی اس دعا کے ذریعہ سے طلب کرتا ہے۔ یہ ایک اصولی غلطی ہے۔ اس لئے کہ نبوت محض موبہ ہے اور نبوت میں انسان کی جدوجہد اور اس کی سعی کو کوئی دخل نہیں ایک وہ چیزیں ہیں جو موبہ سے ملتی ہیں اور ایک وہ جو انسان کی جدوجہد سے ملتی ہیں۔ نبوت ”اول“ یعنی پہلی قسم میں سے ہے جیسا کہ: ”الرحمن علم القرآن“ سے بھی ظاہر ہے۔ کیونکہ الرحمن کے معنی بلا بدل اور بلا جدوجہد رحمت کرنے والا ہے۔ دنیا میں کوئی شخص کوشش کر کے اور دعائیں مانگ مانگ کر، اور خدا سے التجائیں کر کے نہ پہلے نبی بنا، نہ آئندہ بنے گا بلکہ خود اللہ تعالیٰ ”اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ (الانعام)“ کے ماتحت جب چاہتا کسی کو نبوت و رسالت کے منصب پر فائز کر دیتا تھا، یہاں تک کہ اپنی کامل ہدایت کی راہیں آنحضرت ﷺ پر کھول کر تمام آنے والی نسلوں کے لئے مقام نبوت و رسالت کو ایک برگزیدہ انسان کے نام کے ساتھ مخصوص کر دیا اور اس کو ”النبی“ اور ”الرسول“ کے نام سے پکار کر بتا دیا کہ اب دوسرا نبی اور دوسرا رسول نہیں ہوگا۔ پس مقام نبوت کے لئے دعا کرنا ایک بے معنی فقرہ ہے اور اسی شخص کے منہ سے نکل سکتا ہے جو اصول دین سے ناواقف ہے۔

اگر یہ دعا نبوت کے حاصل کرنے کے لئے ہوتی تو کم از کم آنحضرت ﷺ کو بھی مقام نبوت پر کھڑا ہونے سے پہلے سکھائی جاتی مگر قرآن کریم میں اس کا موجود ہونا بتاتا ہے کہ مقام نبوت ملنے کے بعد سکھائی گئی۔ نبوت عطا فرما کر اس دعا کا سکھانا صاف بتاتا ہے کہ حصول نبوت کے لئے یہ دعا نہیں اور اگر حصول نبوت کی دعا مانا جائے تو ماننا پڑے گا کہ تیرہ سو سال میں کسی مسلمان کی دعا قبول نہ ہوئی۔ حالانکہ مقررین اور محبوسین ہزاروں کی تعداد میں ہو کر گزرے، خدا خود دعا سکھائے اس کی حکمت یہ ہو کہ دعا مانگنے والے کو نبوت ملے۔ دعا کرنے والی امت کو ”خیر امة“ کہا جائے اور پھر تیرہ سو سال سب کے سب محروم رہیں۔ حتیٰ کہ وہ بھی جن کے متعلق صریح سند ہے۔ ”رضی اللہ عنہم ورضوعنه“ اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔ یہ نہیں ہو سکتا۔

”یٰبنی آدم اما ایتینکم رسل منکم یقصون علیکم آیتی فمن اتقی واصلح فلا خوف علیہم ولا هم یحزنون والذین کذبوا بآیتنا واستکبروا عنها اولئک اصحاب النار ہم فیہا خالدون (الاعراف)“ یعنی اے بنی آدم! اگر کبھی تمہارے پاس تم میں سے رسول آئیں، میری آیات تم پر پڑھتے ہوں، تو جو کوئی تقویٰ کرے اور اصلاح کرے ان پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ بچھتاؤں گے اور جو لوگ ہماری آیتوں کو جھٹلائیں اور ان سے تکبر کریں، وہ آگ والے ہیں، اسی میں رہیں گے۔ پہلی آیت سے پھر شتر چند باتیں عام طور پر ساری نسل انسانی کو مخاطب کر کے کہی ہیں۔ ”یٰبنی آدم قد انزلنا علیکم لباسا“ ”یٰبنی آدم لا یفتنکم الشیطن“ ”یٰبنی آدم خذو زینتکم“ اور یہاں نیز سیاق کے مطابق ساری نسل انسانی کو مخاطب کر کے کہا ”یٰبنی آدم امام یتینکم رسل“ جس کا مطلب یہ ہے کہ لباس سارے بنی آدم کے لئے ہے۔ شیطان کے فتنے سے سب بنی آدم کو متنبہ کیا ہے۔ سب بنی آدم خدا کی عبادت کرتے وقت زینت اختیار کرنے کو کہا اور بالآخر سب بنی آدم کو بتایا کہ اگر اللہ تعالیٰ کوئی اپنا رسول بھیجے تو اس کو قبول کرنا چاہئے۔ کیونکہ رسولوں کو قبول کرنے سے انسان کی اصلاح ہوتی ہے اور ان کا رد کرنا موجب خسران ہے۔ بعض ختم نبوت کے منکر اس سے یہ نتیجہ نکالنا چاہتے ہیں کہ اس کے ماتحت آنحضرت ﷺ کے بعد بھی رسول آتے رہنے چاہئیں۔ اس آیت سے رسولوں کے آنحضرت ﷺ کے بعد آنے کا نتیجہ اول بہاء اللہ نے اور بعد میں ان کی

نقل کر کے مرزا محمود احمد قادیانی کے مریدوں نے نکالا ہے۔ حالانکہ اس آیت کو نہ مرزا غلام احمد قادیانی نے خود اور ان کی زندگی میں ان کے مریدوں نے کبھی پیش کیا۔ ایک شرطیہ جملہ سے یہ نتیجہ نکالنا کمال نادانی ہے۔ مطلب تو صرف اس قدر ہے کہ اگر بنی آدم کے پاس خدا کا رسول آئے۔ تو اس کو قبول کرنے میں ان کی بہتری ہے۔ سو وہ رسول اللہ یعنی محمد ﷺ ہیں۔ آپ کی ذات بابرکات کے متعلق یہ اعلان ہے کہ اگر اس کو قبول کر لو گے تو تمہاری بہتری کا موجب ہے اگر رد کرو گے تو تمہارے نقصان کا موجب ہے اور اگر کہا جائے کہ ”رسل“ کا لفظ جمع کیوں استعمال کیا، تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس لئے کہ خطاب کل نبی آدم کو ہے اور بنی آدم کی طرف رسول بھیجنے کا عام ذکر ہے۔ تو بلاشبہ آنحضرت ﷺ سے پہلے بنی آدم کے پاس رسول آتے رہے اور سب سے آخر حضرت محمد ﷺ کو بھیجا گیا کہ دنیا کی کل قوموں کو ایک سلسلہ اخوت میں منسلک کریں اور اس بات کی شہادت کہ آپ کے بعد رسول نہ آئیں گے۔ دوسری جگہ سے ملتی ہے جہاں فرمایا: ”الیوم اکملت لکم دینکم (مائتہ: ۳)“ ﴿آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا۔﴾ رسول تو دین سکھانے کے لئے آتے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے دین کو کامل کر کے پہنچا دیا تو پھر رسولوں کے آنے کی ضرورت بھی باقی نہ رہی۔ جب ”کمال شریعت“ اور شریعت کے آنے کے لئے مانع ہو گیا تو ”کمال نبوت“ بھی اور نبی کے آنے کے لئے مانع ہو گیا جو ضرورت تھی وہ پوری ہو گئی۔ آفتاب رسالت شمس نصف النہار کی طرح چمک رہا ہے۔ اس لئے اب کسی ”رسول“ کی ضرورت دنیا کو نہیں اور وہ لوگ جو ”رسول“ کے آنے کا جواز نکالتے ہیں۔ مگر شریعت کا آنا نہیں مانتے ان کے لئے خود یہاں لفظ موجود ہیں: ”یقضون علیکم اینتی“ یعنی ”رسول“ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی پیغام بھی لائیں گے۔ وہی پیغام شریعت ہے اور اگر کہا جائے کہ یہ کسی پہلے ”رسول“ کی آیات ہیں تو پھر تکذیب تو ان آیات کی ہے۔ دیکھو اگلی دوسری آیت ایسے ”رسول“ کی تکذیب کوئی شے نہ ہوئی۔

دوسری آیت سے صاف شہادت ملتی ہے کہ رسولوں کے آنے سے مراد ایسے رسولوں کا آنا ہے جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا کوئی پیغام بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ جس طرح پہلے فرمایا تھا: ”اما یاتینکم منی ہدی (البقرة)“ اور اس کے متعلق دو گروہوں کا ذکر کیا: ایک: ”فمن تبع ہدای“ اس ہدایت کی پیروی کرنے والے اور

دوسرے: ”والذین کفروا وکذبوا بآیتنا“ یعنی اس ہدایت، اس پیغام کا انکار کرنے والے۔ اسی طرح یہاں دو گروہ ہیں ایک اصلاح کرنے والے دوسرے آیات یعنی پیغام الہی کی تکذیب کرنے والے پس دونوں آجوں کا مطلب ایک ہے اور دونوں گروہوں کی جزا کا ذکر یکساں الفاظ میں ہے۔ دونوں میں سزا تکذیب پیغام کی ہے۔

ظلی نبوت

صوفی جسے ”ظلی نبوت“ کہتے ہیں وہ فی الواقع نبوت نہیں بلکہ نبوت کی بعض صفات کی جھلک ہے۔ جو ایک سچے پیروی کرنے والے میں پیدا ہو جاتی ہے۔ جس طرح ”علی اللہ“ نہیں اسی طرح ”علی نبی“ نہیں اور نہ ظلی نبوت، نبوت ہے۔

ختم نبوت آنحضرت ﷺ پر جو ایک ہی دنیا میں کامل انسان ہوا رحمت ہے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا هم یحزنون۔ الذین آمنوا وکانوا یتقون۔ لهم البشری فی الحیاء الدنیا وفی الآخرة۔ لا تبدل لکلمت اللہ ذلک هو الفوز العظیم (یونس)“ ”حسن لو اللہ تعالیٰ کے ویوں پر نہ کچھ خوف ہے اور وہ تمہیں ہوں گے جو ایمان لائے اور تقویٰ اختیار کرتے تھے ان کے لئے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں خوشخبری ہے، اللہ کی باتیں بدل نہیں سکتیں یہ بڑی بھاری کامیابی ہے۔“

یہاں آیت کے آخر پر یہ لفظ لاکر (ذلک هو الفوز العظیم) یعنی یہی بڑی بھاری کامیابی ہے، یہ اس طرف اشارہ ہے کہ یہ بلند سے بلند مقام ہے جس پر انسان نبوت محمدیہ کے فیوضات کے ذریعہ سے پہنچ سکتا ہے، اس سے اوپر کوئی مقام نہیں اور یہ خیال نہ کرنا چاہئے کہ اب نبوت نہیں تو کچھ بھی نہیں یا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا دروازہ بند ہو گیا۔ حدیث میں ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے فرمایا ”ان الرسالة والنبوة قد انقطعت ولا رسول بعدی ولا نبی قال فشق ذلک علی الناس فقال ولكن المبشرات“ ”یعنی رسالت اور نبوت منقطع ہوئی اور میرے بعد کوئی رسول نہیں اور نہ کوئی نبی ہے تو یہ بات لوگوں پر شاق گزری۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: لیکن ”مبشرات“ باقی ہیں۔“ جس میں یہی ظاہر کرنا مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ کا مکالمہ و مخاطبہ جو اصل نعمت ہے وہ باقی ہے کیونکہ وہ معرفت الہی کا ذریعہ ہے اور اسی طرح اشارہ ہے۔ ”رجال یکتلمون من غیر ان یكونوا انبیاء“ میں۔ ہاں! نبوت کی اصل غرض چونکہ لوگوں پر اللہ

تعالیٰ کی رضا کی راہوں کا ظاہر کرنا تھا اور مکمل دین کے بعد اس کی ضرورت نہ رہی اس لئے اب نبوت نہیں، مگر مقامات عالیہ تک پہنچنے کی سب راہیں آنحضرت ﷺ کے ذریعہ موجود ہیں، چنانچہ احمد اور ابن ابی حاتم اور بیہقی نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”ان الله تعالى عبادا ليسوا بانبياء ولا شهداء يغبطهم النبيون والشهداء على مجالستهم وقربهم من الله“ (روح المعانی) یعنی اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ہیں جو نبی اور شہید نہیں، لیکن نبی اور شہید کے مرتبہ اور ان کے اللہ تعالیٰ کے قرب پر رشک کریں گے اور ابو ہریرہؓ سے اسی کی مثل روایت ہے: ”ان من عباد الله يغبطهم الانبياء والشهداء“ اور جب لوگس نے پوچھا کہ وہ کون ہیں تو آپ نے ان کے متعلق کچھ باتیں بیان کر کے یہی آیت پڑھی: ”الا ان اولياء الله لا خوف عليهم ولا هم يحزنون“ (تفسیر ابن جریر)

اور ایسی ہی روایت ابو داؤد میں ہے (ابن کثیر) اور ان روایات کا ماحصل یہی ہے کہ بسبب کمال اتباع نبوی قرب الہی کے مراتب اسی طرح لوگوں کو ملنے رہیں گے اور انقطاع نبوت سے مقامات عالیہ سے محروم نہ کئے جائیں گے۔ بلکہ اگر آنحضرت رحمت عالم ﷺ پر جو تمام عالم میں ایک ہی انسان کامل ہیں اور اپنے کمالات میں نظیر نہیں رکھتے۔ نبوت ختم نہ ہوتی اور دوسرے نبی آنے والے کی اتباع لازم کی جاتی تو وہ مقامات عالیہ جو بسبب کمال اتباع محمدی حاصل ہوتے ہیں، ان سے مخلوق محروم رہ جاتی۔ پس ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ پر ختم نبوت تمام مخلوق کے لئے رحمت ہے۔

اور یہی وجہ ہے کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے کئی راتوں میں نہایت نیاز اور رازداری سے دعا کی کہ اے اللہ اتباع محمدی سے مستفیض فرما اور ”مستجاب الدعاء“ ہوا۔

سوال عیسیٰ بن مریم علیہ السلام مستقل انبیاء اولوالعزم سے ہیں تو بر تقدیر نزول اگر شرع محمدی ﷺ کے نتیج ہوں گے تو نبوت سے معزول کئے جائیں گے جو سراسر خلاف عقل و نقل ہے اور اگر ”نزول مع النبوة“ ہوگا تو ”خاتم النبیین“ کی مہر ٹوٹ جائے گی؟

جواب نبوت اور رسالت کے لئے دور رخ ہیں، یعنی ظہور اور بطون، اللہ تعالیٰ سے مکالمہ و مخاطبہ اور فیضان کے حاصل کرنے کو بطون کہا جاتا ہے اور صاحب بطون کو مقرب الہی ہونا لازم اور غیر منفک ہے اور مخلوق کی طرف توجہ اور تبلیغ شریعت ظہور ہے اور بسبب تبدل و تغیر شرائع کے ظہور میں انقلاب آسکتا ہے اور چونکہ نبی سابق کی شریعت کیلئے نبی لاحق کی شریعت ناخ ہوتی ہے

تو نبی لاحق کے زمانہ میں نبی سابق کو اپنی شریعت کو ترک کر کے نبی لاحق کی شریعت پر عمل درآمد کرنا ہوگا۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتا تو اس کو بغیر میری شریعت کے عمل درآمد کرنا جائز نہ ہوتا اور اس ظہور کے انقلاب سے نبوت کے بطون میں جس کو قرب الہی اور عند اللہ معزز ہونا لازم ہے، ہرگز تغیر نہیں آتا بلکہ ترقی ہوتی ہے۔ بشرطیکہ نبی متبوع نبی تابع سے اکمل ہو۔ کیا یہ خیال کیا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے آنحضرت ﷺ کو بیت المقدس کی طرف متوجہ ہو کر نماز پڑھنے کی اجازت دی اور بعد میں جب بیت اللہ کی طرف سجدہ کرنے کا حکم فرمایا تو آپ ﷺ کی نبوت و رسالت میں فرق آگیا یا آپ ﷺ اس قدر منزلت سے جو آپ ﷺ کو پہلے بارگاہ خداوندی میں حاصل تھی معزول کئے گئے۔ ہرگز نہیں۔ لیکن حصول نبوت اور نبی ہونے کے لئے یہ لازم اور ضروری ہے کہ ایک بار مستقل طور پر صاحب بطون و صاحب ظہور ہوا۔ اگر کلکتہ کے علاقے کا لیفٹیننٹ گورنر لاہور کے لکھنؤ کے علاقہ میں بغرض اصلاح آئے تو اس کو لیفٹیننٹ گورنر کہا جائے گا لیکن وہ اس عہدہ پر نہیں آیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگر بالفرض آنحضرت ﷺ کے بعد دنیا کے سارے پیغمبر آجائیں تو ”خاتم النبیین“ کی مہر نہیں توڑ سکتے۔

مرزا قادیانی کا نبوت تشریعیہ کا مدعی ہونا

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نبوت تشریعیہ کا مدعی ہے اور اس کے ثابت کرنے کے لئے ہم ان کا ایک مکالمہ وحی بطور نمونہ پیش کرتے ہیں۔ مکالمات الہیہ جو ”براہین احمدیہ“ میں شائع ہو چکے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ وحی ہے: ”هو الذی ارسل رسولہ بالہدی و دین الحق لیظهر علی الدین کلہ“ اس میں صاف طور پر اس عاجز کو رسول کر کے پکارا گیا ہے۔ (براہین احمدیہ ص ۴۹۸، خزائن ج ۱ ص ۵۹۳)

یہ آیت ”سورہ فتح“ کے اخیر رکوع میں ہے جس کا ترجمہ یہ ہے: ”وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تا کہ اسے سب دینوں پر غالب کرے۔“ اس آیت میں نبی تشریف کا بیان ہے جیسا کہ ”بالہدی و دین الحق“ سے ظاہر ہے اور مرزا قادیانی کا یہ فقرہ کہ (اس میں صاف طور پر اس عاجز کو رسول کر کے پکارا گیا ہے) اس امر پر کھلی شہادت ہے کہ مرزا قادیانی نبوت تشریعیہ کے مدعی ہیں۔

۱۔ کما یدل علیہ قوله تعالیٰ ﴿کان الناس امة واحدة.....الخ﴾

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الحمد لله الذي جعل القرآن
موسمًا من شهر رمضان المبارك

تذكرة العباد

(لكيلا يفتروا باقوال اهل الحاد)



حضرت مولانا عبدالحی امترسری

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولكن رسول الله وخاتم النبیین •
وانزلنا علی الذین ظلموا رجلاً من السماء بما کانوا یفسقون •

تعارف..... تذکرۃ العباد لکیلا یغترون باقوال اهل الاحاد

جس میں اسباب عذاب پر مفصل بحث کی گئی اور بتلایا گیا ہے کہ طاعون زمانہ حال میں کثرت معاصی و شامت اعمال کا نتیجہ ہے اور یہ کہ طاعون گزشتہ سنین میں کئی بار واقع ہو چکی ہے حالانکہ مدعی نبوت جدید کوئی بھی موجود نہ تھا اور یہ کہ طاعون آنحضرت ﷺ کی دعا کا نتیجہ ہے: اللهم اجعل فناء امتی قتلًا فی سبیلک بالطعن والطاعون۔ نبی کے انکار پر اس کی بناء نہیں اور آیت وما کننا معذبین حتی نبعث رسولاً کا ایسا مقدر قرار نہیں دیا جائے گا جو آیت خاتم النبیین کی معارض واقع ہو کیونکہ قرآن تعارض حقیقی سے شمرا ہے اور ختم نبوت پر قرآن و سنت اجماع امت اور قیاس عقلی اور بائبل سے جو اس وقت عیسائیوں کی ہاتھ میں موجود ہے مکمل ثبوت اور یہ کہ مماثلت انبیاء کو ممکن ہے لیکن یہ محض اخلاقی مماثلت اور روحانی مشابہت ہے جس کے پیرایہ میں نبوت نہیں حاصل ہو سکتی جو فیض وہبی ہے بلکہ بعض کمالات جزئیہ غیر نبیوں میں پائی جاتی ہے جن کی انبیاء بروز قیامت تمنا کریں گے۔ لیکن پھر بھی غیر نبیوں کو درجہ نبوت تک رسائی نہیں۔ الغرض قرآن سے اس بات کا ثبوت دیا گیا ہے کہ ہر دفعہ مماثلت کے پیرایہ میں نبوت نہیں حاصل ہوتی اور اس مسئلہ کو واضح اور مدلل طور پر کئی ایک مثالوں سے حل کیا گیا ہے۔

مرزا قادیانی کی قلم سے اس بات کا ثبوت کہ طاعون ان کی مکذب ہے

..... عام طور پر یہ بات جماعت مرزائیہ کے زباں زد ہے کہ ظہور طاعون مرزا قادیانی کی نبوت کا مصدق ہے لیکن جہاں تک مرزا قادیانی کی تصانیف کو دیکھا گیا تو حالت برعکس نظر آئی اور نتیجہ خلاف پیدا ہوا یعنی طاعون کا وقوع ملک میں خود بدولت کے دعویٰ کا بالکل احتمال کرتا ہے کیونکہ دافع البلاء میں آپ نے یہ پیش گوئی قلم بند کی ہے: ”قادیان میں طاعون نہیں آئے گا کیونکہ اس کے رسول کا تخت گاہ ہے۔“ (دافع البلاء ص ۱۰، خزائن ج ۱۸ ص ۲۳۰) ”انسی لا یخاف لدی المرسلون“ (دافع البلاء ص ۷، خزائن ج ۱۸ ص ۲۲۷) جو پوری نہیں ہوئی۔ قادیان میں طاعون زور و شور پر رہا اور اس کثرت سے موتیں وارد ہوئیں کہ خود بدولت گھبرا کر قادیان سے باہر ایک کنارے خیمہ زن ہوئے اور اپنے اخباروں میں وقتاً فوقتاً وقوع طاعون کا اقرار بھی کرتے رہے۔ خدا تعالیٰ کا

مرزا قادیانی کی پیش گوئی کو جامہ وجود پہنانے سے انکار کرنا اسلام کی پہلی تائید ہے اور پھر ان کے اخباروں میں ان کی قلم سے اس اقرار کو قلم بند کرنا دوسری تائید ہے۔ ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں اور نووی نے شرح مسلم میں بحوالہ قول قاضی عیاض یہ مسئلہ اعتقاد یہ تحریر کیا ہے کہ انسان کی کئی پیش گوئیاں جو باعتبار نجوم یا رمل یا جفر بیان کرتا ہے۔ اتفاقہ طور پر صحیح نکل آتی ہے۔ مگر جب وہ مدعی نبوت ہو جائے اس کی پیش گوئیاں قطعاً خدا کی طرف سے جھوٹی کی جاتی ہیں تاکہ خلق خدا پر تلخیص واقع نہ ہو اور وہ غیر نبی کو نبی نہ خیال کرنے لگیں اور توراۃ کتاب استثناء باب ۱۸ میں جھوٹی مدعی کی یہ شناخت لکھی ہے کہ: ”اگر کوئی نبی خدا کا نام لے کر کوئی ایسی بات کہے جو پوری نہ ہو تو سمجھ کہ وہ خدا کی طرف سے نہیں ہے تو اس سے مت ڈر۔“ اس رول کے ماتحت مرزا قادیانی کی کل پیش گوئیوں اور الہامات میں تحلف واقع ہوا جو آپ کی افتراء پر درازی کی دلیل ہے۔ محمدی بیگم کے متعلق مشہور پیش گوئی اور عبد اللہ اعظم کی موت، لکھرام کی موت، وغیرہ وغیرہ ان میں سے کوئی الہام اپنی عبارت میں پورا نہیں ہوا۔

لکھرام کے متعلق آپ نے یہ الفاظ لکھے تھے کہ وہ خارق عادت موت سے مرے گا۔ حالانکہ اس کی موت کسی آسمانی خارق عادت طریق سے عمل میں نہیں آئی بلکہ وہ مقتول ہوا جو عام طور پر سرحد میں روزانہ ایسے واقعات عمل میں آتے ہیں اور نیز حمامۃ البشریٰ میں ان الفاظ میں وہ الہام مندرج ہے: بشرفی ربی بموتہ فی ست سنة جو قاعدہ کے لحاظ سے یہ عبارت غلط ہے جو ظہم کی لاعلمی پر دلالت کرتی ہے اور ظاہر ہے کہ شیطان لاعلم ہے خدا کی ذات لاعلمی سے متبرا ہے۔ اس کی صفت تو قرآن میں لکھی ہے: ”قد احاط بكل شیء علما“ اور لکھا ہے ”انزلہ الذی یعلم السرفی السموت والارض“ اور الہام الہی کے متعلق ارشاد ہے: ”انما انزل بعلم اللہ“ قاعدہ متفقہی تھا کہ اعداد کی تمیز ثلث سے عشر تک مجرد اور مجموع ہو اور مرزا قادیانی برخلاف ضابطہ ست کی تمیز مفرد لکھی ہے یعنی ست ستہ اور چاہتے تھا ست ستین یا ست سنوات۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ خود ساختہ الہام ہے ورنہ عبارت میں غلطی نہ ہوتی اور یہ ممکن نہیں کہ خدا کا الہام غلط عبارت میں نازل ہو چنانچہ مرزا قادیانی نے رسالہ ضرورت الامام میں اس بات کا خود اعتراف کیا ہے کہ جس الہام کی عبارت برخلاف قاعدہ اور غلط ہے وہ مخائب اللہ نہیں۔

۲..... اور ایک طرح سے بھی طاعون مرزا قادیانی کے دعویٰ کی تکذیب کرتی ہے کہ (کشتی نوح ص ۱۰، خزائن ج ۱۹ ص ۱۰) میں آپ لکھتے ہیں کہ: ”مجھے خدا کا الہام ان لفظوں میں ہوا۔ انسی حافظ کل من فی الدار“ (کشتی نوح ص ۱۰، خزائن ج ۱۹ ص ۱۰) اور فی الدار کی وسعت کو ایسا عام و تمام بیان

کیا کہ جو فرد بشر میری مریدی میں داخل ہوگا کہ وہ گویا میری چار دیواری میں داخل ہے وہ طاعون کی زد سے محفوظ رہے گا گویا گھر کی چار دیواری نہیں بلکہ بیعت کی چار دیواری مراد ہے۔ اور اس بناء پر اپنے مریدوں کو طاعون کا ٹیکا لگانے سے منع کر دیا کہ خدا نے طوفان طاعون میں ان کی حفاظت کو اپنے ذمہ لیا ہے۔ اس لئے وہ ٹیکا کی ضرورت سے سبکدوش ہیں مگر مرزا قادیانی کے مریدوں کا طاعون نے وہ ستیاناس کیا کہ الامان الامان معلوم ہوتا تھا کہ دراصل قبیح طاعون یہی قوم ہے اور نیک بختوں پر انہیں کی شامت سے طاعون واقع ہو رہی ہے۔ دراصل طاعون کا مریدوں پر حملہ نہ تھا بلکہ مرزا قادیانی کے الہام پر حملہ کر کے ان کی تکذیب منظور تھی حتیٰ کہ دھرم کوٹ رندھاوا میں ایک واقعہ اس نوعیت سے گزرا کہ مرزا قادیانی کے مریدوں نے اپنی ہم جماعت مطعون کی لاش کو بغیر دفن چھوڑ دیا اور نزدیک تک نہ گئے آخر کار مسلمانوں کی جماعت نے حکم لا چاری اسے تہ زمین میں ڈال دیا۔ کہتے ہیں کہ اس کا جنازہ ادا نہیں ہوا تھا۔

۳..... اتفاق سے مرزا غلام حیدر مرحوم کا انتقال ہو گیا۔ جن کا رہائشی مکان مرزا قادیانی کے مکان سے ملحق تھا جو ان کے ورثاء کی تحویل میں آ گیا۔ وہ اپنا حصہ فروخت کرنے پر رضامند ہو گئے۔ تب مرزا قادیانی نے اپنے الہام کا رخ دوسری طرف پھیر دیا اور کہا کہ: ”اس طوفان میں بحکم انسی احافظ کل من فی الدار میرا مکان بمنزلہ کشتی نوح ہے جو اس میں داخل رہے گا وہ طاعون سے محفوظ رہے گا اور جو اس سے باہر ہو وہ تباہ ہوگا۔ لیکن میرا مکان بالکل تنگ ہے جس میں بہت تھوڑے آدمیوں کی گنجائش ہو سکتی ہے اور مرزا غلام حیدر متوفی کے ورثاء اپنا وہ حصہ جو میرے مکان سے ملحق ہے۔ بیع کرنے پر رضامند ہو گئے ہیں۔ اس لئے چندہ کی ضرورت ہے تاکہ میں اپنے مکان کو جو بمنزلہ کشتی نوح ہے وسیع کر دوں تاکہ زیادہ آدمیوں کی حفاظت ہو سکے۔“ (کشتی نوح ص ۶، خزائن ج ۱۶ ص ۸۶) کوئی مرید غور نہیں کرتا کہ پہلے خود بدولت نے الہام کے معنی یہ قرار دیئے تھے کہ جو میری بیعت کی چار دیواری میں داخل ہوگا طاعون کے حملہ سے محفوظ رہے گا۔ اور اب مرزا غلام حیدر کا متروکہ مکان فروخت ہوتا دیکھ کر الہام کا رخ دوسری طرف کر دیا۔ کہاں لکھا ہے کہ مرزا غلام حیدر متوفی کے مکان کا فروخت ہونا الہام کے معنی تبدیل کرنے کے لئے قرینہ صارفہ ہے۔ دوم اگر آپ کا مکان بمنزلہ کشتی نوح تھا جیسا کہ آپ نے الہام کا منشا ظاہر کیا ہے تو پھر نبی کو اپنے الہام پر ایسا اعتماد ہونا چاہئے کہ اس میں ذرہ بھر پس و پیش نہ کرے۔ اور سمجھے کہ زمین و آسمان ٹل جائیں مگر خدا کی باتیں نہ ٹلیں گی۔۔ معہذا آپ کا کشتی نوح کو چھوڑ کر باہر صحراء میں خیمہ زن ہونا کیا معنی رکھتا ہے؟ اینچہ بوالعجبی است؟ سوم اگر آپ کا مکان بمنزلہ کشتی

روح تھا تو مرزا نظام الدین طاعون کے حملہ سے کیوں محفوظ نہ رہے اور مرزا قادیانی نے ان کو طاعون کی زد سے کیوں نہ بچایا۔ حقیقت الوحی میں خود ان کا اس بیماری میں مبتلا ہونا مانتے ہیں۔ اس الہام کی وہ حالت ہوئی جو خدا کرے کسی خانہ بدوش مسافر کی بھی نہ ہو۔ جو مارا مارا پھرتا ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم • الحمد لله رب العلمين والعاقبة للمتقين
والصلوة والسلام على رسوله محمد سيد الانبياء والمرسلين الى يوم
الدين۔ اگرچہ اس سوال کا جواب تقریراً تحریراً کئی دفعہ دیا گیا ہے۔ لیکن اس بات کو ملحوظ رکھتے
ہوئے کہ شاید خدا تعالیٰ اس جماعت میں سے کسی کو نور بصیرت بخش کر اپنی راہ کی طرف جذب
کر لے اور میں اپنی تھوڑی کوشش سے ثواب مزید کا مستحق ہو جاؤں۔ اس سوال کا جس کا عام
زبانوں پر چرچا ہے جواب لکھتا ہوں۔ حدیث میں ہے۔

لان يهدي الله بك رجلاً خيراً لك من حمر النعم (مسند احمد ج ۵ ص ۲۳۸)
یعنی اگر خدا تمہارے ذریعے کسی ایک انسان کو بھی راہ راست پر لے آئے تو شتران
سرخ سے بھی تیرے لئے زیادہ مفید ہے۔ ”سواب غور سے کام لیں اور تحریک کو پڑھنے کے وقت دل
کو تعصب سے پاک کر دیں۔ کیونکہ وہ آنکھوں پر ایک پٹی ہے اور خدائے عز شانہ سے توفیق طلب
کریں وہ فیوض و برکات کا دروازہ دلوں پر کھول دے گا۔ اور حق و باطل میں تمیز کرنے کا مادہ اپنے
فضل سے عطا فرمائے گا کیونکہ تقویٰ اور راست شعاری سے خدائے تعالیٰ اپنے مخلص بندے کے
دل پر نور کی کھڑکیاں مفتوح کرتا اور اندھیری سڑک میں خود رہنمائی کرتا ہے۔ چنانچہ ارشاد
خداوندی ہے۔

”ان تتقوا الله يجعل لكم فرقاناً (انفال: ۲۹)“ اگر تم تقویٰ اور خوف الہی کی
راہ اختیار کرو گے تو خدا تمہیں ایک نور مرحمت فرمائے گا جس سے حق و باطل کی تمیز بخوبی کر سکو
گے۔“ اور دوسری آیت میں فرمایا ہے:

”آمنوا بالله ورسوله يوتكم كفلين من رحمته ويجعل لكم نوراً
تمشون به (الحديد: ۲۸)“ خدا اور اس کے پیغمبر پر ایمان لاؤ تم کو دو حصے اپنی رحمت سے عنایت
کرے گا اور تمہارے لئے ایسا نور بخشے گا کہ جس کی روشنی میں جنت کی سڑک کو طے کر لو گے۔“
لیکن یاد رہے کہ اس نعمت کے حاصل کرنے کے لئے رجوع اور تعصب سے دل کو خالی کر دینا شرط
ہے تا کہ واردات الہیہ کے سبیل میں کوئی مانع اور عائق باقی نہ رہے۔

”ويهدي اليه من ينيب (الشورى: ۱۳)“ جو خدا کی جانب رجوع اور توجہ کرے خدا اس کی

نظر میں ہدایت کے راستے صاف کر دیتا ہے۔“ اور فرمایا:

”والذین جاهدوا فینالذہدینہم سبیلنا (العنکبوت: ۶۹)“ جو قوم میرے مذہب میں سعی اور توجہ سے کام لیتی ہے اس کے سامنے ہم اپنے راستے کھول دیتے ہیں۔“
اس باب ہدایت کا مہیا کرنا انسان کے ذمہ ہے اور ہدایت منجانب اللہ نازل ہوتی ہے۔ غرضیکہ جو نفوس تردد اور شک میں پڑے ہوئے ہوں ان کو کوشش اور دعا سے کام لینا چاہئے اور یہ دعا جو خود اس پر برکت و جود سے جو سرچشمہ رحمت ہے ثابت ہے اختلاف خیالات کے وقت بہت مفید ہے۔

”اللہم رب جبریل ومیکائیل واسرافیل فاطر السموت والارض عالم الغیب والشہادۃ انت تحكم بین عبادک فیما کانوا فیہ یختلفون اھدنی لما اختلف فیہ من الحق باذنک انک تھدی من تشاء الی صراط مستقیم“
یہ دعا آنحضرت کی زبان مبارک سے بالاسناد صحیح مسلم میں مروی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم • نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم!
سوال..... نبی کی تکذیب سے خلق اللہ پر عذاب نازل ہوتا ہے۔ مرزا قادیانی کی تکذیب سے بھی مخلوقات میں طاعون رونما ہوئی اس لئے مرزا قادیانی نبی ہیں۔

نزول عذاب کے دو موجب ہیں، انکار نبوت اور کثرت معاصی

موجب اول پر شہادتیں

ضمن اول..... دنیا میں عذاب کا نازل ہونا انکار نبی سے مخصوص نہیں۔ اکثر اوقات حکم عدولی، معصیت الہی خدا کے غضب و قہر کا موجب ہوتی ہے اور گناہوں کی شامت عذاب کی شکل اختیار کر کے دنیا کو تازیانہ عبرت سے متنبہ کرتی ہے گویا نزول عذاب کے دو اسباب ہیں۔ انکار نبوت اور کثرت معاصی، موجب اول پر چنداں شہادت درکار نہیں۔ سارا قرآن ان اقوام کے قصوں سے مملو ہے جو راست باز جماعت انبیاء کی مخالفت کر کے مستوجب لعنت ہوئے اور ان پر ایسا عذاب آیا کہ وہی صفحہ ہستی سے نیست و نابود ہو گئے البتہ اجمالی ثبوت کے طور پر چند شہادتیں قرآن سے ذکر کرتے ہیں جن سے اصل مسئلہ کی حقیقت پر بقدر ضرورت روشنی پڑے گی۔

اول..... ”اولا یرون انہم یفتنون فی کل عام مرۃ او مرتین ثم لا یتوبون ولا ہم یشکرون (التوبہ: ۱۲۶)“

کیا وہ نہیں سوچتے کہ ہر سال ایک دفعہ یا دو دفعہ ان پر عذاب نازل ہوتا ہے۔

ہاں ہمہ نہ وہ توبہ کرتے ہیں اور نہ انہیں کچھ عبرت ہوتی ہے۔

دوئم..... ”وَضَرْبَ اللَّهِ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ آمِنَةً مُطْمَئِنَّةً يَأْتِيهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِأَنْعَمِ اللَّهِ فَأَذَاقَهَا اللَّهُ لِبَاسَ الْجُوعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ وَلَقَدْ جَاءَتْهُمْ رِسُولٌ مِنْهُمْ فَكَذَّبُوهُ فَآخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظَالِمُونَ (النحل: ۱۱۲)“

خدا نے ان کے سمجھانے کو ایک شہر کی مثال بیان کی جو امن و اطمینان کی زندگی بسر کرتا تھا۔ اور ہر جہت سے اس کو رزق اور معیشت کا سامان چلا آتا تھا۔ اس یہ کی آبادی نے خدا کے انعامات کی بے قدری کی اس لئے دفعۃً فاقہ اور خوف کی سنگین سزا میں مبتلا ہو گئے۔ جو یہ عملی نحوست کا نتیجہ تھا۔ نعمت کی بڑی بے قدری یہ تھی کہ ان کی قوم میں سے ان کے پاس پیغمبر آیا لیکن اس کا انکار کر دیا اور اس کی صداقت پر یقین نہ لائے۔ آخر کار جو ظالموں کا انجام ہوتا ہے۔ وہی ان کا حشر ہوا اور عذاب نے ان کو توبہ والا کر دیا۔

سوئم..... ”وَلَا يَزَالُ الَّذِينَ كَفَرُوا تُصِيبُهُمْ بِمَا صَنَعُوا قَارِعَةٌ أَوْ تَحُلُّ قَرِيبًا مِنْ دَارِهِمْ حَتَّى يَأْتِيَ وَعْدُ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَخْلِفُ الْمِيعَادَ وَلَقَدْ اسْتَهْزَى بِرِسْلِ مِنْ قَبْلِكَ فَاُمْلَيْتَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا ثُمَّ أَخَذْتَهُمْ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابُ (الرعد: ۳۱)“

کفار پر عملی شامت کی وجہ سے کوئی نہ کوئی دل ہلا دینے والی آفت آتی رہے گی یا کم سے کم عبرت ناک واقعات ان کے شہر سے نزدیک رونما ہوتے رہیں گے۔ تا آنکہ خدا کا حتمی وعدہ نازل ہوگا خدا کے وعدہ میں خلاف نہیں یاد رکھو انبیاء سابقین کے ساتھ استہزاء کیا گیا یا اسہمہ مضحکہ اڑانے والوں کو جو کفر کی چال چل رہے تھے میں نے مہلت دی پھر دفعۃً ان کو گرفتار عذاب کر دیا۔ تاریخ پر دھو تو تمہیں معلوم ہو کہ میرا عذاب شدت میں کس درجہ کا تھا۔

چہارم..... ”وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا الْقُرُونِ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوا وَجَاءَتْهُمْ الرِّسَالَاتُ وَكَانُوا لِيَوْمِنَا كَذَلِكُمْ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمَجْرِمِينَ (یونس: ۱۳)“

جب نبیوں کے مقابلہ میں آنے والی قوم ظلم اور بے انصافی کی راہ اختیار کر چکی اور معجزات اور نشان دیکھنے کے بعد بھی ان کے نقطہ قسمت میں تبدیلی واقع نہ ہوئی اور وہ ایمان کی لائن کی طرف متوجہ نہ ہوئے اور نہ ہو سکتے تھے تو ہم نے ایسے قرون سابقہ کو تباہ کر دیا۔ مجرموں کو یونہی پاداش ملا کرتی ہے۔

پنجم..... ”وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرَدُوا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ سَنُعَذِّبُهُمْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ يَرَدُّونَ إِلَىٰ عَذَابٍ عَظِيمٍ (التوبہ: ۱۰۱)“

مدینہ کی آبادی میں بعض دودلے بھی ہیں۔ جو نفاق پراڑے ہوئے ہیں۔ ہمیں تو ان کی ساری حقیقت معلوم ہے مگر آپ ان کے اندرونی حالات سے ناواقف ہیں ان کو دنیا و قبر میں سخت مزادے کر بڑے جیل خانہ میں ڈال دیں گے جہاں بیٹ ناک عذاب تیار ہے۔

ششم..... ”وما ارسلنا فی قریة من نبی الاخذنا اهلها بالباساء والضراء لعلهم یضرعون ثم بدلنا مکان السیئة الحسنة حتی عفوا وقالوا قد مس ابائنا الضراء والسراء فاخذناهم بغتة وهم لا یشعرون ولو ان اهل القرئ آمنوا واتبعوا لفتحنا علیهم بركات من السماء والارض ولكن کذبوا فاخذناهم بما كانوا یکسبون (الاعراف: ۹۴)“

ہم نے جس شہر میں کوئی پیغمبر مبعوث کیا اور اس کی رسالت کی تکذیب اس سے ظہور میں آئی تو اس کے باشندوں کو قحط و گرسنگی و بیماری اور دکھ درد کی مار میں گرفتار کر کے یہ توقع رکھی کہ شاید و تضرع زاری کی طرف رجوع کریں پھر ایک عرصہ کے بعد تکلیف کو الٹ کر ان کی حالت کو خوش گوار کر دیا اور ان کی تعداد اور جمعیت بڑی پھولی اور ترقی اور بہبودی نے انہیں اپنے سایہ میں لے لیا۔ تو کہنے لگے کہ ہمارے باپ دادوں کے وقت سے ایسا ہی دستور چلا آتا ہے کہ کبھی رنج اور کبھی راحت دونوں ہی ہمارے آباؤ اجداد کے لازم حال رہے ہیں اور خواب غفلت سے بیدار نہ ہوئے اور نہ تازیانہ عبرت کا مطلب سمجھے تو ہم نے دفعۃً نہیں ماخوذ کر لیا۔ اگر شہروں اور بستیوں کے باشندے انبیاء پر ایمان لاتے اور تقویٰ کی راہ ہاتھ سے نہ دیتے تو ہم ان کی خاطر آسمان اور زمین کی برکتوں کے دروازے مفتوح کر دیتے لیکن انہیں راستی کا اعتبار نہ آیا اس وجہ سے ہم نے انہیں عذاب میں ڈال دیا۔ ﴿

علاوہ ازیں سوانح قوم نوح اور ہود اور صالح اور شعیب اور لوط اور ابراہیم اور تاریخ قوم موسیٰ وغیرہم قرآن میں مفصلاً مذکور ہے جس کے پڑھنے سے بخوبی معلوم ہو سکتا ہے کہ مگرین انبیاء کو دنیا میں تہ وبالا کر دیا جاتا ہے۔ یا طرح طرح کے عبرت ناک عذاب نازل ہو کر ان کی قوت قاہمہ کو بیدار کرتے ہیں۔

موجب دوم پر شہادتیں

رہا دوسرا موجب تو اس پر بھی بکثرت شہادتیں کتاب اللہ اور سنت میں موجود ہیں۔

پہلی شہادت

”فلما نسوا ما ذکرنا بہ ففتحنا علیہم ابواب کل شیء حتی اذا

فرحوا بما اوتوا اخذناهم بغتة فلذا هم مبلسون (انعام: ۴۳) یعنی جب عبرت کے ذرائع اور احکام الہی کو فراموش کر کے غفلت کے خطرناک دائرے میں جا پڑے۔ ہم نے ہر ایک کامیابی کا دروازہ ان پر کھول دیا۔ جب وہ اپنے عطا شدہ انعامات کی خماری میں اتر گئے۔ دفعۃً ان کو ہماری گرفت نے آلیا کہ وہ مایوس اور بے امید ہو گئے۔ اور سمجھے کہ اب بچاؤ کی کوئی صورت نہیں۔

دوسری شہادت

”فلما نسوا ما ذكروا به انجينا الذين كانوا ينهاون عن السوء واخذنا الذين ظلموا بعذاب بئیس بما كانوا یفسقون فلما عتوا عما نهوا عنه قلنا لهم کونوا اقرده خاسئين (انعام: ۱۲۵)“ جب تذکیر و وعظ کو اسرائیلیوں نے فراموش کر دیا تو شرارت سے منع کرنے والوں کو ہم نے نجات بخشی ظالموں کو بد اعمال کی وجہ سے تباہ کر دیا۔ جب اس قوم نے ممنوعات کے ارتکاب کی طرف اپنا قدم تیز کیا اور سرکش ہو گئے تو ہم نے ذلیل بندروں کی شکل میں انہیں اتار دیا۔

تیسری شہادت

”واذ تاذن ربك لیبیعثن علیهم الی یوم القیامة من یسومهم سوء العذاب ان ربك لیسریع العقاب وانه لغفور الرحیم (اعراف: ۱۶۷)“ تیرے رب نے ان کی سوئی کو مد نظر رکھ کر دائمی حکم چڑھا دیا کہ یہود پر تاقیامت دوسری قوم میں حکمران رہیں گی جو ان کو طرح طرح کی اذیتوں میں ڈالتے رہیں گے تیرا خدا گناہ پر سزا کا حکم بھی جلد سناتا ہے اور تابین کو معافی بھی دے دیتا ہے۔

چوتھی شہادت

”فانزلنا علی الذین ظلموا رجزا من السماء وما كانوا یفسقون (بقرہ: ۵۹)“ ظالموں پر ان کی بداعتدالی اور ان کی فسق کی وجہ سے ہم نے عذاب نازل کیا۔

پانچویں شہادت

”واذا اردنا ان نهلك قرية امرنا مترفیهما ففسقوا فیها فحق علیها القول فدمرناها تدمیرا (الاسراء: ۱۶)“ جب ہمارا ارادہ ہوتا ہے کہ کسی شہر کو تباہ کریں تو اس کے رہائشی ناز پروردہ عیاشی اور فسق فحور کے مرتکب ہو جاتے ہیں اور حکم تقدیری خلاف ثابت

نہیں ہوتا۔ آخر کار عذاب کا حکم نازل ہو کر ان کی تباہی کا موجب ہو جاتا ہے۔ اور علیٰ ہذا القیاس اور آیات بھی اس مضمون کی تائید میں بکثرت موجود ہیں۔ جن کا استقصاء مشکل ہے اور احادیث شارح نے مسئلہ ہذا کی ہستی کو نہایت ہی روشن کر دیا ہے۔

حدیث اول

جو بروایت عبادہ بن صامت صحیحین میں مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا: ”وَمِنْ أَصَابٍ مِنْ ذَلِكَ شَيْعًا فَعُوقِبَ بِهِ فِي الدُّنْيَا فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَهُ وَمِنْ أَصَابٍ مِنْ ذَلِكَ شَيْعًا ثُمَّ سَقَرَهُ اللَّهُ فَهُوَ إِلَى اللَّهِ أَنْ شَاءَ عَفَا عَنْهُ وَأَنْ شَاءَ عَاقِبَهُ فَبَايَعَنَاهُ عَلَى ذَلِكَ“ (بخاری شریف ج ۱، کتاب الایمان ص ۷) ”یعنی جو فرد بشر شرک، زنا، سرقت اور قتل اولاد اور بہتان اور معصیت کا مرتکب ہو، اور اسے دنیا میں سزا مل جائے تو بس گناہ کا کفارہ ہو گیا اور خدا نے پردہ پوشی سے کام لیا تو سمجھو کہ التواء واقع ہو گیا اور معاملہ خدا کے سپرد رہا خواہ معاف کرے یا سزا کا حکم صادر کرے۔“

حدیث دوم

اور حضرت معاذ بن جبلؓ نے آنحضرت ﷺ سے روایت کیا ہے: ”إِيَّاكَ وَالْمَعْصِيَةَ فَإِنَّ بِالْمَعْصِيَةِ حُلَّ سَخَطِ اللَّهِ“ (مسند احمد ج ۵ ص ۲۳۸) ”معصیت الہی سے برکتنا رہ ہو کیونکہ حکم عدولی سے خدا کا غضب نازل ہوتا ہے۔ یہ روایت مسند امام احمد میں موجود ہے۔“

حدیث سوم

جو ترمذی نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے اپنے مضمون کے لحاظ سے بالکل سابقہ روایتوں کے ہم آواز ہے: ”إِذَا أَرَادَ اللَّهُ بِعَبْدِهِ الْخَيْرَ عَجَّلَ لَهُ الْعُقُوبَةَ فِي الدُّنْيَا وَإِذَا أَرَادَ اللَّهُ بِعَبْدِهِ الشَّرَّ أَمْسَكَ عَنْهُ بِذَنْبِهِ حَتَّى يُوَافِيَهِ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ“ (ترمذی ج ۲ ص ۶۲) ”جب خدا اپنے کسی بندے سے بھلا ارادہ رکھتا ہے تو دنیا میں گناہ کی سزا اسے دے دیتا ہے اور جس کے متعلق ایسا ارادہ نہ ہو اس کی سزا قیامت پر ملتوی کر دیتا ہے۔“

ترک رہنمائی کبیرہ گناہ ہے

بڑی معصیت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ترک کرنا ہے جس سے دنیا میں ضلالت پھیلنے کا اندیشہ ہے۔ بہت روایات اس مضمون کی شاہد ہیں کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر سے انحراف موجب نزول غضب ہے۔

روایت اول

”اخرج الاصبهانی عن انس بن مالك عنه ان رسول الله ﷺ قال لاتزال لا اله الا الله تنفع من قالها وترد عنهم العذاب والنقمة ما لم يستخفوا بحقها قالوا يا رسول الله وما الا استخفاف بحقها قال ايظهر العمل بمعاض الله فلا ينكروا لا يغير“ یعنی اصہبانی نے حضرت انس سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ کلمہ خوانوں کو لا اله الا اللہ ضرور نفع دیتا رہے گا۔ اور اپنی برکت سے عذاب ٹالے گا جب تک حقوق کلمہ کی تحقیر نہ کریں گے۔ مطلب یہ کہ دنیا میں محصیت کا چرچا ہو جائے گا اور کوئی بدی پر انکار نہ کرے گا اور نہ اس میں تبدل و تغیر کی کوشش کرے گا۔

روایت دوم

”روی الاصبهانی عن ابن عمر عنهما قال قال رسول الله ﷺ يا ايها الناس مرو، بالمعروف وانها عن المنكر قبل ان تدعوا الله فلا يستجيب لكم وقبل ان تستغفروه فلا يغفر لكم الامر بالمعروف والنهي عن المنكر لا يدفع رزقا ولا يقرب اجلا ان الاحبار من اليهود والرحبان من النصارى لما تركوا الامر بالمعروف والنهي عن المنكر لعنهم الله على لسان انبيائهم ثم عموا بالبلاء“

”عبداللہ بن عمرؓ سے اصہبانی نے روایت کیا کہ حضور سرور کائنات ﷺ نے فرمایا اے قوم! اہل دنیا کو نیک اور معقول راہ بتاؤ۔ اور برے افعال سے منع کرو۔ اس سے بیشتر کہ تم دعائیں کرو اور مقبول نہ ہوں اور خدا سے مغفرت چاہو اور تمہاری سنی نہ جائے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر رزق سے محروم نہیں کرتے اور نہ اجل ان کی تعمیل سے نزدیک ہو جاتی ہے۔ یہود کے علماء اور نصاریٰ کے زہدوں نے انبیاء کی زبان پر انہیں لعنت کی اور پھر عام عذاب نازل کیا۔“

روایت سوم

”اخرج ابن حبان في صحيحه عن عائشة قالت قلت يا رسول الله اذا نزل سطوته باهل الارض وفيهم الصالحون فيها لكون بهلاكهم فقال يا عائشة ان الله اذا انزل سطوته باهل نقمة وفيهم الصالحون فيصبون معهم ثم يبعثون على نياتهم“ ابن حبان نے صحیح میں حضرت عائشہؓ کی روایت کی ہے کہ میں

نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ جب اہل ارض پر خدا کی نعمت نازل ہوتی ہے تو صلحاء بھی اس تباہی میں ہلاک ہو جاتے۔ حضور ﷺ نے حضرت عائشہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ نیکو کاروں کی موجودگی میں جو عذاب بدکاروں پر نازل ہوتا ہے۔ اس میں صلحاء بھی مارے جاتے ہیں۔ پھر اپنی اپنی نیت کے مطابق ان کا حشر ہوگا۔

روایت چہارم

”اخرج البيهقي عن عمر بن الخطاب قال قال رسول الله ﷺ اوحى الله الى جبريل ان اقلب مدينة كذا وكذا باهلها فقال يا رب ان فيهم عبدك فلا نالم يعصك طرفه عين قال فقال اقلبها عليه وعليهم فان وجهه لم يتمعر في ساعة قط“ یہی نے عمر بن خطاب سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ خدا نے بذریعہ وحی جبریل کو حکم دیا کہ فلاں شہر کو زیر و بر کر دو۔ جبریل نے عرض سنائی کہ اس میں ایک تیرا مخلص بندہ ایسا بھی ہے جس نے ساری عمر میں ایک لمحہ بھرتیری نافرمانی نہیں کی۔ خدا نے کہا۔ کچھ پرواہ نہیں۔ شہر کو الٹ دو۔ کیونکہ وہ بدی کو دیکھتا ہے اور اس کے چہرے پر آثارِ ناراضگی کبھی ظاہر نہیں ہوئے۔ (یعنی رنج سے چہرے پر سرخی نمودار نہیں ہوئی)

روایت پنجم

”عن عبد الله بن مسعود مرفوعاً لما وقعت بنو اسرائيل في المعاصي نهتهم علماءهم فلم ينتهوا فجالسهم في مجالسهم واكلوهم وشاربوهم فضرب الله قلوب بعضهم ببعض فلعنهم على لسان داود وعيسى بن مريم ذلك بما عصوا وكانوا يعتدون فجلس رسول الله ﷺ وكان متكئاً فقال لا والذي نفسي بيده حتى تاطردهم اطرا (مسند احمد ج ۱ ص ۳۹۱)“ ابو داؤد اور ترمذی نے عبد اللہ بن مسعود سے روایت کیا ہے کہ سرور کائنات علیہ السلام نے فرمایا جب بنو اسرائیل معاصی میں مصروف ہو گئے تو علماء نے ہر چند انہیں منع کیا لیکن وہ باز نہ آئی۔ آخر کار ہار کر نصیحت چھوڑ بیٹھے اور ان سے شریک مجلس اور ہم پیالہ ہم نوالہ ہو گئے تو خدا نے سب دلوں کو گویا ایک ٹکسال سے لکال دیا اور حضرت عیسیٰ اور داؤد نے اپنے کلام میں ان پر لعنت کی اور وہ خدا کی لعنت تھی کیونکہ وہ عاصی اور مجاہدِ حدود تھے۔ حضرت عکبہؓ کا سہارا چھوڑ کر بیٹھ گئے اور کہا کہ مجھے اس ذات کی قسم جس کے بچہ قدرت میں میری جان ہے کہ تم نجات نہیں پاسکتے۔ جب تک قوم کو سرکشی سے منع نہ کرو۔

روایت ششم

”اخرج البغوی من روايته عدی بن عدی العمری قال حدثنا مولیٰ لنا انه سمع جدی يقول سمعت رسول الله ﷺ ان الله لا يعذب العامة بعمل الخاصة حتى يروا المنكر بين ظهرانيهم وهم قادرون على ان ينكروه فلا ينتكروا فاذا فعلوا ذلك عذب الله العامة والخاصة (شرح المنہج ص ۳۵۸)“ امام بغوی نے شرح السنۃ میں عدی بن عدی کندی کا بیان نقل کیا ہے کہ ہمارے دادا جان سے ہماری غلام آزاد نے بگوش خود یہ روایت سن کر بیان کیا کہ آپ کو حضرت کی زبان سے یہ الفاظ مسوع ہوئے کہ خدا عام لوگوں پر خاص کی شامت عملی سے عذاب نہیں بھیجتا۔ جب تک وہ خلاف شرع رسمیات اور اعمال دیکھ کر باوجود قدرت انکار کے خاموشی اختیار نہ کریں۔ جب وہ ایسا کرتے ہیں تو ہر خاص و عام پر خدا عذاب نازل کرتا ہے۔

روایت ہفتم

”وعن ابی البختری عن رجل من اصحاب النبی ﷺ ان يهلك الناس حتى يعذروا من انفسهم (مسند احمد ج ۳ ص ۲۶۰)“ ابو داؤد نے ابو البختری سے روایت کیا ہے کہ ایک صحابی کا بیان حضرت ﷺ سے اس طرح آیا ہو کہ کوئی قوم تباہ نہ ہوگی تا آنکہ کثرت ذنوب سے اپنے عذر توڑ دیں۔ مجد الدین فیروز آبادی نے اس حدیث پر یہ حاشیہ دیا ہے کہ ہمزہ اس میں سلب کے لئے مستعمل ہوا یعنی کثرت ذنوب سے جب قوم کے پاس کوئی عذر و حجت نہ رہے تو عذاب نازل ہوتا ہے کیونکہ خدا کی طرف سے وہ عذاب کے مستوجب ہوتے ہیں اور لوگوں کو منع و زجر کا حق حاصل ہو جاتا ہے۔ (مختصر لمعات)

روایت ہفتم

”اخرج ابو داؤد ابن ماجہ عن جریر بن عبد الله قال سمعت رسول الله ﷺ ما من رجل يكون في قوم يعمل فيهم بالمعاصي يقدر ان يغيروا عليه ولا يغيثون الاصابهم الله منه بعقاب قبل ان يموتوا (ابو داؤد ج ۲ ص ۱۳۷)“ ابو داؤد و ابن ماجہ نے جریر بن عبد اللہ سے روایت کیا ہے کہ حضور کا ارشاد ہے کہ جو شخص کسی قوم میں عمل معاصی کا مرتکب ہو اور وہ اس میں رد و بدل کی قدرت رکھتے ہوئے

چپ چاپ رہیں اور اس کو نہ بدلیں تو موت سے قتل دینا میں ان پر عذاب نازل ہوگا۔ نہ ان کی عملی کمزوری سے بلکہ اس بدکردار کی شامت اعمال سے۔

روایت ہشتم

”وصححه من روایت ابی بکر الصدیقؓ قال یا ایہا الناس انکم تقرؤن هذه الایة یا ایہا الذین آمنو علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اهتمدیتهم فانی سمعت رسول اللہ ﷺ یقول ان الناس اذا راؤا المنکر فلم یغیروہ یوشک ان یعمہم اللہ بعقابة وفى اخری له ما من قوم یعمل فیہم المعاصی ثم یقدرون علی ان یغیروا ثم لا یغیرون الا یوشک اللہ ان یعمہم بعقاب وفى اخری له ما من قوم یعمل فیہم بالمعاصی ہم اکثر ممن یعلمہ“

(مسند احمد ج ۵، ابن ماجہ، ترمذی) نے مسند صحیح حضرت ابو بکر صدیق سے روایت کیا ہے کہ تم قرآن میں روزانہ یہ آیت تلاوت کرتے ہو جس کا مضمون یہ ہے کہ تم اپنے آپ کو سنبھالو تمہیں دوسروں سے کیا سروکار، گمراہ کی گمراہی کا وبال تمہاری ذات پر واقع نہیں ہو سکتا۔ یاد رکھو میں نے حضرت ﷺ سے یوں سنا ہے۔ جب قوم کا یہ شیوہ ہو جائے گا۔ کہ خلاف شرع کام دیکھ کر اسے تبدیل کرنے کی کوشش نہ کریں گے۔ تو عنقریب خدا عذاب عام نازل کرے گا۔ جس میں مرد و عورت چھوٹا بڑا نیک اور بد شریک ہوں گے۔ اور دوسری روایت میں آیا ہے کہ جس قوم میں عمل معصیت جاری ہے اور متقی باوجود کثرت تعداد ان کو روکتے نہیں تو خدا کی طرف سے عذاب عام اترتا ہے۔ خدائے تعالیٰ کا قول بھی اس کا مؤید ہے۔ واتقوا فتنة لا تصیبن الذین ظلموا منکم خاصة کہ ایسے فتنہ سے ڈرو جس کا اثر محض ظالموں کی ذات تک محدود نہ رہے گا۔ بلکہ ہر عام و خاص پر اس کی مصیبت کا احاطہ ہوگا بہت روایات اس مضمون کی کتب روایت میں مروی ہیں۔

ظلم موجب نزول عذاب ہے۔

اور ظلم بھی ان موجبات سے ہے جو مصائب و شدائد کا دریا مخلوق پر توڑ بہاتا ہے اور ان کی آسائش و راحت کو قطع کر دیتا ہے اور طرح طرح کے عذاب ظلم العباد سے بندگان خدا پر نازل ہوتے ہیں۔

شہاد اول

نبیؐ میں ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک نے کہا ان الظالم لا یضرہ الانفسہ یعنی ظالم محض اپنی ذات کو نقصان پہنچاتا ہے تو ابو ہریرہؓ نے کہا بلی واللہ حتی الجارۃ لقموت فی وکرھا ہذا لظلم الظالم کیوں نہیں ظالم کو ظلم کا اثر دوسری خلق اللہ پر بھی پڑتا ہے حتیٰ کہ سرخاب ظلم ظالم کی وجہ سے اپنے گھونسے میں دبلا ہو کر مر جاتا ہے۔

شہاد دوم

بخاری و مسلم نے حضرت ابو موسیٰ اشعرؓ سے روایت کیا ہے: ”ان اللہ لیسلی الظالم حتیٰ اذا اخذہ لم یقتلہ ثم قرہ کذلک اخذ ربک اذا اخذی القرئ وہی ظالمة (بخاری شریف ج ۲ ص ۶۷۸) خدا تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے جب اسے گرفت کرتا ہے تو اسے نہیں چھوڑتا۔ پھر یہ آیت بطور شہادت پڑھی کہ تیرے رب کی گرفت ظالم شہروں پر اسی طرح ہوئی کہ ناگہاں عذاب نے انہیں آلیا۔

شہاد سوم

شیخین نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مرفوعاً نقل کیا ہے: ”لا تدخلوا مساکن الذین ظلموا انفسہم الا ان تکونوا بلکین ان یصیبکم ما اصابہم ثم قنع راسہ واسرع السیر حتیٰ اجتاز الوادی“ ظالموں کے شہروں اور مسکنوں میں روتے ہوئے داخل ہو مباد تمہیں بھی ایسا عذاب نہ آ لے جیسے ان پر آیا پھر سر پر چادر اوڑھ کر تیز رفتاری سے اس میدان کو طے کیا۔

عقوق الوالدین بھی موجب قیمت الہی ہے

ماں باپ کو ستانا اور ان سے بے سلوکی کرنا اور ان کا حکم نہ ماننا اور خدمات واجبہ سے پہلو تہی کرنا ایسے عذاب امور ہیں اور جو عذاب کا دروازہ کھول دیتے ہیں۔

نبیؐ نے حضرت ابو بکرؓ سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”مکل

الذنوب یغفر اللہ منها ما شاء الا عقوق الوالدین فانہ یعجلہ لصاحبہ فی الحیاۃ قبل الممات“ جس قسم کا گناہ ہو خدا چاہے تو معاف کر دے سوائے عقوق والدین کے کہ یہ ایسا بڑا جرم ہے جس کی سزا موت سے پہلے دنیا کی زندگی میں خدا دے دیتا ہے اور قطع رحمی اور ناطہ کٹنی بھی عقوق کے ہمدوش ہے اس کی سزا جو حق تعالیٰ میں مقرر ہے وہ تو ل کر رہے گی مگر دنیا میں ہی

قاطع رحم کلمہ عذاب میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ ترمذی اور ابو داؤد نے حضرت ابو ہریرہ سے مرفوعاً بیان کیا ہے: ”ما من ذنب اجری ان يجعل الله لصاحبه العقوبة في الدنيا مع ما يدخر له في الآخرة من البغي وقطيعة الرحم“ کوئی گناہ اس قاتل نہیں کہ جس کی سزا مرتکب کو خدا دنیا میں دے دے اور مع بذات عاقبت میں بھی سزا سے سبکدوش نہ ہو۔ سوائے ظلم اور قطع رحمی کے ان کی سزا دارین میں ملتی ہے۔

نزول عذاب کے پندرہ اسباب ایک حدیث میں

حضور علیہ السلام نے ایک روایت میں عذاب کے پندرہ اسباب ذکر کئے ہیں۔ اس روایت کو ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ”اذا اتخذ الفیء دولا والامانة مغنما والزکوة مغرما وتعلم لغير الدين واطاع الرجل امرته وعق امه وادنى صديقه واقصى اباه وظهرت الاصوات في المساجد وساد القبيلة فاسقهم وكان زعيم القوم اردلهم واکرم الرجل مخافة شره وظهرت القينات والمعازف وشربت الخمر ولعن آخر هذه الامة اولها فارتقبوا عند ذلك ريحا حمراء وزلزلة خسفا ومسحا وقذفا وآيات تتابع كنظام قطع سلکة فتتابع ورواه ايضا عن عليؑ بلفظ اذا فعلت امتی خمس عشر خصلة حل بها البلاء وعد هذه الخصال ولم يذكر تعلم لغير الدين قال وبرصديقه وجفا اباه قال وشرب الخمر ولبس الحرير“ (ترمذی شریف کتاب الفتن ج ۲ ص ۴۴)

جب مال غنیمت امیروں میں تقسیم ہوگا اور امانت کو لوٹ کا مال تصور کیا جائے گا اور زکوٰۃ کو مسلم تاوان سمجھے گا اور دینی اغراض کو چھوڑ کر محض دنیاوی مفاد کے لئے تعلیم و تعلم کا چرچا ہوگا۔ مرد اپنی جورو کا مطیع اور ماں کا عاصی ہوگا۔ دوست کو اپنے نزدیک بٹھائے گا اور باپ کو دور ڈال دے گا اور مسجدوں میں شور و غل اور نعرے سنائی دیں گے اور فاسق فاجر قوم کی سرداری سے ممتاز ہوگا اور کمینہ قبیلہ کا رئیس قرار پائے گا اور شرارت کے خوف سے ہر ایک کی عزت کی جائے گی۔ سرودنوں اور راگنوں کی شہرت ہوگی۔ شراب کھلے طور پر نوش کی جائے گی اور متاخرین امت متقدمین کو لعنت کرے گی۔ اس وقت سرخ آندھیوں اور بھونچال اور صفت اور سب و سرخ اور پتھروں کی بارش کی توقع رکھو۔ اور ایسے ہیبت ناک کئی نشان یکے بعد دیگرے ظاہر ہوں گے۔ جیسے ایک لڑی موتیوں کی منقطع ہو جائے تو اس کے موتی پے در پے گرتے ہیں اور حضرت علیؑ نے اس کو ان الفاظ میں نقل کیا ہے میری امت جب پندرہ خصال میں مبتلا ہوگی تو ان پر آفت اور بلا نازل ہوگی۔

خصال مذکور کو شمار کرتے ہوئے یہ کلمات ذکر کئے ہیں کہ آدمی دوست کا وفادار ہوگا اور باپ سے بے وفائی کرے گا اور شراب نوشی اور ریشم پوشی کا چرچا ہوگا۔

شراب نوشی، راگ، سماع، مزامیر اسباب نزول عذاب ہیں

ابن ماجہ نے ابو مالک اشعرؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

”لِشَرِبَتِ نَاسٌ مِنْ أُمَّتِي الْخَمْرَ يَسْمُونَهَا بِغَيْرِ اسْمِهَا يَعْزَفُ عَلَى رُؤُسِهِم بِالْمَعَازِفِ وَالْمَغِينَاتُ يَخْسِفُ اللَّهُ بِهِمُ الْأَرْضَ وَيَجْعَلُ مِنْهُمْ الْقُرْدَةَ وَالْخَنَازِيرَ“ میری امت کے بہت لوگ شراب نوشی کریں گے اس کا نام اور یہی تجویز کر لیں گے ان کی مجلس میں باجے بجیں گے راگ ہوگا۔ خدا زمین کو بیچ ان کے دھنسا دے گا اور ایک جماعت کو ان میں سے بندروں اور خزیروں کی شکل میں اتار دے گا۔

ترمذی نے عمران بن حصینؓ سے روایت کیا ہے کہ حضرت سرور کائنات فداہ روجی نے فرمایا: ”فِي هَذِهِ الْأُمَّةِ خَسْفٌ وَمَسْخٌ وَقَذْفٌ قَالَ رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَتَى ذَٰلِكَ قَالَ إِذَا ظَهَرَتِ الْقَيْنَاتُ وَالْمَعَازِفُ وَشَرِبَتِ الْخُمُورُ“

(ترمذی ج ۲ ص ۳۵) اس امت پر ایک زمانہ آئے گا جب کہ زمین دھنسائی جائے گی اور شکلیں تبدیل ہو جائیں گی آسمان سے سنگباری ہوگی کسی نے پیغمبر خدا سے دریافت کیا کہ یہ واقعات کب رونما ہوں گے کہا کہ جب سرود بولنے والیاں کثرت سے ہوں گی اور باجوں کا چرچا ہوگا۔ شراب نوشی کا عام دور ہوگا۔

محرمات کو حلال خیال کرنا اور راگ کہنے والی عورتوں کو بلانا، شراب نوشی، سود خوری، ریشم پوشی نزول عذاب کا موجب ہے

عبادہ بن صامتؓ نے آنحضرتؐ سے روایت کیا ہے: ”وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَيَبْيِئْتُنَّ أَنْوَاسٌ مِنْ أُمَّتِي عَلَى أَشْرٍ وَبَطَرٍ وَلَعِبٍ وَلَهْوٍ فَيَصْبَحُوا قُرْدَةً وَخَنَازِيرَ بِاسْتِحْلَالِهِمُ الْمَحَارِمَ وَالتَّخَاذُمُ الْقَيْنَاتِ وَشَرِبِهِمُ الْخَمْرَ وَبَلَائِهِمُ الرِّبَا وَلِبْسِهِمُ الْحَرِيرَ“ میری امت کے بہت افراد غرور اور تکبر اور لہو و لعب میں شب باشی کریں گے صبح ہوتے دفعۃً یوزنوں اور خزیروں کی شکل میں ڈھل جائیں گے۔ کیونکہ وہ محرمات کو حلال سمجھیں گے۔ اور سرودن عورتیں ان کے ہاں ملازم ہوں گی۔ شراب نوشی کریں گے۔ سود خوری کریں گی۔ ریشم پوشی ان کا رویہ ہوگا۔

(مسند احمد ج ۵ ص ۳۲۹)

قطع رحمی موجب نزول عذاب ہے

اور بیہیؒ اور احمدؒ نے حضرت ابوامامہؓ سے روایت کیا ہے: ”بشر بہم الخمر ولبسہم الحریر واتخاذہم القینات واکلہم الربا وقطیعۃم الرحم وخصلة نسیہا“ جعفر ابوامامہؓ نے آنحضرتؐ سے نزول عذاب کے حسب ذیل اسباب نقل کئے ہیں کہ خلق خدا شراب نوشی کرے گی۔ ریشم پہنے گی۔ سود خوری اور قطع رحمی ان کا تیرہ ہوگا۔ زنا کاری، سود خوری اور رشوت نزول عذاب کا موجب ہے۔

ابویعلیٰؒ نے آنحضرتؐ کی حسب ذیل حدیث کو ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے:

”نہی رسول اللہ ﷺ ان تشتري الثمرة حتى تطعم وقال اذا ظهر الزنا والربا فی قرية فقد احلوا بانفسہم عذاب اللہ رواہ الحاكم عن ابن عباس وصححہ وفي رواية ابی یعلیٰ عن ابن مسعود ماظهر فی قوم الزنا والربا الا احلوا بانفسہم عذاب اللہ ولا حمد عن عمرو بن العاص مرفوعا ما من قوم یظهر فیہم الربا الا اخذوا بالسنة وما من قوم یظهر فیہم الرشا الا اخذوا بالرعب“ آں حضرت ﷺ نے میوہ جات کی خرید سے منع کیا ہے جب تک وہ کھانے کے قابل نہ ہو جائیں اور نیز فرمایا کہ جب بدکاری اور سود خوری کسی شہر میں عام ہو جائے تو آبادی نے عذاب الہی کو اپنی ذات پر لازم کر لیا۔ حاکم نے اس روایت کو ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے اور ابویعلیٰؒ کی روایت ابن مسعودؓ سے بھی اس کے لگ بھگ ہے اور امام احمدؒ نے حضرت عمرو بن عاصؓ سے روایت کیا ہے جس قوم میں سود خوری کا چرچا ہوا۔ ان پر قحط کا عذاب آتا ہے اور جس قوم میں رشوت خوری عام ہو ان پر دشمن کا رعب ڈالا جاتا ہے۔

ظلم اور جھوٹی قسم موجب نزول عذاب ہے

”اخرج البیہقی عن ابی ہریرۃ مرفوعاً لیس مما عصی اللہ بہ ہو اعجل عقابا من البغی وما من شیء اطیع اللہ فیہ اسرع ثوابا من الصلة والیمین الفاجرة تدع الدیار بلاقع۔“ خدا کے معاصی میں کوئی جلد عذاب لانے والی خصلت ظلم سے بڑھ کر نہیں۔ اور جس کی ادائیگی میں انسان جلد سے جلد ثواب کا مستحق ہو۔ صلہ سے بڑھ کر نہیں۔ اور جھوٹی قسم کا وبال یہاں تک پہنچتا ہے کہ آبادی ویران ہو کر جھوٹی قسم کی شامت

سے چٹیل میدان رہ جاتی ہے۔

زنا کاری، خیانت، نقص کیل و وزن اور حکم جور اور نقص عہد سے عذاب نازل ہوتا ہے
 زنا کاری، خیانت، نقص کیا و وزن اور حکم جور اور نقص عہد بھی عذاب الہی کا پیش خیمہ
 ہیں۔ امام مالکؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے مرفوعاً نقل کیا ہے: ”ما ظہر الغلول فی قوم الا
 القی اللہ فی قلوبہم الرعب ولا فشا الزنا فی قوم الا کثر فیہم الموت ولا
 نقص قوم المکیال والمیزان الا قطع عنہم الرزق ولا حکم قوم بغير الحق الا
 فشا فیہم الدم ولا ختر قوم بالعہد الا سلط اللہ علیہم العدو رواہ الطبرانی
 ایضاً واخرج ابن ماجہ واللفظ لہ والبخاری والبزارو البیہقی عن ابن عمرو رواہ
 الحاکم من حدیث ہریرۃ وصححہ قال اقبل علینا رسول اللہ ﷺ فقال یا
 معشر المهاجرین خمس خصال اذا بتلیتم بہن واعوذ باللہ ان تدرکوهن لم
 تظہر الفاحشۃ فی قوم قط حق یعلنوا بہا الا فشا فیہم الطاعون والا وجاع
 التی لم تکن مضت فی اسلافہم الذین مضوا ولم ینقصوا والمکیال والمیزان
 الا اخذوا بالسینین وشدة المونة وجور السلطان علیہم ولم یمعنوا زکوۃ
 اموالہم قط الا منعوا القطر من السماء ولولا البہائم لم یطرو واولو ینقضوا
 عہد اللہ وعہد رسولہ الا سلط اللہ علیہم عدوا من غیرہم فاخذوا بعض ما
 فی ایدیہم وما لم تحکم ائمتہم بکتاب اللہ ویتخیر فیہا انزل اللہ الا جعل اللہ
 باسم بینہم“ جس قوم میں خیانت کا رواج جاری ہو۔ خدا ان کے دل میں دشمن کا رعب ڈال
 دیتا ہے اور جس قوم میں زنا کاری بکثرت ہو جاتی ہے ان میں مری عام پڑتی ہے اور جو قوم ترازو
 اور پیمانہ کو کم تولتی اور ماپتی ہے ان کے رزق کو قطع کر دیا جاتا ہے جو قوم فیصلے میں بے انصافی روا
 رکھتی ہے ان میں خوزریزی بکثرت ہوتی ہے جو جماعت عہد شکنی کی مرتکب ہوتی ہے خدا اسے دشمن
 کے پنجہ میں دے دیتا ہے۔ طبرانی نے بھی اس روایت کو ذکر کیا ہے اور حاکم نے بریدہ سی حدیث کی
 صحت کی تصریح کی ہے کہ نبی ﷺ نے ہماری جانب توجہ کر کے فرمایا۔ مہاجرین کی جماعت! سنو
 کہ جب پانچ خصلتوں میں تم مبتلا ہو گئے (اور پناہ بخدا کہ تم ان میں مبتلا ہو) بدکاری کا ظہور
 جس قوم میں ہوا ہے ان میں طاعون اور ایسی بیماریاں رونما ہوتی ہیں جو گزشتہ آباؤ اجداد میں ان کا
 نام نہ نہ جاتا تھا اور جو قوم ترازو اور پیمانہ میں خیانت کرتی ہے ان پر قحط کا عذاب آتا ہے اور سخت
 مشقت برداشت کرنی پڑتی ہے اور بادشاہ کے ظلم کا تختہ مشق بن جاتے ہیں۔ جو قوم باوجود قدرت

کے زکوٰۃ ادا نہ کرے ان پر آسمان کی کھڑکیاں بند ہو جاتی ہیں اور وہ بارانِ رحمت سے محروم کئے جاتے ہیں۔ اگر چار پائے نہ ہوں تو بارش کی بوند نہ گرے اور جو قوم خدا اور رسول کے عہد کو توڑ ڈالے خدا تعالیٰ غیر دشمن کو اس پر مسلط کر دیتا ہے جو ان کی دولت اور مقبوضات پر قبضہ جمالیتا ہے اور جو قوم خدا کی کتاب پر فیصلہ ترک کر دیتی ہے۔ ان میں خانہ جنگی جاری ہو جاتی ہے۔
خباثت موجب نزول عذاب ہے۔

”اُخرج الشيخان عن زينب بنت جحش ان رسول الله ﷺ دخل عليها يوما فزعا يقول لا اله الا الله ويل للعرب من شر قد اقترب فتح اليوم من روم ياجوج وماجوج مثل هذه وحلق باصبعيه الابهام والتي تليها قالت زينب فقلت يارسول الله افنهلك وفيينا الصالحون قال نعم اذا اكثر الخبث“
 یعنی بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے کہ حضرت زینب بنت جحش کے ہاں رسول کریم ﷺ تشریف لائے۔ لا اله الا اللہ آپ کی ورد زبان تھا اور یہ بھی کہتے تھے کہ عرب کی تباہی ان پر عنقریب بلا لانے والی ہے۔ دیوار یا جوج و ماجوج میں بقدر حلقہ سبابہ وز انگشت کے سوراخ ہو گیا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ نیکو کاروں کی موجودگی میں ہم تباہ ہو سکتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب خباثت اور محاصی یا اولادِ ناکا غلبہ ہو جائے گا تو بدکار اور نیکو کار دونوں تباہی میں پڑ جائیں گے۔

ظہور ولد الزنا موجب نزول عذاب ہے

ابو یعلیٰ اور احمد نے باسناد حسن حضرت میمونہ سے روایت کیا ہے کہ حضور سرور کائنات ﷺ نے فرمایا ”لا تنال امتی بخیر متماسک امرها بماله يظهر فيهم ولد الزنا“ میری امت تا دوام بالخیر رہے گی جب تک ان میں اولادِ ناپیدانہ ہوگی۔ جب ایسے بچے پیدا ہوں گے تو عنقریب خدا تعالیٰ ایک عام عذاب ان پر نازل کرے گا۔ ”امام احمد کے لگ بھگ ابو یعلیٰ کے الفاظ ہیں۔

ظہور طاعون کی نبوی پیشگوئی

عوف بن مالک کا بیان ہے کہ میں جنگ تبوک میں بخدمت حضور ﷺ کے حاضر ہوا اور آپ چھڑی کے خیمہ میں مقیم تھے۔ جناب نے فرمایا: ”اعدد ستأبين يدي الساعة موتى ثم فتح بيت المقدس ثم موتان ياخذ فيكم كقعاص الغنم ثم استفاضة المال حتى يعطى الرجل مائة دينار فيظل ساخطا ثم فتنة لا يبقی بيت من

العرب الا دخلته ثم مدينة تكون بينكم وبين بنى الاصف فيعذرون فياتونكم تحت ثمانين غايه تحت كل غايه اثنا عشر الفارواه البخارى۔“
یعنی قیامت سے پیشتر چھ علامات شمار کر اولاً میری وفات دوئم بیت المقدس کو اہل اسلام فتح کریں گے۔ ثالث طاعون کا پھوڑا نمودار ہوگا جیسے بکریوں کو رساؤ لیاں نکلتی ہیں۔ چہارم مال کثرت سے لوگوں کے قبضہ میں ہوگا یہاں تک کہ ایک بندہ خدا کو تین سو روپیہ ماہوار تنخواہ ملے گی۔ (آنحضرت ﷺ کے زمانہ کے دینار کے حساب سے) اور نو صد روپیہ زمانہ حال کے حساب سے لیکن پھر بھی وہ ناراض اور غمناک رہے گا۔ پنجم ایک فتنہ ملک عرب میں برپا ہوگا جس سے عرب کا کوئی گھر خالی نہ رہے گا۔ پھر تمہارے اور عیسائیوں کے درمیان ایک صلحنامہ قرار پائے گا جسے عیسائی توڑ ڈالیں گے اور اسی جھنڈوں کے ماتحت کثیر فوج لے کر حملہ کے لئے آئیں گے اور ہر جھنڈے کے ماتحت بارہ بارہ ہزار فوج ہوگی۔ اس طرح ساری فوج کی تعداد بارہ لاکھ ساٹھ ہزار ہوگی۔ اس حدیث کو غور سے پڑھو اور دیکھو آنحضرت نے اپنی امت میں ظہور طاعون کی پیش گوئی بیان کی ہے بلکہ طاعون کی ماہیت پر یہی روشنی ڈالی ہے پھر کیونکر سمجھا جائے کہ مرزا قادیانی کی خاطر طاعون ملک میں رونما ہوئی ہے۔ فقط

طاعون کا عذاب سابقہ قوموں پر بھی نازل ہوا

پہلی قوموں اور سابقہ جماعتوں پر فاحشہ کبریٰ کے ظہور سے عذاب طاعون بھیجا گیا اور وہ ایک گھنٹہ یا دن میں ستر ہزار کی تعداد میں مارے گئے۔ اتنی سرعت ہلاکت قابل حیرت و تعجب ہے۔ حدیث میں ہے:

”الطاعون رجز ارسل علی طائفة من بنی اسرائیل او علی من کان قبلکم فاذا سمعتم بہ بارض فلا تقدموا علیہ وان وقع بارض وانتم بها فلا تخرجوا فرارا منه متفق علیہ من حدیث اسامة بن زید وللبخاری عن عائشہ قالت سالت رسول اللہ ﷺ عن الطاعون فاخبرنی انه عذاب یبعثہ اللہ علی من یشاء وان اللہ جعلہ رحمة للمؤمنین لیس من احد یقع الطاعون فی بلدہ صابرا محتبسا یعلم انه لا یصیبہ الا ما کتب اللہ له الا کان له مثل اجر شہید“ طاعون ایک عذاب تھا جو بنی اسرائیل یا کسی سابقہ جماعت پر بھیجا گیا۔ جب اس کی خبر تمہیں پہنچے کہ کسی سر زمین پر طاعون اپنا کام کر رہی ہے۔ تو وہاں نہ جاؤ اور جس شہر میں تمہاری رہائش ہے اگر وہاں طاعون نمودار ہو تو بھاگو نہیں بلکہ قضاء و قدر کو سچے دل سے قبول

کرو۔ یہ حدیث بخاری و مسلم میں روایت کی ہے اور بخاری نے حضرت عائشہؓ سے یہ بیان نقل کیا ہے کہ میں نے حضرت سے طاعون کا حال دریافت کیا تو آپ نے بتلایا کہ یہ عذاب ہے جس پر اللہ چاہتا ہے بھیجتا ہے۔ لیکن مؤمنین کے حق میں اسے رحمت قرار دیتا ہے۔ جس شہر میں طاعون واقع ہو جو کوئی وہاں جمعیت قلبی اور صبر سے بغرض حصول اجر مقیم رہے اور سمجھے کہ میرا کچھ نہ بگڑے گا جو کچھ اللہ نے تقدیر میں لکھا ہے وہی ہوگا۔ اسے شہید کے برابر ثواب ملے گا۔

بلعم بن باعورا کا تاریخی واقعہ

اس کی تفصیل طبریؒ نے بروایت سلیمان حضرت یسارؓ سے یوں نقل کی ہے: ”ان رجلا كان يقال له بلعم كان مستجاب الدعوة. وان موسى اقبل في بني اسرائيل يريد الارض التي فيها بلعم فاتاده قومه فقالوا ادع الله عليهم فقال حتى اوامر ربى فممنع فاتوه بهدية فقبلها وسالوه ثانيا فقال حتى اوامر ربى فلم يرجع اليه بشيء فقالوا لو كرر لنهاك فدعا عليهم فصار يجرى على لسانه ما يدعوا به على بنى اسرائيل فينقلب على قومه فلاموه على ذلك فقال سادلكم على ما فيه هلاكهم ارسلوا النساء في عسكرهم ومروهن لا يمتنعن من احد ففعلن ان يزنا فيهلكوا فكان فيمن خرج بنت الملك فارادها بعض الاسباط فاخبرها بمكانه فمكنته من نفسها فوقع في بنى اسرائيل الطاعون فمات منهم سبعون الفا في يوم وجاء رجل من بنى هارون ومعه الرمح فطعنهما فايده الله فاننظهما جميعا وهذا مرسل جيد ونكر ابن اسحاق ابن بنى اسرائيل لما كثر عصيانهم اوحى الله الى داود فيخبرهم بين ثلث اما ان ابتليهم بالسحط او العدد وشهرين او الطاعون ثلاثة ايام فاخبرهم فقالوا اخترلنا فاختار الطاعون فمات منهم الى ان زالت الشمس سبعون الفا وقل مائة الف تضرع داود الى الله فرفعه وورد وقوع الطاعون في غير بنى اسرائيل فيحتمل ان يكون هو المراد بقوله او من كان قبلكم واخرج عبدالرزاق في تفسيره و ابن جرير عن الحسن في قوله تعالى الم تر الى الذين خرجوا من ديارهم وهم الوف حذر الموت قال افروا من الطاعون فقال لهم الله موتوا ثم احياهم ليكملوا بقية اجالهم فاقدم من وقفنا عليه ما المنقول ممن وقع الطاعون به في بنى اسرائيل في قصة بلعام ومن غيرهم

(زرقاتی جلد چہارم ص ۷۶)

فی قصۃ فرعون وتکرر بعد ذلک لغيرہم

طبری نے سلیمان کے واسطے سے یسار کا بیان نقل کیا ہے کہ بلعم مستجاب الدعوات بزرگ تھا۔ حضرت موسیٰ نے بنی اسرائیل کو ہمراہ لے کر اس سرزمین پر حملہ کیا جہاں بلعم رہتا تھا۔ اس کی قوم نے درخواست کی کہ آپ حضرت موسیٰ اور ان کی قوم کے خلاف بددعا کریں۔ بلعم نے قبولیت درخواست کو استخارہ پر موقوف کیا۔ استخارہ کیا تو خدا نے اس حرکت سے اسے منع کیا۔ قوم نے یہ حیلہ کیا کہ طرح طرح کے تحائف اس کی خدمت میں پیش کئے اور اپنی درخواست کی طرف توجہ دلائی۔ پھر اس نے دوبارہ استخارہ کیا جس میں اسے کچھ معلوم نہ ہوا۔ قوم نے اسے کہا کہ اگر خدا کے نزدیک یہ فعل مکروہ ہوتا تو تجھے منع کر دیتا جیسے پہلی بار کیا تھا۔ کوہ لبنان پر جا کر بددعا کی جو کلمات بددعا یہ حضرت موسیٰ کی قوم کے حق میں کہتا۔ وہ زبان کی گردش سے اپنے قوم کے حق میں صادر ہو جاتے۔ وہ اسے ملامت کرنے لگے کہ تو کیا کرتا ہے۔ تب اس نے یہ صورت بنی اسرائیل کی تباہی کے ان کے ذہن نشین کر دی کہ میری عاقبت سیاہ ہوگئی اور زبان سینہ پر لٹک آئی۔ تم ایسا کرو کہ مستورات کو آراستہ پیراستہ کر کے بنی اسرائیل کی چھاؤنی میں بھیج دو اور ان کو یہ فہمائش کرو کہ وہ کسی کی خواہش کو نہ روکیں اور بلعم کے ایماء کے مطابق خود شہزادی بھی اس حیلہ گر عورتوں میں بنی اسرائیل کے لشکر میں گئی اور اسباط بنی اسرائیل کا ایک سردار اس سے جرم کا مرتکب ہوا۔ بنی اسرائیل میں اس زور و شور سے طاعون واقع ہوا کہ ایک دن میں ستر ہزار آدمی مر گیا۔ بنی ہارون سے ایک مرد خدا نیک سیرت نکلا اور اس کے ہاتھ میں نیزہ تھا۔ اس نے قائل اور مفعولہ دونوں کو سنگین کی نوک میں منکے کی طرح پرو کر نیزہ رو باسمان نصب کر دیا وہ نیزہ پر لٹکے رہے خدا نے عذاب کو اٹھالیا۔

ابن اسحاق نے اس قصہ کو اس طرح بیان کیا ہے کہ بنی اسرائیل میں جب معصیت کا زور ہوا تو حضرت داؤد کی طرف وحی آئی کہ تین عذاب اس قوم کے لئے مقرر کئے جاتے ہیں جو پسند کریں ان پر بھیجا جائے یا قحط منظور کریں یا اجنبی دشمن کا حملہ اختیار کریں جو دو ماہ تک محاصرہ شہر کا رکھے گا یا تین روز طاعون آئے گی انہوں نے اس معاملہ کو حضرت داؤد کی رائے پر چھوڑ دیا تو آپ نے طاعون کو منظور کر لیا۔ سورج کے ڈھلنے تک ستر ہزار مرد یا ایک لاکھ مارا گیا۔ حضرت داؤد نے گریہ زاری سے دعا کی خدا نے عذاب کو رفع کر دیا۔ طاعون بنی اسرائیل میں کئی بار واقع ہوئی۔ حضرت حزقیل کے عہد میں جبکہ ہزاروں آدمی بخوف طاعون اپنے شہر چھوڑ نکلے۔ واقع ہوئی تھی۔ خدا نے انہیں موت کے بعد پھر زندہ کیا۔ حضرت موسیٰ اور حضرت داؤد کے عہد میں بھی طاعون زور و شور پر رہی اور قبطیوں پر بھی طاعون نے اپنا چبھ ڈالا اور بعد ازاں کئی بار مختلف ازمنا

میں اس کا ظہور ہوا۔ ان واقعات سے حسب ذیل نتیجہ مستنبط ہوا:

..... جب نزول عذاب طاعون وغیرہ انکار نبی سے مخصوص نہ رہا بلکہ زنا کاری، معصیت الہی، حکم عدوی، ارتکاب فواحش بھی اس کے اسباب ہیں تو ظہور طاعون سے مرزا قادیانی کے دعویٰ کی تصدیق پر استدلال کرنا بالکل بے معنی ہے کیونکہ شرائع الہیہ میں تغافل کا روارکھنا بھی غضب خدا کو نازل کرتا ہے اور اس سے طرح طرح کے عذاب نازل ہوتے ہیں جب تک احتمال ثانی کو بالکل دلائل شافیہ سے قطع نہ کیا جائے تب تک استدلال تام نہیں۔ قاعدہ یہ ہے: ”اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال“ کیا ضرورت ہے کہ ایک متنبی کا ذب جس کی نبوت آثار اور شواہد سے ثابت نہیں خواہ مخواہ اس کی نبوت کو ثابت کرنے کے لئے بالتحکف طاعون کو اس کی رسالت کا شاہد قرار دیا جائے جو شامت اعمال بنی آدم کا نتیجہ ہے۔

حدیث قدسی میں ہے: ”انما هي اعمالكم احصياها عليكم فمن وجد خيرا فليحمد الله ومن وجد شرا فلا يلومن الانفسه“ مولوی جلال الدین رومی کا قول ہے:

ابرنا یداز پی منع زکاة وز زنا خیزد وبا اندر جہات
طاعون کا نزول جب ان کا نبی سے مخصوص نہ رہا بلکہ بسا اوقات گناہ اور معصیت بھی اس کا موجب ہے تو کبریٰ کلیہ نہ رہا۔ شکل اول کا کبریٰ جب کلیہ نہ ہو تو نتیجہ برآمد نہیں ہوتا۔

طاعون حضرت کی دعا ہے۔ طاعون بشارت ہے

۲..... طاعون کا ظہور امت میں آنحضرت ﷺ کی دعا سے ہوا ہے۔ آپ نے یہ دعا فرمائی تھی؟ ”اللهم اجعل فناء امتی قتلا فی سبیلک بالطعن والطاعون رواہ احمد باسناد حسن والطبرانی فی الکبیر ورواہ الحاكم من حدیث ابی موسیٰ وقال صحیح الاسناد (زوارج ص ۱۹۶)“ اور استجاب دعا پر آنحضرت ﷺ نے بھی فرمائی ہے: ”صح عن ابی موسیٰ الاشعریٰ انه ﷺ قال فناء امتی بالطعن والطاعون فقیل یا رسول اللہ هذا الطعن عرفناه فما الطاعون قال وخزاعدائکم من الجن و فی کل شهادة رواہ حمد باسناد احدھا صحیح وابو یعلیٰ والبزارو الطبرانی“ یعنی آل حضرت ﷺ نے فرمایا جو دعائیں میں نے امت کے حق میں کی تھیں وہ منظور ہو چکی۔ اس لئے میری امت یا نیزہ سے فنا ہوگی یا طاعون سے مرے گی۔ صحابہ نے حضرت سے دریافت کیا کہ طعن کی حقیقت تو ہمیں معلوم ہے لیکن طاعون کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا جو جنوں میں سے تمہارے دشمن ہے ان کے نیزے کی مار ہے یعنی تم ان کے

بھکانے سے گناہ کرتے ہو اور اس کے باعث طاعون پھیلتی ہے۔ گویا استعارۃً یہ کہہ سکتے ہیں کہ جنوں نے گناہ کے نیزے سے تمہارا شکار کیا۔ اور دوسری روایت میں حضرت عائشہؓ سے ثابت ہے: ”لاتغنی امتی الا بالطعن والطاعون قلت یا رسول اللہ هذا الطعن قد عرّ فناه فما الطاعون قال غدة كغدة البعير المقيم بها كالشہید والفارمنہ كالفارمن الزحف رواہ احمد وابو یعلی والطبرانی والبزارو اسانیدہم حسان“ گویا طاعون ان روایات مذکورہ کے اقتضاء سے آنحضرتؐ کی دعا اور امت کے لئے رحمت اور شہادت کی بشارت ہے۔ اسی بناء پر حضرت معاذ نے ملک شام میں خطبہ کے ضمن میں طاعون کا تذکرہ کیا اور کہا:

”انہا رحمة ربکم ودعوة نبیکم وقبض الصالحین قبلکم اللہم اجعل علی ال معاذ نصیبہم من هذه الرحمة ثم نزل عن مقامه ذلك فدخل علی عبد الرحمن بن معاذ فقال عبد الرحمن الحق من ربك فلا تكونن من الممترین فقال معاذ ستجدنی ان شاء اللہ من الصابرين رواہ احمد باسناد جید عن ابی منیب الاحدب ولا حمد فی رواية اخرى عن معاذ بن جبل قال سمعت رسول اللہ ﷺ يقول ستهاجرون الى الشام فتفتتح لكم ويكون فيه داء كالدمل او كالجرة ياخذ بمراق الرجل يستشهد اللہ به انفسہم ويزکی به اعمالہم اللہم ان کنت تعلم ان معاذ سمعه من رسول اللہ ﷺ فاعطه هو واهل بیت الحظ الادخر منه فااصابہم الطاعون فلم یبق منهم احد فطعن فی اصبعه السبابة فكان یقول ما یسرنی ان لی بها بهاجر النعم“ یعنی طاعون تمہارے نبیؐ کی دعا اور تمہارے رب کی رحمت ہے۔ نیکوکار جو تمہارے پہلے ہے اس بیماری سے

۱۔ طاعون بدکاروں کے لئے عذاب ہے جو مصیبت اور حکم عدولی سے نازل ہوتی ہے۔ کسی نبیؐ کا وجود اس کا موجب نہیں۔ چنانچہ بہت روایات اس مضمون کی مؤید نیز قلم ہو چکی ہیں اور نیکوکاروں کے لئے رحمت اور شہادت ہے اور آں حضرت ﷺ کی دعا اس کا موجب ہے۔ ”اللہم اجعل فنا امتی قتلًا فی سبیلک بالطعن والطاعون“ بہر حال طاعون مرزا قادیانی کی تصدیق نہیں کرتی۔ بلکہ جناب سرور کائنات ﷺ کی تصدیق کرتی ہے کہ ان کی پیش گوئیاں برآئیں اور دعا مستجاب ہوئی۔ مرزا قادیانی کے وجود سے طاعون کا صرف اتنا تعلق ہے کہ دعویٰ نبوت سے بنی آدم کے گناہوں میں کفر اکبر کا جو اشد گناہ ہے اضافہ ہو گیا اور جو فہرست میں کی تھی جس نے عذاب کو روکا ہوا تھا پوری ہو گئی اور فوراً عذاب نازل ہو گیا اور زیادہ نہیں۔

مرے اے خداوند تو آل معاذ کو اس رحمت سے حصہ عنایت کر۔ پھر منبر سے اترے اور اپنے بیٹے عبدالرحمن کے پاس آئے بیٹے نے کہا۔ موت تیرے رب کا قطعی حکم ہے اسمیں شک نہ کچھو تو حضرت معاذ نے فرمایا بیٹا! مجھے انشاء اللہ صابر جماعت میں سے پاؤ گے۔ امام احمد کی دوسری روایت میں حضرت معاذ کا سلسلہ کلام اس طرح منقول ہے کہ میں نے حضرت سے یہ حدیث سنی کہ ایک زمانہ عنقریب آنے والا ہے کہ تم ہجرت کر کے شام میں پہنچو گے۔ وہاں ایک بیماری ہوگی جس کی شکل ایک بڑی پھنسی کے مشابہ ہوگی۔ خدائے تعالیٰ وہاں کے رہنے والوں کو طاعون کے ذریعہ درجہ شہادت عنایت کرے گا۔ اور ان کے اعمال کا تزکیہ کرے گا۔ اے خداوند! اگر رسول اللہ ﷺ سے سنے ہیں تو اس کو اور اس کے اہل بیت کو طاعون سے کامل حصہ عطا فرما۔ پس ان کے سب متعلقین طاعون سے شہید ہو گئے۔ حضرت معاذ فرماتے تھے کہ مجھے اس نعمت کے عوض اگر شتران سرخ دیئے جائیں تو یہ تبادلہ مجھے خوش معلوم نہ ہو۔ ﴿

چونکہ طاعون رحمت ہے اور آنحضرت کی دعا کا ثمر اس لئے حضرت معاذ نے یہ درخواست کر کے اس رحمت کو خدا سے حاصل کیا۔ اس بناء پر علماء میں یہ اختلاف پیدا ہو گیا ہے کہ جہاں طاعون واقع ہو وہاں کے باشندے اس کو دفعیہ کے لئے دعا کریں یا نہ کریں۔ شارح اشباہ والاضمار نے رخص طاعون کے لئے دعا کرنے کو ممنوع لکھا ہے۔

”ولا شك ان الطاعون من اشد النوازل اقول هو وان كان من اشد النوازل الا انه رحمة وشهادة فلا يطلب رفعهما“
یعنی طاعون گواہی درجہ کی مصیبت ہے لیکن آخر کار وہ رحمت اور شہادت ہے اس لئے ان کے رفع کی دعا نہ کرنی چاہئے۔ ﴿

اور مؤلف اشباہ کا جواب شارح کی رائے کے مخالف ہے۔

”قال سئلت عنه في طاعون سنة تسع وستين وتسعمائة بالقاهرة فاجبت بلنه لم اره صريحا ولكن صرح في الغاية وعزا الشمني اليها بانها اذا نزل بالمسلمين ناذلة قنت الامام في صلوة الفجر وهو قول الثوري واحمد وقال جمهور اهل الحديث القنوت عند النوازل مشروع في الصلوة كلها وفي فتح القدير ان مشروعية القنوت للنوازل مستمرة لم ينسخ وبه قال جماعة من اهل الحديث وحملوا عليه حديث ابي جعفر عن انس عنها ما زال..... الخ!“
یعنی مؤلف علامہ کا قول ہے کہ اس طاعون کے متعلق جو ۹۶۹ھ میں قاہرہ میں واقع

ہوئے مجھے سوال کیا گیا کہ اس کے رفع کے لئے بدرگاہ رب العزت دعا واجتال سے کام لیا جائے یا نہیں میں نے جواب میں لکھا کہ صریحاً میری نظر سے صورت مستغفرہ کا حل نہیں گزرا۔ لیکن شہنی نے کتاب غایت کی طرف منسوب کر کے یہ مسئلہ لکھا ہے کہ مسلمانوں پر جب کوئی حادثہ نازل ہو تو امام نماز فجر میں دعا قنوت پڑھی۔ امام سفیان ثوری اور امام احمد اس قول کے قائل ہیں اور جمہور اہل حدیث کا قول ہے کہ تمام نمازوں میں دعا قنوت کا پڑھنا مشروع ہے جبکہ کوئی آفت نازل ہو اور علامہ ابن الہمام نے فتح القدیر میں لکھا ہے کہ عند النازلة دعا قنوت کا پڑھنا ایک عمل مستمر اور جاری ہے جو منسوخ نہیں اور اہل حدیث نے حدیث انس کا بھی مطلب بیان کیا ہے کہ آں حضرت ہر حادثہ کے وقت دعا قنوت پڑھا کرتے تھے۔ ﴿

اسی عموم کے ماتحت طاعون کے مرفع کے لئے دعا کرنا مندرج ہے لہذا کوئی مضائقہ نہیں کہ اگر دفعیہ طاعون کے لئے دعا و تضرع کی جائے و مجالس الابرار میں یہ مسئلہ مکمل طور پر مندرج ہے۔

آنحضرت ﷺ کا ارشاد کہ اس امت پر عذاب نازل ہوں گے
لیکن عذاب بچ کن نازل نہیں ہوگا

ضمن دوم..... آنحضرت ﷺ نے اپنی امت میں عذاب نازل ہونے کی خبر سنائی ہے لیکن یہ بھی ساتھ فرمایا ہے کہ سابقہ امتوں کی طرح کلیۃً استیصال کر دینے والا عذاب نہیں آئے گا۔ حضرت ثوبانؓ نے حضور سرور کائنات ﷺ سے نقل کیا ہے۔

”ان الله زوى لى الارض فرايت مشارقها ومغاربها وان امتى سيبلى ملكها ما زوى لى منها واعطيت الكنزين الاحمر ولا بيض وانى سالت ربى لامتى ان لا يهلكها بسنة عامة وان لا يسلط عليهم عدوا من سوى انفسهم فيستبيح بيغتهم ولو اجتمع عليهم من باقطارها وان ربى قال يا محمد انى اذا قضيت قضاء فانه لا يردوانى اعطيتك لا متك ان لا اهلكهم بسنة عامه وان لا اسلط عليهم عدوا من سوى انفسهم فيستبيح بيضتهم ولو اجتمع عليهم من باقطارها حتى يكون بعضهم يهلك بعضها وليسبى بعضهم بعضا رواه مسلم“

﴿خدا نے تعالیٰ نے روئے زمین کو میرے لئے سمیٹ دیا۔ میں نے مشرق سے مغرب تک نظر دوڑائی میری امت کی سلطنت انہیں حدود تک پہنچے گی جہاں تک کہ وہ میرے لئے

سمیٹی گئی اور مجھے زروسم کے دو خزانے خداوند تعالیٰ نے عطا کئے۔ یہ دیکھ کر میں نے خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں کچھ دعائیں پیش کیں۔ میری امت کو قحط عام سے تباہ نہ کرے۔ اور دوسری قوم کا اجنبی دشمن ان پر اقتدار نہ جمائے کہ ان کی جڑ بیخ اڑا دے اگرچہ اطراف عالم کے کل باشندے قوت مجتمہ سے حملہ کریں سو میرے خداوند خدا نے فرمایا کہ میری تقدیر مسترد نہیں ہوتی۔ میں تیری امت کو قحط نہ کشی اور قحط عام سے تباہ کروں گا۔ اور کسی غیر قوم کا دشمن ان پر مسلط نہ کروں گا جو ان کا صفایا کر دے اگرچہ ہر چہار کنارہ عالم ان کی مخالفت پر جمع ہو جائے وہ اندرونی اختلاف کے باعث ایک دوسرے کو ہلاک کر دیں گے۔ اور ایک دوسرے کو قید کریں گے۔

اور مسلم نے حضرت سعد کا بیان صحیح میں اس طرح ذکر کیا ہے کہ جناب سید الکونین نے ارشاد فرمایا: ”سالت ربی ثلاثا فاعطانیہ ثنتین ومنعنی واحدة سالت ربی ان لا یهلك امتی بالسنة فاعطانیہا وسالت ان لا یهلك امتی بالغرق فاعطانیہا وسالته ان لا یجعل باسهم بینہم فمنعنیہا“

﴿میں نے اپنے خداوند خدا سے تین درخواستیں کیں جن میں سے دو مجھے عنایت کر دیں اور ایک مجھے نہ دی۔ میں نے کہا میری امت کو عام قحط سے تباہ نہ کرے اور میری امت طوفان سے غرق نہ ہو۔ یہ دونوں معروضات منظور ہو گئے اور تیسری عرضداشت یہ پیش کی کہ ان میں خانہ جنگی نہ ہو یہ درخواست بوجہ مخالفت قدر ہار آور نہ ہو سکی﴾

اور خباب بن ارت کا بیان ہے: ”صلی بنا رسول اللہ صلوٰۃ فاطلہا قالوا یا رسول اللہ صلیت صلوٰۃ لم تکن تصلیہا قال اجل انها صلوٰۃ رغبت ورحبة وانی سالت اللہ فیہا ثلاثا فاعطانیہ اثنتین ومنعنی واحدة سالتہ الا یهلك امتی بالسنة فاعطانیہا وسالته ان لا یسلط علیہم عدوا من غیرہم فاعطانیہا وسالته ان لا یذیق بعضہم باس بعض تمنعنیہا رواہ الترمذی والنسائی“ ﴿ترمذی اور نسائی نے نقل کیا ہے کہ خباب بن ارت نے یہ تذکرہ سنایا گیا کہ آنحضرت نے ہمیں طویل نماز پڑھائی صحابہ نے عرض کیا کہ آپ نے عام معمول سے الگ یہ نماز ہمیں پڑھائی ہے آپ نے فرمایا کہ اس نماز سے رغبت اور شوق اور خوف الہی کا اظہار مقصود ہے میں نے تین درخواستیں اپنے مالک کے سامنے پیش کیں۔ میری امت کو عام قحط سے تباہ نہ کیا جائے اور غیر دشمن ان پر مسلط نہ ہو۔ اور ان میں خانہ جنگی نہ ہونے پائے۔ پہلی دو درخواستیں منظور ہو گئیں اور تیسری اپنے حال پر رہی۔﴾

اور ابو داؤد نے ابو مالک اشعری سے روایت کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا: ”ان
 اللہ عزوجل اجارکم من ثلث خلال ان لا یدعوا علیک نبیکم یتحل کموا
 جمیعاً وان لا یظہر اہل الباطل علی اہل الحق وان لا تجتمعوا علی ضلالة“
 ﴿خدا نے تم کو تین مصیبتوں سے امن میں رکھا ہے تمہارے خلاف تمہارا پیغمبر بدو عانہ
 کرے گا کہ تم سب فنا ہو جاؤ اور اہل باطل حق پرستوں پر غلبہ نہ پائیں گے۔ اور گمراہی پر تم متفق نہ
 ہو گے۔﴾

یعنی آنحضرت کی امت پر ایسا عذاب نہ آئے گا کہ تمام دنیا سے نابود ہو جائیں۔ البتہ
 بسا اوقات بطور تازیانہ عبرت انواع و اقسام کے عذاب آتے رہیں گے۔ خود آنحضرت ﷺ نے
 امت میں ظہور عذاب کی خبریں سنائی ہیں جس قدر مصائب و آلام امت پر آتے ہیں وہ پہلے دن
 سے پیغمبر خدا کی خبر کی تصدیق ہے۔ نہ کہ مرزا قادیانی کے انکار کی وجہ سے یہ عذاب نازل ہو رہے
 ہیں۔ اگر طاعون کو امت کے لئے عذاب مانا جائے تو یہ حضرت کی پیش گوئی کا نتیجہ ہے۔ مرزا
 قادیانی کے انکار سے اس کا تعلق نہیں۔

ضمین سوم..... طاعون کا ظہور زمانہ ہذا سے قبل بارہا ہو چکا ہے۔ آنحضرت ﷺ کے عہد میں
 مدائن میں طاعون واقع ہوئی اور بعد خلیفہ ثانی عمر فاروقؓ شام میں طاعون عمواس رونما ہوئی۔ آپ
 سفر شام کا عزم کر کے جا رہے تھے کہ راستہ میں ابو عبیدہؓ نے ملک میں وبائے طاعون کی خبر سنائی
 آپ نے تمام صحابہ کو مدعو کر کے مجلس شوریٰ نے قائم کی کہ شام کی طرف قدم بڑھائیں یا واپس
 مدینہ جائیں چنانچہ موطا مالک میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے۔
 حضرت عمرؓ کے عہد میں طاعون کا ظہور

”ان عمر بن الخطاب خرج الى الشام حتى اذا كان بسرغ لقيه
 امراء الاجناد ابو عبيدة بن الجراح واصحابه فاخبروه ان الوباء قد وقع
 بالشام قال ابن عباس فقال عمر بن الخطاب ادعى لي المهاجرين الاولين
 فدعاهم فاستشارهم واخبرهم ان الوباء قد وقعت بالشام فاختلفوا فقال
 بعضهم قد خرجت لامرولا نرى ان ترجع وقال بعضهم معك بقية الناس
 واصحاب رسول الله ﷺ ولا نرى ان تقدمهم على هذه الوباء فقال عمر
 ارتفعوا عني ثم قال ادع لي الانصار فدعوتهم فاستشارهم فسلکوا سبيل
 المهاجرين واختلفوا لا خلافتهم فقال لهم ارتفعوا عني ثم قال ادع من كان

ههنا من مشيخة قريش من مهاجرة الفتح فدعوتهم فلم يختلف عليهم منهم
اثنان فقالوا نرى ان ترجع بالناس ولا تقدمهم على هذا الوباء فنادی عمر
بن الخطاب في الناس اني مصبح على ظهر فاصبحو عليه فقال ابو عبيدة
افرارا من قدر الله قال عمر لو غيرك قالها يا ابا عبيدة نعم نفر من قدر الله
الى قدر الله ارايت لو كان لك ابل فهبطت وادياله عدوتان احدهما مخصبته
والاخرى جدبة اليس ان رعيت الخصبته رعيتها بقدر الله وان رعيت
الجدبة رعيتها بقدر الله فجاء عبدالرحمن بن عوف وكان غائبا في بعض
حاجة فقال ان عندي من هذا علما سمعت رسول الله ﷺ عليه وسبيل
يقول اذا سمعتم به بارض فلا تقدموا عليه وان وقع بارض فانتم بما فلا
تخرجوا افرار امنه قال ابن عباس فحمد الله عمر ثم انصرف رواه مالك عن
عبدالله بن عامر نحو وعن سالم بن عبدالله مثل ذلك

حضرت عمر بن خطابؓ نے سفر شام کا عزم کیا۔ سرخ پر جو ایک مقام کا نام ہے پہنچے
ہی جرنیلان لشکر ابو عبیدہ وغیرہم کی زبانی ملک شام میں طاعون کی زور کی خبر سنی حضرت ابن عباسؓ
کے بیان کی رو سے حضرت فاروقؓ نے مہاجرین اولین کو بلا کر ان سے مشورہ کیا کہ وباء کا شام میں
زور و شور ہے اب کس تجویز پر عمل کرنا چاہئے۔ پیش قدمی کریں یا مدینہ کو رخ بدلیں۔ مہاجرین نے
کوئی قطعی رائے جس پر ان کا اتفاق ہونہ بتلائی اور مختلف رائے ظاہر کرنے لگے۔ کوئی کہتا تھا واپسی
مناسب ہے کیونکہ سرور کائنات کے بہترین اصحاب اور چیدہ بزرگ آپ کے ہمراہ ہیں۔ ہم نہیں
چاہتے کہ آپ ان کی زندگی کو خطرے میں ڈالیں اور وہاں وباء میں ان کی عزیز جانیں دے دیں۔
اور دوسری بولے واپس جانا ٹھیک نہیں۔ پھر انصار کو بلایا وہ بھی مہاجرین کے رویہ پر چلے اور ان
میں بھی ویسے ہی اختلاف ہوا جیسے مہاجرین میں تھا۔ پھر ان کی مجلس کو برخاست کر دیا۔ اور مشائخ،
قریش کو بلایا۔ ان میں کوئی اختلاف نہ ہوا اور بلا اتفاق یہ رائے دی کہ واپس مدینہ ہونا چاہئے اور
وباء میں اپنا قدم نہ رکھنا چاہئے۔ حضرت عمر بن خطابؓ نے نداء عام کر دی کہ کل صبح ہم کوچ کریں
گے۔ ابو عبیدہؓ نے اعتراض کیا کہ آپ تقدیر الہی سے بھاگتے ہیں عمر فاروقؓ نے جواب دیا کہ اگر
آپ کے سوا کوئی دوسرا ایسے کلمات کہتا تو چنداں قابل اعتراض نہ تھا لیکن تمہارے لئے یہ زیبا نہیں
میں مسئلہ تقدیر کو مثال دے کر سمجھا دیتا ہوں۔ جس روش کو ہم باختیار خود پسند کریں گے۔ وہی
ہمارے حق میں تقدیر ہو جائے گی۔ اس طرح ہم تقدیر کی ایک رخ سے دوسری رخ کی طرف

جار ہے ہیں بٹلاؤ تو سہی کہ اگر تم کسی میدان میں فروکش ہو جس کے دو کنارے ہیں ایک سرسبز اور دوسرا خشک جس کنارے تم اپنے شتر چرنے چھوڑو گے وہ بحکم تقدیر ہوگا۔ (اگر کوئی خشک کنارہ ترک کر کے سبز خطہ اختیار کرے تو یہ تقدیر کی مخالفت نہیں بلکہ حزم و احتیاط اور تقدیر کی موافقت ہے۔) اتنے میں حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ جو کسی ضروری کام کے لئے مجلس سے غائب تھے آپہنچے اور یہ حدیث سنائی کہ جہاں طاعون واقع ہو وہاں جاؤ نہیں اور اگر تمہارے شہر میں طاعون پڑ جائے تو بھاگو نہیں۔ حضرت عمرؓ خدا بجالائے اور مدینہ کو کوچ کیا۔ امام مالک نے یہ ساری سرگزشت حضرت ابن عباسؓ عبداللہ بن عامر اور سالم بن عبداللہ سے روایت کی ہے۔ طاعون عمواس سیف بن عمرو کی تحریر کی رو سے ۱۸ھ میں اس کا ظہور ہوا اور عمواس عم واسار کا مخفف ہے چونکہ اس طاعون نے لوگوں کو بد حال کر دیا تھا اس لئے اس نام سے نامزد ہوئے۔

اور کوفہ میں باثنا ۳۹ھ طاعون ظاہر ہوئی اور طاعون جارف ۶۵ھ لغائب ۸۰ھ میں نمودار ہوئے اور حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ ۶۶ھ میں مصر میں عام طاعون اپنا کام کر رہی تھی اور بصرہ میں دوسری بار طاعون پھیلی جو طاعون قتیات کے نام سے نامزد ہے ازاں بعد طاعون اشراف واسطہ میں رونما ہوئی ان پانچ طاعونوں کی تصریح مدائنی نے تاریخ میں ذکر کی ہے علاوہ ان کے ہر زمانہ میں بہت دفعہ طاعون اپنا رنگ دکھلا چکی ہے۔

طاعونات کا وقتاً فوقتاً ظہور

شام میں طاعون عمواس کے بعد دوسری بار طاعون نے کھلیلی مچادی۔ پھر طاعون عدی بن ارطاة حضرت عمر بن عبدالعزیز کے عہد میں ۱۰۰ھ میں واقع ہوئی اور پھر تیسری بار شام میں باثنا ۱۰۷ھ و ۱۱۵ھ طاعون نے لوگوں کی حالت خستہ کر دی کذا کر ابن کثیر فی تاریخہ اور مراۃ الزمان میں بیان کیا گیا ہے کہ ۱۶ھ میں بعلاقہ عراق و شام طاعون کا زور شور تھا اور بصرہ میں تیسری چوتھی بار طاعون غرابا اور مسلم بن قتیہہ وارد ہوئی اور سال ۱۳۱ھ کا دور دورہ تھا کہ ماہ رجب و شعبان و رمضان میں تین ماہ متواتر طاعون نے سخت حملہ کیا۔ بنو امیہ کا دور تھا۔ طاعون کا سمندر اس عہد میں موجزن رہا ۲۳۹ھ میں عراق کے علاقہ میں طاعون نے خلق اللہ کو ستایا اور ۲۰۸ھ کا دور ان تھا جبکہ اذر بے جان اور بروہہ میں اس بیماری نے اپنے دانت تیز کئے اور ۲۰۹ھ میں ہمدان و فارس اور ۲۳۱ھ میں بعلاقہ بغداد اور ۳۲۳ھ میں بھلہ و اصفہان اور ۳۳۶ھ میں بنو امیہ عراق اور ۴۰۶ھ میں بصرہ اور ۴۲۳ھ میں ہمدان و ہندوستان و عجم و علاقہ جبل و بام نے خلق اللہ کی تباہی کی اور ۴۲۵ھ میں شیراز سے بصرہ اور بغداد تک پہنچی اور ۴۳۹ھ میں موصل و جزیرہ اور بغداد پر اس نے اپنا تسلط بنایا اور پھر ۴۳۸ھ میں

مصر و شام و بغداد پر اس کا تصرف رہا اور ۴۳۹ھ میں بلاد عجم میں اس کا شیوع تھا اور ۴۵۵ھ میں مصر پر تباہی ڈالی اور ۴۶۹ھ میں شہزاد دمشق پر اس شد و مد سے حملہ آور ہوئی کہ پانچ لاکھ آبادی میں سے صرف ساڑھے تین ہزار باقی رہ گئے اور بعدہ ۴۷۸ھ میں عراق اور ۵۰۲ھ میں علاقہ حجاز اور یمن اس کے پنجہ میں گرفتار تھا اور ۴۳۹ھ کی طاعون اس قوت سے ظاہر ہوئی کہ شرق و غرب سے کوئی ملک کوئی صوبہ کوئی ضلع کوئی شہر اس کے حملہ سے خالی نہ رہا ابن ابی حجلہ کا بیان ہے کہ قریباً نصف عالم یا زیادہ اس طاعون میں عالم بقاء کو سدھارا۔ اور ۶۲۴ھ میں دمشق اور قاہرہ پر اور پھر ۷۱۷ھ میں خاص دمشق پر اور ۷۸۱ھ میں خاص قاہرہ پر طاعون نے تاخت کی۔ ۷۹۶ھ اور ۸۱۳ھ اور ۸۱۹ھ اور ۸۲۱ھ اور ۸۲۲ھ اور ۸۳۳ھ میں طاعون نے قاہرہ پر چڑھائی کی اور آخری طاعون وسعت کے لحاظ سے بے نظیر تھی بعدہ ۸۴۱ھ میں مصر میں اس مہلک مصیبت نے اپنا اثر دکھلایا اور ۸۴۹ھ میں ماہ ربیع الاول میں لغات ماہ ذالحجہ طاعون نے وہ یورش ڈالی کہ الامان الامان اور ۸۵۳ھ میں طاعون اس زور و شور سے ظاہر ہوئی کہ روزانہ پانچ ہزار آدمی نذر موت ہوتا تھا اور ۸۶۴ھ میں مصر و شام کے اندر طاعون نے وہ جارحانہ حملہ کیا کہ جس کی برداشت مشکل تھی اور مکرر ۸۷۳ھ میں بخاری مصر و شام طاعون نے خلق خدا کو پریشان کر دیا اور پھر ۸۸۱ھ میں شام و مصر میں اس کا دور ثانیہ ہوا اور ۸۹۹ھ میں روم کے اندر اس نے اپنا جوش دکھلایا اور ۸۹۷ھ میں بصرہ حلب اس بیماری نے اپنے اثر سے خلق اللہ کو عالم جادوانی کا راستہ بتایا اور اور عملداری نصاریٰ میں بہت دفعہ طاعون واقعہ ہو چکی ہے۔ ۱۳۳۸ء میں طاعون نے انگلستان پر چارلس دوم کے عہد میں تاخت و تاراج ڈالی شاہ جہاں کے عہد میں بیلاد ہندوستان طاعون بڑی سختی سے واقع ہوئی۔ ۱۳۳۸ء میں ایک مہلک وبا مشرق سے حرکت میں آئی اور فرانس کی ملک آبادی کو نیست و نابود کر گئی۔

طاعون کا ظہور علامت بعثت نبی نہیں

اب جماعت مرزا سیہ سے سوال ہے کہ طاعونات مذکورہ میں جو انبیاء مدعی ہوئے ہیں ان کا بحوالہ تاریخ پتہ بتلائیں اور اگر اس بات سے عاجز رہیں تو پھر تسلیم کرنا ہوگا کہ طاعون نبی کے انکار سے ظاہر نہیں ہوتی بلکہ دنیا میں گنہ اور بدکاری کا مادہ جب زیادہ ہو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ حسنات سینات کے مقابلہ بالکل کم نظر آنے لگتی ہے۔ تو خدا تعالیٰ کی طرف سے گونا گوں عذاب نازل ہوتے ہیں۔ انما ہی اعمالکم احصیہا علیکم فنعن وجد خیر فلیحمد اللہ ومن وجد شراً فلا یلو من الانفسہ یہ جنزل رول ہے کہ جب تک حسنات سینات دنیا میں مساوی الوزن رہیں کوئی عذاب نازل نہیں ہوتا۔ لیکن سینات جب غالب الوزن ہوں تو ہر سال خدائے

تعالیٰ اپنے قہر اور شدت کا رنگ بدلتا اور مخلوقات کو عبرتناک واقعات دکھاتا ہے تاکہ وہ سمجھیں اور واپس آئیں۔

مانا کہ انکار نبی کو نزول عذاب لازم ہے۔ مگر نزول عذاب سے وجود نبی اور اس کے انکار پر استدلال نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ لازم عام کے تحقق سے م لزوم خاص کا تحقق ثابت نہیں ہوتا۔ اس بناء پر منطقیوں نے یہ قاعدہ تجویز کیا ہے کہ موجبہ کلیہ کا عکس موجبہ جزئیہ ہوا کرتا ہے اور لکھا ہے کہ کل انسان حیوان کا عکس بعض الحيوان انسان صحیح اور کل حیوان انسان خطا ہے۔ اسی طرح کی دوسری مثال کل مسجد یخلع النعل خارجہ کا عکس کل ما یخلع النعل خارجہ فہو مسجد نامست نہیں اس لئے کہ بسا اوقات گرجا گھر۔ دھرم سالہ اور شودیالہ میں بھی پاپوش اتار کر جاتے ہیں پھر تھپیہ معکوس کس طرح صحیح ہوگا۔ البتہ بعض ”ما یخلع النعل خارجہ فہو مسجد“ منطبق ہے صرفیوں نے یہ قاعدہ لکھا ہے کہ ”کل باب من ابواب منع یجئ فی عین کلمتہ اولامہا حرف من حروف الحلق“ لیکن قضیہ معکوسہ بصورت کلیہ بالکل غلط ہے یعنی ”باب یحئی فی عین کلمتہ اولامہا حرف من حروف الحلق فہو من ابواب منع“ بالکل خلاف واقع ہے اس لئے کہ وعلا یعلا باوجودیکہ عین کلمہ اس کا حرف حلق سے ہے۔ باب ضرب سے مستعمل ہے۔ اسی قیاس پر قضیہ شرطیہ کما ”کان تکذیب النبی واقعاً کان العذاب نازلاً“ صحیح ہے لیکن اس کا عکس بصورت کلیہ صحیح نہیں بلکہ عکس اس کا بموجب قاعدہ منطق جزئیہ شرطیہ آتا ہے ”قد یکون اذا کان العذاب نازلاً کان تکذیب النبی واقعاً“ اور یہ بعینہ اس قضیہ کے مطابق ہے کہ کما ”کان هذا انسانا کان حیوانا“ کا عکس ”قد یکون اذا کان هذا حیوانا کان انسانا“ مستعمل ہے کیونکہ لازم عام کا وجود مستلزم تحقق م لزوم نہیں۔ اہل میزان اور اصولیوں نے لکھا ہے۔ ”ثبوت العام لا یستلزم ثبوت الخاص“ (اتقان جلال الدین سیوطی و کتب منطق) اور اعلام الموقنین میں لکھا ہے ”العام لا یدل الخاص“ بناء علیہ عذاب جوگا ہے انکار نبی اور گا ہے معصیت الہی سے نازل ہوتا ہے علی الخصوص وجود اور تکذیب نبی پر دلالت نہیں کرتا۔ اس لئے دلیل نامتام ہے۔

وقوع طاعون کو مرزا قادیانی کی تصدیق کے لئے بطور دلیل پیش کیا جاتا ہے لیکن اوّل یہ ضروری ہے کہ مرزا قادیانی کی نبوت کو جماعت مرزائیہ ثابت کرے یعنی معجزات و خوارق اور گزشتہ نبیوں کے بشارات اور آئندہ پیش گوئیاں اور اخلاق فاضلہ اور دیگر شواہد آثار جو نبوت کے لئے کافی ثبوت ہیں۔ مرزا قادیانی کی رسالت کی تائید پیش کرے۔ پھر نزول عذاب کو ان کی

عمر ”یہ مرزا قادیانی کے دعویٰ کا بالکل استحصال کر رہا ہے۔ ہمیں مرزا قادیانی کی تحریرات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ ایسے دعاوی پیش کرنے کے عادی ہیں جو آنحضرت ﷺ کے بالکل معارض اور قرآن و سنت کے مقابل ہوں۔

محدث کی وحی دخل شیطانی سے منزہ نہیں ہوتی

۲..... آپ فرماتے ہیں کہ محدث کی وحی دخل شیطانی سے منزہ کی جاتی ہے جو یہ دعویٰ نہ صرف اہلسنت کے عقائد کی خلاف ہے بلکہ جملہ اہل اسلام کے معارض ہے۔ کتاب و سنت میں کوئی اشارہ بھی موجود نہیں جو عصمت وحی محدثین کا کفیل ہو۔ صحابہ کرام جو حضرت عمرؓ کی محدثیت کے معترف تھے مگر بہت سے مسائل میں ان سے اختلاف رکھتے تھے۔ آپ جب کے لئے بحالت سفر و مرض تیمم کو روا نہیں رکھتے تھے اور دیگر صحابہ تیمم کے قائل تھے۔ آپ حجۃ الحج کے معترف نہ تھے دوسرے صحابہ حجۃ الحج کے قائل تھے۔ اگر آپ کی وحی معصوم تھی تو صحابہ پر ان کا اتباع لازم ہوتا اور مخالفت ہر طرح ممنوع اور حرام ہوتی۔ حضرت عمر فاروقؓ نکاح میں گرنا یہ مہر مقرر کرنے کی ممانعت کرتے ہیں اور ایک عورت گوشہ سے کھڑی ہو کر بحوالہ قرآن آپ کے خیال کو مخالفت کرتی ہے اور کہتی ہے کہ خدا نے تو ہماری مہر گراں مایہ کی اجازت دی ہے اور ارشاد کیا ہے: ”وان اردتم استبدال زوج مکان زوج و آتیتم احدھن قنطارا فلا تاخذوا منه شیئاً اتاخذونہ بہتاناً واثماً مبیناً (نساء: ۲۰)“ تو حضرت عمرؓ لا جواب ہو جاتے ہیں اور فرماتے ہیں: ”کل الناس افقہ منک یا عمرؓ“ اور بالآخر اس عورت کے استنباط کو بنظر احتیاط دیکھتے اور اس کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اب بھی کوئی شبہ باقی ہے کہ محدث معصوم الراءے نہیں ہوتا؟

محدث کا لفظ منسوخ ہو گیا ہے

یہی وجہ ہے کہ محدث کا ذکر ایک قرآن میں رسول اور نبی سے مقرون بیان کیا گیا ہے لیکن بعد ازاں اسے منسوخ کر کے ساقط کر دیا گیا چنانچہ اب یہ لفظ آیہ ”وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبی الا اذا تمنی القی الشیطان فی امنیته (حج: ۵۲)“ میں موجود نہیں تاکہ یہ سقوط اس امر پر دلیل ہو کہ محدث کا حکم نبی اور رسول سے متفاوت ہے اور جو قوم محدث کو نبی اور رسول کے مساوی سمجھتی ہے ان کا شبہ دور ہو: ”وقرء ابن مسعود ولا نبی ولا محدث وعن سعد بن ابراہیم بن عبد الرحمن بن عوف مثله وزاد فنسخت محدث حاشیہ جامع البیان“ یعنی ابن مسعود نے نبی کے ساتھ محدث کا لفظ بھی پڑھا ہے

لیکن سعد بن ابراہیم بن عبد الرحمن بن عوف کا قول ہے کہ یہ لفظ منسوخ ہو کر ساقط ہو گیا ہے۔ گویا لفظ ساقط کا حکم الفاظ مذکورہ سے جدا اور متفاوت ہو گیا ہے اور محدث کی وحی تلمیس شیطانی سے رسول و نبی کی طرح منزہ نہیں ہوتی۔

جب کوئی لفظ قرآن سے بصیغہ نسخ ساقط ہو جائے تو اس کا حکم تبدیل ہو جاتا ہے جیسے آیت ”فمن كان منكم مريضاً أو على سفر فعدة من أيام أخر“ میں جتابعات کا لفظ بھی نازل ہوا تھا جس کا یہ اثر تھا کہ ہر ایک قضاء کنندہ صیام علی الترتیب اور متواتر روزی رکھتا تھا۔ لیکن جب یہ لفظ ساقط ہو گیا تو قضاء کے حکم میں تبدیلی واقع ہوئی اور کہا گیا: ”ان شاء فرق وان شاء تابع علیٰ هذا القیاس“ جب محدث کا لفظ ساقط ہو گیا تو اس کی وحی اور الہام کا حکم انبیاء کی وحی سے بالکل مختلف ہو گیا۔ انبیاء کی وحی تلمیس شیطانی سے منزہ کر دی گئی۔ برخلاف محدث کے کہ اس کی وحی دخل شیطانی سے پاک نہیں۔

ضمن چہارم..... جماعت مرزائیہ اس موقع پر آیت ”وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا“ سے بھی استدلال کیا کرتی ہے۔ اور کہتی ہے کہ نزول عذاب بعثت نبی کی علامت ہے اور یہ عادت اللہ جاری ہے کہ جس وقت دنیا میں کوئی نذیر ظاہر ہو اور اس کی اتباع سے قوم منحرف ہو تو خدا اس کی تصدیق اور قوم کی تنبیہ کے لئے عذاب نازل کرتا ہے مگر یہ دعوائے بروئے آیت بالکل محاورات عرب اور قواعد صرفیہ اور لغویہ کے خلاف ہے کتنا ماضی معلوم کا معینہ ہے جو خدائے تعالیٰ کی گذشتہ عادت کو ظاہر کرتا ہے کہ زمانہ ماضی وہ ایسا کرتا رہا ہے کہ جب قوم نے نبی کا انکار کیا تو خدا نے تازیانہ عذاب سے انہیں بیدار کیا یا بالکل ان کا استحصال کر دیا۔ آئندہ زمانہ پر آیت ہذا کا کوئی اثر نہیں بلکہ سورہ احزاب کی حسب ذیل آیت: ”ما كان محمد اباً احد من رجالكم ولكن رسول الله وخاتم النبيين (احزاب: ۵۰)“ آئندہ زمانہ پر حاوی ہے۔

وما كنا معذبين کے معنی

لہذا حضور علیہ السلام کی بعثت سے بعد کا زمانہ ”وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا“ کے ماتحت داخل نہیں کیونکہ آیت ختم نبوةؐ نے آئندہ ہر زمانہ کے لئے انبیاء کی بعثت کو مسدود کر دیا ہے لہذا قرآن کی دوسری آیت خود پہلی آیت کے یہی معنی بتلا رہی ہے کہ اس کا اثر زمانہ قبل بعثت رسول کریم سے وابستہ ہے جماعت مرزائیہ جن معنی کی شیداء ہے وہ آیت ختم نبوةؐ سے معارض ہیں اور آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے: ”انما نزل القرآن یصدق بعضہ بعضاً فلا تضربوا کتاب اللہ بعضہ ببعض“ یعنی قرآن ایک دوسرے حصہ کا مصدق نازل ہوا ہے تم

خدا کی کتاب کو آپس میں نہ ٹکراؤ یعنی کتاب اللہ کے ایسے معنے بیان کرو کہ وہ آیتوں میں تعارض نہ واقع ہو مگر مرزا قادیانی کو آنحضرت کی پند و نصیحت سے کیا سروکار وہ اپنی غرض کے تابع ہیں۔
خاتم النبیین کے معنے

چونکہ آیت احزاب مرزا قادیانی کے محل مقصود اور ان کی ساختہ عمارت کو مسمار کرتی تھی اس لئے وہ اس کی تاویل کی فکر میں ہوئے اور خاتم کو بمعنے مہر قرار دے کر آیت کا یہ مطلب سنایا کہ آنحضرت کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ مگر وہی جس کی نبوت پر بوجہ اتباع آنحضرت ﷺ خود تصدیقی دستخط کریں اور مہر ثبت کریں۔ مگر یہ قرار داد نہ صرف اجماع امت کے خلاف ہے بلکہ جملہ کلمات طبیبات حضور علیہ السلام کے منافی ہے اور مفسروں کا کلمہ مرزا قادیانی کی تجویز کی نفی کرتا ہے۔ مدارک التنزیل میں لکھا ہے: ”ای آخرهم لا ینبأ احد بعد وعیسیٰ ممن نبی قبلہ وحین ینزل ینزل عاملاً علی شریعة محمد ﷺ کانہ بعض امتہ“ یعنی آنحضرت آخر الانبیاء ہیں کسی کو آپ کے بعد نبوت جدیدہ مرحمت نہیں ہو سکتی۔ یہ معنی عاصم کی قرأت کے مطابق ہیں جو خاتم کو فتح تا پڑھتے ہیں اور جلالین میں لکھا ہے: ”وفی قرائہ بفتح التاء کآلة الختم ای بدختموا“ اگر خاتم کو بافتح پڑھا جائے تو اسم آلہ ہے۔ جس کے معنی ہیں ما یختم به الشئ یعنی جو سب سے آخر میں ظاہر ہو اور اسم آلہ فاعل کے وزن پر یہی مستعمل ہے اس کی دوسری مثال لفظ عالم ہے: ”ختم الله به النبوة وقرء ابن عامر و عاصم خاتم بفتح التاء علی الاسم ای آخرهم وقرء الآخرون بکسر التاء علی الفاعل لانه ختم به النبیین فهو خاتمهم“

اور علامہ نجم الدین نسفی نے بھی خاتم میں ہر دو قرأت یعنی فتح و کسر کو نقل کیا ہے۔ اور لکھا ہے ”وغیرہ بکسر التاء بمعنے الطابع وفاعل الختم وتقویہ قرأ ابن مسعود وتکن نبیا ختم النبیین“ اگر خاتم بمعنے مہر ہے تو صحیفہ مکمل ہونے کے بعد آخر میں مہر ثبت کی جاتی ہے کہ تکمیل کی دلیل ہو۔ تھیلی کا منہ بند کر کے اس پر مہر ثبت کی بات ہے کہ اب کوئی چیز داخل خارج نہیں ہو سکتی تو اندریں حالت بھی یہ لفظ اختتام نبوت کی صریح دلیل ہے۔ مگر مرزا قادیانی نے جو معنے ذکر کئے ہیں وہ پنجابی محاورات کو ملحوظ رکھتے ہوئے تحریر کر دیئے ہیں۔ اگر لہجہ عربیہ کی امداد لیتے تو اس غلطی میں گرفتار نہ ہوتے۔ اور خاتم النبیین کے ایسے معنے بیان نہ کرتے جو قرۃ فتح کی مخالف اور قرۃ کسر کی دوسری شق کے معارض ہیں۔

لکن کلام عرب میں اس وہم کے رفع کے لئے استعمال ہوتا ہے جو کلام سابق سے ناشی

خدا کی کتاب کو آپس میں نہ کراؤ یعنی کتاب اللہ کے ایسے معنی بیان کرو کہ دو آیتوں میں تعارض نہ واقع ہو مگر مرزا قادیانی کو آنحضرت کی پسند و نصیحت سے کیا سروکار وہ تو اپنی غرض کے تابع ہیں۔
خاتم النبیین کے معنی

چونکہ آیت احزاب مرزا قادیانی کے محل مقصود اور ان کی ساختہ عمارت کو سہار کرتی تھی اس لئے وہ اس کی تاویل کی فکر میں ہوئے اور خاتم کو بمعنی مہر قرار دے کر آیت کا یہ مطلب سنایا کہ آنحضرت کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ مگر وہی جس کی نبوت پر بوجہ اتباع آنحضرت ﷺ خود تصدیق و تحفظ کریں اور مہر ثبت کریں۔ مگر یہ قرار داد نہ صرف اجماع امت کے خلاف ہے بلکہ جملہ کلمات طبیبات حضور علیہ السلام کے منافی ہے اور مفسروں کا کلمہ مرزا قادیانی کی تجویز کی نفی کرتا ہے۔ مدارک التزیل میں لکھا ہے: ”ای آخرهم لا ینبأ احد بعد و عیسیٰ ممن نبی قبلہ و حین ینزل ینزل عاملاً علی شریعة محمد ﷺ کانہ بعض امتہ“ یعنی آنحضرت آخر الانبیاء ہیں کسی کو آپ کے بعد نبوت جدیدہ مرحمت نہیں ہو سکتی۔ یہ معنی عاصم کی قرأت کے مطابق ہیں جو خاتم کو فتح تا پڑھتے ہیں اور جلالین میں لکھا ہے: ”وفی قرائتہ بفتح التاء کآلة الختم ای بدختموا“ اگر خاتم کو با فتح پڑھا جائے تو اسم آلہ ہے۔ جس کے معنی ہیں ما یختم به الشئ یعنی جو سب سے آخر میں ظاہر ہو اور اسم آلہ فاعل کے وزن پر یہی مستعمل ہے اس کی دوسری مثال لفظ عالم ہے: ”ختم اللہ به النبوة و قرء ابن عامرو عاصم خاتم بفتح التاء علی الاسم ای آخرهم و قرء الآخرون بکسر التاء علی الفاعل لانه ختم به النبیین فهو خاتمهم“

اور علامہ نجم الدین نسفی نے بھی خاتم میں ہر دو قرأت یعنی فتح و کسر کو نقل کیا ہے۔ اور لکھا

ہے ”و غیرہ بکسر التاء بمعنی الطابع و فاعل الختم و تقویہ قرأۃ ابن مسعود و تکن نبیا ختم النبیین“ اگر خاتم بمعنی مہر ہے تو صحیفہ مکمل ہونے کے بعد آخر میں مہر ثبت کی جاتی ہے کہ تکمیل کی دلیل ہو۔ تھیلی کا منہ بند کر کے اس پر مہر ثبت کی بات ہے کہ اب کوئی چیز داخل خارج نہیں ہو سکتی تو اندریں حالت بھی یہ لفظ اختتام نبوت کی صریح دلیل ہے۔ مگر مرزا قادیانی نے جو معنی ذکر کئے ہیں وہ پنجابی محاورات کو ملحوظ رکھتے ہوئے تحریر کر دیئے ہیں۔ اگر لغت عربیہ کی امداد لیتے تو اس غلطی میں گرفتار نہ ہوتے۔ اور خاتم النبیین کے ایسے معنی بیان نہ کرتے جو قرۃ فتح کی مخالف اور قرۃ کسر کی دوسری شق کے معارض ہیں۔

لکن کلام عرب میں اس وہم کے رفع کے لئے استعمال ہوتا ہے جو کلام سابق سے ناشی

ہو یعنی محمد ﷺ کی نسبت قوم کو یہ وہم تھا کہ زید ان کا بیٹا ہے تو خدا نے پہلے اس کی نئی کی اس نئی کے ضمن میں ایک دوسرا وہم پیدا ہوتا تھا کہ محمد ﷺ کو خدا نے تعالیٰ نے نعمت اولاد دینے سے محروم کر دیا تو خدا نے اس وہم کو اس طرح رفع کیا کہ نعمت سے محروم نہیں کیا۔ بلکہ آپ کی ذات پر انعام کو مکمل کیا ہے کہ آئندہ کے لئے باب نبوت مسدود کر دیا جائے۔ اب آنحضرت کی حکومت روحانی تا ابد قائم رہے گی اور یہ بڑا افضل ہے ارشاد ہے: ”ان فضله کان عليك كبيراً“ اگر اولاد دینے آپ کی موجود ہوتی تو ختم نبوت کا کمال آپ کو حاصل نہ ہوتا۔ علامہ خازن نے لباب التاویل میں لکھا ہے: ”ختم الله به النبوة فلا نبوة بعده ای ولا معه قال ابن عباس یرید لولم اختتم به النبیین لجعلت له ابناً یكون بعده نبیا وعنه قال ان الله لما حکم ان لا نبی بعده لم یعطه ولداً ذکراً یصیر ارجلاً وکان الله بكل شیء علیما ای دخل فی علمه انه لا نبی بعده“ یعنی خدا نے حضرت کی ذات پر نبوت کو ختم کر دیا ہے۔ آپ ﷺ کے زمانہ میں اور نیز آپ کے زمانہ کے بعد کوئی پیغمبر نہ ہوگا۔ حضرت ابن عباس کا قول ہے کہ اگر میں نبوت کو ختم نہ کرتا تو آنحضرت ﷺ کے لئے اولاد دینے دیتا جو آپ کے پیچھے پیغمبر ہوتی اور ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ خدا جب یہ قطعی فیصلہ کر چکا کہ حضور ﷺ کے بعد نبوت ختم ہے تو آپ ﷺ کو ایسی اولاد دینے نہ بخشی جو بالغ ہو کر منصب نبوت پر ممتاز ہونے کے قابل ہو اور یہ بات خدا کے علم میں پہلے سے شامل تھی کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ علامہ سلیمان نے جمل میں تحریر فرمایا ہے: ”لانه لو بقی له ابن بالغ بعده لکان اللائق به ان یکون نبیا بعده فلا یکون هو خاتم النبیین (زادہ) واورد فی الكشف منع الملازمة ان کثیر من اولاد الانبیاء لم یکونوا انبیاء فانه اعلم حیث یجعل رسالته واجاب الشهاب عن ذلك بقوله الملازمة لیست علی اللزوم العقلی والقیاس المنطقی بل علی مقتضی الحکمة الالهیة وهی ان الله اکرم بعض الرسل یجعل اولادهم انبیاء کالخلیل ونبینا اکرمهم وافضلهم فلو عاش اولاده اقتضی تشریف الله له جعلهم انبیاء“ یعنی اگر کوئی آپ کا بالغ لڑکا زندہ رہتا تو لائق تھا کہ وہ آپ کے بعد منصب نبوت پر ممتاز ہوتا لیکن علامہ نے کشف میں کہا ہے کہ یہ ملازمت ممنوع ہے بہت انبیاء ایسے گزرے ہیں جن کی اولاد پیغمبر نہیں اگر حضرت کی اولاد نبی نہ ہوتی تو کوئی محذور لازم نہ آتا تھا۔ علامہ شہاب نے جواب دیا کہ ملازمت لزوم عقلی اور قیاس منطقی کے لحاظ سے مراد نہیں بلکہ حکمت الہیہ کا تقاضا یہ تھا کہ خدا نے بعض انبیاء کو یہ شرف بخشا ہے کہ ان کی

اولاد کو نبوت سے سرفراز فرمایا۔ چنانچہ حضرت ابراہیم کی اولاد نبی تھی اور ہمارے سید المرسل سب سے بزرگتر ہیں۔ یہ تشریف مقتضی تھی کہ آپ کی اولاد کو نبوت سے عہدہ پر فائز کیا جاوے اور اس فضیلت میں بھی آپ کا دست بالاتر ہے۔ لیکن چونکہ نبوت کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ اس لئے کوئی اولاد نرینہ آپ کی زندہ نہ رہی اور اسی مضمون کو دوسری حدیث جو متقدمین نے نقل کی ہے ادا کرتی ہے لو عاش ابراہیم لکان صدیقاً نبیاً اگر ابراہیم زندہ رہتا تو نبی صدیق ہوتا۔ لیکن چونکہ باب نبوت حضرت کے بعد مسدود ہو چکا ہے۔ اس لئے وہ زندہ نہ رہا۔

اور امام نووی نے اس روایت کے متعلق یہ رائے ظاہر کی ہے باطل وجہاً علی الغیب ہے اور ابن عبد البر نے تنقید حدیث میں حسب ذیل الفاظ استعمال کئے ہیں ”لا ادری ما هذا فقد ولد نوح غیر نبی“ یعنی میں نہیں جانتا یہ حدیث کس نوعیت کی ہے۔ کیونکہ ملازمت باطل ہے حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا نبی نہ تھا۔ لیکن حضرت حافظ ابن حجر نے دونوں مشائخ کے قول پر اعتراض کیا ہے: ”هو عجیب من النووی مع ورده عن ثلاثة من الصحابة وکانه لم يظهر له تاويله فان الشرطیه لا تستلزم الوقوع ولا یظن بالصحابی الهجوم علی مثله“ یعنی نووی کا مسلک عجیب ہے۔ یہ مروایت تین صحابہ سے ثابت ہوئے ہیں امام نووی پر اصل تاویل حدیث کی مخفی رہی اس لئے وہ حدیث کو مطعون کرنے پر مجبور ہوئے مطلب بالکل ظاہر ہے۔ شرطیت اور وقوع میں تلازم نہیں۔ اس لئے معنی یہ ہوں گے۔ اگر ابراہیم زندہ رہتا تو نبی ہوتا۔ لیکن نبوت حضور کے بعد مسدود ہے اس لئے صاحبزادہ مذکور زندہ نہ رہا اور یہ ممکن نہیں کہ صحابی از خود کوئی روایت تراش لے۔ (تذکرہ محمد طاہر) اور (فوائد مجموعہ شوکانی) اس مقام پر ناظرین کو خیال ہوگا کہ بعض روایات میں ختم نبوت کے ساتھ الا ان یشاء اللہ کی قید موجود ہے۔ جو سلسلہ فیض الہی کو تا دوام جاری رکھنے کی مونیہ ہے جیسے طبری نے اس استثناء کو ذکر کر کے کہا ہے کہ استثناء کا مورد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذات ہے اور بس لیکن علامہ محمد طاہر نے تذکرہ میں لکھا ہے: ”وطعن فيه المحققون قبل هو من محمد بن مسعود الشامي مصلوب علی الزندقة وان صحت التاويل لعيسى عليه السلام اذا اجماع علی انه خاتم الانبياء واية الاحزاب وهو ما كان محمد ابا احد من رجالکم ولكن رسول الله وخاتم النبیین وكان الله بكل شيء علیما نص فيه وما ذكر القاضي من تجویز الاحتمال فی الفاظ الضعف وما ذكر الغزالی فی الاقتصاد فالحداد دو تطرق خبیث عقیدة المسلمین فالخدر الحذران

تراہ و لیس کلام الغزالی یوہمہ وانما رماہ حسناۃ ولد قجاء علیہ ابن عطیۃ
وفی جامع الصحاح روی محمد بن سعید الشامی العصلوب عن انس رفعہ
انا خاتم النبیین ولا نبی بعدی الا ان یشاء اللہ فزاد الاستثناء لما کان
یدعوا الیہ من اللاحادوا الزندقہ“

یعنی محققین نے استثنائے فقرہ پر طعن کیا ہے کہ یہ محمد بن مسعود شامی کی ساخت ہے جو
زندلیقی کے باعث نذر صلیب ہوا۔ اگرچہ اس کی صحیح تاویل بھی ہو سکتی ہے۔ کہ استثناء کا مصداق مسیح
بن مریم علیہ السلام کی ذات اطہر ہے اور کوئی نبی آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت جدیدہ سے ممتاز
نہیں ہو سکتا کیونکہ رسالت مآب ﷺ کے خاتم النبیین ہونے پر امت کا اجماع ہے اور آیت
الاحزاب ختم نبوت پر صریح نص ہے اور جو قاضی نے اجراء نبوت کا احتمال کمزور الفاظ میں بیان کیا
ہے۔ یا غزالی نے اقتصاد میں ذکر کیا ہے وہ الحاد ہے اور اسلامیہ عقائد میں ایک خبیث راہ نکالی گئی
ہے۔ اس کے مطالعہ سے بھی پرہیز کرنا لازم ہے۔ قاضی پر تو اعتراض بالکل درست ہے لیکن امام
غزالی کے کلام سے یہ شائبہ پیدا نہیں ہوتا اسے محض حاسدین نے الزام دیا ہے اور ابن عطیہ نے
اس پر دل کھول کر کلام کی ہے اور جامع الصحاح میں مذکور ہے کہ محمد بن سعید شامی نے حضرت انسؓ
سے یہ روایت ذکر کی ہے: ”انا خاتم النبیین ولا نبی بعدی الا ان یشاء اللہ“ اور
استثناء یہ فقرہ خود کلام میں بڑھا دیا ہے کیونکہ وہ الحاد اور زندلیقی کی دعوت دیتا تھا۔

حدیث کا دعویٰ ہے کہ نبوت ختم ہو چکی ہے۔

حدیث اول

بخاری اور مسلم نے ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا: ”کانت
بنوا اسرائیل تسوسہم الانبیاء کلما ہلک نبی خلفہ نبی وانہ لا نبی بعدی
وسیکون خلفاء فیکثرون قال فماتامرنا قال فوا بیعة الاول فالاول
فاعطوہم حقہم فان اللہ سائلہم عما استرعاہم“

(بخاری شریف ج ۱ ص ۴۹۱، مسلم شریف ج ۲ ص ۱۲۶)

یعنی بنو اسرائیل پر انبیاء حکمرانی کرتے تھے ایک نبی وفات پاتا تو دوسرا نبی اس کا
جانشین بنتا میرے بعد کوئی پیغمبر نہ ہوگا۔ خلفاء بکثرت ہوں گے راوی نے دریافت کیا کہ ہمیں
خلفاء کے متعلق کیا حکم ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جو خلفیہ اولاً بیعت لے چکا ہے۔ اس کے عہد بیعت
کو پورا کرو اسی طرح نمبر وار سلسلہ ہذا پر کاربند رہو اور ان کے حقوق برابر ادا کرو۔ خدا تعالیٰ خلفاء کو

رعیت کے حقوق کی نسبت خود باز پرس کرے گا۔ اپنے حقوق کی کمی و بیشی کا چنداں خیال نہ کرو۔ ﴿

حدیث دوم

مسلم نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ”فضلت علی الانبیاء بست۔ اعطیت جوامع الکلم ونصرت بالرعب واحلت لی الغنائم وجعلت لی الارض مسجد او طهورا وارسلت الی الخلق كافة وختم بی النبیین (مسلم شریف ج ۱ ص ۱۹۹)“

دوسرے انبیاء پر مجھے چھ وجوہ سے فضیلت حاصل ہے مجھے خدا نے جامع کلمات عطا کئے ہیں کہ مختصر عبارت بے شمار مقاصد پر حاوی ہوتی ہے اور ایک ماہ کی مسیرۃ تک دشمن میرے رعب سے لرزتے ہیں۔ یہ خدا کی میری ساتھ امداد ہے اور غنیمت کا مال سابقہ امتوں کے لئے حلال نہ تھا کیونکہ ان کی دعوت ایک قوم یا علاقہ پر محصور ہوتی تھی۔ لیکن آنحضرت کی دعوت تمام دنیا کے لئے عام تھی اور ساری دنیا پر اس قوم کا اقتدار ہونا لازم تھا اور یہ کسی طرح واجب نہ تھا کہ فوجی کارکن امانکن بعیدہ اور بلاد شامعہ سے نان و خورش اور ضروری نفقہ حاصل کرنے کے لئے ملک عرب میں واپس جائیں۔ اس لئے آسانی کی خاطر خدا نے ایسا حکم دیا جو اس امت کے مناسب حال تھا اور مال غنیمت کو ان کے واسطے حلال کیا گیا۔ پہلی امتوں پر لازم تھا کہ وہ سوائے اپنی معبد کے کسی دوسری جگہ نماز ادا نہ کریں اور وضوء ان کے لئے بہر حال شرط تھا لیکن میرے لئے خدا نے روئے زمین کو مسجد بنا دیا اور عذر کے وقت تیمم کا حکم صادر کیا اور مجھ کل خلقت کی جانب پیغمبری دیکر بھیجا گیا۔ عالم ملائکہ اور جن اور انسان میری دعوت میں شامل ہیں اور نبیوں کا سلسلہ میری ذات پر ختم ہو گیا ہے۔

حدیث سوم

مسلم نے روایت کیا کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری نے جناب سرور کائنات ﷺ کا بیان اس طرح نقل کیا ہے: ”کان النبی ﷺ یسمی لنا نفسه اسماء فقال انا محمد وانا احمد وانا المقفی وانا الماحی ونبی التوبة ونبی الرحمة“

(مسلم شریف ج ۲ ص ۲۶۱)

﴿یعنی آنحضرت ﷺ ہمارے سامنے اپنے چند اسماء بیان فرماتے تھے یعنی میں محمد ہوں اور میرا دوسرا نام احمد بھی ہے اور تیسرا نام مقفی اور چوتھا نام ماحی یعنی کفر و شرک اور ضلالت کا نابود کرنے والا ہوں اور میں نبی رحمت اور نبی توبہ بھی ہوں۔﴾ یہ چھ نام مجھے عطا ہوئے ہیں۔ علامہ

خازن نے بیان کیا ہے: ”المقفی هو المولى الذاهب یعنی آخر الانبیاء المتبع لهم فاذا قفى فلا نبی بعده“ یعنی مقفے سے مراد آخر الانبیاء ہے۔ یہ ایک ایسا لفظ ہے جو اس تاویل سے پاک ہے جو مرزا قاسمی نے خاتم النبیین کے لفظ میں اسکے اصلی مفہوم کو مشتبہ کرنے کی خاطر بیان کی ہے۔ خدا اپنے کلمات کو حدِ مشابہ سے منزہ کر دیتا ہے تاکہ خلق اللہ تلمس میں واقع نہ ہو۔

حدیث چہارم

ترمذی اور مسلم نے جبیر بن مطعم سے مرفوعاً روایت کیا ہے: ”ان لی اسماء انا محمد وانا احمد وانا العاصی الذی یحیوا اللہ بی الکفر وانا الحاشر الذی یحشر الناس علی قدمی وانا العاقب والعاقب الذی لیس بعده نبی (ترمذی شریف ج ۲ ص ۱۱۱، مسلم شریف ج ۲ ص ۲۶۱)“ یعنی میرے کئی نام ہیں میں محمد بھی ہوں اور احمد بھی اور حاجی میرا نام ہے خدا روئے زمین سے میرے ذریعہ کفر کو نابود کرے گا۔ سب سے پہلے میرا حشر ہوگا لوگ میرے بعد قبروں سے نکلیں گے۔ اس لئے میرا نام حاشر ہوا اور عاقب بھی میرا نام ہے کیونکہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ مقفی کی طرح یہ لفظ بھی بے جا حاشیہ اور تاویل سے منزہ ہے۔

حدیث پنجم

ترمذی نے حضرت علی سے روایت کیا ہے: ”واذ التفت التیقت معاً بین کتفیه خاتم النبوة وهو خاتم النبیین“ یعنی آنحضرت کا مرکز دیکھنا بڑی سرعت سے عمل میں آتا تھا۔ آپ کے شانہ مبارک پر ہمہ نبوت کا نشان موجود تھا اور آپ خاتم النبیین تھے۔

حدیث ششم

بخاری نے عرابش بن ساریہ سے اور احمد نے ابوامامہ سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ”انسی عند اللہ مکتوب خاتم النبیین وان آدم لمنجدل فی طینة (الحدیث)“ یعنی میں خدا کے ہاں اس وقت بھی خاتم النبیین لکھا ہوا تھا کہ جبکہ آدم علیہ السلام اپنے خمیر میں لیٹے ہوئے تھے۔

حدیث ہفتم

حضرت جابرؓ نے آنحضرت سے نقل کیا ہے: ”انا قائد المرسلین ولا فخر وانا اول شافع وشفع ولا فخر رواہ الدارمی“ یعنی میں مرسلوں کا پیشرو ہوں۔ اور مجھے اس پر کوئی ناز نہیں اور میں خاتم النبیین ہوں اور مجھے کچھ غرور نہیں اور میں شفیع اول مستجاب

الشفاعت ہوں اور مجھے کوئی فخر نہیں۔

حدیث ہشتم

اور بخاری اور مسلم نے حضرت ثوبانؓ سے یوں نقل کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے: ”سیکون فی امتی کذابون ثلاثون کلهم یزعم انه نبی وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی“ یعنی میری امت میں تیس جھوٹے مدعی ظاہر ہوں گے ہر ایک کا یہ زعم ہوگا کہ میں پیغمبر ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد سلسلہ نبوت ختم ہے۔

حدیث نہم

اور بخاری و مسلم نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ جناب سرور کائنات ﷺ نے فرمایا: ”مثلی ومثل الانبیاء قبلی کمثل قصر احسن بنیانه ترک منه موضع لبنة فطاف به النظار یتعجبون من حسن بنیانه الا موضع تلك اللبنة فکنت انا سددت موضع اللبنة ختم بی البنیان وختم بی الرسل وفي رواية فانا اللبنة وانا خاتم النبیین“ یعنی میرا اور نبیوں کا حال ایک محل سے نسبت رکھتا ہے جس کی عمارت خوب اچھی طرح پر تیار کی گئی تھی مگر ایک اینٹ کا رخنہ باقی تھا۔ تماشاخی جودیکھنے آتے تھے وہ اسکی خوب وضوح عمارت دیکھ کر متعجب ہوتے تھے مگر ایک اینٹ کا فرق محل کی خوبی پر دھبہ دے رہا تھا میرے وجود سے یہ رخنہ بند ہو گیا اور عمارت مکمل ہو گئی۔ رسولوں کا اختتام میری ذات پر ہو چکا چونکہ یہاں ایک شائبہ پیدا ہوتا تھا کہ رسول صاحب کتاب نبی کو کہتے ہیں اس لئے روایت ہذا کا منشا ہے کہ تشریحی رسالت ختم ہو چکی لیکن سلسلہ نبوت جاری ہے۔ اس لئے دوسری روایت میں یہ الفاظ وارد ہیں جو اس شبہ سے مبرا ہیں۔ ”انا اللبنة وانا خاتم النبیین“ یعنی میں وہ کوئلے کی اینٹ ہوں اور نبوت مجھ پر ختم ہو چکی ہے میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ یعنی غیر تشریحی نبوت بھی مسدود ہے۔

انجیل متی کی بشارت

در حقیقت یہ روایت صدر ایک دعویٰ پر مضمّن ہے کہ انجیل متی باب ۲۱ کی پیش گوئی آنحضرت ﷺ پر چسپاں ہوتی ہے۔

”جس پتھر کو معماروں نے رو کیا وہی کوئلے کے سر کا پتھر ہو گیا۔ یہ خداوند کی طرف سے ہوا اور ہماری نظروں میں عجیب ہے اس لئے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہت تم سے لے لی

جائے گی اور اس کو جو اس کے پہلے لائی جائے گی اور جو اس پتھر پر گرے گا اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے مگر جس پردہ گرے گا اسے پس ڈالے گا۔“

انجیل کی عبارت حسب ذیل اقتباسات پر مشتمل ہے۔ باب ۲۱ آیت ۴۲ لغایت ۴۴

اقتباس اول

..... پتھر سے مراد حضور سرور کائنات کی ذات اطہر ہے کیونکہ آپ مضبوط اور پائیدار ہونے میں اس کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں۔ منتہی کا قول ہے۔

انا صخرة الوادی اذا ما زوحت

واذا نطقت فاننى الجوزاء

پتھر کا قاعدہ ہے کہ دوسری چیز کو توڑ ڈالتا ہے اور خود شکستہ نہیں ہوتا اسی طرح حضور دوسری سلطنتوں کو پامال کر دیں گے۔ مگر آپ کی سلطنت کو تابد زوال نہ ہوگا۔

دانیال باب ۲ میں اس کی تشریح موجود ہے۔

”اور دیکھ ایک بڑی صورت تھی وہ بڑی صورت جس کی رونق بے نہایت تھی تیرے سامنے کھڑی ہوئی اور اس کی صورت ہیبت ناک تھی۔ اس صورت کا سر خالص سونے کا تھا۔ اس کا سینہ اور اس کے بازو چاندی کے اور اس کا شکم اور رانیں تانبے کی تھیں اس کی ٹانگیں لوہے کی اور اس کے پاؤں کچھ لوہے کے اور کچھ مٹی کے تھے اور تو اسے دیکھتا رہا۔ یہاں تک کہ ایک پتھر بغیر اس کے کہ کوئی ہاتھ سے کاٹ کے نکالے۔ آپ سے نکلا جو اس شکل کے پاؤں پر جو لوہے اور مٹی کے تھے لگا اور انہیں ٹکڑے ٹکڑے کیا تب لوہا اور مٹی اور تانبا اور چاندی اور سونا ٹکڑے ٹکڑے کئے گئے اور تابستانی کھلیان کی بھوسی کی مانند ہوئے اور ہوا انہیں اڑالے گئی یہاں تک کہ ان کا پتہ نہ ملا اور وہ پتھر جس نے اس صورت کو مارا ایک بڑا پہاڑ بن گیا اور تمام زمین کو بھر دیا۔ وہ خواب یہ ہے اور اس کی تعبیر بادشاہ کے حضور بیان کرتا ہوں تو اے بادشاہ بادشاہوں کا بادشاہ۔ اس لئے کہ آسمان کے خدا نے تجھے ایک بادشاہت اور قوت اور توانائی اور شوکت بخشی ہے اور جہاں کہیں بنی آدم سکونت کرتے ہیں اس نے میدان کے چوپائے اور ہوا کے پرندے تیرے قابو میں کر دیئے اور تجھے ان سبھوں کا حاکم کیا تو ہی وہ سونے کا سر ہے اور تیرے بعد ایک اور سلطنت برپا ہوگی جو تجھ سے چھوٹی ہے اور اس کے بعد ایک اور سلطنت تانبے کی جو تمام زمین پر حکومت کرے گی اور چوتھی سلطنت لوہے کی مانند مضبوط ہوگی اور جس طرح کہ لوہا توڑ ڈالتا ہے اور سب چیزوں پر غالب ہوتا ہے۔ ہاں لوہے کی طرح سے جو سب چیزوں کو ٹکڑے ٹکڑے کرتا ہے اسی طرح وہ ٹکڑے ٹکڑے کرے گی

اور کھل ڈالے گی اور جو کہ تو نے دیکھا کہ اس کے پاؤں اور انگلیاں کچھ تو کھار کی مٹی اور کچھ لوہے کی تھیں سو اس سلطنت میں تفرقہ ہوگا۔ مگر جیسا کہ تو نے دیکھا کہ اس میں لوہا گارے۔ سے ملا ہوا تھا سو لوہے کی توانائی اس میں ہوگی اور جیسا کہ پاؤں کی انگلیاں کچھ لوہے کی اور کچھ مٹی کی تھیں سو وہ سلطنت کچھ قوی کچھ ضعیف ہوگی۔ اور جیسا تو نے دیکھا کہ لوہے کا ڈاڑے سے ملا ہوا ہے وہ اپنے کو انسان کی نسل سے ملائیں گے لیکن جیسے لوہے مٹی سے میل نہیں کھاتا تیسواوے باہم میل نہ کھائیں گے اور ان بادشاہوں کے ایام میں آسمان کا خدا ایک سلطنت برپا کرے گا جو تا ابد نیست نہ ہوگی اور وہ سلطنت دوسری قوم کے قبضہ میں نہ پڑے گی وہ ان سب مملکتوں کو ٹکڑے ٹکڑے اور نیست کرے گی اور وہی تا ابد قائم رہے گی۔ جیسا کہ تو نے دیکھا کہ وہ پتھر بغیر اس کے کوئی ہاتھ سے اس کو پہاڑ سے کاٹ نکالے آپ سے آپ نکلا اور اس نے لوہے اور تانبے اور مٹی اور چاندی اور سونے کو ٹکڑے ٹکڑے کیا۔ خدائے تعالیٰ نے بادشاہ کو وہ کچھ دکھایا جو آگے کو ہونے والا ہے ”اور یہ خواب یقینی ہے اور اس کی تعبیر یقینی۔“ اور باب ۲ آیت ۲۸ میں اتنا اضافہ اور موجود ہے اور وہ بنوکد نفر بادشاہ کو وہ بات بتاتا ہے جو آخری ایام میں ہوگی۔ اسی اسلامی سلطنت نے جس کی بنیاد حضرت محمد ﷺ نے ڈالی فارس کی سلطنتوں کو نیست و نابود کر دیا اور مضبوط پتھر کی طرح انہیں چٹکانا چور کیا اور خود وسیع ہو کر تمام دنیا پر پھیل گئی۔“

اقتباس دوم

۲..... آنحضرت کی رسالت پر یہود و نصاریٰ ناخوش ہوئے۔ گویا اس پتھر کو ناپسند کیا اور رد کیا۔ مگر خدائے یہ شرف علیٰ رغم انوفہم آنحضرت کو بخشا اور آخر کار محل کی عمارت میں کونے کے سرے پر اسے نصب کیا۔ اس پتھر کے لگنے سے عمارت مکمل ہوگئی اور کوئی رخ نہ باقی نہ رہا جہاں کسی دوسرے پتھر کے لگنے کی امید ہو۔ گویا آخری پتھر یہی تھا جو عمارت میں مرکوز ہو چکا۔ یہ لطیف تشبیہ ظاہر کرتی ہے کہ آنحضرت آخر الانبیاء ہیں آپ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

اقتباس سوم

۳..... یہ خداوند کی طرف سے ہوا اور ہماری نظروں میں عجیب تعجب کی بات یہ تھی کہ نبوت اور رسالت بنی اسرائیل کے گھرانہ سے چھین لی گئی اور خاندان اسماعیل کو دی گئی جن میں کبھی کوئی نبی پیدا نہ ہوا تھا۔ پس ایسے خاندان کا جسمیں صدیوں سے سلسلہ نبوت جاری تھا۔ اس امتیاز سے محروم ہونا اور ایک اجنبی خاندان کا مشرف بہ نبوت ہو جانا ایک الونگی اور عجیب بات ہے مگر یہ خداوند کی طرف سے ہوا۔ اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ چنانچہ آئندہ فقرہ اس مطلب پر روشنی ڈالتا

ہے کہ خدا کی بادشاہت تم سے لے لی جائے گی اور اس قوم کو جو اس کے پہلے لائے دی جائے گی۔ یہی وجہ ہے کہ یہود کو اپنے خاندان سے نبوت کا سلب ہونا اور اسماعیل کے خاندان میں منتقل ہونا برا معلوم ہوا اور وہ غیرت اور حسد کی نگاہیں بھر بھر کر دیکھتے تھے ارشاد خداوندی ہے۔ ”ام یحسدون الناس علی ما اتاهم اللہ من فضله فقد اتینا آل ابراہیم الکتاب والحکمة واتیناهم ملکا عظیما“

اور آج کا دن وہ دن ہے جو کتاب استثناء باب ۳۲ کی بشارت ظہور میں آئی اس لئے کہ اس کے بیٹوں اور اس کی بیٹیوں نے اسے غصہ دلایا اور اس نے فرمایا کہ میں ان سے اپنا منہ چھپاؤں گا۔ تاکہ میں دیکھوں کہ ان کا انجام کیا ہوگا۔ اس لئے کہ وہ کج نسل ہیں ایسے لڑکے جن میں امانت نہیں۔ انہوں نے اس کے سبب سے جو خدا نے مجھے غیرت دلائی اور اپنی واہیات باتوں سے مجھے غصہ دلایا سو میں بھی انہیں اس سے جو گروہ نہیں غیرت میں ڈالوں گا اور ایک بے عقل قوم سے انہیں خفا کروں گا۔

بے عقل قوم سے عرب کی امی قوم مراد ہے جیسے قرآنی ارشاد ہے: ”هو الذی بعث فی الامیین رسولا منهم یتلوا علیہم آیاتہ ویزکیہم ویعلمہم الکتاب والحکمة وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین“

عیسائیوں کا دعویٰ اور اس کا ابطال

یہ بشارت جس کا حوالہ انجیل متی میں دیا گیا ہے۔ کتاب یسعیاہ باب ۲۸ سے ماخوذ ہے اور حضور کو آخر الانبیاء ثابت کرتی ہے۔ عیسائی مدعی ہیں کہ یہ پیش گوئی حضرت مسیح کی ذات پر منطبق ہے۔ لیکن بشارت کے الفاظ اس کا انکار کرتے ہیں۔ حضرت مسیح خاندان بنی اسرائیل میں سے تھے۔ ان کو نبوت کا عطا ہونا کوئی عجیب بات نہیں کیونکہ اس خاندان میں سلسلہ نبوت جاری تھا اور پیش گوئی میں یہ الفاظ بھی موجود ہیں کہ بادشاہت تم سے لے لی جائے گی۔ اور دوسری قوم کو دی جائے گی حضرت مسیح کسی غیر قوم میں سے نہ تھے بلکہ آپ کا سلسلہ نسب بنی اسرائیل سے منسلک ہے اور نیز بشارت کے آخری الفاظ کا مفہوم حضرت مسیح کی ذات میں پایا نہیں جاتا کہ جو اس پتھر پر گرے گا اس کی ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے۔ مگر جس پر وہ گرے گا اسے پیس ڈالے گا کیونکہ حضرت مسیح نے میدان جنگ میں قدم نہیں رکھا اور نہ کسی مخالف قوم پر حملہ کیا ہے اور بخیل عیسائیوں کے یہود نے انہیں گرفتار کر کے صلیب پر لٹکا کر قتل کر دیا جو بالکل الفاظ مندرجہ کے متضاد ہے۔ اس لئے نہ تو پہلی جزو کا ظہور آپ کی ذات میں ہے کہ جو اس پتھر پر گرے گا۔ چکنا چور

ہو جائے گا اور نہ دوسری جزو کا شہ آہکی ذات میں ہے مگر حضرت کی ذات میں اس صفت کا ظہور بدرجہ اتم پایا جاتا ہے کہ جس قوم پر آپ نے حملہ کیا وہ تباہ ہوئی اور جس قوم نے آپ پر حملہ کیا وہ چکنا چور ہوئی۔

حدیث دہم

سید علامہ نے ترجمان القرآن میں ایک روایت کو ذکر کیا ہے جو پہلی روایتوں کی موسید ہے یعنی آنحضرت نے فرمایا: ”انا خاتم الف نبی او اکثر“ یعنی میں ہزار نبی بلکہ اس سے بھی زیادہ تعداد کا خاتم ہوں۔

حدیث یازدہم

حضرت عائشہ صدیقہ کا قول ہے: ”قولوا خاتم النبیین ولا تقولوا لا نبی بعده“ یعنی تم کو یہ کہنا لازم ہے کہ آنحضرت کی ذات پر نبوت ختم ہو چکی ہے اور جدید نبوت کسی کو مرحمت نہیں ہو سکتی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی سابقہ نبوت پر جوان کو آنحضرت سے چھ صد سال قبل عطا ہو چکی ہے۔ بحالت نبوت نازل ہوں گے۔ لہذا یہ مت کہو کہ لا نبی بعده۔

خاتم کے معنی پر مختصر بحث

مرزا قادیانی کا قول ہے کہ خاتم النبیین کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت کی مہر اور تصدیق سے آپ کے بعد انبیاء ہو سکتے ہیں اور اس طرح سلسلہ نبوت جاری ہے لیکن یہ ایک ایسے معنی ہیں جو آنحضرت ﷺ کے بیان کے بالکل مخالف ہیں۔ چنانچہ حدیث ثوبان میں جو صدر میں گزری آنحضرت سے خاتم النبیین کی تفسیر اسی طرح مروی ہے۔ انا خاتم النبیین لا نبی بعدی خاتم النبیین کے مقصد اصلی پر کافی روشنی ڈال دی ہے جس کے بعد کسی شرح یا حاشیہ کی حاجت نہیں۔ یہ جملہ پہلے جملہ کی تشریح کا ذمہ دار ہے اذاجائہ نہر اللہ بطل نہر معقل نبی کے کلام میں ان جملہ مفاسد کی تردید کا مادہ موجود ہوتا ہے۔ جو آئندہ زمانہ میں پیدا ہونے والے ہوں۔ اس لئے حضور نے بطور مزید تشریح ایسا جملہ کلام میں بڑھا دیا ہے جس نے سب احتمالات فاسدہ کی لٹی کر دی ہے اور فصحاء عرب کے کلام میں بلکہ خود قرآن میں ایسے نظائر موجود ہیں کہ جن میں جملہ مؤخر جملہ مقدم کی تشریحی واقع ہوا ہے۔ چنانچہ جزو ۲۹ میں سورہ معارج کی آیت اسی قسم سے ہے: ”ان الانسان خلق ہلوعا اذا مسہ الشر جزوعا واذا مسہ الخیر منوعا“ مؤخر جملات ہلوعا کے لئے بطور تفسیر واقع ہیں۔ علامہ سیوطی نے جلالین میں اس بیان

کی تائید کی ہے اور تفسیر معالم میں حضرت ابن عباس سے مروی ہے: ”یفسره ما بعده وهو قوله اذا مسه الشر جزوعا واذا مسه الخير منوعا“ یعنی بلوعا کے معنی مابعد کی جملات بیان کرتے ہیں اور وہ حسب ذیل ہیں: ”اذا مسه الشر جزوعا“ جب اس کو تکلیف پہنچی جزع و فزع کرتا ہے۔ ”واذا مسه الخير منوعا“ جب خدا اس پر فضل کرے تو اداء حقوق میں بخل سے کام لیتا ہے۔

بلوع کی تفسیر

اور علامہ نجم الدین نسفی نے مدارک میں محمد بن عبد اللہ بن طاہر کا قول نقل کیا ہے کہ آپ نے حضرت ثعلب سے بلوع کی تفسیر دریافت کی تو ثعلب نے جواب دیا۔ کہ خدا تعالیٰ نے اپنے کلمات میں اس لفظ کے معنی بیان کر دیئے ہیں اور خدا کی تفسیر سے واضح تر کوئی تفسیر نہیں: ”هو الذي اذا ناله شرا ظهر شدة الجزع واذا ناله خير بخل به ومنعه الناس وهذا طبعه وهو ما مور بمخالفة طبعه وموافقة شرعه انتهی“ بلوعا کے معنی مابعد میں مذکور ہیں یعنی جس کو صدمہ پہنچے تو سخت جزع و فزع کا اظہار کرے اور جسے کوئی انعام ملے تو بخل سے کام لے اور لوگوں کے ساتھ احسان کرنا چھوڑ دے یہ اس کی ذاتی طبیعت ہے جس کی مخالفت اور شرع کی موافقت کا اسے خدا نے حکم دیا ہے۔

خلود کی تفسیر

خلود سے مراد ایسا دوام ہے جس کے بعد موت نہ ہو بخاری کی روایت میں جو حضرت ابو ہریرہ سے مرفوعاً مروی ہے خلود کی تفسیر مابعد کے جملہ میں آنحضرت نے بیان کی ہے اور کہا ہے: ”يا اهل الجنة خلود فلا موت ويا اهل النار خلود فلا موت اخرجہ الشيخان عن ابی سعید مرفوعاً“

مختصر المعانی میں بھی اس طرز کی مثال موجود ہے: ”واما وضعه فلكونه مبیناً له كاشفا عن معناه كقولك الجسم الطويل العريض العميق يحتاج الى فراغ ما يشغله فان هذه الاوصاف مما يوضح الجسم ويقع تعريفاً له ونحوه في الكشف قوله“
المعنى کے معنی

”الا لمعنى الذى يظن بك الظن لكان قدراى وقد سمعا فالالمعنى

معناه الذکی المتوقد والوصف بعده مما یکشف معناه ویوضحه (ص ۲۸)“
یعنی صفت کا وہ موصوف کی وضاحت کرتی ہے اور اس کے معنی بیان کرتی ہے جیسے فقرہ الجسم الطویل العریض العمیق میں اوصاف ثلاثہ جسم کے لئے بمنزلہ تعریف واقع ہوئے ہیں اور جسم کے معنی کی توضیح کرتے ہیں اور اس طرح کا یہ شعر ہے جس میں الہمی کی تشریح مابعد کا جملہ: ”کان قد رای وقد سمعا“ بیان کرتا ہے۔ اس سچ پر خاتم النبیین کی توضیح مابعد کے جملہ کے ذریعہ عمل میں آئی ہے سو مرزا قادیانی کا پیدا کردہ احتمال بالکل بلا دلیل ہے۔

حدیث دوازوہم

”ذکر الرشاطی فی اقتباس الانوار عن عمر بن الخطاب انه قال فی کلام بکی بھی النبی ﷺ فقال بابی انت وامی یا رسول اللہ لقد بلغ من فضیلتک عند اللہ ان بعثک اخر الانبیاء وذكرك فی اولهم فقال واذ اخذنا من النبیین میثاقهم ومنک ومن نوح الایة (شفاء قاضی میاض ص ۲۲)“ حضرت عمر بن خطابؓ سے مروی ہے کہ آپ نے ایسی کلام کی جس سے آں حضرت کے آنسو جاری ہو گئے چنانچہ انہوں نے کہا کہ اے پیغمبر خدا! میرے ماں باپ آپ پر خدا ہوں خدا کے ہاں آپ کی فضیلت اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ آپ کو سب انبیاء کے بعد مبعوث کیا اور سب سے اول آپ کا تذکرہ کیا۔ پھر آیت احزاب پڑھ کر سنائی۔

حدیث سیزوہم

”قال قتاده ان النبی ﷺ قال کنتم اول الانبیاء فی الخلق و آخرهم فی البعث (شفاء ص ۳۳)“ حضرت قتادہ نے فرمایا کہ جناب سرور کائنات ﷺ کا ارشاد ہے کہ میں بلحاظ خلقت سب نبیوں سے مقدم ہوں اور بلحاظ بعثت سب سے آخر ہوں۔ مرزا قادیانی کے ہم خیال بتلائیں کہ آخر کا لفظ تو غیر محتمل ہے جس میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں کیا اس لفظ کی تحریف کی کوئی صورت ہے؟

اجماع امت بتا رہا ہے کہ نبوت ختم ہو چکی ہے۔

مدعی نبوت آنحضرت ﷺ کے بعد خارج از اسلام ہے نبوت کسی نہیں

قاضی میاض رحمۃ اللہ علیہ نے شفاء میں تحریر فرمایا ہے: ”و کذا لک من اوحی نبوة

احد مع نبینا ﷺ وبعده کالعیسویة من الیہود القائلین بتخصیص رسالته

الى العرب وكالخرمية الاقائلين بتواتر الرسل وكلكثر الرافضة القائلين
بمشاركت علي في الرسالة للنبي ﷺ وبعده وكذلك كل امام عند هؤلاء
يقوم مقامه في النبوة والحجة والبيان واشباه هؤلاء ومن ادعى النبوة لنفسه وجوز اكتسابها
والبلوغ بصفاء والقلب الى مرتبتها كالفلاسفة وغلاة المتصوفة وكذلك من
ادعى منهم انه يوحى اليه وان لم يدع النبوة او انه يصعد الى السماء ويدخل
الجنة ويأكل من ثمارها ويعانق الحور العين هؤلاء كلهم كفار مكذبون
للسبي ﷺ لانه اخبرانه ﷺ خاتم النبيين ولا نبي بعده واخبر عن الله
تعالى انه خاتم النبيين وانه ارسل كافة للناس واجمعت الامة على حمل هذا
الكلام على ظاهرة وان مفهومة المراد به دون تاويل ولا تخصيص فلا شك
في كفر هؤلاء الطوائف كلها قطعاً اجماعاً وسمعاً (ص ۳۱۲)“

جو آنحضرت ﷺ کے ساتھ کسی کو آپ کے عہد میں یا بعد ازاں شریک نبوت قرار
دے جیسے عیسویہ گروہ کہتا ہے کہ آنحضرت رسول صادق ہیں لیکن آپ کی رسالت خطہ عرب سے
مخصوص ہے اور غریبہ جماعت کا مذہب ہے کہ رسول متواتر آتے رہیں گے اور اکثر رافضہ کہتے ہیں
کہ حضرت علیؓ آنحضرت کے ساتھ شریک رسالت ہیں اور ایسے ہی ہر ایک امام بخیاں شیعہ نبوت
اور توحید میں قائم مقام نبی ہے اور بنوہیہ کا خیال ہے کہ بزلیح نبی تھا اور بیاضیہ کا زعم ہے کہ بیان بنوہیہ
تھا اور ایسے ہی دیگر جماعتیں یا جو خود نبوت کا مدعی ہو اور یہ کہے کہ نبوت محنت ریاضت اجتہاد اور
صفاء قلبی سے حاصل ہو سکتی ہے جیسے فلاسفہ اور غلاة صوفیہ کا دعویٰ ہے اور ان میں سے یہ دعویٰ
کرے کہ مجھ پر وحی الہی نازل ہوئی ہے گو نبوت کا مدعی بھی نہ ہو یا کہے کہ وہ آسمان پر جا کر داخل
جنت ہوتا اور میوہ خوری کرتا اور جوروں سے معانقہ کرتا ہے اس قسم کے تمام مدعی کافر اور آنحضرت
کے مکذب ہیں۔ کیونکہ سرور کائنات ﷺ نے بتلایا ہے کہ میں خاتم النبيين ہوں میرے بعد کوئی
نبی نہ ہوگا اور خدائے تعالیٰ کا قول بھی نقل کیا ہے کہ حضرت محمد ﷺ خاتم النبيين ہیں اور آپ ﷺ
کی رسالت جملہ خلق اللہ کے لئے عام ہے اور امت نے بالاتفاق لفظ خاتم النبيين کو بغیر کسی تاویل
اور تخصیص کے ظاہر معنی پر محمول کیا ہے۔ پس ایسی جماعتوں کے کفر میں کوئی شک نہیں یقیناً اجماعاً
اخبار آدائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ ﴿

چونکہ یہ مسئلہ اجماعی ہے اس لئے اہل عقائد نے اسے بالاتفاق کتب عقائد میں درج

کیا ہے۔ علامہ نجم الدین نسفی نے عقائد میں تحریر کیا ہے: ”اول الانبیاء آدم و آخرهم محمد ﷺ“ یعنی پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام اور آخری نبی حضرت محمد ﷺ ہیں۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے شرح فقہ اکبر میں تحریر کیا ہے: ”دعوة النبوة بعد نبينا ﷺ كفر بالاجماع“ جو آنحضرت ﷺ کے بعد مدعی نبوت ہو وہ باتفاق اہل اسلام دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

قیاس عقلی مقتضی ہے کہ باب نبوت مسدود ہے

چونکہ زمانہ ارتقاء کی طرف مائل رہا ہے اس لئے سابقہ شریعت مابعد کے زمانہ کے لئے کافی نہ ہو سکتی تھی۔ جب تک اس میں کچھ رد و بدل اور زمانہ کے حالات کے مطابق کچھ زائد احکام کا اضافہ نہ کیا جائے اور جا بجا مناسب ترمیم سے اس کی تعلیم کو ضروریات زمانہ کا کفیل نہ بنا دیا جائے لہذا یکے بعد دیگرے کتابیں نازل ہوتی رہیں۔

مذہب اسلام کی تکمیل ہو چکی ہے

حتیٰ کہ وہ زمانہ سر پر آپہنچا جس کا آخری حصہ قیامت سے ملا ہوا ہے اور حضرت محمد ﷺ پر ایک جامع اور مکمل کتاب نازل کی گئی جس میں تمام تعلیم سابقہ کتابوں کی جمع کر دی گئی ہے اس کے بعد قرآن نے کھلے لفظوں میں یہ دعویٰ کیا کہ ”فیہا کتب قیمۃ“ یعنی صحیفہ رحمانی میں تمام نازل شدہ سچی کتابوں کا مضمون یکجا لکھ دیا گیا ہے اور حضور ﷺ جب کہ اپنے آخری ایام میں حجتہ الوداع کے موقع پر میدان عرفات میں شتر سوار کھڑے تھے اور تبلیغ کا فرض بوجہ اتم سر انجام دے کر سبکدوش ہو چکے تھے تو جبریل علیہ السلام نے الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا کی بشارت سنائی وہ دن حاضرین اور مابعد کی آنے والی نسلوں کے لئے ایسا مبارک دن تھا کہ اس پر جتنی خوشی منائیں تھوڑی ہے۔

ایک یہودی کا خیال الیوم اکملت کے متعلق

حتیٰ کہ ایک یہودی اس آیت کے مضمون کو سن کر کہتا ہے کہ ایسی آیت اگر ہماری کتاب میں نازل ہوتی تو ہم یوم نزول کو عید کا روز قرار دیتے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے کہا کہ جمعہ کے دن بروز عرفہ یہ آیت نازل ہوئی جو ہم مسلمانوں کے لئے دونوں خوشی کے دن ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ اس روز پانچ عیدیں جمع ہو گئی تھیں۔ جمعہ، عرفہ، عید یہود، عید نصاریٰ، عید مجوس، نہ اس کے بعد نہ اس سے پہلے کبھی ایسا اتفاق ہوا ہے۔

انجیل سے تکمیل اسلام کی شہادت

یہ دن اور طرح سے بھی خوشی منانے کے لائق تھا۔ کہ آج سے چھ صد سال قبل حضرت مسیح علیہ السلام کے گفتہ کلمات پورے ہوئے اور اس تکمیل کی جس کا وعدہ آپ اپنی امت کو سنا گئے تھے خوشخبری دی گئی۔ انجیل یوحنا باب ۱۶ آیت ۷، لغایت ۱۵ میں لکھا ہے: ”لیکن میں تمہیں سچ کہتا ہوں کہ تمہارے لئے میرا جانا ہی فائدہ ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو تسلی دینے والا تمہارے پاس نہ آئے گا۔ پر اگر میں جاؤں تو میں اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا اور وہ آکر دنیا کو گناہ سے اور راستی سے اور عدالت سے تقصیر وار ٹھہرائے گا گناہ سے اس لئے کہ وہ مجھ پر ایمان نہیں لائے اور راستی سے اس لئے کہ میں اپنے باپ کے پاس جاتا ہوں اور تم مجھے پھر نہ دیکھو گے۔ عدالت سے اس لئے کہ اس جہان کے سردار پر حکم کیا گیا ہے۔ میری اور بہت سی باتیں ہیں کہ میں تمہیں کہوں پر اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب وہ یعنی روح حق آئے تو وہ تمہیں سارے سچائی کے راہ بتائے گی اس لئے کہ وہ اپنی نہ کہے گی لیکن جو کچھ وہ سنے گی سو کہے گی اور آئندہ کی خبریں دے گی وہ میری بزرگی کرے گی اس لئے کہ وہ میری چیزوں سے پائے گی اور تمہیں دکھائے گی۔“

عبارت ہذا میں حسب ذیل امور قابل توجہ ہیں

امراؤں

..... اگر میں نہ جاؤں تو تسلی دینے والا تمہارے پاس نہ آئے گا۔ کیونکہ دو صاحب کتاب رسول ایک وقت ایک مکان میں جمع نہیں ہو سکتے جب تک پہلا رسول موجود ہے۔ دوسرا ظاہر نہیں ہو سکتا۔ حضرت مسیح کے جانے کے بعد جب آثار شریعت مسیحی ٹھوہو گئے اور تخریف سے اس کی کایا پلٹ گئی تو حضرت محمد ﷺ مدعی رسالت ہوئے۔ تسلی دینے والا فارقلیط کا ترجمہ ہے۔ فارقلیط عربی لفظ ہے جو یونانی سے معرب کیا گیا ہے۔ اگر پیر کلوطوس سے معرب مانا جائے تو اس کے معنی بعینہ احمد ہیں قرآن اسی صورت کا موبد ہے چنانچہ سورہ صف میں ارشاد ہے ومبشراً برسول یأتی من بعدی اسمہ احمد

کتاب البیان نزو الصلوات میں لکھا ہے: ”والحاصل ان الباء قلیط وفى لفظ الفاء قلیطاً عبارة عن محمد ﷺ واسمه له فى العجمة اليونانية وهو الصحيح“ یعنی فارقلیط یونانی زبان میں حضرت محمد ﷺ کا نام ہے اور بارقلیط اور فارقلیط را ایک ہی طرح کے الفاظ ہیں اور اگر پارہ کلی طوف سے معرب مانا جائے تو اس کے معنی شفیع اور واسطہ اور مسلی اور مجد اور معین وغیرہ ہیں اور یہ صفات بھی آنحضرت کی ذات میں موجود ہیں۔ جو ادیان

ابراہیم ساباط حسی نے کتاب براہین ساباطیہ فیما تستقیم بہ دعائم الملۃ الحمد یہ میں لکھا ہے کہ فارقلیطا یونانی لفظ ہے: ”معناه الشافع والواسطۃ والمسلی والمحمد وهذا المعانی تدل علی ممدوح بعضها بالمطابقة وبعضها بالتضمن فان التمجید مرادف ادق للحمد والآخر مما یوجب الحمد فهذا هو معنی قوله مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمه احمد والدلیل علی ذلك مکثہ الی الابد والدوام فانه لم یات بعد عیسیٰ علیہ السلام احد یتصف بهذه الصفة غیرہ وفي التنکیر دلالة علی ان هذا الفارقلیطارا الذی هو الان معکم ای المسیح زمنی لا یبقی الی الابدو الذی یاتی بعده ابدی“

﴿ جس کے معنی شافع اور وسیلہ اور تسلی دینے والا اور تعریف کردہ شدہ یعنی محمد ہیں اور یہ معانی حضور علیہ السلام کی ذات کا پتہ بتلاتے ہیں کیونکہ پہلے تینوں صفات موجب حمد ہیں اور چوتھا خود محمد کا مترادف ہے۔ اور یہ بعینہ آیت: ”ومبشراً برسول یأتی من بعدی اسمه احمد“ کی تصدیق ہے اور دلیل اس مدعا پر یہ ہے کہ آیات انجیل میں یہ تصریح موجود ہے کہ وہ روح حق جو تمہارے پاس آئے گی تا ابد تمہارے ساتھ رہے گی یعنی میری رسالت زمنی ہے جو دوامی نہیں لیکن اس دوسری فارقلیط کی رسالت ابدی ہوگی اور ان کے بعد کوئی رسول ناسخ شریعت یا کوئی نبی پیدا نہ ہوگا اور یہ حالت حضرت محمد ﷺ پر حذو العمل بالعلل منطبق ہیں۔ ﴿

امردوم

۲..... میری اور بہت سی باتیں ہیں کہ میں تمہیں کہوں پر اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے کیونکہ تمہاری استعداد ناقص احکام کاملہ کی برداشت تمہارے لئے مشکل ہے۔

امرسوم

لیکن جب وہ روح حق آوے تو وہ تمہیں سارے سچائی کے راہ بتائے گی۔ روح حق سے مراد آنحضرت ﷺ کی ذات اطہر ہے۔ بائبل کی اصطلاح میں روح کا لفظ نبی اور واعظ پر بھی اطلاق پاتا ہے۔ نامداول یوحنا باب ۴ میں ہے اے عزیزو! ہر ایک روح کا یقین نہ کرو بلکہ روحوں کو آزماؤ کہ وہ خدا کی طرف سے ہے یا نہیں کیونکہ بہت سے جھوٹے نبی دنیا میں نکل کھڑے ہوئے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے ساری سچائی کے راہ کھول دیئے اور کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا۔ حتیٰ کہ قرآن نے دعویٰ کیا وتمت کلمۃ ربک صدقا وعدلا اور رسول خدا ﷺ نے فرمایا: ”او تیت علم الاولین والآخرین“ اور حدیث ابن مسعود میں آنحضرت کا ارشاد مروی ہے: ”ایہا الناس

لیس من شئ یقربکم الی الجنة ویباعدکم من النار الا قد امر تکم به ولیس من شئ یقربکم الی النار ویباعدکم من الجنة الا قد نهیتکم عنه“ یعنی جو ذریعہ تمہیں بہشت اور ابدی خوشی سے ملانے والا اور جہنم کی تیز آگ سے دور ہٹانے والا ہے۔ میں نے تمہیں اس کا حکم دے دیا ہے۔ اور باقی کچھ نہیں چھوڑا۔ اور جو عمل دوزخ کے قریب اور جنت سے بعید لے جائے اس سے تمہیں منع کر دیا ہے اور کسر نہیں رکھی۔ یہ روایت بغوی نے شرح السنۃ میں اور تہذیبی نے شعب الایمان میں ذکر کی ہے۔

امر چہارم

۴..... اس لئے کہ وہ اپنی نہ کہے گی لیکن جو کچھ سنے گی سو کہے گی۔ قرآن بھی اس دعویٰ کا مصدق ہے: ”قال ما یَنطِقُ عن الہوٰی ان ہوا لا وحی یوحی“ اور سورہ یونس میں ارشاد ہے: ”ما یكون لی ان ابدله من تلقاء نفسی ان اتبع الا ما یوحی الی“ اور سورہ الحاقہ میں فرمایا ہے: ”ولو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منه بالیمین ثم لقطعنا منه الوتین“

امر پنجم

۵..... آئندہ کی خبریں دے گی آنحضرت ﷺ نے بے شمار پیش گوئیاں آئندہ زمانہ اور قبر اور حشر نشر میزان و صراط، نشر صحف، حساب اعمال، اور جنت و دوزخ کے متعلق بیان کی ہیں جن میں سے اکثر پوری ہو چکی ہیں باقی بھی پوری ہوں گی۔

امر ششم

۶..... وہ میری بزرگی کرے گی آنحضرت ﷺ نے حضرت مسیح علیہ السلام کی رسالت کی تصدیق کی اور یہود کے الزامات سے انہیں منزع کیا۔ یہود آپ کی پیدائش ناجائز قرار دیتے تھے قرآن نے عقلی دلائل سے بن باپ ان کی پیدائش کو جائز قرار دیا اور کہا: ”ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل ادم خلقہ من تراب ثم قال له کن فیکون“ انکار نبوت مسیح کی پہلی بنیاد

اور یہود نے اسی بناء فاسد پر انکار نبوت مسیح علیہ السلام کی بنیاد قائم کی تھی۔ کیونکہ تورات میں لکھا تھا، حرامی بچہ دس پشت تک خدا کی بادشاہت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ حضرت نے ان کی بناء کے ستون متزلزل کر دیئے اور قائم شدہ عمارت کو ایک آن میں گرا دیا۔

دوسری بنیاد

اس معاند قوم نے یہ پیدا کی تھی کہ حضرت مسیح مصلوب ہو کر لعنت کی موت مرے لہذا آپ بلحاظ بشارت کتاب استثناء باب ۱۸ نبی نہیں ہو سکتے جس میں لکھا ہے لیکن وہ نبی جو ایسی گستاخی کرے کہ کوئی بات میرے نام سے کہے جس کے کہنے کا میں نے اسے حکم نہیں دیا یا اور معبودوں کے نام سے کہے تو وہ نبی قتل کیا جائے آنحضرت ﷺ نے اس بنیاد کی طرف توجہ کی اور واقعہ صلیب مسیح علیہ السلام کو ایک غلط فسانہ قرار دیا اور خدا کا قول سنایا: ”ما قتلوه وما صلبوه ولكن شبه لهم وان الذين اختلفوا فيه لفي شك منه ما لهم به من علم الا اتباع الظن وما قتلوه يقينا بل رفعه الله اليه وكان الله عزيزا حكيما۔“

۱۔ عیسائیوں نے برخلاف حقیقت الامران ہر دو پٹشن گونیوں کو جو باب ۱۸ کتاب استثناء اور باب ۹ کتاب یسعیاہ میں مذکورہ ہیں حضرت مسیح پر چسپاں کیا۔ یہود نے ان کے بالمقابل ایسا پہلو اختیار کیا جو طعن پر مشتمل تھا اور حضرت مسیح کے احترام میں اس سے فرق آتا تھا۔ حضرت نے اس طعن کو دفع کیا اور احترام مسیح علیہ السلام کو قائم کیا مگر عیسائیوں کے دعویٰ کی تصدیق نہیں کی کہ یہ پیش گوئیاں واقعی حضرت مسیح کے ظہور کی خبر دیتی ہیں کیونکہ پیش گوئیوں کی عبارت اور الفاظ صاف بتلا رہے ہیں کہ ہر دو بشارتیں رسول خدا کی ذات پر صادق آتی ہیں جیسے خاکسار ضمیمہ میں مفصل طور پر اس حقیقت کو واضح کر چکا ہے۔ اور یہ ضمیمہ عنقریب شائع ہو جائیگا۔ اگر ناظرین اس کتاب کی قدر کریں گے۔

۲۔ دوسری بے حرمتی حضرت مسیح کے اعتقاد صلیب سے اس طرح لازم آتی تھی کہ وہ اس عقیدہ کی بناء پر کہتے تھے کہ معاذ اللہ مسیح ملعون ہوئے کیونکہ تورات کتاب استثناء باب ۲۱ آیت ۲۲ لغایت ۲۳۔ اگر کسی نے کچھ ایسا گناہ کیا جس سے اس کا قتل واجب ہو اور وہ مارا جائے تو اسے لٹکا دے رات بھر درخت سے لٹکا نہ رہے۔ بلکہ تو اسی دن اسے گاڑ دے کیونکہ وہ جو پھانسی دیا جاتا ہے۔ خدا کا ملعون ہے اور عیسائیوں نے بااجماع یہود واقعہ صلیب کو تسلیم کر کے انہیں معاذ اللہ مستوجب لعنت قرار دیا لیکن اتنی اور عقیدہ میں ترمیم کی کہ وہ ہماری ہی خاطر ملعون ہوا۔ عیسائیوں کا پولوس مقدس نامہ گلتیوں باب ۳ آیت ۱۳ میں لکھتا ہے مسیح نے ہمارے لئے لعنتی بن کر اور ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑایا کیونکہ لکھا کہ جو کوئی لکڑی پر لٹکا یا گیا وہ لعنتی ہے۔ حضرت نے واقعہ صلیب کے متعلق حقیقت کو کھول دیا کہ یہود اصل صلیب پر لٹکایا گیا اور حضرت مسیح زندہ آسمان پر اٹھائے گئے اور کہا کہ صلیب پر لٹکایا جانا جو آپ کی بے حرمتی کا سنگ بنیاد ہے۔ پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتا۔ گویا آپ نے حضرت کی بزرگی بیان کی۔

تیسری بنیاد

تیسری بنیاد انکار نبوت کی یہ تھی کہ یو ا قی م کی نسل سے داؤد کی کرسی پر بیٹھنے والا پیدا نہ ہوگا چنانچہ یرمیاہ باب ۳۶ میں لکھا ہے اس لئے یہوداہ کے بادشاہ یہو ی قی م کی بابت خداوند یوں کہتا کہ اس کی نسل میں سے کوئی نہ رہے گا جو داؤد کے تخت پر بیٹھے۔ حضرت مسیح کا تعلق چونکہ خاندان یہو ی قی م سے ہے اس لئے وہ نبی نہیں۔ آنحضرت ﷺ نے اس خیال کو محض فرضی قرار دیا اور عوام الناس کو یہود کی بدذاتیوں پر متنبہ کیا کہ وہ روزانہ تحریف کتاب الہی میں مصروف ہیں اور اپنے مدعا پورا کرنے کے لئے کتاب میں کمی و بیشی کر دیتے ہیں۔ ان کی نبوت کو مضبوط کرنے کے بعد ان کے حق میں ثنائیہ کلمات جو ظاہر فرمائے وہ قرآن کی سورتوں میں سلسلۃ الذہب کی طرح مزوج و مخلوط ہیں سورہ آل عمران میں ہے: ”وجیہا فی الدنیا والاخرۃ و من المقربین و یکلم الناس فی المہد و کھلا و من الصالحین“ اور سورہ انبیاء میں کہا ”ان الذین سبقت لہم منا الحسنی اولئک عنہا مبعدون لا یسمعون حسیسہا و ہم فی ما اشتہت انفسہم خالدون لا یحزنہم الفزع الاکبر و تتلقہم الملائکۃ“ اور سورہ زمر میں فرمایا: ”ان ہوالا عبدانعمنا علیہ وجعلناہ مثلاً لہنی اسرائیل“

امر ہفتم

۷..... اس لئے کہ وہ میری چیز سے پائے گی۔ حضرت نے تعلیم کا وہ حصہ جو مسیح علیہ السلام نے بیان کیا تھا اسے از سر نو زندگی بخشی اور غبار تحریف سے پاک کر کے اسے اصل حقیقت پر واپس کیا گویا انہیں چیزوں سے پایا جو حضرت مسیح کو دی گئیں تھیں۔ سورہ شوریٰ میں ہے: ”شرع لکم من الدین ما وصی بہ نوحا والذی اوحینا الیک وما وصینا بہ ابراہیم وموسیٰ و عیسیٰ ان اقیمو الدین ولا تتفرقوا فیہ“

الغرض جب یہ کتاب مکمل ہو چکی اور تکمیل شریعت کا اعلان ہو چکا تو کسی نبی کی ضرورت نہیں رہی کیونکہ بعد میں آنے والا نبی رسوم شریعت سابقہ کو رد و بدل کرنا اور زمانہ کی ضرورت کے مطابق فرائض و آداب و سنن کا اضافہ کر کے جو تفصیل اس میں ہے اسے پورا کہتا ہے۔ کامل شریعت کو انتظار نہیں رہتی کہ بعد میں کوئی دوسرا اس کی تکمیل کرے۔

عہد عتیق اور عہد جدید محرف ہیں

یہود کی معاندانہ اور حاسدانہ کارروائیوں نے کتاب اللہ پر ادبار کی مھنگور گھٹا طاری

کردی اور اندرونی اختلاف کے باعث اپنے اپنے عقیدہ کی نصرت کے لئے کتاب کے مضمون میں کمی بیشی اور رد و بدل شروع کر دیا۔ حتیٰ کہ اصلی تعلیم کا عنصر جعلی تعلیم میں غائب ہو گیا اور حق و باطل کی تمیز مشکل ہو گئی اور جو مقصد کتاب اللہ کے نزول سے خدا پورا کرنا چاہتا تھا وہ مفقود ہو گیا اور کتاب اس قابل نہ رہی کہ وہ خلق اللہ کی رہنمائی کر سکے۔ تب خدا کی غیوریت جوش میں آئی اور کسی دوسرے نبی کو مبعوث کر کے اصلی تعلیم کا منظر بیرونی سیاسی سے پاک کیا جاتا اور اس طرح قوم کے باہم اختلاف کا خاتمہ ہوتا۔ ارشاد خداوندی ہے: ”كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً فَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِيِّينَ مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ وَأَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ لِيُحْكَمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ وَمَا اخْتَلَفَ فِيهِ الَّذِينَ أُوتُوهُ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَ تَهُمُ الْبَيِّنَاتُ بِغِيَابِ بَيْنَهُمْ فَهَدَى اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا لِمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِهِ وَاللَّهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ“ یعنی قوم پہلے ایک چال پر تھی پھر عداوت سے ان میں اختلاف رونما ہو گیا خدا نے انبیاء کو بشارت اور نذرت پر مامور کر کے دنیا میں بھیجا اور ان کے ساتھ ایک ایسی کتاب نازل کی جو مخلوقات کے اختلاف میں فیصلہ کرے اور اختلاف محض حسد کی وجہ سے ان میں ظاہر ہوا جبکہ ان کے پاس واضح آیتیں خدا کی طرف سے نازل ہو چکی تھیں مگر انہیں عرف کر کے اختلاف میں پڑ گئے خدا نے اہل ایمان کو اختلاف کے بعد حق کا راہ دوسرے نبی کی معرفت جو بعد میں آیا دکھلا دیا اور خدا جسے چاہتا ہے سیدھی راہ دکھاتا ہے اسی طرح دوسری آیت بھی اس مضمون کی مؤید ہے: ”اللَّهُ الَّذِي أَنْزَلَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ وَالْمِيزَانَ“ یعنی خدا نے کتاب لاحق کو سچی تعلیم پر حاوی کر کے اتارا اور اسے حق و باطل کی تمیز کے لئے میزان مقرر کیا پس سابقہ کتاب کے لئے لاحق کتاب بمنزلہ معیار ہے۔

قرآن تحریف سے محفوظ ہے اس لئے اس کے بعد نبی کی ضرورت نہیں مگر قرآن کریم چونکہ انسانی دستبرد سے منزہ اور ابد الابد کے لئے تحریف سے محفوظ ہے یہاں تک کہ اس کی حفاظت کا اہتمام خدا نے اپنے ذمہ لیا ہے اور ارشاد کیا: ”إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ“ یعنی کتاب اللہ کو ہم نے اتارا ہے اور ہم اس کے تغیر و تبدل اور تحریف لفظی اور معنوی سے حافظ ہیں چنانچہ اس وعدہ کے ایفاء کے لئے خدا نے ایسے اسباب اور ذرائع مہیا کر دیئے کہ اس میں تحریف کا دخل نہ ہو سکے۔

سبب اول

..... قرآن کو رفتہ رفتہ بالترتیب نازل کیا تاکہ وہ سبق سبق ہو کر سینہ میں محفوظ ہو جائے

اگر وہ اپنی قوم پر غالب آگئے تو سچے نبی ہیں۔

۲..... پہلے خدا عبری زبان میں ایک عرصہ دراز کلام کرتا رہا لیکن قرآن ایک اجنبی زبان میں نازل ہوا۔ چونکہ عرب کا ملک دشت اور باد یہ تھا اس لئے ان لوگوں کی زبان کو وحشیوں کی زبان قرار دیا گیا اور حضرت اسماعیل کو جو صحرائے عرب میں سکونت پذیر تھے توراۃ میں انسان وحشی کہا ہے اور دام میں پھنسنے سے مراد وہ قید ہے جو جنگ بدر میں معرض ظہور میں آئی۔

یرمیاہ کی کتاب میں کتاب اللہ کی بشارت

قرآن کا تدریجی نزول مسلمانوں کے لئے ہزار ہا رکات کا موجب ہوا۔ جن میں سے بڑی برکت یہ تھی کہ اہل اسلام میں اس کے حفظ کی سنت جاری ہو گئی اور اس طرح قرآن کریم تغیرات خارجہ سے پاک ہو گیا۔ یرمیاہ نبی کی کتاب میں اس کا نقشہ مکمل طور پر کھینچا گیا ہے۔ ان دلوں کے بعد خداوند فرماتا ہے: ”میں اپنی شریعت کو ان کے اندر رکھوں گا اور ان کے دل پر

اسے لکھوں گا اور میں ان کا خدا ہوں گا اور وہ میرے لوگ ہوں گے اور وہ پھر اپنے اپنے بڑوں اور اپنے بھائی کو یہ کہہ کے نہ سکھائیں گے۔ کہ خداوند کو پچھانو کیونکہ چھوٹے سے بڑے تک وہ سب مجھے جانیں گے خداوند کہتا ہے کہ میں ان کی بدکاری کو بخش دوں اور ان کے گناہ کو یاد نہ کروں گا۔“ جملہ خط کشیدہ قابل غور ہے۔ صفت امت محمدیہ میں فرمایا ہے کہ ان کی کتاب دلوں پر نقش کی جائے گی اور ہزار ہا ہزار حفاظ پیدا ہوں گے۔ باوجودیکہ قرآن کا اہتمام کسی شاہی انتظام و اہتمام کے ماتحت نہیں بلکہ ایک غریب قوم کے ہاتھ میں ہے۔ مگر با-سنہمہ بڑے شوق سے قوم اس کے حفظ میں مصروف ہے۔ پہلے قرآن آنحضرت کے سینہ مبارک میں جمع ہوا جیسے قرآنی ارشاد ہے: ”ان علینا جمعہ وقرآنہ فاذا قرئناہ فاتبع قرآنہ ثم ان علینا بیانہ“ پھر امت نے حضرت کی اقتداء سے اسے محفوظ کیا تا کہ سابقہ پیش گوئیاں برآئیں اور ان کے پورا ہونے کی طرف آیت: ”بل هو آیات بینات فی صدور الذین اوتو العلم“ میں اشارہ موجود ہے۔ علامہ بغوی اور خازن نے تفسیر میں عربی توراۃ سے پیش گوئی کو بدیں الفاظ نقل کیا ہے:

”قربانہم دمائہم وانا جیلہم فی صدورہم رہبان باللیل و لیوٹ بالنہار“ نبی کی آمد اصلاح تحریف کے لئے ہوا کرتی ہے جس کی قرآن کو ضرورت نہیں

لہذا اس کتاب پر کوئی تبدیلی واقع نہیں ہو سکتی نہ اس کے آثار کو زمانہ محو کر سکتا ہے نہ آگ جلا سکتی ہے۔ حدیث مسلم میں حضرت عیاض سے مروی ہے کہ حضور کو بذریعہ حدیث قدسی نے کہا: ”انزلت علیک کتابا لا یفسلہ الماء تقرہ نائما ویقظان“ یعنی میں نے تجھ پر

ایسی کتاب نازل کی ہے جسے پانی ٹھونس کر سکتا جب کتاب ہذا تغیر سے محفوظ ہے تو نبی جو اصلاح تحریفات کے لئے دنیا میں آیا کرتا تھا اس کی ضرورت باقی نہ رہی۔

سبب دوم

۲..... قرآن کے عہد میں مطبع جاری ہو گیا اور اس کی ہزار در ہزار نقلیں دنیا میں شائع ہو گئیں۔ حتیٰ کہ کسی کو ایک لفظ بڑھانے یا گھٹانے کی مجال نہ رہی۔

سبب سوم

۳..... علماء نے قرآن کی سورتوں اور آیات اور حروف والفاظ کی تعداد لگا دی ہے جو عامہ تفاسیر میں مشہور ہو چکی ہے۔ ہر ایک امی غیر امی اس کی تلاوت کرتا ہے۔ نماز، حج گناہ اور قیام رمضان و صلوٰۃ اللیل میں اس کی تلاوت جاری ہے۔ یا ایسے اسباب ہیں جن کے ہوتے ہوئے تحریف ناممکن ہے۔ اس لئے مابعد کے زمانہ میں نبی پیدا ہونے کی حاجت نہ رہی اس لئے آئندہ لاسلسلہ نبوت مسدود ہے۔

آنحضرت ﷺ کی رسالت ہر مکان و زمان کے لئے عام ہے

آنحضرت ﷺ سے قبل انبیاء کی نبوت کسی خاص قوم یا شہر یا علاقہ کے لئے محدود ہوتی تھی۔ اس لئے تعدد مبلغین کی ضرورت تھی حضور ﷺ کی رسالت جملہ خلق اللہ کے لئے عام ہے جو قیامت تک پیدا ہونے والی ہے لہذا حضور کے بعد کسی دوسرے نبی کی حاجت نہیں۔ جناب علیہ السلام نے باوازی بلند فرمایا: ”یا ایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً الذی لہ ملک السموات والارض (اعراف: ۱۵۸)“

۲..... ”تبارک الذی نزل الفرقان علی عبده لیكون للعالمین نذیراً (فرقان: ۱)“

۳..... ”واوحی الیٰ ہذا القرآن لا نذرکم بہ ومن بلغ (الانعام: ۱۹)“

۴..... ”لتنذرا م القرئی ومن حولہا (شوری: ۷)“ اور حضور نے ارشاد فرمایا:

”ارسلت الی الخلق کافۃ“ مجھے جملہ خلق اللہ کی رہنمائی کے لئے دنیا میں بھیجا گیا ہے۔

کتاب پیدائش کی بشارت

اور توراۃ کتاب پیدائش میں بھی اس امر کی تصریح موجود ہے کہ آنجناب کی دعوت تمام قوموں پر حاوی ہے اور دنیا کا کوئی خطہ آپ کی دعوت سے باہر نہیں۔ ”لا یزول الحاکم من یہود او الراسم من بنی اسرائیل حتیٰ یحییٰ الذی لہ الكل وایاہ تفتنظر الامم

والیہ تجتمع الشعوب“ یعنی نبی ہمیشہ بنی اسرائیل میں سے ہوتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ وہ نبی پیدا ہو جس کی اتباع پر تمام قومیں مامور ہیں۔ یعنی حضرت محمد ﷺ جن کی دعوت سب دنیا کے لئے عام ہے۔ اس وقت نبوت بنی اسرائیل سے خارج ہو جائے گی اور تمام امتیں اس نبی کی انتظار میں ہیں کیونکہ ہر نبی نے اپنی اپنی امت سے ان کا تذکرہ کر دیا ہے۔ اور آسمانی صحائف بتا مہان کی بشارتوں سے پر ہیں دنیا کی جملہ اقوام ان کے مذہب میں داخل ہوں گی یہ ان کا اجتماع ہے جس کی طرف فقرہ الیہ تجتمع الشعوب میں اشارہ کیا گیا ہے۔ اگر آپ کے بعد کوئی نبی پیدا ہو اور کسی زمانہ کی رسالت کو اس کے ساتھ وابستہ سمجھا جائے تو حضرت کی دعوت عام نہیں رہتی بلکہ بعض ازمہ سے مخصوص ہو جاتی ہے جو خلاف قرآن و سنت و اجتماع ہے۔

بائبل پکار پکار کہتی ہے کہ حضرت خاتم الانبیاء ہیں
کتاب یسعیاہ سے ختم نبوت کا ثبوت

یسعیاہ باب ۴۹ میں ہے۔ اے بحری سرزمینو! میری سنو! اے لوگو! جو تم دور ہوکان دھرو خداوند نے مجھے رحم سے بلایا میں جب سے اپنی ماں کے پیٹ سے نکلتا ہی سے اس نے میرے نام کو مذکور کیا اور اس نے میرے منہ کو تیز تلواری کی مانند کیا اور مجھ کو اپنے ہاتھ کے سایہ تلے چھپایا اور اس نے مجھے تیرا بدار کیا اور اپنے ترکش میں مجھے چھپا رکھا اور اس نے مجھ سے کہا کہ تو میرا بندہ ہے۔

تشریح

بحری زمین کی تخصیص اس لئے ہے کہ حضور جزیرۃ العرب میں پیدا ہوئے اور اہل جزیرہ کو سب سے اول حق کی دعوت دی اور کہا اے بحری سرزمینو میری سنو! پھر عرب کے جزیرہ سے متجاوز ہو کر دنیا کے تمام بلاد ممالک میں جو دور دراز واقع ہیں۔

صدائے دعوت پہنچائی اور کہا کہ اے لوگو جو تم دور ہوکان دھرو اس نے میرا نام مذکور کیا حضرت کا ذکر احبار رہبان و شعراء کاہنوں و جنوں و اصنام کی زبان پر جاری تھا

آنحضرت ﷺ ابھی تولد نہ ہوئے تھے کہ احبار اور رہبان اور کاہنوں اور نجومیوں کی زبان پر آپ کا تذکرہ اشاعت پذیر تھا اور شاعروں نے اپنے قصائد کو حضور کے ذکر سے زیب و زینت بخشی۔ یہود میں سے عبداللہ بن سلام اور پسران سعید اور ابن یامین اور یحییٰ بن یسوع اور کعب

الاحبار اور شاموک عبداللہ بن صوریا۔ حی بن خطاب اور برادر خطاب اور کعب بن اسد وزیر بن باطیاء نے آپ کی صداقت کی شہادت دی اور علماء نصاریٰ میں سے بکیراء اور نسطورا اور صاحب بصری اور صفاطر اور اسقف شام اور جاردو اور سلمان اور نجاشی اور مسکین حبشہ اور راہب بصری اور اسقف نجران اور ہرقل ملک روم اور صاحب رومہ وغیرہم نے حضرت کی نبوت کی تصدیق کی اور مقوقس والی مصر اور اس کے وزیر نے حضور علیہ السلام کے حق میں تصدیق فیہ الفاظ بیان کئے اور شعراء میں سے تیج اور اوس بن حارثہ اور کعب بن لویٰ اور سفیان بن مجاشع اور قس بن ساون اور سیف بن ذی بزن وغیرہم کے اشعار حضور کی صفات کو مستہر کرتے ہیں اور زید بن عمرو بن نوفل حنیف اور ورقہ بن نوفل عیسائی اور عسکلان جمیری نے بھی آپ کی نبوت کا اعلان کر دیا تھا اور کاہنوں کی جماعت میں سے شافع بن کلیب اور شق اور سلح اور سواد بن قارب اور خنافر اور اقی نجران اور جذل بن جذل کندی اور ابن خاصہ دوسی اور سعید بن بنت کریرا اور قاطمہ بنت نعمان نے آپ کی خبر پہلے سے مستہر کی اور جنوں کی زبان اور بتوں کے شکم اور ذبیحوں سے حضرت کے وقت رسالت کی اطلاع ملتی تھی اور قبروں اور پتھروں اور دیواروں پر آپ کا تذکرہ خط قدیم سے لکھا ہوا پایا گیا۔ بلکہ آپ کا نام نامی واسم گرامی ہر زبان پر دائر تھا۔ اس لئے بہت نفوس نے اپنی اولاد کا نام محمد رکھا تا کہ نبوت و رسالت ان کے حصہ میں آئے لیکن اللہ اعلم حیث یجعل رسالۃ آنحضرت کے عہد میں آپ کے ہم نام ہفت کس موجود تھے محمد بن ایچہ کو بن جلال اوی، محمد بن مسلمہ انصاری محمد بن براہکری، محمد بن سفیان بن مجاشع، محمد بن عمرو بن جھلی، محمد بن خزاعی السلمی، پہلا شخص جو اس نام سے موسوم ہوا محمد بن سفیان ہے اور بیسیوں کا دعویٰ ہے کہ محمد بن محمد اس نام سے مشرف ہوا جو قبیلہ ازد سے ہے۔

باقی تشریح

اور حضرت کا منہ نیز تلوار کی مانند تھا یعنی فصاحت میں تلوار کی طرح کام کرتے تھے۔ یا آپ کے احکام لسانیہ نیز تلوار کا نمونہ تھے یا آپ کی دعائیں وہ کام کرتی تھیں جو شیر بر آں کرتی ہے۔ یا چہرہ کی درخشانی اور رخسار کی صفائی بشرہ کی چمک و دمک تلوار سے ملتی جلتی تھی: ”قال رجل وجهه مثل السيف قال لا بل كان مثل الشمس والقمر وكان مستديرا“ شرح نے لکھا ہے: ”مثل السيف في البريق واللمعان لكن لما كان يوهم الطول ايضاً قال جابر لا بل كان وجهه مثل الشمس والقمر“ یعنی حضرت کا چہرہ مباحث اور چمک میں تلوار سے نسبت رکھتا تھا۔ مگر حضرت جابر کا بیان ہے کہ چہرہ

کی استدارت کا خیال رکھتے ہوئے آفتاب باہمتاب سے مماثلت درست بنتی تھی ہے۔

اور رسول خدا ﷺ کو خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھوں کے سایہ تلے چھپایا اور دشمنوں کے زور آور حملوں سے انہیں بچایا اور پیغامِ ہوالہ یعصمک من الفاس سنایا و سبکفیکہم اللہ اور انا کفینک المستہزئین کا مژدہ بتلایا اور اس نے آنحضرت کی ذات ستورہ صفات کو تیر آبدار بنایا کہ جیسے تیر دشمن پر قلبہ پانے کا ایک آلہ ہے۔ اسی طرح حضور کی ذاتِ قلبہ بر اعداء کا وسیلہ ہے صحابہ کہتے ہیں: ”کنا اذا حمى الوطيس القينا برسول الله ﷺ“ دشمنوں کی حشمت و شوکت کو حضور کے وجود نے زائل کر دیا اور اپنی ترکش میں مجھے چھپا رکھا تا کہ آخر پر مجھے ظاہر کیا جائے اور نبی ﷺ کو خدا نے سب سے اول پیدا کیا اور آخری وقت تک محفوظ رکھا اور آخر میں دنیا میں بھیجا۔ قاضی حمادؒ نے شفا میں تحریر فرمایا ہے: ”وسمى الله تعالى نبية محمد ﷺ بالفاتح في حديث الاسراء الطويل من رواية الربيع بن انس عن ابي العالية وغيره عن ابي هريرة وفيه من قول الله تعالى وجعلتك فاتحا وخاتما وفيه من قوله عليه الصلوة والسلام في ثناء على ربه وتعديد مراتبه ورفع لى نكرى وجعلنى فاتحا وخاتما ثم قال فى معناه اقوالا اخر المبدء المقدم فى الانبياء والخاتم لهم كما قال عليه السلام كنت اول الانبياء فى الخلق واخرهم فى البعث“ یعنی خدا نے اپنے نبی کا نام فاتح قرار دیا۔ ابو العالیہ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے سلسلہ اسناد پر پیچ بن انسؓ یونہی نقل کیا ہے اور اس سیاق متن میں خدائے تعالیٰ کا قول جناب نے ذکر فرمایا ہے کہ اس نے مجھے سب سے اول پیدا کیا اور تا آخر چھپا رکھا اور سب سے پیچھے مجھے دنیا میں مبعوث کیا اور بعد ازاں خدا کی ثناء کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اس نے میرا شہر بلند کیا اور مجھے تمام سے پہلے بنایا اور سب سے آخر ظاہر کیا اور حدیث: ”كنت اول الانبياء فى الخلق واخرهم فى البعث“ اس مضمون کی موسید ہے۔

انجیل متی کی بشارت

اور انجیل متی باب ۱۹ میں ہے کہ: ”آسمان کی بادشاہت اس گھر کے مالک کی مانند ہے جو سویرے نکلا تا کہ اپنے انگوری باغ میں مزدور لگائے اور اس کے مزدوروں سے ایک دینار روزِ ٹھہرا کر انہیں اپنے باغ میں بھیج دیا۔ پھر دن چڑھے کے قریب نکل کر اس نے اوروں کو بازار میں بے کار کھڑے دیکھا اور ان سے کہا تم بھی باغ میں چلے جاؤ جو واجب ہے تمہیں دوں گا پس وہ چلے گئے۔ پھر اس نے دوپہر اور تیسری پہر کے قریب نکل کر ویسا ہی کہا اور کوئی ایک گھنٹہ دن رہے پھر

نکل کر اوروں کو کھڑے پایا اور ان سے کہا کہ تم کیوں یہاں تمام دن بیکار کھڑے رہے انہوں نے اس سے کہا اس لئے کہ کسی نے ہم کو مزدوری پر نہیں لگایا۔ اس نے ان سے کہا کہ تم بھی باغ میں چلے جاؤ۔ جب شام ہوئی تو باغ کے مالک نے اپنے کارندے سے کہا کہ مزدوروں کو بلا اور پچھلوں سے لے کر پہلوں تک انہیں مزدوری دے دے جب وہ آئے جو گھنٹہ دن رہے تو انہیں ایک ایک دینار ملا جب پہلے مزدور آئے تو انہوں نے یہ سمجھا کہ ہمیں زیادہ ملے گا اور ان کو بھی ایک ایک دینار ملا۔ جب ملا تو گھر کے مالک سے یہ کہہ کر شکایت کرنے لگے ان پچھلوں نے ایک ہی گھنٹہ کام کیا اور تو نے انہیں ہمارے برابر کر دیا۔ جنہوں نے دن بھر کا بوجھ اٹھایا اور سخت دھوپ سہی اس نے جواب دے کر ان میں سے ایک سے ایک سے کہا۔ میاں میں تیرے ساتھ بے انصافی نہیں کرتا۔ کیا تیرا مجھ سے ایک دینار نہیں ٹھہرا تھا جو تیرا ہے اٹھا لے اور چلا جا۔ میری مرضی یہ ہے کہ جتنا تجھے دینا ہوں اس پچھلے کو بھی اتنا ہی دوں۔ کیا مجھے روا نہیں کہ اپنے مال کو جو چاہوں سو کروں۔ یا تو اس لئے کہ میں نیک ہوں تو بری نگاہ سے دیکھتا ہے اس طرح آخر اول ہو جائیں گے۔“

حدیث مطابق مضمون انجیل

آنحضرت ﷺ نے پیش گوئی مندرجہ صدر کا مصداق اپنی امت کو قرار دیا ہے چنانچہ بشارت ہذا کا خلاصہ مضمون اپنے کلمات میں اخذ کر لیا ہے۔ بخاری نے صحیح میں اور محمد نے موطا میں حضرت عبداللہ بن عمر سے مرفوعاً روایت کیا ہے: ”انما اجلکم فی اجل من خلا من الامم ما بین صلوٰۃ العصر الی مغرب الشمس وانما مثلکم ومثل الیہود والنصارى کرجل استعمل عمالا فقال من یعمل لی الی نصف النہار علی قیراط قیراط فصملت الیہود والی نصف النہار علی قیراط قیراط ثم قال میں یعمل لی الی صلوٰۃ العصر علی قیراط قیراط ثم قال ومن یعمل من صلوٰۃ العصر الی المغرب الشمس علی قیراطین قیراطین الا فانتم الذین یعملون من صلوٰۃ العصر الی مغرب الشمس الاکم الاجر مرتین ففضبت الیہود والنصارى فقالوا نحن اکثر عملا وقل عطاء قال اللہ تعالیٰ فهل ظلمتکم من حقکم شیئاً قالوا لا قال اللہ تعالیٰ فانه فضلی اعطیه من شئت“ یعنی تمہاری میعاد سابقہ امتوں کے مقابلہ میں اتنی ہے جیسا عمر سے مغرب تک وقت کی ہے اور تمہارا اور یہود کا حال بالکل ایسے شخص سے ملتا ہے جس نے باغ میں مزدور لگائے اور آواز دیا کہ کون صبح سے دن ڈھلتے تک ایک ایک قیراط کے مقابلہ میں کام کرے گا۔ یہود نے اس کا کام دو پہر تک ایک ایک قیراط لے کر

کیا۔ پھر نکلا اور نداء کی کہ کون دو پہر سے عصر تک میرا کام ایک ایک قیراط کے معاوضہ میں کرے گا۔ تو عیسائیوں نے عصر تک کام کیا مگر ایک ایک قیراط لے کر پھر نکلا اور صدا اٹھائی کہ کون میرا کام عصر سے مغرب تک کرے اور اجر دو دو قیراط پاوے سن رکھو تم وہ امت ہو جن کا وقت مزدوری عصر سے مغرب تک ہے مگر تمہیں دو دو قیراط ملیں گے یعنی دو ہرے اجر کے تم مستحق ہو۔ تب یہود و نصاریٰ رنج میں آئے اور مالک سے کہا کہ ہم نے محنت پر زیادہ عرصہ صرف کیا اور اجرت ہمیں کم ملی تو مالک نے کہا کہ جو محتانہ تم سے ٹھہرایا تھا اس سے کم تمہیں نہیں دیا۔ ایک کو اگر میں نے اپنے مال سے زیادہ دیا تو یہ میری مرضی میں اپنے مال کا مختار ہوں میرا فضل ہے جس کو چاہوں میں عطا کروں۔

دوسری حدیث مطابق مضمون انجیل

اس طرح پچھلے پہلے ہو جائیں گے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً بخاری اور مسلم نے امت محمدی کی شان میں نقل کیا ہے: ”نحن الآخرون السابقون يوم القيامة بيدانهم اوتوا الكتاب من قبلنا واوتينا من بعدهم“ یعنی ہم پچھلے ہیں دنیا میں اور پہلے ہوں گے دن قیامت کے۔ ہاں یہ بات اور ہے کہ انہیں ہم سے پہلے کتاب عطا ہوئی اور ہم کو بعد میں عنایت ہوئی اور مسلم کی دوسری روایت میں ہے: ”نحن الآخرون الاولون يوم القيامة ونحن اول من يدخل الجنة“ یعنی ہم دنیا میں آخر اور روز قیامت اول ہوں گے۔ سب سے اول ہم ہی بہشت میں جائیں گے اور تیسری روایت میں حضرت حذیفہؓ سے اس طرح ثابت ہے: ”نحن الآخرون من اهل الدنيا والاولون يوم القيامة المقضى لهم قبل الاخلاق“ ہم اہل دنیا میں سب سے اخیر میں اور عقبیٰ میں سب سے مقدم ہوں گے۔ ہمارا فیصلہ سب خلق اللہ سے اول ہوگا اور داری نے اس روایت کو عمرو بن قیس سے بیان کیا ہے۔ حدیث کا منشاء بالکل انجیل کے بیان کے مطابق ہے جہاں کچھ معمولی اختلاف ہے وہ ان کتابوں کی تحریف کا اثر ہے۔

مرزا قادیانی کا خود از الہ میں یہ قول ہے کہ نبوت کا اختتام ہو چکا ہے
”اور نیز خاتم النبیین ہونا ہمارے نبی ﷺ کا کسی دوسرے نبی کے آنے سے مانع ہے۔ ظاہر ہے کہ اگرچہ ایک ہی دفعہ وحی کا نزول فرض کیا جائے اور صرف ایک ہی فقرہ حضرت جبرئیل لائیں اور پھر چپ ہو جائیں یہ امر بھی ختم نبوت کا منافی ہے کیونکہ جب خمیت کی مہر ٹوٹ گئی

اور وحی رسالت پھر نازل ہوئی شروع ہوئی تو پھر توڑا یا بہت نازل ہوتا رہا ہے ہر ایک دانا سمجھ سکتا ہے کہ اگر خدائے تعالیٰ صادق الوعد ہے اور جو آیت خاتم النبیین ہیں وعدہ دیا گیا ہے اور جو حدیثوں میں بتصریح بیان کیا گیا ہے کہ اب جبریل بعد وفات رسول اللہ ﷺ ہمیشہ کے لئے وحی نبوت لانے سے منع کیا گیا ہے۔ یہ تمام باتیں سچ اور صحیح ہیں تو پھر کوئی شخص بحیثیت رسالت ہمارے نبی ﷺ کے بعد نہیں آسکتا۔“ (ازالہ فتنہ اس ۵۷۵ ص ۵۷۵، خزائن ج ۳ ص ۳۱۰-۳۱۱)

مرزا قادیانی کا دعویٰ کہ وحی مجھ پر نازل ہوتی ہے

فتح نبوت کو توڑنے کے لئے آنحضرت ﷺ کے بعد ایک فقرہ کا نزول بھی مرزا قادیانی نے کافی سمجھا ہے۔ اس امر کو ملحوظ رکھتے ہوئے میں کہتا ہوں کہ مرزا قادیانی کا دعویٰ نبوت آیت فتح نبوت کی تحقیر کا محض منہ ہے آپ نے صرف اسی دعویٰ پر قناعت نہیں کی بلکہ لکھا ہے کہ: ”خدا کی وحی بارش کی طرح مجھ پر نازل ہوئی۔ اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا۔ اور صریح طور پر مجھے نبی کا خطاب دیا گیا۔ مگر اس طرح کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی اور جیسا کہ میں نے نمونہ کے طور پر بعض عبارتیں خدائے تعالیٰ کی وحی کی اس رسالہ میں بھی لکھی ہیں۔ ان سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ مسیح ابن مریم کے مقابل پر خدائے تعالیٰ میری نسبت کیا فرماتا ہے۔ میں خدائے تعالیٰ کی دس برس کی متواتر وحی کو کیونکر رد کر سکتا ہوں۔ میں اس کی اس پاک وحی پر ایسا ہی ایمان لاتا ہوں جیسا کہ ان تمام خدا کی وحیوں پر ایمان لاتا ہوں جو مجھ سے پہلے ہو چکی ہے۔“

(حقیقت الوحی ص ۱۵۰، خزائن ج ۲۲ ص ۱۵۲)

اور نیز اپنی کتاب نزول المسیح کے ضمیمہ میں لکھتے ہیں: ”اگر خدا کی پاک وحی سے حدیثوں کا کوئی مضمون مخالف پاوے اور اپنی وحی کو قرآن کے مطابق پاوے اور بعض حدیثوں کو بھی اس کی مؤید دیکھے تو ایسی حدیثوں کو چھوڑ دے اور ان حدیثوں کو قبول کرے جو قرآن کے مطابق ہیں اور اس کی وحی کے مخالف نہیں۔“ (ضمیمہ ص ۳۰، ملحقہ باعجاز احمدی، خزائن ج ۱۹ ص ۱۳۹)

مرزا قادیانی اپنی وحی کو قرآن کے برابر خیال کرتے ہیں

اور (حقیقت الوحی کے ص ۲۱۱، خزائن ج ۲۲ ص ۲۲۰) پر بھی ایسا بیان مندرج ہے جو مرزا قادیانی کی وحی کو کتب اربعہ منزلہ کے مساوی بتلا رہا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے: ”میں خدائے تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں ان الہامات پر اسی طرح ایمان لاتا ہوں جیسا کہ قرآن شریف پر اور خدا کی دوسری کتابوں پر اور جس طرح میں قرآن شریف کو یقینی اور قطعی طور پر خدا کا کلام جانتا ہوں۔ اسی طرح اس کلام کو بھی جو میرے پر نازل ہوتا ہے۔“ اور اربعین نمبر ۳ ص ۱۹ کے ذیل میں لکھا ہے:

”جب کہ مجھے اپنی وحی پر ایسا ہی ایمان ہے جیسا کہ توراۃ اور انجیل اور قرآن پر تو کیا انہیں مجھ سے یہ توقع ہو سکتی ہے کہ میں ان کی عظمت بلکہ موضوعات کے ذخیرہ کو سن کر اپنے یقین کو چھوڑ دوں جس کی حق یقین پر مبنی ہے۔“ (اربعین نمبر ۳۷، ۱۹، ۲۰، ۲۱ ج ۱ ص ۲۵۳) اور حقیقت الوحی میں لکھا ہے:

”اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب میں امت میں گزر چکے ہیں۔ ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا اور دوسرے تمام لوگ اس کے مستحق نہیں کیونکہ کثرت وحی اور کثرت امور غیبیہ ان میں پائی نہیں جاتی۔“

(حقیقت الوحی ص ۳۹۱، ۳۹۲ ج ۲ ص ۴۰۶)

ناظرین! بحوالہ ازالہ مرزا قادیانی کا بیان آپ پڑھ چکے ہیں کہ ایک فقرہ کا نزول بھی آنحضرت کے بعد متافی ختم نبوت ہے۔ اس کے ساتھ ان کے دوسرے بیانات کو ملاحظہ فرمائیں جن میں اپنی وحی کو کتب منزلہ کے مساوی بتلایا ہے۔ اور بیان کیا ہے کہ بارش کی طرح مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے تو ایک طرح گویا مرزا قادیانی کا اقرار ہے کہ میرا دعوائے آیت خاتم النبیین کے مخالف ہے اور میں اس آیت کا منکر ہوں اور دیدہ دانستہ میں نے خاتم النبیین کے مضمون کو توڑ دیا ہے۔ اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ آپ حقیقی نبوت کے مدعی ہیں ورنہ آپ کی وحی قرآن اور انجیل اور تورات سے ہم پلہ کیونکر ہو سکتی تھی۔

تشریحی اور غیر تشریحی نبوت کے دونوں اقسام منقطع ہو چکی ہیں

آنحضرت ﷺ ہر دم جو کہ پامکاب تھے اور حضرت علیؓ کو بچوں اور یوزھوں اور مستورات کی حفاظت کے لئے مدینہ میں اپنا جانشین بنایا حضرت علیؓ نے عذر کیا اتنا خلفنی فی النسۃ والصبیان یعنی یہ بات میرے لئے موجب عار ہے کہ آپ مجھے جو کہ نسواں و صبیان میں چھوڑتے ہیں۔ حضور ﷺ نے ان کے اطمینان کے لئے یہ الفاظ فرمائے: ”انست منی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ الا انه لا نبی بعدی“ یعنی اخوت اور عارضی جانشینی کے لحاظ سے آپ کو میرے ساتھ وہی نسبت ہے جو حضرت ہارون کو حضرت موسیٰ سے تھی لیکن ہارون علیہ السلام نبی تھے اور میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ گویا ان الفاظ نے قطعی فیصلہ کر دیا ہے کہ غیر تشریحی نبوت بھی ختم ہو چکی ہے۔ کیونکہ حضرت موسیٰ صاحب شریعت و غیر تشریحی نبوت تھے اور حضرت ہارون غیر تشریحی نبی بطور مددگار لگے ہوئے جیسے ان کی دعاء سے یہ بات بالکل واضح ہے:

”واجعل لی وزیر امن اہلی ہارون اخی اشد بہ ازری“ اور اس بات کی اجابت کو بھی خدا نے سورہ فرقان میں ظاہر کیا ہے: ”ولقد اتینا موسیٰ الكتاب وجعلنا معہ اخاہ

مرزا قادیانی نے نبوت کے دو اقسام قرار دئے ہیں تشریحی کو مسدود بتلایا ہے یعنی صاحب شریعت جدیدہ آنحضرت کے بعد نہیں آسکتا اور غیر تشریحی نبوت کے متعلق آپ کی یہ رائے ہے کہ وہ تاقیامت جاری رہے گی کیونکہ خدا کا فیض کسی خاص زمانہ تک محدود نہیں ہو سکتا اور اس عقیدہ کو اہل سنت نے کفر بتلایا ہے اس لئے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے کلمات طیبات میں غیر تشریحی نبوت کے اسناد کی بھی تصریح کی ہے۔ بخاری نے روایت کیا ہے: ”کانت بنوا اسرائیل تسوسهم الانبیاء کلما هلك نبی خلفه نبی وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی“ بنوا اسرائیل پر انبیاء حکمرانی کرتے تھے۔ جب ایک نبی انتقال کرتا تو دوسرا نبی اس کا جانشین ہو جاتا۔ یہ سلسلہ حضرت موسیٰ کے بعد متواتر جاری رہا۔ یہ خلفاء موسیٰ علیہم السلام کہلاتے تھے جن کے پاس جدید شریعت نہ تھی۔ وہ تورات پر حکم صادر کرتے تھے اور حضرت موسیٰ کی نبوت کے مصدق تھے۔ لیکن حضرت فرماتے ہیں کہ میرے بعد ایسے انبیاء غیر تشریحی بھی نہ ہوں گے جیسے حضرت موسیٰ کے بعد ہوئے ہیں۔ میں خاتم النبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا اور خلفاء بغیر نبوت میرے پیچھے کثرت سے ہوں گے۔

اگر غیر تشریحی نبوت جاری تھی تو حضرت نے مسیلہ پر کیوں کفر کا فتویٰ دیا۔ جس نے محض یہ دعویٰ کیا تھا کہ میں غیر تشریحی نبی ہوں اور شریک نبوۃ محمدیہ جس طرح حضرت ہارون حضرت موسیٰ کے ساتھ شریک تھے۔ حضرت موسیٰ تشریحی نبی تھے اور حضرت ہارون غیر تشریحی۔ پھر مسیلہ کے دو معتقدوں کو جو مسیلہ کی چشمی لے کر حاضر خدمت ہوئے تھے۔ یہ کیوں کہا کہ تم بھی مسیلہ کی نبوت کے قائل ہو۔ تمہارا قتل کر دینا واجب تھا مگر معذوری یہ ہے کہ قاصدوں اور سفیروں کے قتل کا نہ حکم ہے نہ رواج اور حضرت ابو بکر صدیق نے مسیلہ اور اس کے معتقدین کی خلاف کیوں شمیر اٹھائی اور خالد کے سپہ سالاری میں ایک جہار فوج دے کر کیوں یمامہ پر حملہ کا حکم دیا حتیٰ کہ خالد نے اکثر رفقاء مسیلہ کو تہ تیغ کر کے فتح یابی حاصل کی۔ کیا وہ نہ سمجھتے تھے: ”امرت ان اقاتل الناس حتی یشہدوا ان لا الہ الا اللہ وان محمد رسول اللہ“ یعنی قتال اس وقت ممنوع ہے جبکہ فریق مقابل کلمہ گو ہو۔ مسیلہ اور اس کے رفقاء ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ پڑھتے تھے اور حضرت کی نبوت کے قائل تھے اور ان کے دین کو دین حق خیال کرتے تھے۔ مہذب اصحاب نے انہیں کافر سمجھا۔ اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ وہ آیت خاتم النبیین کا انکار کر کے دائرہ کفر میں داخل ہو گئے۔ اور انہیں کلمہ کا مفہوم جو اعتراف و حید و رسالت ہے ناسمجھ نہ ہوا۔

کیونکہ ایک آیت قرآنی کا انکار جملہ قرآن کے انکار کے مساوی ہے اور قرآن کا انکار انکار رسالت کے ہم دوش ہے اور ان کا رسالت میں خدا کا انکار لازم ہے۔ اسلئے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ! کا اعتراف باطل ہو گیا۔

حضرت علیؓ مثیل ہارون علیہ السلام ہیں لیکن نبوت کے مدعی نہیں

اور آنحضور علیہ السلام نے حضرت علیؓ کو حضرت ہارون سے جو غیر تشریفی نبی تھے نسبت اور مماثلت دے کر آخر میں یہ جملہ فرمایا: الا انہ لا نبی بعدی یعنی غیر تشریفی نبوت جیسی حضرت ہارون کو ملی تھی۔ میرے بعد ختم ہے اور حضرت علیؓ باوجودیکہ بروزی اور غلطی طور پر حضرت ہارون کے مثیل تھے۔ لیکن چونکہ آنحضرت ﷺ کے بعد ہر طرح کی نبوت کا سلسلہ مسدود ہے اس لئے آپ نے فرمایا: ”الا انی لست بنبی ولا یوحی الیّ ولكنی اعمل بکتاب اللہ وسنة نبیہ ما استعطت (فقہاء ص ۱۹۴)“ یعنی حضرت علیؓ کا قول ہے کہ میں پیغمبر نہیں اور نہ مجھے وحی آتی ہے لیکن میں حتی الامکان کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ پر عامل ہوں۔

باب وحی آنحضرتؐ کے بعد قطعاً مسدود ہو چکا ہے ابو بکر صدیقؓ آنحضرتؐ کے بعد نزول وحی کی نفی کرتے ہیں

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے خطبہ خلافت میں تصریح فرمایا ہے کہ مجھ پر وحی نازل نہیں ہوتی اور آنحضرت ﷺ مورد وحی تھے اس لئے مجھ سے غلطی کا صادر ہونا ممکن ہے۔ مگر آنحضرت ﷺ خطا سے محفوظ اور شیطان سے معصوم تھے۔ ”اخرج احمد عن قیس بن ابی حازم قال قال ابو بکر الصديق لئن اخذتموني بسنة نبیکم ما اطيقها ان كان لمعصوما من الشيطان وان كان لينزل عليه الوحي من السماء“ یعنی اگر تم مجھ کو اپنے نبی کی سنت سے گرفت کرو گے تو مجھے اس کی کما حقہ بجا آوری کی طاقت نہیں۔ آنحضرت ﷺ شیطان سے معصوم تھے اور آپ پر آسمان سے وحی نازل ہوتی تھی مگر مجھے یہ کمالات حاصل نہیں۔ ”اخرج ابن سعد عن الحسن البصري انکم ان کلفتموني ان اعمل فيکم بمثل عمل رسول اللہ ﷺ لم اقم به کان رسول اللہ ﷺ عبداً اکرمه اللہ بالوحي وعصمه الا وانما انا بشر والست بخیر من احدکم“ ابن سعد نے حضرت حسن بصری سے ابو بکر صدیقؓ کا بیان اس طرح نقل کیا ہے کہ اگر مجھ کو یہ تکلیف دو گے کہ میں تمہارے درمیان ایسی چال چلوں جیسے رسول اللہ ﷺ چلتے تھے میں اس کی کما حقہ پابندی نہ کر سکوں گا۔ حضرت خدا کے مکرم بندہ

تھے۔ خدا نے آپ ﷺ کو وحی سے سرفراز فرمایا تھا اور شیطان زود سے محفوظ رکھا تھا۔ میں ایک تمہاری طرح بشر ہوں اور تم میں سے کسی کی نسبت فضیلت نہیں رکھتا باوجودیکہ آپ صدیق ہیں اور صدیق کا پایہ محدث سے اعلیٰ ہے پھر بھی آپ وحی نبوت کے نزول سے انکار کرتے ہیں۔

ام ایمن کا قول کہ وحی منقطع ہو چکی ہے

اور ام ایمن کا قول مسلم نے بروایت انس یوں روایت کیا ہے: ”ولكن ابكس ان الوحي قد انقطع من السماء“ یعنی میں حضرت ﷺ کی وفات پر اس لئے روتی ہوں کہ وحی کا نزول آسمان سے منقطع ہو گیا ہے۔ (مکتوٰۃ)

روایا صادقہ جزو نبوت ہے بذاتہا نبوت نہیں مبشرات کے پیرایہ میں نبوت حاصل نہیں ہو سکتی

حدیث بخاری میں ہے: ”لم يبق من النبوة الا المبشرات قلوا وما المبشرات قال الروياء الصالحة وزاد مالك برواية عطلة بن يسار يراها الرجل المسلم او ترى له“ یعنی نبوت جاتی رہی اور اب اس کا ایک حصہ یعنی مبشرات دنیا میں باقی ہیں۔ صحابہ نے دریافت کیا کہ مبشرات سے کیا مراد ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا یہی خواب مبشرات میں داخل ہے اور مالک نے بروایت عطاء بن یسار کہا کہ سچے خواب جو مسلمان دیکھے یا اس کے حق میں دیکھی جائے مبشرات کا جزو ہے۔ اور بخاری و مسلم نے حضرت انسؓ سے مرفوعاً روایت کیا ہے: ”اذا اقترب الزمان لم يكذب روياء المؤمن ودرويا المؤمن جزء من ستة واربعين جزء من النبوة وما كان من النبوة فانه لا يكذب وروي الترمذی الفصل الاخير من روايته ابی رزین العقيلي“ جب زمانہ قرب قیامت یا موسم بہار آوے تو مومن کا خواب غلط نہ ہوگا۔ مومن کا خواب نبوت کا چھایا ہوا حصہ ہے اور جو نبوت کے تعلق سے خواب دیکھی جائے وہ جھوٹ نہیں ہوتی۔ ترمذی نے صرف روایت کا آخر حصہ بیان کیا ہے۔ چند اقتباسات یہاں قابل ذکر ہیں۔

روایاء کافر کی جزو نبوت نہیں

.....۱ روایاء مومن کی اجزاء نبوت میں سے ہے نہ کافر کی۔ مرزا قادیانی کا ایماء علماء مذہب کے نزدیک غیر مسلم ہے چنانچہ فتویٰ مشتملہ اس کے لئے کامل دلیل ہے۔ لہذا مرزا قادیانی کے روایاء جزو نبوت نہیں۔

۴..... محقق جزو کا مستزحم محقق کل نہیں۔ ورنہ لازم آئے گا کہ جملہ اہل ایمان جو روایاد کہتے ہیں
نئی قرار دیے جائیں۔ اور لازم باطل ہے۔ فکذا الملزوم

انبیاء اور مؤمنین کی روایا میں یون بعید ہے

اور نیز یہ نتیجہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ انبیاء اور مؤمنین کی روایاد یا مساوی ہو حالانکہ ان میں
فرق ہے۔ انبیاء کی روایات قطعی بحولہ وحی ہوتی ہے۔ برخلاف عامہ مؤمنین کے حضرت امیر المومنین علیہ
السلام نے اپنی روایاد کو وحی کا ردیف سمجھا لیکن عام اہل ایمان کی روایاد کی شان نہیں۔

محقق جزو موجب محقق کل نہیں

خود حضور علیہ السلام کی دوسری حدیث اس کی تائید کر رہی ہے کہ جزو کا محقق موجب
محقق نبوت نہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے: ”ذهبت النبوة وبقیت المہشرات والروایہ
الصالحۃ جزء من ستة اربعین جزء من النبوة (مارک)“ یعنی نبوت مرتفع ہو گئی ہے
اور روایاد صالحہ جو نبوت کا چھٹا حصہ ہے باقی ہے۔ ایک جزو سے نبوت کا مفہوم مکمل نہیں
ہو سکتا اس لئے کہا ذہبت النبوة اس قضیہ کو دیکھنے کے لئے حسب ذیل امثلہ پر غور کرو۔

نماز کے ایک رکن کے ادا کرنے کو نماز نہیں کہتے

نماز ارکان متعددہ اور واجبات اور شرائط و سنن اور استحبات اور آداب پر مشتمل ہے اگر
کوئی صرف سجدہ یا رکوع کو بجالائے تو اسے مصلی نہیں کہا جاتا۔

اذان کا ایک کلمہ کہنا اذان نہیں

اور ایسے ہی اذان کہ سترہ کلمات پر حاوی ہے اگر کوئی ذکر اس کا صرف ایک کلمہ اللہ
اکبر یا لا الہ الا اللہ یا اشہد ان لا الہ الا اللہ پڑھے تو مؤذن نہیں کہلاتا جب تک سارے
کلمات ادا نہ کرے اسی طرح نبوت کا ایک جزو باقی رہنے سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ دنیا میں اس حصہ
نبوت سے متصف ہو کر نبی پیدا ہو سکتے ہیں۔

علامہ خازن

علامہ خازن نے تفسیر میں لکھا ہے: ”فاذا وقع لا حدقی المنام الاخبار
بنغیب یکون هذا القدر جزء امن النبوة لانه نبی واذا وقع لا حدقی المنام
یکون صدقا“ جب کسی رائے پر خواب میں اخبار غیبی ظاہر ہوں تو یہ نبوت کا حصہ ہے یہ نہیں کہ
وہ نبی ہو جاتا ہے۔ غایت مافی الباب ایسی خواب بھی نکلتی ہے۔

سید علامہ

سید علامہ نے شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے: ”کون الرویاء الصالحة جزء من النبوة حقیقت لا باس به ولا ینافی ذلك انقراض النبوة وذهابها فان جزء لا یکون ذلك الشيء“ یعنی یہ قول کہ روایاء صالحہ نبوت کا جزو ہے۔ اگر حقیقت پر محمول کیا جائے تو کچھ مضائقہ نہیں اور نہ یہ کسی طرح ختم نبوت کے منافی ہے۔ کیونکہ یہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ کسی چیز کا جزو بعینہ وہ شئی نہیں ہوتی۔

علامہ محمد طاہر

علامہ محمد طاہر نے مجمع البحار میں حدیث کی شرح اس طرح کی ہے: ”الرویاء جزو من النبوة ای غی حق الانبیاء فانهم یوحون فی المنام وقیل الرویاء تناتی علی وفق النبوة لانها جزء وباق منها وقیل هی من الانبیاء ای انباء وصدق من الله لا کذب فیہ ولا حرج فی الاخذ بظاهره فان اجزاء النبوة لا یکون نبوة فلا ینافی حدیث ذہبت النبوة“ یعنی روایاء جزو نبوت ہے یہ فقرہ انبیاء کے حق میں حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ ان کی خواب نبوت کا چمپا لیسواں حصہ ہے کیونکہ انہیں خواب میں بھی وحی ہوتی ہے اور بعض نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ یہ روایا کا حال نبوت سے ملتا جلتا ہے کیونکہ وہ اس کی جزو ہے اور مشبہ اور مشبہ بہ میں تغایر من وجہ اور اتحاد من وجہ پایا جاتا ہے۔ لہذا عینیت ثابت نہ ہوئی یا وہ خدا کی طرف سے سچی خبر دیا جانے کا نام ہے۔ جس میں کذب کو دخل نہیں اور اگر اس کلام کو ظاہری معنی پر محمول کیا جائے تو کچھ ہرج نہیں کیونکہ اجزاء نبوت بعینہ نبوت نہیں۔ لہذا جملہ ”ذہبت النبوة“ بالکل راست اور درست ہے اور الرویاء جزء من النبوة اس کے منافی بھی نہیں۔ کیونکہ وجود جزء اور کل میں تلازم نہیں پایا جاتا۔

اگر روایاء صادقہ نبوت ہے تو فاسق کو بھی نبی ماننا ہوگا

علامہ محی الدین نووی نے شرح مسلم میں تحریر فرمایا ہے کہ روایات اس بارے میں مختلف الفاظ کے ساتھ وارد ہوئی ہیں جن میں روایاء کو نبوت کا چمپا لیسواں اور چھپا لیسواں اور ستر واں اور چالیسواں اور انچاسواں اور پچاسواں اور چوالیسواں اور چھپیسواں حصہ قرار دیا گیا ہے ان روایات کی تطبیق اس طرح ہو سکتی ہے: ”فالْمَوْمن الصالح تكون روایاء جزء من ستة واربعین والفساق جزء من سبعین جزء“ یعنی مومن کی روایاء صالحہ نبوت کا چمپا لیسواں حصہ ہے اور

فاسق کی رویا نبوت کا سترواں حصہ ہے اگر کسی کی ذات میں نبوت کا حصہ موجود ہونے سے اس کی نبوت ثابت ہوتی ہے تو فاسق کو بھی نبی ماننا پڑے گا۔ کیونکہ اس میں بھی یہ حصہ موجود ہے۔

بروزی نبوت کوئی چیز نہیں

مرزا قادیانی نے جو نبوت کی دو اقسام بیان کئے ہیں حقیقی و بروزی اس تقسیم پر شریعت مطہرہ کے اصول یعنی کتاب و سنت و اجماع امت سے کوئی ثبوت نہیں ملتا بلکہ کسی ایک امام کا قول بھی اس دعویٰ کی رہنمائی نہیں کرتا
بروز کی حقیقت۔ مباحث بروز کا حکم

.....! جب کوئی انسان انبیاء کے اخلاق حمیدہ و صفات حسنہ و خصال پسندیدہ کا مظہر ہو جائے اور یہ تمام اوصاف اس کی روحانیت میں منعکس ہو جائیں تو اسے بروز کہتے ہیں اور جتنا انسان اخلاق نبوت سے بعید ہو جائے اسے کمون کہتے ہیں۔ یہ مسئلہ ایسا ہے جو اسلام کے موضوع میں داخل نہیں اور نہ اس پر محققین نے کوئی بحث لکھی ہے۔ البتہ فلاسفہ کے زمانہ میں جب عقائد حقہ پر زوال آنا شروع ہوا تو اس وقت علماء کے رد و قدح نے علم العقائد اور علم الکلام اور علم تصوف کی بناء ڈالی اور اصحاب تصوف نے مسئلہ بروز و کمون پر بہت مباحث درج تحریرات کئے لیکن اگر اس کو اعتقادات دینیہ کے قبیل سے شمار کیا جائے تو اس کے بدعت ہونے میں کچھ شبہ نہیں اور محض اس مسئلہ پر بحث و تنقیح کرنا بجز اس کے اسے عقائد دینیہ میں محدود سمجھنے البتہ بدعات حکمیہ میں داخل ہے جسے دوسرے لفظوں میں بدعت حسنہ کہتے ہیں۔

شاہ اسماعیل محدث دہلوی کی رائے

شاہ اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب ایضاح الحق الصریح میں فائدہ اولی کے ماتحت مسئلہ اولیٰ کے عنوان سے یہ عبارت لکھی ہے: ”باید دانست کہ مسئلہ وحدت وجود و شہود و مبحث تنزلات خمسہ و صادر اول و تجدد امثال و کمون و بروز امثال آن از مباحث تصوف و ہم چنیس مسئلہ تجدد واجب و بساطت او تعالیٰ بحسب ذہن یعنی تنزیہ او تعالیٰ از زمان و مکان و جہت و ماہیت و ترکیب عقلی و مبحث عینیہ و زیادہ صفات و تاویل متشابہات و اثبات رویت بلا جہت و محاذاتہ و اثبات جوہر فرد و ابطال ہیولی و صورت و نفوس و عقول یا بالعکس و کلام در مسئلہ تقدیر و کلام و قوم و صدور عالم بر سبیل ایجاب

واثبات قدم عالم وامثال آن از مباحث فن کلام والہیات فلاسفہ از قبیل بدعات حقیقت است اگر صاحب آن اعتقادات منکوره را از جنس عقائد دینیہ می شمارد والا دریں جزو زمان در بدعات حکمیہ البتہ مندرج است چہ سعی در ادراک حقیقت آن و اہتمام تنقیح آل و معدود شدن صاحب آن ورزمرہ علماء دین و حکماء ربانین و تمدح بآن در مقام نکر کمالات دینیہ در عرف عوام بلکہ در کلام خواص ہم دائر است و سائرات“

حافظ ابن حزم کا اتحاد و مافی اتحاد حضرت علیؑ سے

۲..... بروز مافی جس کی حقیقت مذکور ہو چکی مسلم ہے کہ انسان کی روحانیت پر اتباع انبیاء سے اوصاف و اخلاق انبیاء کا انعکاس پڑ جاتا ہے اور اس کی روح بالکل ان کے صفات حسنہ سے رنگین ہو جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ روحانیوں کے نزدیک دونوں میں امتیاز مشکل ہو جاتا ہے اور وہ اس شعر کا حصاد ہو جاتا ہے۔

من تو شدم تو من شدی

من جاں شدم تو تن شدی

تسکس نگویند بعد ازاں

من دیگرم تو دیگری

اور اسی کو اہل تصوف اتحاد و بروز کہتے ہیں۔ شیخ اکبر نے فتوحات کے باب ۲۲۳ میں حافظ ابن حزم کے متعلق ایک ایسا واقعہ لکھا ہے جس سے ان کا اتحاد و مافی اتحاد حضرت علیؑ سے بدرجہ کمال سمجھا جاتا ہے۔ ”غایۃ الوصلۃ ان یکون الشیء عین ما ظہر ولا یعرف انه کما رایت النبیؐ فی المنام وقد عانق محمد بن حزم المحدث فغاب الواحد فی الآخر فلم نر الا واحدا وهو رسول اللہؐ فهذا غایۃ الوصلۃ وهو المعبر عنه بالاتحاد بلفظه ولنعم ما قیل“

۱۔ اخلاق انبیاء سے گویا شبہت حاصل ہو جاتی ہے لیکن جو کمال مشہ بہ میں ہے مشہ کو حاصل نہیں ہوتا اور نہ وہ اخلاق قاضیہ جو نبی کی ذات میں مجموعی طور پر موجود ہیں اس کی ذات میں ظاہر ہو سکتے ہیں کیونکہ تمام اخلاق کاملہ کا نبی کی ذات میں ایسے طور پر جمع ہونا۔ جو دوسرے کی ذات میں اس کمال اور حصر کے ساتھ جمع ہونا محال ہو۔ نبی کا معجزہ ہے اور معجزہ وہی ہے جو دوسرا انسان اس کے مقابلہ سے عاجز ہو۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ نے اعتقاد صحیح میں اس مسئلہ کی روشن تقریر درج کی ہے۔

توهم واشینا بلبل مزاره
فہم لیسعے بیننا بتباعد
فعانقتہ حق اتحدنا تعانقا
فلما اتاننا ملرای غیر واحد

”ویقرب من ذلك ما قیل بالفارسیة“

﴿کہ رقیب آمد و شناخت نشان من دو (احناف العلماء)﴾

یعنی عاشق و معشوق کے درمیان کمال درجہ کا اتحاد یہ ہے کہ ایک انسان بھیہہ دوسرے کا مظہر ہو جائے اور اسے دیکھ کر کوئی شناخت نہ کر سکے کہ حقیقت یہ فلاں انسان ہے جیسے رویاء میں میں نے سرور کائنات ﷺ کو دیکھا کہ محدث ابن حزم سے معافہ کیا اور وہ ایک دوسرے میں روپوش ہو گئے اور وہاں ہم سوائے رسول خدا ﷺ کے اور کسی کو نہ دیکھتے تھے یہ اعلیٰ درجے کا اتصال ہے جسے متصوفین اتحاد کہتے ہیں۔

ہمارے چغل کو یہ گمان ہوا کہ محبت و محبوب کی رات کو ملاقات ہونے والی ہے تو اس نے ہمارے درمیان تفریق کی بے حد کوشش کا ارادہ کیا۔ جب میرا اس سے معافہ ہوا تو معافہ کی حالت میں ہم دونوں واحد ہو گئے۔ جب رقیب آیا تو اس نے صرف ایک ہی مظہر دیکھا۔ دوسرا وہاں کوئی نہ تھا۔ یہ عربی اشعار کا مطلب ہے۔ اور فارسی شعراء کا مطلب بھی اس کے قریب قریب ہے کہ میرے اور تیرے درمیان اتحاد کا جذبہ اس حد تک پہنچ چکا ہے کہ رقیب جب آیا تو وہاں کوئی نظر نہ آیا۔ اس لئے میرا اور تیرا جدا جدا نشان شناخت نہ کر سکا۔

مگر یاد رکھو کہ یہ اتحاد حقیقی نہیں بلکہ وصفی ہے جو غلبہ محبت صادقہ سے حاصل ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ انسان کی محبت اسے فناء کے درجہ تک پہنچا دیتی ہے اور وہ اپنے ستون و ارکان منحل پاتا ہے اور محبوب کی ہستی کا اپنے پر غلبہ دیکھتا ہے اور پاتا ہے کہ میں اسی مظہر میں ظاہر ہوا ہوں اور اس کے اوصاف کا انعکاس اپنی روحانیت میں متعش دیکھ کر شک و شبہ میں واقع ہو جاتا ہے اور

اسے وہم ہو جاتا ہے کہ میں مقامات انبیاء میں پہنچ چکا ہوں اور بعض حالات میں وہ اپنے تئیں ان سے بھی برتر سمجھنے لگتا ہے لیکن حقیقت و عکس میں فرق نہیں کر سکتا اور اوہام ہر چار طرف سے اس کی طبیعت کو روک لیتی ہے۔

بروز سے نبوت حاصل نہیں البتہ بعض دفعہ مساوات انبیاء کا وہم ہو جاتا ہے یہ مقام مقام لغزش اور آزمائش کا ہے اگر خدا نے اس منزل میں دیکھیری کی تو فریب ابلیس و کید شیطانی سے محفوظ رہا ورنہ اگر ٹھوکر لگی تو گمراہی میں منتحل ہو کر نبوت و رسالت کا مدعی ہو جاتا ہے اور اپنی سابقہ بضاعت کو بے بیعتا ہے ایسے وقت میں ایک ہی نسخہ مجرب ہے کہ خالص توجہ

۱۔ مرزا قادیانی کا کفر یقینی اور قطعی ہے اور اس بات میں ذرہ بھی شبہ نہیں کہ وہ اسلام سے ایسے بے تعلق ہیں جیسے بال غیر سے لیکن چونکہ وہ اکابر اولیاء کی نقل اتارنا چاہتے ہیں اور وہ بھی غلط اور جعلی طور پر اپنی ذات کو بزمہ مصفیاء و مجددین شمار کر کے اہل تصوف اور علماء اسرار و حکماء باطنین کی عبارتوں کو بے جا حاشیوں سے آلودہ کر کے بے محل اور ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش میں ہیں اس لئے خاکسار کا ارادہ ہے کہ مولفوں کی اصل عبارت سے حجاب کو اٹھایا جائے تاکہ چہرہ حقیقت بخوبی نظر آنے لگے اور ناظرین کو علماء اسراء کی تحریرات کا اصلی مقصد معلوم ہو جائے کہ بروز سے ان کی کیا غرض ہے اور یہ کہ یہ براہ یہ بروز نبوت حاصل نہیں ہو سکتی اور مرزا قادیانی کا یہ دعویٰ غلط ہے کہ مشابہت اخلاقی کے ضمن میں نبوت کا حصول بھی ممکن ہے۔ حالانکہ علماء تصوف اولیاء سے جن کو وہ اخلاقاً متعلل انبیاء کہتے ہیں نبوت کی نفی کرتے ہیں جیسے آئندہ بیان سے ظاہر ہوگا۔ لیکن یہ سارا بیان حقیقت سے چشم پوشی پر مبنی ہے۔ ورنہ اصل حقیقت یہ ہے کہ مرزا قادیانی کی ولایت اور تجدید تو ربی درکنار آپ کا اسلام بھی ثابت نہیں اور آپ کے جملہ عقائد جماعات مبتدعہ کے موافق اور ان کو دائرہ کفر میں داخل کرنے کے لئے کافی ہیں۔ پھر ولایت یا مجددیت یا نبوت و رسالت اور مسیحیت مہدویت کا منصف تو اعلیٰ ہے وہ کیونکر حاصل ہو سکتا ہے۔ خاکسار نے بطور تمکیت محصم و ارخاء عثمان موجودہ طرز پر کلام شروع کی ہے اور بیان کی ہے کہ آپ اکابر کی نقل بھی غلط اتار رہے ہیں کیونکہ وہ محض اخلاقی مشابہت کے قائل تھے اور بروز کے ماتحت نبوت کو ممکن الحصول نہ سمجھتے تھے اس لئے اکابر دین میں سے باوجود اخلاقی مشابہت کے کسی کو نہ پاؤ گے کہ وہ نبوت کا مدعی ہوا ہو اور مرزا قادیانی کے عقائد کفریہ اور افواہات تو صاف بتلا رہے ہیں کہ آپ کا اسلام سے کوئی واسطہ نہیں۔

۲۔ مگر مرزا قادیانی کی یہ حالت نہ تھی بلکہ آپ کے عقائد اور احوال پہلے سے جماعات مبتدعہ کے موافق تھے اور آپ نے ساری زندگی ترویج بدعت میں گزاری اور اگر مرزا ایہ جماعت ان کی ولایت کے کی قائل ہو تو اب ان کو یاد رکھنا چاہئے کہ بعد دعویٰ نبوت وہ اپنی سابقہ بضاعت کو چھٹی ہیں اور اسلام کی بجائے کفر کو خرید لیا ہے۔ ابلیس نے ایک عرصہ دراز صلاحیت کی راہ اختیار کی۔ لیکن آخر کار اس کا کیا حشر ہوا مگر ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ مرزا قادیانی کو درجہ ولایت کا راہ بھی معلوم نہ تھا چہ جائیکہ ان کو کسی وقت میں ولی تسلیم کیا جائے۔

سے تضرع و ابتهال کے ساتھ اپنے خدا سے جو بے کسوں کو روشنی عطا کرتا اور تاریک راہ میں رہنمائی کرتا ہے۔ دعا کیجئے اور وہ اپنی پناہ میں لے کر اس دشوار گزار گھاٹی سے پار اتارے۔

مبتدی اور متوسط اس وہم میں پڑتے ہیں

کیونکہ یہ شاید عموماً مبتدیوں اور متوسطوں کو واقع ہوا کرتا ہے اور منجلی اس سے محفوظ رہتے ہیں۔ حضرت مخدوم زادہ محمد صادق نے ایک سوال خدمت عالی مجدد الف ثانی میں پیش کیا کہ سالک بسا اوقات اپنی تئیں انبیاء کے مساوی پاتا ہے اور گاہے دیکھتا ہے کہ میرا رجبہ ان سے بھی بڑھ گیا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے۔

حضرت مجدد مرحوم نے مکتوب ۲۰۸ میں اس کی حقیقت پر بحسن کمال روشنی ڈالی ہے اور مبتدیوں اور معنیوں کے حال کے مطابق جدا جدا جواب لکھے ہیں۔ خاکسار کا رخ اس وقت محض اس جواب کی طرف ہے جو مبتدیوں کے مناسب حال ہے کیونکہ ان کی مکمل تحریر کو درج کرنا موجب طوالت ہے وہ ناظرین اصل مکتوب میں ملاحظہ فرمائیں۔

”امادرا ابتداء اگر این تو ہم پیدا شود و خود را در مقامات اکابر یا بدو جہش آنست کہ ہر مقام را در ابتداء و توسط ظل و مثال است و بلندی و متوسط چوں بظلال آنها میر سند خیال مے کنند کہ بحقیقت آن مقامات رسیدند فرق در میان حقائق و ظلال نمیتوانند کرد و ہم چنین شبہ و مثال اکابر را چوں مدر ظلال مقامات ایشان مے یا بند خیال میکنند کہ شرکتی بلکابر در مقامات پیدا کردہ اند نہ چنین است بلکہ اینجا اشتباہ ظل شئی است بنفس شئی ”اللہم ارنا حقائق الاشیاء کما ہی و جنبنا عن الاشتغال بالملامہ“ یعنی سالک کو ابتداء اگر یہ وہم دائمگیر ہو کہ وہ اکابر یا انبیاء کے درجہ میں داخل ہو گیا ہے یا ان سے یہی اس کا پایہ عالی تر ہو گیا ہے تو اس کی یہ وجہ ہوتی ہے کہ ہر مقام ابتداء اور متوسط کا سالک کی ذات میں ایک انکاسی نقشہ منعکس ہوتا ہے جو مقامات انبیاء کا ظل و بروز ہے اور بلندی اور متوسط جب ظلی مدارج میں جو حالات انبیاء کی عکسی تصویر ہیں پہنچتے ہیں غلطی سے ایسا سمجھنے لگتے ہیں کہ وہ فی الحقیقت انہیں مقامات پر فائز ہو گئے ہیں جو انبیاء کی شان کے لائق ہیں اور حقیقت اور عکس میں فرق نہیں کر سکتے اور ایسے ہی اکابر کی حالت کا نقشہ جب اپنے مقامات عالیہ میں منعکس پاتے ہیں جیسے آئینہ میں انسان کی تصویر ظاہر ہوتی ہے تو ان کے دل میں ایک غلط گمان موجزن ہوتا ہے کہ ان کو اکابر انبیاء سے شرکت مقامی حاصل ہو گئی ہے۔

فی الحقیقت ایسا نہیں ہوتا بلکہ عکس کو اصل مٹنے سے چونکہ مشابہت نامہ اور مماثلت کاملہ ہوتی ہے اس لئے امتیاز میں خلط واقع ہو جاتی ہے اے خدا تو ہمیں شہد سے محفوظ بنا اور اشیاء کی حقیقت کا اصلی رخ ہمارے سامنے ظاہر ہو کر اور جو امور دل کو حقیقت سے غفلت میں ڈالنے والے ہیں ان سے ہمیں برکنار کر دے یہ مقام مقام حزلت ہے جو اس شک و شبہ کی منزل میں اصل حقیقت پر مطلع ہو گیا وہ محفوظ رہا اور جو شیطان کے دام ترویج میں واقع ہو گیا ابلیس اس سے انواع و اقسام کے دعاوی کر دیتا ہے۔ یہ مشکل اور دشوار گزار گھاٹیوں میں سے ایک گھاٹی ہے۔

اس وہم کا علاج تضرع والتجاہ ہے

چنانچہ محمد صاحب کا بیان ہے۔ ”دریس وقت التجاہ و تضرع و عجز و نیلزل بحضرت حق سبحانہ درکار است تا آنچہ حقیقت کلر است ظاہر گردد و ایس مقام از مزلة اقدام سالکان است“ یعنی ایسے وقت میں خدائے تعالیٰ کی درگاہ میں التجاہ و تضرع بصدِ عجز نیاز لازم ہے۔ تاکہ اصل حال ظاہر ہو جائے اور اس مقام میں سالکوں کے قدم پھسل جاتے ہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ بروزی نبوت کوئی چیز نہیں اور نہ اتحاد و مٹنے سے دعویٰ نبوت کا حق پیدا ہوتا ہے بلکہ بھضے دل کے کچے عقل کے اندھے انکاسی حالات کو حقیقت پر محمول کر کے لغزش کھا جاتے ہیں اور دعویٰ نبوت اور رسالت کر دیتے ہیں۔

نبوت وہی ہے کسی نہیں

اور یہ بالکل سچ ہے کہ بروز کے سایہ میں اگر چہ اوصاف کسبہ انبیاء کے کسی بزرگ کو حاصل ہو جائیں تو روا ہے لیکن نبوت ایک امر وہی ہے وہ بجز ایہ اتباع و تفسن دستیاب نہیں ہوتا۔ قرآن کریم کا دعویٰ ہے کہ نبوت کسی نہیں جو محنت و ریاضت و پابندی اخلاق انبیاء سے مکتسب ہو سکے۔ بلکہ خدا کا فضل ہے۔ جہاں چاہتا ہے کرتا ہے اور جب چاہتا ہے روک لیتا ہے۔ حضرت محمد ﷺ کے بعد اس نے باب نبوت کو مسدود کر دیا۔ کیونکہ وہ اسباب کے مہیا ہونے پر موقوف نہ تھی بلکہ فیض الہی پر اس کا انحصار تھا۔ قرآن کا دعویٰ ہے: ”والله يختص برحمته من يشاء واللہ ذو الفضل العظیم (بقرہ)“ یعنی خدا اپنی نبوت سے (جس کا انحصار محض) اس کی رحمت پر ہے (جسے چاہتا ہے مخصوص کرتا ہے کیونکہ نبوت اس کا فضل ہے اور خدا اپنے بندوں پر بڑی فضل کرتا ہے: ”يلقى الروح من امره على من يشاء من عباده لينذر يوم التلاق (سورہ مؤمن)“ خدا اپنے امر سے جس پر اپنے بندوں میں سے چاہتا ہے وحی کا القا کرتا ہے تاکہ وہ روز قیامت کا خلق اللہ کو ڈر سنائے: ”ينزل الملائكة بالروح من امره على من يشاء من

عبادہ“ یعنی فرشتوں کو وحی دے کر اپنے بندوں میں سے جو مرچا ہوتا ہے۔ سمجھتا ہے۔ ”ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم“ نبوت اللہ کی رحمت ہے جو اپنی مشیت کے مطابق جسے چاہتا ہے۔ دیتا ہے خدا بڑے فضل والا ہے۔ ”ولکن اللہ یعن علی من یشاء من عبادہ“ خدا جس پر چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے فضل کرتا ہے۔ یہ آیات بآواز بلند بتا رہی ہیں کہ نبوت ایک فیض وہی ہے جو اسباب پر منحصر نہیں اور اس کا مکتب کرنا بھی ناممکن ہے۔

فلاسفہ کے نزدیک نبوت کسی ہے

اور فلاسفہ اور غلام متوصفہ کا دعویٰ قرآن کی آواز کے بالکل مخالف ہے وہ کہتے ہیں نبوت ایک کبھی فضیلت ہے جیسے بیشتر ازیں بحوالہ شفاء مؤلفہ قاضی عیاض خاکسار تحریر کر چکا ہے۔ مرزا قادیانی قرآن کی آواز کے تابع نہیں ہوتے بلکہ فلاسفہ کا سرود انہیں بھاتا ہے۔

ابن تیمیہ

امام ابن تیمیہ نے فرقان میں بھی اس قول کو فلاسفہ کا مذہب بتلایا ہے: ”فلما ارادوا هؤلاء المتأخرون ومنهم کابن سینا ان یثبت امر النبوة علی اصلهم الفاسدة زعموا ان النبوة لها خصائص ثلاثة من التصف بما فهو نبی ان یکون له قوة علمية یسمونها القوة القدسية ینال بها العلم بلا تعلم وان یکون له قوة تخيلية تخیل ما یعقله فی نفسه بحیثیت یرى فی نفسه صورا او یسمع فی نفسه صوتا کما یراه النائم ویسمعه ولا یکون لها وجود فی الخارج وزعموا ان تلك الصور هی ملائكة اللہ وتلك الاصوات هی کلام اللہ وان یکون له قوة فعالة یؤثر بها فی هیولی العالم وجعلوا کرامات الاولیاء ومعجزات الانبیاء وخوارق السحرة من قوى النفس فلقروا من ذلك بما یوافق اصولهم دون قلب العصاحیة ودون انشقاق القمر ونحو ذلك فانه ینکرون وجود هذا“

۱۔ نبوت کے وہی ہونے کا یہ مطلب ہے کہ اس کا حصول اسباب پر منحصر نہیں جیسے مرزا قادیانی کا قول ہے کہ ثانی الرسالہ سے نبوت حاصل ہو جاتی ہے اور ثانیاً یہ کہ اس کا فیضان بطور حقیقت نہیں بلکہ اس کا فضل ہے جب وہ باب نبوت کو مسدود کر دے تو اس پر اعتراض نہیں ہو سکتا کہ اسے کیوں روکا گیا آنحضرت ﷺ کے بعد اس نے قطعاً باب نبوت کو مسدود کر دیا۔

جب متاخرین ابن سینا وغیرہ نے نبوت کی تقریر اپنے فاسدہ اصول کے مطابق کی تو یہ تجویز باطل ٹھہرائی کہ نبوت کے تین خصائص ہیں جو ان کو اپنی ذات میں پیدا کر لے وہی نبی ہو جاتا ہے۔ اول یہ کہ اسے قوت علمیہ حاصل ہو جسے باصلاح خود وہ قوت قدسیہ کہتے ہیں اس کا خاصہ یہ ہے کہ بلا تعلم انسان کو علوم میں مہارت ہو جاتی ہے۔ دوم اس کی قوت تخیلیہ ایسی تیز ہو کہ معقولات کے نقشے اور تصویریں اسے نظر آنے لگیں اور اپنے دل میں اسے آواز سنائی دے جیسے تاہم کا حال ایسا ہی ہوتا ہے کہ وہ بعض اشکال دیکھتا اور آوازیں سنتا ہے۔ جن کا وجود خارجی نہیں ہوتا اور ان کا زعم فاسد یہ بھی ہے کہ یہ فنی تصویریں خدا کے ملائکہ ہیں اور یہ غیبی آوازیں جو قوت تخیلہ کے اثر سے ظاہر ہوتی ہیں۔ کلام الہی ہیں سوئم اس کی قوت فعالہ ایسی ہو کہ ہیولی عالم پر اپنا اثر ڈال سکے انبیاء کے معجزات اور اولیاء کے کرامات اور ساحروں کے خوارق کو انہوں نے قوی نفس کا اثر بتلایا ہے اور وہ صرف ایسے معجزات کے مقرر ہیں جو انکے ان اصول پر پورے اترتے ہیں قلب عصا اور اشتقاق قرآن کو نفسانی قوی کا اثر نہیں کہا جاسکتا ہے وہ انکے بالکل منکر ہیں۔“

گویا یہ صفات جو کوئی محنت سے حاصل کرے بزعم فلاسفہ وہ نبی ہو جاتا ہے مگر فلسفہ قرآنیہ بجانب اللہ نازل شدہ ہے اس لئے وہ انسانی تجویزات کا مہطل ہے وہ قرار دیتا ہے کہ نبوت فیض وہی ہے جو اسباب ثلاثہ پر منحصر نہیں یہی کل اہل سنت و صحابہ و تابعین کی لائن ہے۔

حافظ ابن حبان کا واقعہ

حافظ ابن حبان جن کا علم قابل رشک اور پایہ محدثین میں اعظم تر ہے (وہ ایک کتاب تلوم الصحیح جو صحیح ابن حبان کے نام سے موسوم ہے اپنی یادگار میں چھوڑ گئے ہیں۔) ایک قابل قدر بزرگ تھے مگر اہل زمانہ نے آپ سے یہ سوال کیا کہ نبوة کیا ہے تو آپ نے ایک ایسا جواب دیا جس میں حاسدین ایک دوسرا احتمال بھی پیدا کر سکتے تھے یعنی النبوة العلم والعمل نبوت کے لئے علم اور عمل لازم ہے یعنی نبی اپنے علم کے مطابق عامل ہوتا ہے۔ حضرت صالح علیہ السلام کا قول ہے: ”وما ارید ان اخالفکم الی ما انھکم عنہ ان ارید الا اصلاح ما استطعت“ میں یہ نہیں چاہتا کہ جو کہوں اس کے خلاف عمل کروں میرا ارادہ حسب استطاعت اصلاح کرنے کا ہے اور رسول خدا کے سوا خ میں قاضی عیاض نے ایک وفد کا قول اس طرح نقل کیا ہے: ”لایامر بخیر الاکان اول عامل بہ“ یعنی جب کسی معروف کام کا ارشاد فرماتے ہیں تو پہلے آپ اس پر عامل ہو جایا کرتے ہیں لیکن حاسدین کا ستیاناس انہوں نے اس عبارت میں ایسا احتمال پیدا کیا جو سراسر اجماع امت اور طریق اہل سنت اور سلف صالحین کے خلاف تھا یعنی

نبوت علم و عمل کا ثمرہ ہے۔ جب کسی کو علم و عمل میں کمال ہو جائے تو وہ نبی ہو جاتا ہے۔ اس احتمال کو علماء زمانہ نے شاہ وقت کی مجلس میں پیش کیا۔ چونکہ یہ اجماع کے خلاف تھا کہ نبوت کسی ہے۔ شاہ تاجدار نے انہیں قتل کرادیا کہ ابن حبان نبوت کو اوصاف کسبیہ میں شمار کرتے ہیں۔ (اتحاد علماء) صدیق مثیل نبی ہو کر بھی نبوت سے متصف نہیں

..... یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام باوجودیکہ اخلاق نبوت اوصاف حمیدہ رسل سے متصف تھے۔ لیکن انہوں نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا کیونکہ ایک فیض وہی ہے جسے آنحضرت کے بعد خدا مسدود کر چکا ہے۔

۱۔ نبی ﷺ اور بعض اہلبیت کے درمیان اتحاد و صفی قائم تھا وہ بلحاظ اوصاف و اخلاق حضور علیہ السلام کا مظہر تھے۔ چنانچہ حضرت علیؑ کی نسبت آنجناب رسالت مآب ﷺ کا ارشاد ہے: ”ان علیا منی وانا منہ وھو ولی کل مؤمن رواہ الترمذی عن عمران بن حصین مرفوعاً“ یعنی علیؑ میرے ساتھ ایسا اتحاد و صفی رکھتے ہیں کہ یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ وہ میری ذات میں شریک ہیں اور میں ان کی ذات میں شریک ہوں گویا اتحاد اوصاف کو مبالغۃً ان لفظوں میں ادا کیا گیا ہے۔ ایک وصف محبوبیت بھی حضور ﷺ کی ذات میں موجود تھی حضرت علیؑ میں بھی اس وصف کا ظہور پایا جاتا ہے اس لئے حضور ﷺ نے فرمایا: ”وھو ولی کل مؤمن“ وہ ہر مؤمن کے محبوب ہیں اور حبشی بن جنادہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے حضرت علیؑ کی شان میں فرمایا: ”علی منی وانا من علی ولا یودی عنی الا انا او علی رواہ الترمذی و احمد عن ابی جنادة“ یعنی علیؑ کی ذات میں اوصاف نبی علیہ السلام کا نمونہ جلوہ گر ہے گویا دو ذاتیں ایک جوہر سے ہیں اس لئے بلحاظ محاورہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ علیؑ مجھ میں سے ہیں اور میں ان میں سے اس کو ترمذی اور احمد نے روایت کیا ہے۔ اس بناء پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ میرے اور علیؑ کے درمیان کوئی فرق نہیں۔ ”من سب علیا فقد سبنی واه احمد“ جس نے علیؑ کو برا کہا اس نے مجھے برا کہا۔ اگر یہ اتحاد و مورث نبوت ہوتا تو حضرت علیؑ دعویٰ کرتے لیکن آپ فرماتے ہیں۔ لست بنبی ولا یوحی الی! اور ایسے الفاظ حضور علیہ السلام نے حضرت عباسؑ کے حق میں بھی فرمائے ہیں: ”عن ابن عباس قال قال رسول اللہ ﷺ العباس منی وانا منہ“ میری حالت اور عباسؑ کی حالت باہم موافق اور مماثل ہے گویا وہ میرا مظہر ہے۔ مہذا حضرت عباسؑ بھی آنحضرت ﷺ کے بعد کسی نبی کی ضرورت نہیں سمجھتے اور حاضرین کے سامنے ایسی تقریر کرتے ہیں جس سے ان کا تزلزل رفع ہو جاتا ہے۔ بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے (جن پر صدیقیت کی کمڑکی سے نبی امور کا کشف ہوتا تھا اور اس وحی کا پر تو جو حضرت محمدؐ پر نازل ہوتی آپ کے دل پر پڑ جاتا اور انہیں بھی وحی منزل پر ایسا اطمینان ہو جاتا جیسے خود رسول کریمؐ کو) کو دعویٰ نبوت نہیں کیا۔

بقیہ حاشیہ: اور ان کے لئے موجب استقامت بنتی ہے۔ ”والله ما مات حتى ترك السبيل نهجا واضحا فاحل الحلالی وحرّم الحرام رواه الترمذی“ یعنی آنحضرتؐ کی وفات کے موقع پر حضرت عباسؓ نے فرمایا کہ رسول خداؐ کا انتقال نہیں ہوا تا وہ تنگہ آپ نے اس اسلام کی سڑک کو بالکل واضح اور روشن کر دیا اور حلال و حرام کا بخوبی امتیاز کر دیا۔ اگر دین میں کوئی کمی ہوتی تو حضورؐ زعمہ رہتے۔ جب دین مکمل ہو گیا تو خدا نے اپنے نبی کو بلا لیا۔ اس میں آئندہ نبوت کے انسداد کی طرف اشارہ ہے اور امام حسین علیہ السلام کو بھی رسول خداؐ نے اپنے ساتھ حمد الصفات بتلایا اور کہا کہ وہ میرا مظہر ہیں: ”عن یعلیٰ بن مرة ان رسول الله ﷺ قال حسین منی وانا من حسین احب الله من احب حسینا حسین سبط من الاسباط رواه الترمذی“ ”ہاں ہمہ رسول خداؐ نے ان کو شان نبوت سے سرفراز نہیں فرمایا اور کہا: ”الحسن والحسین سیدا شباب اهل الجنة الانبی الخلة عیسیٰ بن مریم ویحییٰ بن زکریا“ یعنی دونوں صاحبزادے جو انان الہ جنّت کے سردار ہیں مگر عیسیٰ بن مریم اور عیسیٰ بن زکریا سے ان کا شان نہیں ملتا۔ حضور علیہ السلام تو ان کا درجہ انبیاء سے نیچے بیان کرتے ہیں گویا اولیاء میں سے فرد کمال ہیں لیکن مرزا قادیانی خدا سے لڑائی کرتے ہیں اور حکم: ”من عادى السی ولیا فقد بارز الله بالمحاربة وفى رواية فقد اذنته بالحرب“ ان کے حق میں بے جا الفاظ استعمال کر کے خدا کے دشمن بنتے ہیں:

طلبتم فلا حامن قتل بخيبة
فخیبکم رب غیور متبصره
والله لیست فیہ منی زیادة
وعندی شهادات من الله فانظروا
وانی قتل الحب لکن حسینکم
قتیل العدی فالفرق اجلّی واظہره
وشتان ما بینی و بین حسینکم
فانسی اوید کل ان وانصره

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

میدان حدیبیہ میں فاروقی تنقیح

شاہ عبدالقادر صاحب ^{رحمۃ اللہ علیہ} لکھتے ہیں کہ صدیقِ جوہ جو وحی میں آئے گا ان کا دل آپ ہی اس پر گواہی دے۔ اس امر کی تصدیق کے لئے وہ واقعہ کافی ہے کہ میدان حدیبیہ ^{میں} جب مشرکین مکہ نے حضرت ^ﷺ کو داخلہ مکہ کی اجازت نہ دی اور حضرت ^ﷺ داخلہ کے متعلق اپنی رویاء مشتمل کر چکے تھے تو عمر بن خطاب کہتے ہیں کہ بشریت کے تقاضا سے میرے دل میں شکوک موجزن ہوئے۔ شروع اسلام سے مجھے ایسا تردد کبھی پیدا نہیں ہوا جیسا اس روز پیش آیا۔ میں نے حضرت ^ﷺ کی خدمت میں اپنا شبہ ان لفظوں میں پیش کیا۔

..... ۱ کیا آپ خدا کے نبی نہیں۔ جواب دیا کہ ہاں میں رسول صادق ہوں۔

..... ۲ کیا ہم حق پر نہیں اور ہمارے اعداء دین باطل کے پابند نہیں۔ جواب ملا کیوں نہیں!! تب میں بولا کہ دین کے معاوضہ میں دنیا دے کر ہم خالی واپس کیوں جائیں ہم چاہتے ہیں کہ معاملہ ایک طرف ہو جائے۔ آنحضرت ^ﷺ نے فرمایا کہ میں خدا کا سچا رسول ہوں اور وہ میرا معاون ہے۔ اور میں اس کے اشارے پر چلتا ہوں اس کی حکم عدولی ہرگز نہیں کرتا۔ پھر میں نے کہا کہ آپ ^ﷺ نے ہمیں یہ دیوانہ سانی تھی کہ ہم خانہ کعبہ میں جا کر اس کا طواف کریں گے۔

بقیہ حاشیہ

واما حسین فانكروا دشت كربلا

السی هذه الايام تبكون فانظروا

وانسی بفضل الله فی حجر خالقی

ادبسی واعصم من لئام تنمروا

(اعجاز احمدی ص ۶۹ تا ۸۲، خزائن ج ۱۹ ص ۱۸۱ تا ۱۹۳)

یہ قصیدہ اعجازیہ کے اشعار ہیں جن کا مطلب یہ ہے تم نے اس کشتہ سے نجات چاہی جو نو میدی سے مرگیا۔ پس تم کو خدا نے جو غیور ہے ہر ایک مراد سے نو مید کیا وہ خدا جو ہلاک کرنے والا ہے۔ بخدا اسے مجھ سے کچھ زیادت نہیں اور میرے پاس خدا کی گواہیاں ہیں پس تم دیکھ لو اور میں خدا کا کشتہ ہوں۔ لیکن تمہارا حسین دشمنوں کا کشتہ ہے پس فرق کھلا کھلا اور ظاہر ہے۔ مجھ میں اور تمہارے حسین میں بہت فرق ہے کیونکہ مجھے تو ہر ایک وقت خدا کی تائید اور مدد مل رہی ہے۔ مگر حسین پس تم دشت کر بلا کو یاد کرو۔ اب تک تم روتے ہو۔ پس سوچ لو اور میں خدا کے فضل سے اس کے کنار عافیت میں ہوں پرورش پارہا ہوں اور ہمیشہ لیموں سے جو پلنگ صورت ہیں بچایا جاتا ہوں۔

اس میں تخلف کیوں واقع ہوا؟ حضور ﷺ نے جواب دیا کہ میں نے کہا تھا کہ یہ واقعہ اس سال ہوگا؟ کہا نہیں۔ فرمایا کہ زمین و آسمان ٹل جائیں مگر خدا کی باتیں نہ ٹلیں گی یہ ضرور ہو کر رہے گا۔ مسلمان خانہ کعبہ میں داخل ہوں گے۔ اور اس کا طواف کریں گے۔ خواہ کسی سال میں ہو کیونکہ خدا نے روایا کے پورا ہونے کی کوئی میعاد مقرر نہیں کی میں نے یہ شبہ حضرت ابو بکرؓ کے سامنے بھی ذکر کیا۔ آپ نے ترکی ہتری وہی جواب دیا جو رسول خدا نے دیا تھا بلکہ اتنا اور کہا: ”فاستمسک بغرزه حتى تموت فوالله انه لعلی الحق“ یعنی پیغمبر کے رکاب پاؤ کو خواب مضبوطی سے پکڑ اور مرتے دم تک نہ چھوڑ۔ خدا کی قسم وہ سچے ہیں اور ہر طرح حق پر ہیں۔ حضرت عمرؓ کے شبہات کا فور ہو گئے اور سیدہ نور ایمانی سے معمور ہو گیا۔ عمرؓ کہتے ہیں اور اس برکت سے میں نے ایسے کارنامے دکھائے ہیں جو میری فوقیت ایمانی کے گواہ ہیں۔ اس واقعہ نے اس بیان کی تصدیق کر دی ہے جو شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے حجۃ اللہ میں تحریر فرمایا ہے۔

حجۃ اللہ کی عبارت

”ومنها الصديقية والمحدثية وحقيقتهما ان من الامة من يكون في اصل فطرته شبيها بالانبياء بمنزلة التلميذ الفطن للشيخ المحقق فتشبه ان كان بحسب القوى العقلية فهو الصديق او المحدث وان كان تشبه بحسب القوى العملية فهو الشهيد والحوارى والى هاتين القيليتين وقعت الاشارة فى قوله تعالى والذين امنوا بالله ورسوله اولئك هم الصديقون والشهداء والفرق بين الصديق والمحدث ان الصديق نفسه قريبة الماخذ من نفس النبى كالكبرية بانسبة الى النار فكلما سمع من النبى ﷺ خبرا وقع فى نفسه بموقع عظيم ويتلقاه بشهادة نفسه حتى صار كأنه علم حاج فى نفسه من غير تقليد والى هذا المعنى الاشارة فيما ورد ان ابا بكر الصديقؓ كان يسمع دوى صوت جبريل حين كان ينزل بالوحى على النبى ﷺ والصديق تنبعث من نفسه لا محالة محبة الرسول ﷺ اشد ما يمكن من الحب فيندفع الى المواساة معه بنفسه وماله والموافقة له فى كل حال حتى يخبر النبى ﷺ من حاله انه امن الناس عليه فى ماله وصحبته وحتى يشهد له

النَّبِيُّ ﷺ بانه لو امکن ان يتخذ خليلا من الناس لكان هو ذلك الخليل
وذلك لتعاقب ورد انوار الوحي من نفس النَّبِيِّ ﷺ الى نفس الصديق

یقین کامل کی شاخوں میں سے صدیقیت اور محدثیت ہے جن کی اصل حقیقت یہ ہے
کہ امت کے بعض افراد انبیاء کے ساتھ ایسی مناسبت رکھتے ہیں جیسے شاگردانہ کو شیخ محقق سے
ہوتی ہے۔ اگر بلحاظ قوی عقلیہ کے یہ تناسب پایا جائے تو اسے صدیق یا محدث کہیں گے اور اگر
قوی عملیہ کے لحاظ سے مماثلت ہو تو شہید اور حواری اس کا نام ہوگا اور ان دو جماعتوں کی طرف
آیت ہذا میں ارشاد موجود ہے کہ جو قوم خدا اور اس کے رسول پر کماحقہ ایمان لائے وہ صدیق اور
شہید کہلائے گی اور صدیق اور محدث میں یہ فرق ہے کہ صدیق کی ذات بلحاظ اخذ علوم کے نبی کی
ذات سے ایسی قریب ہوتی ہے جیسے گندھک اور آگ میں مقاربت ہے جب صدیق نبی سے کوئی
واقعہ سنتا ہے فوراً اس کے دل میں خوب طرح رائج ہو جاتا ہے اور چونکہ اس کا دل پہلے سے اس پر
گواہی دیتا ہے اس لئے نبی کی زبان سے سن کر اسے اخذ کر لیتا ہے گویا وہ ایک ایسا علم ہے جو بغیر
تقلید کے اس کے دل میں موجزن ہوا ہے۔ اسی مضمون کی طرف حدیث میں اشارہ واقع ہے کہ ابو
بکر صدیق ؓ وحی کے نزول کے وقت جبریل کی آواز سنتے تھے۔ جب وہ آنحضرت ﷺ کو وحی سنانا
تھا اور صدیق کے دل میں اعلیٰ پیمانے پر نبی کی محبت جوش مارتی ہے۔ اس لئے وہ جان تن من دھن
اور ہر طرح موافقت سے نبی کی ہمدردی کرتا ہے اور نبی اس کے حال کی خبر اس طرح دیتا ہے کہ جتنا
ابو بکر کی ذات اور مال سے مجھے فائدہ پہنچا ہے اتنا کسی کے مال سے میں نے نفع نہیں پایا اور نبی اس
کے حق میں گواہی دیتا ہے کہ اگر میں کسی کو غلیل بناتا تو ابو بکر صدیق ؓ کو اپنا غلیل بناتا اس کے دل پر
نبی کے دل سے انوار وحی منعکس ہوتے ہیں۔ ﴿

اور پھر لکھا: ”والصديق اولى الناس بالخلافة لان نفس الصديق

نصيرا وكر العناية الله بالنبي ونصرته وتأييده اياه حتى يصير كان روح
النبي ﷺ ينطق بلسان الصديق وهو قول عمر حين دعا الناس الى بيعة
الصديق فان يك محمد ﷺ قدما فان الله قد جعل بين اظهركم نوراً
تهدون به هدى الله محمد ﷺ (حجۃ اللہ ۱۲۸۳ء)“

صدیق خلافت کے لائق نہ ہوتا ہے کیونکہ اس کے دل میں نبی کی حمایت اور نصرت اور

تائید جو مقصود خداوندی ہے اس طرح جانشین ہوتی ہے جس طرح پرندہ اپنے گھونسلے میں اس کی حالت ایسی ہو جاتی ہے گویا روح نبی کا صدیق کی زبان پر بولتا ہے حضرت عمرؓ نے بیعت کی تقریب پر یہ الفاظ فرمائے تھے کہ اگر محمد ﷺ فوت ہو چکے ہیں تو خدا نے تمہارے درمیان ایسا ہی نور باقی چھوڑا ہے کہ جس کے ذریعہ حضرت محمد ﷺ کو رہنمائی کی تھی اور وہ نور صدیق اکبرؓ کی ذات میں ہے اس سے بڑھ کر بزرگ روحانی کیا ہوگا کہ صدیق کی ذات میں گویا نبی کی روح بولتی ہے۔

اور پھر آگے چل کر لکھتے ہیں: ”ومن مقامات القلب مقامان يختصان بالنفوس المتشبهة بالانبياء عليهم الصلوات والتسليمات ينعكسان عليهما كما ينعكس ضوء القمر على مرآة موضوعة بازاء كوة مفتوحة ثم ينعكس ضوءها على الجدران والسقف والارض (حجۃ اللہ ۱۸۷۷ء)“

مقامات قلبیہ میں سے دو مقام ایسے نفوس سے مخصوص ہیں جن کو انبیاء سے مماثلت حاصل ہوتی ہے۔ وہ مقام نبی کے دل سے صدیق کے دل پر ایسے متعکس ہوتے ہیں جیسے چاند کی روشنی کا پرتو پہلے اس آئینہ پر پڑتا ہے جو ایک روشندان کے سامنے پڑا ہو۔ پھر اس کی روشنی کا عکس دیواروں اور چھت اور زمین پر واقع ہوتا ہے۔

۱۔ صلوٰۃ مسعودی میں جو فقہ کی معتبر کتاب ہے لکھا ہے کہ تاویلا کی اقتداء میں نماز جائز ہے کیونکہ نبی کے ساتھ روحانی مناسبت امامت کے لئے درکار ہے نہ جسمانی۔ سو جس کو نبی سے روحانی مناسبت زیادہ ہے وہ حقدار امامت ہے۔ حقدار بھر کا اس کے جواز یا عدم جواز میں کوئی اثر نہیں معلوم ہوا کہ ہر قبیح سنت کو رسول کریم سے روحانی مناسبت ہوتی ہے لیکن صدیق اکبرؓ کو سب سے زیادہ مماثلت روحانی آنحضرت ﷺ سے حاصل تھی اس لئے وہ تمام صحابہ کی موجودگی میں امامت کے لئے منتخب کئے گئے اور حضور علیہ السلام نے فرمایا:

”لا ینبغی لقوم فہیم ابو بکر ان یؤمہم غیرہ“ اب نتیجہ بالکل صاف ہے کہ صدیق اکبرؓ کو سب صحابہ سے زیادہ مناسبت روحانی آنحضرت سے۔ حاصل تھی اور آپ نے وہ کارنامے دکھلائے کہ طبقہ ثانی نے ان کے متعلق یہ رائے ظاہر کی۔ ”لقد قام مقام نبی من الانبیاء“ مگر باہنہ وہ نبی نہیں اور آنحضرت ﷺ نے ان کا شان انبیاء سے کم تر بیان کیا ہے جو ان کی نبوت کی نفی پرصریحاً مشتمل ہے۔

صدیق کا شان انبیاء کے برابر نہیں

ہاشمہ صدیق اکبرؓ کو شان نبوت حاصل نہیں۔

”اخرج عبدالرحمن بن حمید فی مسنده و ابو نعیم وغیرہما من طرق من ابی الدرداء ان رسول اللہ ﷺ قال ما طلعت الشمس ولا غربت علی احد افضل من ابی بکر الا ان یکون نبی وفي لفظ علی احد من المسلمین بعد النبیین والمرسلین افضل من ابی بکر وقد ورد ایضاً من حدیث جابر ولفظه ما طلعت الشمس علی احد منکم افضل منه اخرجه الطبرانی وغیرہ وله شواہد من وجوه و اخر تقضی له بالصحة او الحسن وقد اشارۃ ابن کثیر الی الحكم بصحته“

عبدالرحمن بن حمید نے مسند میں اور ابو نعیم وغیرہما نے متعدد اسنادوں کے ذیل میں ابو الدرداءؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آفتاب کا طلوع و غروب کسی شخص پر نہیں ہوا۔ جو ابوبکرؓ سے افضل اور برتر ہو۔ سوائے نبی کی نبوت کی شان اعلیٰ ہے اور ایک لفظ میں یوں آیا کہ آفتاب کا مسلمانوں میں سے کسی پر طلوع و غروب نہیں ہوا۔ جو انبیاء اور مرسلین کے بعد حضرت ابوبکرؓ سے فائق تر ہو اور حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ تم میں سے کسی پر آفتاب کا طلوع نہیں ہوا جس کی شان ابوبکرؓ سے زیادہ ہو۔ طبرانی وغیرہ نے اس روایت کو ذکر کیا ہے اور متحدہ طرق سے اس کے شواہد موجود ہیں جو یا تو صحیح ہیں یا حسن اور ابن کثیر نے ان کی صحت کا اشارہ کیا ہے۔

خلاصہ مطلب یہ کہ جہاں سے آفتاب طلوع ہوتا ہے اور جہاں غروب ہوتا ہے اس سارے حلقہ میں ابوبکرؓ کے سوائے انبیاء کے کوئی فاضل نہیں۔ ”واخرج الطبرانی عن سلمۃ بن الاکوع قال قال رسول اللہ ﷺ ابو بکر الصدیق خیر الناس الا ان یکون نبی“ طبرانی نے سلمہ بن اکوع سے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ ابوبکر صدیقؓ سوائے انبیاء کے تمام خلقت سے افضل ہیں۔ ”اخرج الترمذی عن انس وابن ماجہ عن علیؓ قال قال رسول اللہ ﷺ لابی بکر وعمر هذان سیدا کھول اهل الجنة من الاولین والآخرین الا النبیین والمرسلین وفي الباب عن ابن عباس وابن عمر وابی سعید الخدری وجابر بن عبد اللہ“ ترمذی نے حضرت انسؓ سے اور ابن ماجہ نے حضرت

علیؑ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ ابوبکر و عمر جنت کے میاں عمروں کے سردار ہیں۔ قطع نظر اس سے کہ وہ حقد میں سے تھے یا متاخرین میں سے ہوں۔ لیکن نبی اور رسول مستثنیٰ ہیں کیونکہ وہ ان دوز و صاحبوں سے فائق ہیں اور روایتیں بھی اس کے ہم مضمون حضرت ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ اور ابی سعید خدریؓ اور جابر بن عبد اللہؓ سے منقول ہیں۔

ابوبکر صدیقؓ، امیر المومنین، حضرت عیسیٰؑ، حضرت عمرؓ، حضرت نوحؑ و موسیٰؑ ہیں (علیہم السلام)

مگر نبوت کا دعویٰ نہیں

۲..... رسول خدا ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ کو حضرت ابراہیمؑ اور عیسیٰؑ علیہما السلام سے تشبیہ دی اور حضرت عمرؓ کو حضرت نوحؑ علیہ السلام سے اور حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ کو حضرت موسیٰؑ علیہ السلام سے باوجودیکہ ان کا بروز روحانی آنحضرت ﷺ کے قول سے مصدق تھا۔ مگر کسی نے دعویٰ نبوت نہیں کیا۔ اگر بروز سے نبوت بھی باقی اخلاق اور اوصاف کی طرح حاصل ہو جاتی تو یہ اصحاب نبوت کے مدعی ہوتے۔

علامہ سلیمان نے تفسیر جمل میں لکھا ہے: ”روی عن عبد اللہ بن مسعود قال لما كان يوم بدر وجئ بالاسارى فقال رسول الله ﷺ ما تقولون في هؤلاء فقال ابو بكر يا رسول الله قومك واهلك استبقهم وتان بهم لعل الله ان يتوب عليهم وخذ منهم فدية تكون لنا قوة على الكفار وقال عمر يا رسول الله كذبوك واخرجوك قدمهم نضرب اعناقهم يمكن عليا من عقيل فيضرب عنقه ويمكنني من فلان نسيب لعمر فاضرب عنقه ومكن حمزة من العباس يضرِب عنقه فان هؤلاء ائمة الكفر وقال ابن رواحة انظرو اديا كثير الحطب فادخلهم فيه ثم عليهم ناراً فقال له العباس قطعت رحمك فسكت رسول الله ﷺ ولم يجيبهم ثم دخل فقال ناس ياخذ بقول ابى بكر وقال ناس ياخذ بقول ابن رواحة وقال ناس ياخذ بقول عمر ثم خرج رسول الله ﷺ فقال ان الله ليلين قلوب رجال حتى تكون الين من اللبن ويشد قلوب رجال حتى تكون اشد من الحجارة وان مثلك يا ابا بكر مثل ابراهيم قال فمن

تبعنی فانه منی ومن عصانی فانك غفور الرحيم ومثل عيسى قال ان تعذبهم فانهم عبادك وان تغفر لهم فانك انت العزيز الحكيم ومثلک یا عمر مثل نوح قال رب لا تذر علی الارض من الکافرين دیارا ومثلک مثل موسی قال ربنا اطمس علی اموالهم واشد دعلی قلوبهم فلا یؤمنوا حتی یرو العذاب العلیم ثم قال رسول اللہ ﷺ الیوم انتم عالة فلا یفتنن احد منهم الا بفداء وبضرب عنقه ثم ساق البغوی فی المعالم

بدر کے قیدیوں کے متعلق آنحضرت ﷺ نے مشورہ طلب کیا تو ابو بکرؓ نے کہا کہ یہ لوگ آپ کی قوم اور اہل میں سے ہیں انہیں زندہ چھوڑنا چاہئے اور مہلت دے کر اس قاتل کرنا چاہئے کہ وہ توبہ کریں۔ شاید خدا ان کی توبہ منظور کرے اور ان سے معاوضہ فدیہ وصول کر لیا جائے تاکہ ہمارا فائدہ بمقابلہ کفار مضبوط ہو جائے اور حضرت عمرؓ نے یہ تجویز پیش کی کہ یہ لوگ آپ کے دشمن اور مکذب ہیں انہوں نے آپ کو وطن مالوف سے نکال دیا انہیں ہمارے حوالے کیا جائے کہ ہم ان کو تیغ کر دیں۔ عقیل کو حضرت علی کے سپرد کریں اور میرا رشتہ دار میری تحویل میں کر دیں اور عباس کو حضرت حمزہ کے حوالے کر دیں کہ وہ اپنے رشتہ داروں کی گردنیں اڑا دیں کیونکہ یہ کفر کے پیشوا ہیں عبد اللہ بن رواحہ کی رائے سب سے زیادہ تشدد آمیز تھی کہ کوئی میدان جس میں ہیزم کثیر فراہم ہو تلاش کریں اور اسارائی بدر کو اس میدان میں داخل کر کے آتش مشتعل کر دیں۔ حضرت عباس سے رہانہ گیا وہ بول اٹھے کہ تو قاطع رحم ہے تب مسلمان حضرت ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد رائے زبیاں کرنے لگے۔ کوئی کہتا تھا کہ حضرت ابو بکرؓ کی رائے قبول ہوگی کسی کا خیال تھا کہ حضرت عمرؓ کی رائے پر عمل ہوگا۔ کسی کو معلوم ہوتا تھا کہ عبد اللہ بن رواحہ کی تجویز پاس ہوگی حضور ﷺ گھر سے تشریف لا کر فرمانے لگے کہ بعض دلوں کو خدا اتنا نرم کر دیتا ہے کہ وہ دودھ سے زیادہ نرم ہو جاتے ہیں اور بعض کو پتھروں سے زیادہ سنگین بنا دیتا ہے ابو بکرؓ! تمہارا حال حضرت ابراہیم سے ملتا جلتا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جو میرا متبع ہو وہ میری جماعت میں داخل ہے اور جو میرا حکم بردار نہیں تو میں نہیں کہتا کہ تو اسے سزا دے تو بخشنے والا مہربان ہے ابو بکرؓ! تمہارا حال حضرت عیسیٰ سے بھی لگاؤ کھاتا ہے کہ آپ نے فرمایا اے خداوند! اگر تو انہیں عذاب کرے تو بجا ہے کیونکہ یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں معافی دے دے تو تجھ سے کوئی دوسرا زبردست اور حکیم نہیں جو تجھے

رو کے اور سمجھائے تیرا زور سب سے بڑھ کر اور تیری دانائی سب سے غالب تر ہے۔ عمر تمہارا حال نوح علیہ السلام سے مناسب رکھتا ہے جنہوں نے کہا کہ اے خداوند عالم از بین کی آبادی پر کسی کا فر کو زندہ نہ چھوڑو اور تمہارا حال بھیج دیا ہے جیسے موسیٰ علیہ السلام کا جنہوں نے دعا کی تھی کہ اے خاندانِ توان کے مال اور جاگیریں نابود کر دے اور ان کے دل شدت سے بھرو دے کہ وہ بن عذاب دیکھے ایمان نہ قبول کریں۔ پھر آنحضرت ﷺ نے تمام مسلمانوں کو خطاب کر کے فرمایا کہ تم سارے محتاج ہو۔ اس لئے جماعت کفار سے کوئی رہانہ ہوگا۔ جب تک وہ فدیہ ادا نہ کرے ورنہ ان کی گردنیں نذر شمشیر ہوں گی۔ لیکن آنحضرت ﷺ نے حضرت صدیق اکبرؓ اور فاروقؓ کی نبوت کی بات صریح نفی کی ہے۔

حضرت علیؓ مثیل عیسیٰ علیہ السلام ہیں

۳..... حضرت علیؓ کو آنحضرت نے مثیل عیسیٰ علیہ السلام قرار دیا چنانچہ امام احمد مسند میں اور بزار اور ابویعلیٰ اور حاکم نے حضرت علیؓ سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”ان فیک مثلاً من عیسیٰ ابغضه الیہود حتیٰ بہتوا امہ واحبته النصاریٰ حق انزلوہ بالمنزلۃ الّتی لیست لہ ثم قال یہلک فی رجلاً من محب مفرط یقرظنی بمالیس فیّ ومبغض یحملہ شنائی علیّ ان یبہتنی“ یعنی حضرت علیؓ سے مخاطب ہو کر حضور ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مشابہت حاصل ہے۔ یہود نے ان کو اس حد تک دشمن خیال کیا کہ ان کی ماں پر الزام دے دیے اور نصاریٰ نے اس حد تک ان کو محبوب خیال کیا کہ ان ہیں ایسے رجبہ پر اتارا جو ان کے شایان شان نہیں یعنی خدا کا ابنِ حقیقی واللہ کامل اور اقوامِ عالم کہا اس طرح دو گروہ تمہاری ذات کے متعلق پیدا ہو جائیں گے ایک گروہ جو تمہارا احد سے زیادہ محبت ہوگا وہ نصاریٰ کا ہم پلہ ہے اور دوسرا تمہارا دشمن وہ یہود کا نمونہ ہے اور ان کے درمیان ایک گروہ حق پر ہوگا اور پھر یہ فرمایا کہ میری ذات کی نسبت بد عقیدت کی وجہ سے دو قسم کے انسان تباہ ہوں گے ایک محبت مفرط جو میری ایسی مدح سرائی کرتا ہے جو میری ذات میں نہیں اور دوسرا دشمن جو مجھے الزامات دیتا ہے۔

دیکھو آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ کو صاف لفظوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے نسبت دی ہے لیکن باب نبوت کو مسدود سمجھ کر اور یہ خیال کر کے کہ بروز سے نبوت حاصل نہیں ہوتی

آپ نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ کہا انا نبی ولا یوحی الی کہ میں نبی نہیں اور نہ میری طرف وحی ہوتی ہے۔

حضرت ابو ذرؓ کو مثل مسیح بن مریم علیہ السلام ہیں

۴..... حضرت ابو ذرؓ سے مروی ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا: ”ما ظلت الخضراء ولا

اقلت الغبراء من ذی لهجة اصدق ولا اوفی من ابی ذر شبه عیسیٰ بن مریم فی الزهر رواہ الترمذی“ یعنی زیر آسمان اور زمین سے اوپر کوئی زبان کا سچا اور وعدہ وفا حضرت ابو ذرؓ سے زیادہ نہیں ہے وہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا زہد میں نمونہ ہیں۔ باوجودیکہ حضور ﷺ نے ابو ذرؓ کو مثل مسیح کہا ہے لیکن آپ مدعی نبوت نہیں ہوئے کیونکہ نبوت کسی نہیں۔

۵..... حدیث میں ہے: ”من شرب بیدہ وهو یقدر علی انا یرید التواضع کتب اللہ له بعددا صابغہ حسنات وهو اناء عیسیٰ بن مریم علیہما السلام رواہ ابن ماجہ عن عاصم عن ابیہ عن جدہ“ یعنی باوجود برتن دستیاب ہونے کے جو انسان ہاتھ سے پانی نوش کرے۔ جس قدر اس کے ہاتھ کی انگلیاں ہیں اتنی نیکیاں اس کے حصہ میں آئیں گی کیونکہ یہ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کا برتن تھا۔ دیکھو ہاتھ سے پانی پینے والا مثل عیسیٰ بن مریم ہے کیا وہ نبی بھی ہے؟

امام حسنؓ و حسینؓ کو مثل محمد ﷺ ہیں

وجوہات مماثلت، امامین کا درجہ انبیاء سے کم ہے

۶..... حضور ﷺ کے صاحبزادے ظلی و بدوی طور پر رسول خدا ﷺ کا نمونہ تھے اور ان کی ظاہری اور باطنی مناسبت حضور ﷺ کے ساتھ مکمل تھی۔ لیکن باسنہمہ وہ عہدہ نبوت یا رسالت سے مشرف نہیں۔

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیزؒ نے سرالشاہدیت میں لکھا ہے: ”واما لکونہما مراتین

لملا حظتہ ﷺ فمن وجہین الاول من جهة السيادة المطلقة فقد اخرج النسائی والرويانى والضيلاء عن حذيفة وابو يعلى عن ابی سعید وابن ماجہ عن ابن عمرو بن عدی عن ابن مسعود وابو نعیم عن علی الطبرانی فی الکبيرة عن عمر وجابر والبراء واسامة بن زید ومالك بن الحویرث

والدیلمی عن انس وابن عساكر من عائشة وابن عمرو ابن عباس وابی
رمثة ان رسول الله ﷺ قال الحسن والحسين سيدا شباب اهل الجنة
ورواه ابن ماجة وغيره وابوهما خير منهما وعند الطبرانی وابوهما افضل
منهما وزاد الحاكم وابن حبان وغيرهما الا ابن الخالة عيسى بن مريم و
يحيى ابن زكريا ومن متفرعات هذا المراتيه كون مجتہما محبته وبغضهما
بغضه ﷺ كما وقع فی رواية ابن عساكر وغيره عن ابن عباس من احبهما
فقد احبني ومن ابغضهما فقد ابغضني والثاني فی جهة مشابهة الصورة
فانهما كان كالتصويرين له ﷺ فی الظاهر ايضا فهذا اخرج البخاری عن
انس قال لم يكن احد اشبه بالنبي ﷺ من الحسن بن علي وقال فی الحسين
ايضا كان اشبههم برسول الله ﷺ وروى هذا الحديث مفصلا الترمذی عن
علي كرم الله وجهه وصححه قال الحسن اشبه برسول الله ﷺ ما بين
الصدر الى الراس والحسين اشبه بالنبي ﷺ فيما كان اسفل من ذلك

یعنی امام حسن و حسین حضور کے ظاہری و باطنی کمالات کا آئینہ تھے جس نے ان کو دیکھ لیا
گویا رسول اللہ ﷺ کو ملاحظہ کر لیا۔ اس مشابہت کو ہم دو طرز سے ثابت کر سکتے ہیں۔

..... آنحضرت ﷺ بنی آدم کے علی الاطلاق سردار تھے جیسے حدیث میں ہے: ”انسا سید
ولد ادم يوم القيامة“ چونکہ دونوں صاحبزادے حضور کا بروزی عکس تھے اس لئے سیادۂ کار پر تو
بھی امامین کی روحانیت پر پڑ گیا اور حضور نے ارشاد فرمایا کہ امام حسن و حسین جو اتان اہل جنت کے
سردار ہیں۔ اس روایت کو نسائی اور رویانی اور ضیاء نے حضرت حذیفہ سے اور ابو یعلیٰ نے ابو سعید
سے اور ابن ماجہ نے ابن عمر سے اور ابن عری نے ابن مسعود سے اور ابو نعیم نے علی سے اور طبرانی
نے کبیر میں عمر، جابر، براء، اسامہ بن زید، مالک بن حویرث سے اور دیلمی نے حضرت انس سے
اور ابن عساکر نے عائشہ ابن عمرانی رمہ سے مرفوعاً بیان کیا ہے اور ساتھ ہی ایک لفظ رافع وہم بھی
ذکر کیا ہے کہ امامین آنحضرت ﷺ کا بروزی نقشہ تھے تو اس لہجہ میں آپ کو نبوت بھی حاصل ہو گئی
ہوگی تو رسول خدا نے فرمایا الا ابن خالة عيسى بن مريم ويحيى بن زكريا یعنی دو خالہ
زاد بھائی یحییٰ و عیسیٰ علیہما السلام پر دونوں صاحبزادوں کو فوقیت نہیں ہے کیونکہ وہ نبی تھے اور
صاحبزادے نبی نہ تھے۔ گویا بروزی رنگ میں حصول نبوت کی نفی ہے۔

چونکہ صاحبزادے آنحضرت کے ذاتی کمالات کا آئینہ تھے۔ اس لئے آپ نے فرمایا کہ ان کی ذات اور میری ذات واحد ہے جو ان سے محبت رکھتا ہے وہ مجھے بھی چاہتا ہے جو ان کو دشمن خیال کرے وہ مجھے بھی دشمن سمجھتا ہے۔ ابن عساکر نے ابن عباس سے اس روایت کو نقل کیا ہے۔

۲..... صاحبزادوں کی شکل رسول اللہ ﷺ سے ملتی جلتی تھی بظاہر وہ ان کی تصویر تھے جیسا نجاری کی حدیث سے یہ بات واضح ہے اور ترمذی نے حضرت علی سے اس واقعہ کو مفصلاً بیان کیا ہے کہ امام حسن سر سے دھڑ تک آنحضرت سے مشابہت رکھتے تھے اور دھڑ سے پاؤں تک امام حسین کا نقشہ حضرت سے ملتا جلتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ امام حسن و حسین کی شہادت آنحضرت کی شہادت سمجھی جاتی ہے اور آپ کے کمالات میں محدود ہوتی ہے۔

امام مہدی مثل محمد ہیں

۷..... امام مہدی علیہ السلام رسول خدا ﷺ کا ظل ہوں گے اگر ظلیات کے ماتحت نبوت حاصل ہو سکتی ہے تو امام مہدی کو نبی سمجھنا چاہئے حالانکہ اس بات کا کوئی بھی قائل نہیں بلکہ اہل سنت حضرت ابوبکرؓ گوان سے برتر سمجھتے ہیں۔

ابو اسحاق سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنے بڑے صاحبزادے امام حسنؓ کو دیکھ کر فرمایا: ”ان ابنی هذا سید کما سماہ رسول اللہ ﷺ و سیخرج من صلبہ رجل یسمی باسم نبیکم یشبہہ فی الخلق ولا یشبہہ فی الخلق“ یہ میرا صاحبزادہ سید ہے آنحضرت نے اسے سردار ٹھہرایا ہے اس کی صلیبی نسل سے ایک ایسا امام پیدا ہوگا جس کا نام محمد ہوگا۔ وہ اخلاق میں حضرت کا نمونہ ہوگا اور صورت میں ان کے ساتھ مماثلت نہ ہوگی۔ ابوداؤد نے اس روایت کو بیان کیا ہے باسنہمہ امام مہدی کی شان انبیاء کے بلکہ حضرت ابوبکرؓ کی مساوی نہیں حالانکہ وہ ظلی طور پر مثل محمد ہیں۔ علامہ محمد طاہر نے مجمع البحار میں لکھا ہے:

”فان خیرہم ابو بکر ثم عمر وهم قریبا فی فضل الصحابة هذا هو عقیدة اهل السنة قاطبة ولم یخالف فیہ احد فانظر هل احد اجهل ممن یفضل علی الصدیق الذی وزن به جمیع الامة فرجح شخصا اعتقد مهد ویتہ بلا دلیل وشبهة بل وقد نسمع من بعض الثقات انهم یفضلونہ علی سید الانبیاء“ یعنی سب سے افضل حضرت ابوبکرؓ ہیں پھر عمرؓ، یہ تمام اہل سنت کا عقیدہ ہے جس میں

کسی کو خلاف نہیں غور کی نظر سے دیکھو اس سے بڑھ کر بھی کوئی جاہل ہے جو صدیق پر جو تمام امت کے موازنہ میں بھاری رہا کسی دوسرے کو فضیلت دیتا ہے اور کہتا ہے کہ جس میں مہدی جانتا ہوں وہ ابو بکر سے افضل ہے۔ بلکہ بعض معتبرین سے سننے میں آیا ہے کہ وہ اپنے معتقد فیہ مہدی کو سید الانبیاء سے بھی برتر جانتے ہیں۔

حضرت ابو بکرؓ افضل یا امام الزمان مہدی علیہ السلام؟

رہی وہ حدیث جسے ہاں سادھج ابن ابی شیبہ نے محمد بن سیرین سے نقل کیا ہے: ”یکون فی آخر الزمان خلیفۃ لا یفضل علیہ ابو بکر وعمر“ سو علامہ موصوف الصدر نے اپنی کتاب العرف الوردی فی اخبار المہدی میں اس کی حسب ذیل تاویل بیان کی ہے اور کہا ہے: ”والا وجه عندی تاویل اللفظین علی ما اول علیہ حدیث بل اجر خمسین منکم لشدة الفتن فی زمان المہدی وتماثل الروم باسرها علیہ ومحاصرة الدجال له وليس المراد بهذا التفضیل الرجوع الی زیادة الثواب والرفعة عند اللہ تعالیٰ فالاحادیث الصحاح والاجماع علی ان ابابکر وعمر افضل الخلق بعد النبیین والمرسلین“ میرے نزدیک ہر دو لفظ کی تاویل بہت مناسب ہے اور لائق ہے کہ اس حدیث کے مطلب کو اس حدیث کے مفہوم پر اتارا جائے جس میں متاخرین کے اجر کو پچاس صحابہ کے برابر ٹھہرایا گیا ہے حالانکہ صحابہ بالا جماع افضل ہیں کیونکہ مہدی علیہ السلام کے عہد میں فتن زور و شور پر ہوں گے اور روم حملہ کے لئے ان پر ٹوٹ پڑے گی اور دجال ان کا محاصرہ کر لے گا۔ اور اس لحاظ سے انہیں جزوی فضیلت حاصل ہو جائے گی ورنہ ثواب اور رفعت کو مد نظر رکھتے ہوئے حضرت شیخین کا درجہ افضل ہے اور صحیح احادیث اور اجماع بتلا رہی ہیں کہ نبیوں اور مرسلوں کے بعد حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ افضل ہیں اور علامہ موصوف تذکرہ میں اس حدیث کی دوسری اسناد کے متعلق یہ رائے ظاہر کی ہے۔ موضوع فیہ ضعیف و کذاب

اضافی فضیلت

اور سید علامہ نے حج الکرامہ میں بعد تحقیق لکھا ہے کہ جہات فضیلت مختلف ہیں اور امام مہدی علیہ السلام کو بعض وجوہ سے شیخین پر حریت حاصل ہے۔ لیکن اکثر وجوہ سے شیخین کو تفوق ہے کیونکہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو چشم خود دیکھا۔ برکت محبت سے فیض یاب ہوئے وحی کے

نزول کا مشاہدہ کیا۔ آنحضرت ﷺ کی رفاقت میں مال و جان کو فدا کیا۔ ان کے اعمال کا فہرہ متاخرین کے اعمال کی نسبت زیادہ ہے وغیرہ وغیرہ۔ امام مہدی علیہ السلام چونکہ ایک جان گداز زمانہ میں پیدا ہوں گے اور انہیں بے شمار مشکلات کا سامنا ہوگا۔ اس لئے وہ پیش بہا اجر کے مستحق ہوں گے۔ آثار نبی ﷺ کی اتباع کریں گے۔ اور آپ سے خطا صادر نہ ہوگا۔ مگر یہ یاد رکھنا چاہئے کہ فضائل جزیہ اس قائل نہیں کہ حقیقہً امام موصوف کے لئے شیخین پر تفضل کا حق پیدا کر دیں۔

حدیث کاد یفضل علی بعض الانبیاء پر بحث

البتہ ابن ابی شیبہ کی ایک روایت میں امام موصوف کے حلق یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں کا یفضل علی بعض الانبیاء جن سے ثابت ہوتا ہے کہ امام مہدی علیہ السلام کا درجہ انبیاء سے قریب ہے۔ حتیٰ کہ بعض مبالغہ سے کام لینے والوں نے یہ رائے لگائی کہ آپ بعض انبیاء سے افضل ہیں اور اپنے معتقد فیہ مہدی کی نسبت یہ خیال کیا کہ اس کا درجہ انبیاء کے مساوی یا زیادہ ہے لیکن روایت مذکور کی رو سے ایسا حکم لگانا صحیح نہیں کیونکہ یہ محمد بن سیرین کا قول ہے۔ جب تک قطعاً معلوم نہ ہو جائے کہ یہ کلام مشکوٰۃ نبوت سے صادر ہوئی ہے تب تک حجت ناقص ہے اور نیز اس کی اسناد پایہ صحت کو نہیں پہنچتی کہ مقام استدلال میں مفید ہو سکے اور چنانچہ کاد کے مشتقات کی نسبت یہ قاعدہ ہے کہ حقیقی ثبوت کے معنی دیتی ہیں اور مثبت منفی کے معنی۔ بناء علیہ کاد یفضل علی بعض الانبیاء کا یہ مطلب ہوگا لیکن لم یفضل جیسے وما کادوا یفعلون کا مدعا یہ ہے ولیکن فعلوا۔ پس نتیجہ بالکل صاف ہے کہ امام مہدی کو وہ شان حاصل نہیں جو انبیاء کو دیا گیا ہے حالانکہ وہ بروزی طور پر مثیل محمد ہیں۔ اگر بہ ہجرا یہ بروز نبوت میسر ہو سکتی تھی تو امام الزمان کو ہوتی جب وہ نبی نہیں تو معلوم ہو گیا کہ بروز نبوت کوئی چیز نہیں۔

ان شواہد کے علاوہ کتب روایت میں ایسی بے شمار شہادتیں موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء کے ساتھ اخلاقی مماثلت و وضعی مشابہت ممکن ہے۔ لیکن جو مشبہ بہ میں نکال ہوتا ہے وہ مشبہ میں نہیں پایا جاتا اور واقعات نے اس کی تصدیق یہاں تک کی ہے کہ یہ مسئلہ عین الحقائق کو پہنچ چکا ہے البتہ مماثلت کے ماتحت نبوت حاصل نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ فیض وہی ہے۔ حدیث

۱۔ ملاحظہ یا تضرعاً مراد نہیں بلکہ التزاماً یعنی قرآن اور آثار سے ایسا نتیجہ پیدا ہوتا ہے۔
القان اور شرح حمادہ عامل میں اس مسئلہ پر ضروری بحث کی گئی ہے۔

میں بروایت سعد مروی ہے: ”سُئِلَ النَّبِيُّ ﷺ اَيُّ النَّاسِ اَشَدُّ بَلَاءَ قَالَ الْاَنْبِيَاءُ ثُمَّ الْاَمْثَلُ فَالْاَمْثَلُ يَبْتَلَى الرَّجُلَ عَلَىٰ حَسَبِ دِينِهِ فَاِنْ كَانَ فِي دِينِهِ صَلَاحٌ اَشْتَدَّ بَلَاءُهُ وَاِنْ كَانَ فِي دِينِهِ رَقَّةٌ هَوِّنَ عَلَيْهِ فَمَا زَالَ كَذَلِكَ حَتَّى يَمِشَ عَلَى الْاَرْضِ مَا لَهُ ذَنْبٌ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَصَحَّحَهُ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ“

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے شرح مشکوٰۃ میں امثل کی تشریح کے متعلق تحقیق لغوی کو بیان کیا ہے۔ جو درج ذیل ہے: ”وما وقع فی عبارة بعض الشارحين ان الامثل يعبر به عن الاشبه بالفضل والاقترب الى الخير وامثال القوم كناية عن خيارهم يشعربان الافضل من الامثل من جهة اعتبار المماثلت“ یعنی جو کسی بزرگ کا فضیلت میں مماثل ہو اور اس جہت سے اسے خدا نے مزیت بخشی ہو یا جس طریق اور مذہب کو حق کے ساتھ مماثلت ہو اسے امثل کہتے ہیں۔ قرآن اور حدیث اور لغت اور پوچھنا اور اس بات کے مصدق ہیں: ”قَالَ اللَّهُ تَعَالَى اِذْ يَقُولُ امْثَلُهُمْ طَرِيقَةً اِنْ لَبِثْتُمْ اِلَّا يَوْمًا وَقَالَ اِنْ هَذَا لَسَاحِرَانِ يَرِيدَانِ اَنْ يُخْرِجَاكَ مِنْ اَرْضِكَ بِسِحْرِهِمَا وَيَذْهَبَا بِطَرِيقَتِكُمُ الْمُثَلَّى عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنِ قَارِيٍّ كَا قَوْلِهِ خَرَجْتُ لَيْلَةً مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَنِي الْمَسْجِدَ فَاِذَا النَّاسُ اَوْزَاعٌ مُتَفَرِّقُونَ يَصْلِي الرَّجُلُ لِنَفْسِهِ وَيَصْلِي الرَّجُلُ فَيَصْلِي بِصَلَوَتِهِ الرَّجُلُ وَيَصْلِي الرَّجُلُ فَيَصْلِي بِصَلَوَتِهِ الرَّهْطُ فَقَالَ عُمَرُ لَوْ جُمِعْتَ هَؤُلَاءِ عَلَى قَارِيٍّ وَاحِدٍ لَكَانَ امْثَلٌ (مشکوٰۃ)“ اور امراء القیس سید الشراء نے کہا ہے۔

اَيَايَهَا اللَّيْلُ الطَّوِيلُ الْاَنْجَلُ

بَصْبَحَ وَمَا الْاَصْبَاحُ مِنْكَ بِاَمْثَلُ

اس لحاظ سے حدیث کے معنی اس طرح ہوں گے کہ نبیوں پر تمام خلق اللہ سے زیادہ آزمائش ڈالی جاتی ہے۔ پھر جو لحاظ مماثلت انبیاء ایک دوسرے سے فضیلت رکھتے ہیں۔ علی حسب الدرجات امتلاء میں واقع ہوتے ہیں جتنا کوئی دین میں مضبوط ہوتا ہے۔ اسی قدر آزمائش اس کی زیادہ ہوتی ہے اور جتنا دین میں کمزور ہوتا تھا اسی امتلاء میں کم رہتا ہے۔ اسی حالت میں ہر دم رہتا ہوا گناہ سے پاک صاف ہو کر زمین پر چلتا ہے۔ ترمذی ابن ماجہ دارمی نے اس روایت کو بیان

کیا ہے اور ترمذی نے صحیح بھی کہا ہے اور یہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ابتلاء کا رنگ بزرگوں پر وہی صورت اختیار کرتا ہے جو کسی خاص نبی کی مماثلت سے اس کے مناسب حال ہے۔ مثلاً ابو مسلم خولانی حضرت ابراہیم کی طرح افروختہ آتش میں ڈالے گئے جبکہ اسود عنسی نے انہیں اپنی نبوت کا منکر پا کر یہ سزا ان کے لئے تجویز کی۔

فرقان میں اولیاء الرحمان و اولیاء الشیطان میں ابن تیمیہ حرافی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے: ”وطلبہ الاسود العنسی لما دعی النبوة فقال اتشهد انی رسول اللہ فقال ما اسمع قال له اتشهد ان محمد رسول اللہ قال نعم فامر بنار فالقہ فیہا فوجدوہ قائما یصلے فیہا وقد صارت علیہ بردا او سلاما و قد قدم المدینۃ بعد موت النبی ﷺ فاجلسہ عمر بینہ و بین ابی بکرؓ فقال الحمد للہ الذی لم یمتنی حتی ارانی من امة محمد ﷺ من فعل بہ کما فعل بابراہیم خلیل اللہ (فرقان ص ۱۱۶، ۱۱۷)“ یعنی ابو مسلم خولانی کو اسود عنسی نے بلا کر اپنی نبوت پر شہادت لینے کا ارادہ کیا تو ابو مسلم نے ایسا جواب دیا جو اس کے اشتعال طبع کا باعث ہوا۔ یعنی کہا ما اسمع یعنی میں نہیں سنتا۔ جب اس نے محمد ﷺ کی تصدیق کے متعلق سوال عائد کیا تو فوراً بول اٹھا کہ ان کو میں سچا نبی مانتا ہوں۔ تب وہ غیظ و غضب میں آیا اور حکم دیا کہ ابو مسلم کو چپے میں ڈال کر جلادیا جائے۔ چنانچہ مریدوں نے ایسا ہی کیا۔ جب آتش فرو ہوئی تو دیکھا وہ صحیح سالم استادہ نماز آگ میں ادا کر رہے ہیں۔ اور آتش ان کی خاطر سرد اور باسلامت بن گئی۔ ابو مسلم بعد وفات نبی ﷺ مدینہ میں آیا۔ حضرت عمرؓ نے ان کو اپنے اور حضرت ابو بکرؓ کے درمیان مجلس مرحمت فرمائی اور کہا خدا کا شکر ہے کہ اس نے مجھے امت محمدیہ میں سے روحانی نقشہ ابراہیم علیہ السلام کا دکھایا جس پر حینہ وہ واردات گزری جو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر گزری تھی اور بیشتر مرگ مجھے اسی نعمت کے دیکھنے کا موقع مرحمت فرمایا۔ ”مگر باوجود اس کے ابو مسلم مدعی نبوت نہیں ہوا کیونکہ باب نبوت مسدود ہے اور مماثلت سے حق نبوت پیدا نہیں ہوتا۔ بخلاف مرزا قادیانی کے کہ ان کے اخلاق اور اوصاف سے کسی نبی کی مماثلت مترشح نہیں ہوتی۔ لیکن پھر بھی آپ ابراہیم ہونے کے مدعی ہیں اور لکھتے ہیں: ”جب امت محمدیہ میں بہت فرقے ہو جائیں گے تب آخر زمانہ میں ایک ابراہیم پیدا ہوگا اور ان سب فرقوں میں سے وہ فرقہ نجات پائے گا۔ کہ اس ابراہیم کا پیر ہوگا۔“

(اربعین نمبر ۳۳ ص ۳۲، غزائن ج ۷ ص ۳۳۱)

مرزا قادیانی نے اس موقع پر جملہ حدیثوں سے کام نکالنے کی بہت کوشش کی ہے اور اپنے دعویٰ نبوت کی پناہ میں ان روایتوں کو جو افتراء پر دازوں کی کذب بیانی کا نتیجہ ہیں کھڑا کیا ہے۔ مشہور ہے الفریق یقشبت بالحدیث ڈوبتے کو تنگے کا سہارا پہلی حدیث اشخ فی قومہ کالنبی فی امتہ سے اپنی مطلب براری چاہی ہے۔ امام شوکانی نے فوائد المجموعہ میں اس روایت پر تنقید کرتے ہوئے لکھا ہے: ”جزم ابن حجر وغیرہ بانہ موضوع“ اور دوسری حدیث ”علماء امتی کما نبیاء بنی اسرائیل“ پر ہتھیڑ ڈالا ہے۔ جس پر امام مذکورہ نے فوائد میں بحوالہ علماء ناقدرین یہ تبصرہ بیان کیا ہے: ”قال ابن حجر والذکر کشی لا اصل له“ کیا کریں کاذبین کا کام صدق سے پورا نہیں ہوتا وہ عابرداری کے لئے مغفريات کا ذخیرہ ہر گوشہ سے جمع کر لیتے ہیں۔

ہاں ایک روایت ضعیف سند کے ساتھ ان الفاظ میں مروی ہے: ”اقترب للناس من درجة النبوة اهل العلم والجهاد“ لیکن یہ مرزا قادیانی کے مفیدہ عافئیں کیونکہ قرب سے دائرہ نبوت میں داخل ہونا نہیں سمجھا جاتا بلکہ اتصاف نبوت کی نفی مترشح ہوتی ہے۔ قرب اور ہے اور نبوت اور اس کی تائید کے لئے راقم خاکسار حدیث ابن عباس کو پیش کرتا ہے: ”عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ من جاء اجله وهو يطلب العلم لقي الله لم يكن بينه وبين النبيين الا درجة النبوة رواه الطبرانی في الاوسط والدارمی عن الحسن مرسلًا ولفظه من جاء الموت وهو يطلب العلم ليحيى به الاسلام فبينه وبين النبيين درجة واحدة في الجنة“ یعنی حضرت ابن عباسؓ نے آنحضرت ﷺ سے یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو علم کو بخش کرتا ہو اوقات پائے تو اس کے اور نبیوں کے درمیان صرف درجہ نبوت کا فرق باقی رہے گا یعنی باقی خصائل میں اور نبیوں کے ہم رنگ ہوگا لیکن نبوت اسے حاصل نہ ہوگی۔ طبرانی نے اوسط میں اس روایت کو بیان کیا ہے اور دارمی نے حسن سے مرسلًا یوں نقل کیا ہے کہ جو علم کا جو یاں ہوا اور محض اسلام کو زندہ کرنے کی خاطر تعلیم دینی کو حاصل کرے۔ اس کے اور نبیوں کے درمیان صرف ایک درجہ کا فرق رہ جائے گا۔ یعنی درجہ نبوت کا استحقاق کسی طرح حاصل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ نبوت کسی نہیں اور دارمی نے متبہ بن عبدالمسلمی سے روایت کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا: ”القتلى ثلاثة مومن جاهد بنفسه وماله في سبيل الله فاذا لقي العدو قاتل حق يقتل قال النبي ﷺ فذلك الشهيد الممتحن في خيصة الله تحت عرشه لا يفضل النبيون الا بدرجة النبوة“

یعنی آنحضرت نے فرمایا کہ شہداء تین قسم ہیں ایک ایسا مومن جس نے من و دھن سے خدا کی راہ میں جہاد کیا۔ سینہ پر ہو کر راہ خدا میں مارا گیا یہ شہید خالص ہے جو زیر سایہ عرش غیمہ الہی میں ہوگا۔ نبیوں کو اس پر درجہ نبوت کی فضیلت ہوگی۔ اسلام کے لئے عرق ریزی اور جانفشانی بھی درجہ نبوت پر نہ پہنچا سکی پھر کس عمل اور کوشش پر سہارا کیا جاسکتا ہے کہ اس سے نبوت حاصل ہو جائے گی۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اس حضرت سے روایت کیا ہے: ”من قرء القرآن فقد استدرج النبوة بین جنبیه غیرانہ لا یوحی الیہ“ یعنی قاری قرآن کے ہر دو پہلو پر نبوت گشت لگاتی ہے مگر اندر داخل نہیں اور اسے وحی کی شرفیابی اور الہام معصوم کی سرفرازی حاصل نہیں ہوتی۔

حضرت یحییٰ نے چھوٹی عمر میں توراۃ کو حفظ کر لیا تھا اور دین کی سمجھ اور فقاہت بچپن میں انہیں عطا کی گئی۔ جو صغیر اسن بچہ طفولیت میں قرآن اذہر کر لے اور خدا تعالیٰ دین کی سمجھ کا مادہ اسے مرحمت کرے تو وہ حضرت یحییٰ کا مثل ہے جن کی نسبت قرآن نے ارشاد کیا ہے: ”واتیناہ الحکم صبیا“ رسول خدا نے فرمایا: ”من قرء القرآن قبل ان یحتلم فهو ممن اوتی الحکم صبیا رواہ البیہقی عن ابن عباس و اخرجہ ابن ابی حاتم موقوفا علیہ“ یعنی جو قرآن قبل بلوغ پڑھ لے وہ چھوٹی عمر میں یحییٰ کی طرح حکم دیا گیا۔ (بیہقی ابن ابی حاتم) کون کہہ سکتا ہے کہ طفل حافظ قرآن مماثلت یحییٰ علیہ السلام سے نبی ہو گیا؟ ہرگز نہیں۔ کیونکہ باب نبوت مسدود ہے۔ مماثلت اور قرب اور چیز ہے اور نبوت کا مفہوم جدا ہے۔ مماثلت انبیاء کا دروازہ مفتوح ہے لیکن باب نبوت مسدود ہے۔ دیکھو حدیث میں وارد ہے کہ تاجر صدوق امین کو بھی انبیاء سے مناسبت حاصل ہے: ”أخرج الترمذی والدارمی والدارقطنی عن ابی سعید وابن ماجہ ابن عمر قال قال رسول اللہ ﷺ التاجر الامین الصدوق مع النبیین والصدیقین والشہداء یوم القیامۃ“ یعنی ترمذی دارمی اور دارقطنی نے ابو سعید سے اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تاجر امانت دار سچا انبیاء اور صدیقیوں اور شہیدوں کے ساتھ ہم رنگ ہونے سے ان کے ہمراہ ہوگا۔ حامل قرآن کو بھی نبیوں سے یک رنگی حاصل ہے: ”أخرج الدیلمی فی مسندہ عن علیؑ قال قال رسول اللہ ﷺ حملہ القرآن فی ظل اللہ یوم لا ظل الا ظله مع النبیین واصفیاءہ“ یعنی دیلمی نے حضرت علیؑ کی معرفت نبی ﷺ سے نقل کیا ہے کہ قرآن کا سینے میں اٹھانے والا سایہ عرش خدا میں ہوگا اور نبیوں اور اوصیاء کی رفاقت اسے نصیب ہوگی۔

عشق اور محبت رسول بھی انسان پر وہی رنگ چڑھا دیتے ہیں جو نبیوں پر ہے لیکن نبوت کی انتہائی منزل جو فیض وہی ہے۔ حاصل نہیں ہوتی۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے: ”ان رجلا قال یا رسول اللہ متى الساعة قال ویلک ما عدت لها قال ما اعدت لها الا انی احب اللہ ورسولہ قال انت مع من احیت قال انس فما رأیت المسلمین فرحوا بشیء بعد الاسلام فرحهم بها متفق علیہ“ ایک بندہ خدا حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر بھی ہوا کہ قیامت کب آنے والی ہے؟ آپؐ نے کہا کہ تو نے قیامت کے لئے کیا سرمایہ تیار کیا ہے اس نے کہا صرف یہی کہ میرے دل میں خدا اور اس کے رسول کی محبت جاگزیں ہے۔ حضورؐ نے کہا کہ تو اپنے محبوب کے ساتھ بروز قیامت ہوگا۔ مسلمانوں کو یہ بشارت سن کر اتنی خوشی حاصل ہوئی کہ اس سے پہلے کبھی نہ ہوئی تھی۔ حضرت ثوبانؓ رسول خدا کے عاشق صادق تھے اور اگر کبھی ملاقات حضرت نبوت میں توقف واقع ہو جائے تو اس صدمہ کو برداشت نہ کر سکتے تھے۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ وہ حضرت ﷺ کے مکان شریف پر زیارت سے مشرف ہونے کے لئے گئے۔ لیکن آپؐ پس و پیش تھے۔ زیارت نہ ہو سکی۔ غم سے رنگ اڑ گیا۔ دوبارہ جو آئے تو چہرے کے عنوان بدلے ہوئے تھے اور دریا حیرت میں ڈوبے ہوئے دکھائی دیتے تھے۔ آنجناب ﷺ نے کیفیت کا استفسار کیا۔ ثوبانؓ نے بتایا نہ میں بیمار ہوں نہ کوئی درد دامن گیر ہے۔ صرف آپ ﷺ کی ایک لمحہ مفارقت بھی میری طبیعت برداشت نہیں کر سکتی۔ آپ ﷺ کے مکان پر تشریف فرمانہ ہونے کی وجہ سے میرا زیارت سے محروم جانا میرے دل کے قلق و اضطراب کا موجب ہوا اور میری یہ حالت ہو گئی جو آپؐ دیکھ رہے ہیں اور اس خیال نے کہ آپؐ بروز قیامت عالی درجہ ہوں گے اور بندہ خاکسار جنت کے ادنیٰ منزلوں میں مقیم ہوگا اور میری ہمیشہ کے لئے آپؐ سے مفارقت ہو جائے گی مجھے بے بس اور غمزدہ کر دیا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ دنیا کی ذرہ بھر مفارقت نے مجھ پر ایسا اثر کیا ہے۔ جس کا میں تحمل نہیں ہو سکتا تو عاقبت میں کیونکر گزرے گی۔ تب یہ آیت نازل ہوئی: ”من یطع اللہ ورسولہ فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین وحسن اولئک رفیقاً (نساء: ۶۹)“ یعنی جو خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کرے اور ان کے احکام بجالائے تو وہ ان انبیاء اور صدیقیوں اور شہیدوں اور صالحین کے ہمراہ ہوگا یعنی اتباع سیرت نبوی سے انسان ان کے مشابہ اور ہمرنگ ہو جاتا ہے۔ اس لئے اسے انبیاء کی رفاقت مرحمت ہوگی۔

حضرت ربیعہ بن کعبؓ نے آنحضرتؐ کو وضو کے لئے پانی دیا۔ آپؐ نے عالم خوشی میں

فرمایا جو چاہو مگر بیچہ نے کہا: ”اسألك مرافقتك في الجنة“ (مجھے بروز قیامت آپ کی رفاقت میں رکھا جائے یہ میری دلی خواہش ہے۔) آپ نے اس سے وعدہ کر لیا کہ میں خدا سے تمہارے لئے دعا کروں گا لیکن تم پر لازم ہے: ”اعنى على نفسك بكثرة السجود“ کہ نوافل زیادہ پڑھا کرو (مکتوٰۃ) معلوم ہوا کہ کثرت نوافل اور آنحضرت ﷺ کی اتباع بھی مناسبت انبیاء کا موجب ہے لیکن کون کہہ سکتا ہے کہ اصحاب جان نثار نے نبوت کا دعویٰ کیا ہو یا ایسا لفظ ہی کبھی زبان پر لائے ہوں۔ تاریخ ہمارے سامنے ہے حدیث ہمارے روبرو۔

کتب روایت کا خاکہ مخفی نہیں۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے کہ وہ باوجود مماثلت انبیاء کے دعوائے نبوت سے برکنار رہے اس کی یہی وجہ ہے کہ مماثلت سے نبوت نہیں ملتی۔ دیگر اعمال بھی ایسے ہیں جو انبیاء کی روحانیت کا رنگ انسان پر چڑھا دیتے ہیں اور ہم رنگی کا جلوہ فریقین میں نمایاں ہو جاتا ہے: ”عن عمرو بن مرة الجهن قال جاء رجل الى النبي ﷺ فقال يا رسول الله شهدت ان لا اله الا الله وانك رسول الله وصليت الخمس واديت زكاة مالى وصمت رمضان فقال النبي ﷺ من مات على هذا كان مع النبيين والصديقين والشهداء يوم القيمة ونصب اصبعيه مالم يعق والديه رواه احمد والطبراني باسنادين احدهما صحيح ورواه ابن حبان وابن خزيمة في صحيحهما“ عمرو بن مرہ جہنی کا بیان ہے کہ ایک مرد خدا نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض پر داز ہوا کہ میں توحید و رسالت کا قائل ہجگانہ نماز گزار ہوں۔ زکوٰۃ ادا کرتا ہوں۔ صیام رمضان کا پابند ہوں۔ مجھے کیا ملے گا؟ آپ نے ارشاد کیا کہ جو اس بہتر حالت پر جان سے رحلت کر جائے وہ نبیوں اور صدیقیوں اور شہیدوں کے ہمراہ بروز قیامت ہوگا۔ دونوں اٹکیوں کو اٹھا کر یہ قید بیان کی کہ جب تک اپنے والدین کے خلاف حکمی نہ کرے۔ احمد اور طبرانی نے اس روایت کو دو سندوں سے روایت کیا ہے۔ جن میں سے ایک سند صحیح ہے اور ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اپنی اپنی صحیح میں بھی اس کو لکھا ہے۔

پس مماثلت کا دروازہ تو کھلا ہے کوئی انبیاء اور صلحاء اور شہداء اور صدیقیوں سے بطرز مذکور مماثلت پیدا کر لے۔ چنانچہ صحابہ نے حضرت ابراہیم کی روحانیت کو اخذ کیا اور اسی سیرت اور اخلاق نے ان پر اپنا جلوہ ڈالنا شروع کیا کہ وہ اسی رنگ میں رنگے گئے اور چادر روحانیت ابراہیمی نے ہر طرح انہیں روپوش کر لیا۔ تو خدا نے اس اتصال روحانی کو مد نظر رکھتے ہوئے کہا: ”ان اولی الناس بابراہیم للذين اتبعوه وهذا النبي والذين امنوا“ یعنی حضرت ابراہیم کے

ساتھ مریدان ابراہیم اور نبی ﷺ اور اہل ایمان کو اتصال روحانی حاصل ہے۔

جب اہل مکہ نے غریب مسلمانوں پر جو رستم کا پہاڑ توڑ دیا اور انہیں طرح طرح کی مصیبتوں کا نشانہ بنایا اور موسم گرما میں برہنہ تن گرم بالو میں لٹائے گئے۔ گرسنہ اور تشنہ اس اہتمام پر راضی تھے۔ جوں جوں اہتمام کی شدت بڑھتی جاتی تھی ویسا ہی ان کا ایمان مضبوط ہوتا تھا۔ سیہ عمار کی والدہ ابو جہل کے بچہ ظلم کا شکار ہوئی اور اسے طرح طرح کی اذیتیں دے کر ایک قابل شرم طریق سے قتل کر دیا گیا اور یاسر بھی کفار مکہ کے جو رستم سے اپنی جان چھوڑ گیا۔ مگر قوت ایمانی کی یہ حالت ہے کہ عقیدہ راسخہ میں ذرا تزلزل واقع نہیں ہوا انہوں نے صبر و تحمل سے جملہ مصائب و شدائد کو برداشت کیا تو ایسی حالت میں ان کو مریم بتول اور آسیہ کا مثل قرار دیا گیا اور دونوں پاک باز بیبیوں کی مثال سنائی گئی جنہوں نے قوم کے ہاتھوں بہت تکالیف برداشت کیں اور کہا:

”وَضَرْبَ اللَّهِ مَثَلًا لِّلَّذِينَ آمَنُوا مَرْءَةٌ فَرَعُونَ اِذْ قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ لَیْ عِنْدَکَ بِیْتًا فِی الْجَنَّةِ وَنَجْنِیْ مِنْ فَرَعُوْنَ وَعَمَلِیْ وَنَجْنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِیْنَ وَمَرِیْمُ ابْنَةُ عِمْرَانَ الَّتِیْ اٰحْصٰیْتُ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِیْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَقَتْ بِکَلِمَاتِ رَبِّهَا وَکَتَبَہٗ وَکَانَتْ مِنَ الْقَائِنَتِیْنِ (تحریم: ۱۲۰/۱۱)“ آسیہ جس طریق سے جنت میں پہنچی اسی طرح غریب مسلمان بلا فرق سرسومارے گئے۔ جس طرح حضرت مریم کو طرح طرح کے الزامات سے متہم کر کے تکلیف دی گئی اس طرح غرباء اسلام پر زبان طعن و لعن کھولی گئی اور جب قریباً یکساں نفوس اپنے وطن مالوف کو الوداع کہہ کر جدہ کی بندرگاہ سے سوار ہو کر ابی سینیا میں پہنچے اور ان کی کوئی غرض نہ تھی۔ سوائے اس کے کہ توحید کی حفاظت کریں اور اپنے ایمان کو بچائیں تو خدا نے ان کی تمثیل اصحاب نوح سے بیان کی جنہوں نے حضرت نوح پر ایمان لا کر اپنے تئیں عذاب الہی سے محفوظ رکھا اور بیڑہ نوح علیہ السلام میں قریباً یکساں نفوس سوار ہوئے رکوب سفینہ اور تعداد کی نسبت باہم ملتی تھی اس لئے خدا نے مظلومین اہل اسلام کی دردناک داستان اور ان کے اطمینان کے لئے واجبہ کلمات بیان کرنے کے بعد ان کو اصحاب سفینہ اور حضرت نوح کا قصہ سنایا اور فرمایا:

”فَانْجِیْنٰہٗ وَاَصْحَابَ السَّفِیْنَةِ وَجَعَلْنٰہَا اٰیَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ (عنکبوت: ۱۰)“ اور ہجرت میں انہیں حضرت ابراہیم کا مثل ٹھہرایا اور کہا: ”فَاٰمَنَ لَہٗ لُوطٌ وَقَالَ اِنِّیْ مَہْجَرٌ اِلَیْ رَبِّیْ سِیِّدِیْنِ (عنکبوت: ۲۶)“ اور جو چاہے بدی کا نمونہ اپنی ذات کو بنائے اور یزید اور قارون اور فرعون اور ہامان اور ابی بن خلف اور نمرود کے سانچے میں ڈھل جائے۔ حدیث میں ہے کہ جس روز ابو جہل مرا تو حضرت نے فرمایا: ”مَاتَ فَرَعُوْنَ هَذِهِ الْاُمّتِ اور تَارَكَ الصَّلٰوۃَ“ کے

حق میں یہ کہا: ”من لم يحافظ عليها لم تكن له نوراً ولا برهاناً ولا نجاة يوم القيامة وكان يوم القيامة مع قارون وفرعون وهامان وابي بن خلف“ شیخ الاسلام حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے کتاب الصلوٰۃ میں لکھا ہے کہ اگر کوئی سرکش سلطنت کے خمار میں نماز کو ترک کرے تو وہ فرعون کا نمونہ ہے اور اگر مال و دولت نے اسے سرکشی میں ڈالا اور وہ نماز کو جواب دے بیٹھا تو قارون کے ہم رنگ ہو گیا اور اگر وزارت یا عہدہ داری نے اسے ترک نماز کا عادی بنایا تو وہ مثل ہامان ہوا اور اگر تجارت کی مصروفیت نے اسے نماز سے غافل کر دیا اور اس وجہ سے فریضہ الہی میں رخصتہ انداز ہوا تو ابی بن خلف کا شبیہ بن گیا۔

مگر کون کہہ سکتا ہے کہ یہ تشبیہات حقیقت پر محمول ہیں۔ ہرگز نہیں بلکہ یہ مجازی مناسبات کا ذکر ہے اور مشبہ بہ کے ساتھ ہر وصف میں شراکت مقصود نہیں۔ ایسی مناسبتوں کو ملحوظ رکھ کر نبوت کا خیال دل میں بٹھانا ایک زندقہ جی خیال ہے۔

اگر حفظ مراتب نکنی زندیقی

بلکہ بعض روایات میں ثابت ہے کہ بعض امتیوں کے امتیازات اور خصائص دیکھ کر نبی رشتہ کھائیں گے کہ یہ امتیازات کو بہت چھوٹے درجے کے ہیں لیکن کیا اچھا ہوتا کہ اگر ہماری امتیازات علیا و خصائص قاضیہ کے ساتھ یہ بھی جمع کئے جاتے۔ اور جو کمالات ان گنت تعداد میں ہمیں حاصل ہیں اور مفضول کے بعض کمالات جزئیہ سے بدرجہا زیادہ اور افضل ہیں ان کے ساتھ ہمیں کمالات جزئیہ مفضولین بھی حاصل ہو جاتے کیونکہ یک گروہ کی طبیعت کبھی کمالات سے پر نہیں ہوتی اور ان کی نفس ناظرہ کا شوق کس حد پر متغی نہیں ہوتا۔ ”عن عمرؓ قال قال رسول اللہ ﷺ ان من عباد اللہ لانا ساماھم بانبیاء ولا شہداء یغبطھم الانبیاء والشہداء يوم القيامة بما لھم من اللہ قالوا یا رسول اللہ تخبرنا من ھم قال ھم قوم تحابوا بروح اللہ علی خیرا رھام بینھم ولا اموال یتعاطونھا فواللہ ان وجوھھم لننور وانھم لعلی نور لا یخافون اذا خاف الناس ولا یحزنون اذا حزن الناس وقرء ھذہ الایۃ الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون رواہ ابو داؤد والبخاری فی شرح السنۃ عن ابی مالک بلفظ المصابیح مع زوائد البیہقی فی شعب الایمان“ حضرت عمرؓ نے رسول خدا ﷺ سے نقل کیا ہے کہ کچھ بندگان خدا ایسے بھی ہیں جو نہ تو نبی ہیں اور نہ شہید۔ مگر ان کا قرب و منزلت دیکھ کر نبی اور شہید شوق ظاہر کریں گے کہ کاش یہ منزلت جو انہیں حاصل ہے ہمیں بھی حاصل ہوتی۔ صحابہ نے دریافت کیا

وہ کون لوگ ہیں آپ نے ارشاد کیا کہ وہ ایسی قوم ہے جو برحمت الہی بغیر تعلقات قرابت اور بغیر لین دین نقد اموال کے آپس میں لائے محبت رکھتے ہیں۔ بخدا ان کے چہرے نور سے لبریز ہوں گے اور وہ روشن سرک پر دنیا میں ہیں یا انکی سواریاں بھی سراسر نور ہوں گی جب لوگ تھراتے ہوئے وہ بے خوف ہوں گے جب لوگ مغموم ہوں گے وہ بے غم ہوں گے اور شہادت کے لئے یہ آیت سنائی کہ اولیاء اللہ پر بروز قیامت نہ بیم و ترس ہوگا اور نہ غم خوردہ ہوں گے۔ ابو داؤد اور بخاری نے اسے روایت کیا ہے مگر رسول خدا نے باوجود کمالات جزئیہ حاصل ہونے کی انہیں نبی نہیں کہا بلکہ صاف فتویٰ دیا: ”ما ہم بانبیاء ولا شهداء“

اور ترمذی اور ابن حبان اور احمد نے حضرت معاذ بن جبل سے روایت کیا کہ میں نے حضور علیہ السلام سے سنا: ”المتحابون فی جلالی لهم منابر من نور یغبطهم النبیون والشهداء“ کہ آپس میں محبت رکھنے والے جو میرے جلال میں شریک ہیں۔ ان کے لئے بروز قیامت نوری کرسیاں بچھائی جائیں گی ان کی یہ ممتاز حالت دیکھ کر انبیاء اور شہداء بھی رشک کھائیں گے۔

”واخرج احمد والطبرانی عن ابی مالک الاشعری قال قال رسول اللہ ﷺ ان لله عباد الیسوا بانبیاء ولا شهداء یغبطهم النبیون والشهداء علی منازلهم وقربهم من اللہ قیل من هم یارسول اللہ قال ناس من بلدان شتی لم تصل بینهم ارحام متقاربة تحابوا وتصافوا ایضع اللہ لهم یوم القیامة منا من نور قدما الرحمن فیجلسهم علیها یفزع الناس ولا یفزعون“ احمد اور طبرانی نے ابو مالک اشعری سے روایت کیا ہے کہ حضرت نے فرمایا خدا کے ایسے بندے بھی ہیں جو نہ پیغمبر ہیں نہ شہید لیکن نبی ان کے مراتب اور قرب الہی کو دیکھ کر یہ آرزو کریں گے کہ ہمیں بھی یہ درجہ دیا جاتا تو کیا خوب تھا۔ استفسار کیا گیا کہ پیغمبر خدا وہ کون لوگ ہیں جو ایسے قابل رشک حال پر فائز ہوں گے۔ آپ نے ارشاد کیا کہ مختلف شہروں کے باشندے جن کے درمیان کوئی قرابت نہیں لیکن ان کی خالص محبت آپس میں ہوگی۔ ان کے لئے خدا اپنے سامنے نوری کرسیاں بچھا کر انہیں ان پر بٹھائے گا۔ لوگ بے قرار ہوں گے اور ان پر بے قراری کا اثر نہ ہوگا۔

”واخرج الطبرانی بسند جید عن عمرو بن عتبة سمعت رسول اللہ ﷺ یقول عن یمین الرحمان وکلتا یدیہ یمین رجال یسوا بانبیاء ولا شهداء یغشے بیاض وجوہم نظر الناظرین یغبطهم النبیون والشهداء“

بمقدمهم وقربهم من اللہ قیل یا رسول اللہ ﷺ من ہم قال ہم جماع من نزاع القبائل یجتمعون علی ذکر اللہ فینتقون اطائب الکلام کما ینتقے اکل التمر طائبہ ”طریق نے بساند و جد عمرو بن عتبہ کا بیان رسول خدا ﷺ سے نقل کیا ہے کہ رحمان کے دائیں پہلو (اور رحمان کے دونوں ہاتھ دائیں اور مبارک ہیں) ایسے باعزت نفوس ہوں گے جو نبی ہیں اور نہ شہید۔ ان کے سفید نورانی چہروں کو ناظرین دیکھتے ہوں گے انبیاء اور شہداء ان کی مجلس اور منزلت دیکھ کر ان پر رشک کھائیں گے پیغمبر خدا سے دریافت کیا گیا۔ وہ کون لوگ ہیں جنہیں یہ قرب حاصل ہوگا۔ آپ نے کہا کہ جدا جدا قبائل کے مختلف نفوس کا مجموعہ جو محض ذکر الہی کے لئے فراہم ہوتے ہیں اس عزت پر ممتاز ہوگا۔ جن کی یہ عادت تھی کہ اعلیٰ سے اعلیٰ ذکر انتخاب کر کے خدا کا نام لیتے تھے جیسے کھانے والا عمدہ مہجوریں انتخاب کر کے کھاتا ہے۔

”واخرج الطوسی فی عیون الاخبار عن انس عن رسول اللہ ﷺ قال لیوتین یوم البقیامۃ برجال لیسوا بانبیاء ولا شہداء یغبطہم الانبیاء والشہداء لمنازلہم من اللہ یكونون علی منابر من نور قیل ومن ہم یارسل اللہ قال ہم الذین یحبون اللہ الی الناس ویحبون الناس الی اللہ ویمشون فی الارض نصحا قیل یا رسول اللہ ﷺ هذا یحبون اللہ الی الناس فکیف یحبون الناس الی اللہ قال یامروہم بالمعروف دینہولہم عن المنکر فاذا اطاعوہم احبہم اللہ ”طوسی نے عیون الاخبار میں حضرت انس کا بیان رسول خدا ﷺ سے یوں نقل کیا ہے کہ قیامت کے روز ایسے آدمی میدان حشر میں لائے جائیں گے جو نبی تھے اور نہ شہید۔ انبیاء اور شہید بھی ان کے مراتب اعلیٰ کو دیکھ کر شوق ظاہر کریں گے کہ کاش ہمیں بھی ایسے مدارج ملے۔ نوری کرسیوں پر جلوہ فروز ہوں گے۔ دریافت کیا گیا کہ وہ کون لوگ ہیں؟ ارشاد فرمایا کہ جو خدا کی محبت کا بیج لوگوں کے دلوں میں اور لوگوں کی محبت کا بیج خدا کے دل میں بوتے ہیں اور روئے زمین پر چلتے پھرتے خلق اللہ کی خیر خواہی میں مصروف ہیں عرض کیا گیا: ”یحبون اللہ الی الناس“ کا مطلب تو ہم سمجھتے ہیں: یحبون الناس الی اللہ کا مطلب سمجھائیں کیا ہے؟ کہا کہ وہ لوگوں کو نیک راہ بتائیں گے اور برے کاموں سے منع کریں گے۔ جب لوگ ان کی اطاعت کریں گے۔ خدا ان سے محبت کرے گا۔

اب اس میں کوئی شبہ نہیں رہتا کہ جب بڑے بڑے عالی پایہ نفوس (جن کی ذات میں کمالات جزئیہ پائے جاتے ہیں جو فاضلین کی ذات میں نہیں) مرتبہ نبوت سے معرئی رہے اور

جملہ لیسوا بانبیاء ولا شهداء نے ان کی ذات سے نبوت کی نفی کر دی تو محض اتحاد بعض اوصاف یا مماثلت روحانی سے کب نبوت حقیق ہو سکتی ہے۔

جملہ یغبطہم النبیین والانبیاء کا مطلب

شیخ نے لغات میں لکھا ہے: ”قالوا فی توجیہہ انہ قد یوجد فی المفضول صفة ولا توجد فی الفاضل مع اتصاف الفاضل بصفات وکمالات یحوا فی جنبہ اضعاف ما فی المفضول فیتمنی الفاضل ما فی المفضول ایضاً لیضمہ الی ماله لشدة حرصه علی الاتصاف بالکمالات او ان المراد بالغبطة الاستحسان والثناء علیہم لا معناه الحقیقی وهو تمنی ما للغیرا وان الکلاتم علی الفرض والتقدیر ای لو کان للفريقین غبطة علی احد فکان علی هتولاء وان هذا فی المحشر قبل ان یدخلوا الجنة وقد وقع فی صفة هتولاء انہم لا یخافون ولا یحزنون واما غیرہم فالنبيون مهتمون بامہم والامم مشغولون فانفسہم“

یعنی حدیث کی توجیہ میں جو علماء نے تقریر کی ہے اس سے مضمون روایت کی پیروی کیاں حل ہو جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ گاہے مفضول میں کوئی ایسی صفت موجود ہوتی ہے جو فاضل میں مفقود ہوتی ہے اور یہ نہیں کہ فاضل صفات کمال میں کسی طرح کم ہے بلکہ اس کی ذات میں کئی حصہ بڑھ کر اوصاف کمال کا ظہور ہوتا ہے جن کے سامنے مفضول کے چند در چند اوصاف بچ ہو جاتے ہیں لیکن مفضول کی ادنیٰ صفت کا بھی فاضل خواہش مند ہوگا۔ کاش دیگر کمالات عالیہ کے ساتھ میری ذات میں یہ صفت ادنیٰ بھی جمع ہو جائے کیونکہ ان کے شوق کا دائرہ محدود نہیں اور ان کی طبیعت کمالات سے پر نہیں ہوتی۔ ان کے نفوس کا رجحان بہت بلند ہے اور ان کی نظر آگے آگے قدم بڑھاتی ہے اور وہ کسی حد کو انتہا نہیں سمجھتے جہاں اور جس مقام پر کھڑے ہوتے ہیں ان کی نگاہ دوسری خصوصیت کی طرف بڑھتی ہے۔ ان کے نفوس ناظر ایسے اعلیٰ واقع ہوتے ہیں کہ جن کا تقاضا ختم نہیں ہوتا اور پیاس نہیں بجھتی یا غبطہ سے مراد یہ ہے کہ ان کی قرب و منزلت کو بنظر استعسان دیکھیں گے اور ان کی ثناء بولیں گے حقیقی معنی مراد نہیں کہ وہ ان کی کمالات کی خواہش کریں گے۔ یا یہ کلام تقدیر فرض پر مبنی ہے کہ کسی فریق کے لئے عاقبت میں غبطہ ممکن ہو تو انبیاء کے گروہ مذکورہ بالا جماعتوں پر قبضہ کریں اور یہ میدان حشر میں قبل دخول جنت فرض کیا جاسکتا ہے۔ اور ان کی صفت میں یہ آیا ہے کہ وہ بے خوف اور بے غم ہوں گے۔ تو اس کی یہ وجہ ہے کہ اس گروہ کے ماسواہ نبی اپنی

اپنی امتوں کے فکر میں ہوں گے اور دوسرے لوگ اپنے اپنے حال میں مبتلا ہوں گے۔

علامہ محمد طاہر فاضل نے مجمع البحار میں تحریر فرمایا ہے: ”المتحابون فی جلالیہم منابر یغبطہم النبیون کل ما یتحلی بہ احد من علم وعمل فله عند اللہ منزلة لا یشاركہ فیہا غیرہ وان کان لہ من نوع آخر ما ہو ارفع قد را فیغبطہ بان یکون لہ مثله مضموما الی مللہ فالانبیاء قد استغرقوا فیما ہو اعلیٰ منہ من دعوة الخلق وارشادہم واشتغلوا بہ عن العکوف علی مثل هذه الجزئیات والقیام بحقوقہا فاذا راوہم فی منازلہم یوم القیمة ودوا لو کانوا ضامین خصالہم الی خصالہم ویمكن حمل الغبطة علی الاستحسان المرضی کما فی حدیث احسنتم یغبطہم ان صلّوا لوقتہا ویقبط تفسیر لا حسنتم وقیل انه علی التقدير ای لو کان للفريقین غبطة لكانت علی هؤلاء“

(مجمع البحار جلد دوم ص ۴)

یعنی ہر ایک آدمی جس عمل و علم سے آراستہ و پیراستہ ہے اس کے لئے خدا کے نزدیک ایک ایسی مخصوص منزلت مقدر ہے جس میں دوسرے کو مشارکت نہیں اگرچہ باعتبار دوسرے انواع فضائل کے اس کی ذات میں اعلیٰ اور ارفع خصائص پائے جاتے ہوں۔ لہذا فاضل مفضل کے اوصاف و خصائص کا خواہشمند ہوتا ہے کہ میری ذاتی کمالات میں ادنیٰ خصوصیتیں بھی جو مفضل کو حاصل ہیں جمع ہو جائیں۔ دیکھا جاتا ہے کہ انبیاء اعلیٰ فرائض اور خصائص میں ممتاز ہیں خلق کو دعوت دیتے ہیں ان کے رہنمائی کرتے ہیں ان اعلیٰ فرائض کا بجالانا ادنیٰ جزئیات کی طرف توجہ کرنے سے انہیں مانع ہوتا ہے۔ جب ادنیٰ جزئیات کے مالکوں کو اپنے منازل میں دیکھیں گے تو تمنا کریں گے کہ کاش یہ مناقب بھی ہمارے کمالات عالیہ کے ساتھ مضموم ہوتے اور ان کے خصائل ہمارے خصائل پسندیدہ کے ساتھ جمع ہوتے۔ (باقی عبارت کا مطلب لکھا جا چکا ہے)

.....ضمیمہ

مرزا سیّد جماعت استرازیہ پر آیت اعراف کو بطور ثبوت پیش کرتی ہے: ”یا بنی ادم اما یتینکم رسل منکم یقصون علیکم آیاتی فمن اتقی واصلح فلا خوف علیہم ولا هم یحزنون“ یعنی زمانہ قرآن میں تمہاری جنس میں سے تمہارے پاس رسول آئیں گے۔ جو میری آیتیں تمہیں پڑھ کر سنائیں گے۔ جو لوگ خدا سے ڈریں گے۔ اور ان کے فرمودہ کے مطابق اپنے حال کی اصلاح کریں گے۔ ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غم کھائیں گے۔

درحقیقت یہ آیت سلسلہ نبوت کے جاری رکھنے کی حامی نہیں بلکہ گزشتہ حال کی حکایت ہے کہ حضرت آدم کی پشت میں جو بنی آدم تھے بوقت نزول ابوالبشر ان کو خطاب کر کے یہ فرمایا گیا کہ اب سلسلہ نبوت جاری ہوگا اور متواتر رسول میری آیات سنانے والے مبعوث ہوں گے جو ان کی سننے کا وہ خوف و غم سے محفوظ رہے گا۔ اس وعدہ کے مطابق حضرت آدم سے سلسلہ رسالت شروع ہوا اور اس وقت تک جاری رہا جب کہ آیت: ”ماکان محمداً اباً احد من رجالکم ولكن رسول الله وخاتم النبیین (احزاب: ۴۰)“ نازل ہوئے اور سلسلہ نبوت و رسالت مسدود کر دیا گیا۔ یہ مراد نہیں کہ بعد نزول قرآن یہ سلسلہ جاری ہوگا جسے جماعت مرزائیہ نے سمجھا ہے۔

رہا یہ سوال کہ جو ارواح اصلاب ابوالبشر میں تھے وہ خطاب خداوندی کو کس طرح سمجھ سکے تھے؟ سو اس کے متعلق یہ اظہار کرنا کافی ہے کہ مالک کے خطاب کو ہر چیز سمجھتے ہیں عرض امانت کا واقعہ جس کی تصویر آیت: ”انا عرضنا الامانة على السموت والارض والجبال فابیین ان يحملنها واشفقن منها وحملها الانسان انه كان ظلوما جهولا (احزاب: ۷۲)“ میں کھینچی گئی ہے اس دعا کی پوری تشریح کرتا ہے اور آیت ”لو انزلنا هذا القرآن على جبل لرايته خاشعاً متصدعاً من خشية الله (حشر: ۲۱)“ تو بالکل حجاب کو مرتفع کر دیتی ہے۔ اور افسانہ داؤد علیہ السلام میں آیت: ”یا جبلی اوبی معه والطیر (سبا: ۱۰)“ اور واقعہ طوفان نوح میں آیت: ”یا أرض ابلعی ما لک ویاسماہ اقلعی (هود: ۴۴)“ اس بحث پر کافی روشنی ڈالتی ہیں۔

اور حضرت ابراہیم کا ماجری اس کی وضاحت کرتا ہے کہ جب آپ تعمیر کعبہ مکرمہ سے فارغ ہوئے تو آپ کو یہ حکم دیا گیا کہ مقام ابراہیم پر پھیل ابی قیس کھڑی ہو کر منادی کر دو کہ لوگوں کے لئے آؤ۔ ابراہیم علیہ السلام نے کہا میری آواز کوتاہ ہے کیونکر ممکن ہے کہ دنیا کے باشندے اسے سن سکیں تب خدا نے الہام کیا: ”علیک الاذان وعلینا البلاغ“ پس آپ نے حکم کی تعمیل کی اور مقام پر کھڑے ہو کر دائیں بائیں اور شرقاً غرباً چاروں طرف متوجہ ہو کر یہ ندا سنائی الا ان ربکم قد بنی لکم بیتا وکتب علیکم الحج الی البیت فاجیبوا ربکم۔ آباؤ اجداد کی پشتوں اور ارحام اہمات سے حج کرنے والوں نے قبولیت کا جواب دیا: ”لبیک اللہم لبیک“ حضرت ابن عباس کا قول ہے کہ یمن کے باشندوں نے سب سے اول جواب دیا اور یہی قوم زیادہ ترجیح کے لئے آتی ہے حضرت ابراہیم کی نداء اصلاب آباء میں سنی گئی۔ خدا کی آواز بنی آدم اصلاب آدم میں بطریق اولیٰ سن سکتے ہیں۔

مرزا سیہ جماعت کا قول ہے کہ نبوت اور مکالمہ الہیہ خدا کی طرف سے امتوں کے لئے ایک نعمت جلیلہ ہے جو ام گزشتہ میں متواتر طور پر جاری رہی اور بنی اسرائیل بکثرت اس فیض نے مستفیض ہوئے چنانچہ قرآن مقدس میں لکھا ہے: ”وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ عِندَ اللَّهِ عَلَيْهِمْ اِذْ جَعَلَ فِيكُمْ اَنْبِيَاءَ وَجَعَلَكُمْ مُلُوكًا وَاتَّكَمَ مَا لَمْ يَمُوتْ اَحَدٌ مِنَ الْعَالَمِينَ“ حضرت موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ جو تم پر خدا کے احسانات ہیں یاد کرو کہ اس نے تمہاری جماعت میں انبیاء مبعوث کئے اور شاہان با اقتدار پیدا کئے اور تمہیں وہ انعامات عطا کئے جو جہان کے ہر چہار اطراف میں کسی کو نہیں دیئے۔

گویا نبوت اور ملک ایک قابل در قدر نعمتیں ہیں لہذا اس امت کا سلسلہ نبوت سے جو عالی شان نعمت ہے محروم کیا جانا اور خدا کا اپنے فیض کو امت محمدیہ سے مسلوب کر لینا اور ان کی جماعت میں آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہ کرنا بہترین امت کی کسر شان ہے سو اس سوال کا جواب تھوڑے سے تغیر کے ساتھ یہ ہو سکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ پر اختتام نبوت حضور ﷺ کی ذات کے لئے ایک نعمت کبریٰ ہے۔ چنانچہ معرض امتنان میں خدائے عز شانہ نے بیان کیا ہے: ”مَا كَانَ مُحَمَّدًا ابًا اَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ (احزاب: ۴۰)“ آخر آمد بود فخر الاولین۔

اگر حضور ﷺ کے بعد نبوت کا سلسلہ جاری ہو تو اس میں حضرت ﷺ کی کسر شان ہے اور اختتام نبوت کی جو نعمت آپ کو عطا ہوئی ہے وہ مسلوب ہو جاتی ہے اور قرآن کو الفاظ سے دوسرا جواب اور بھی برآمد ہوتا ہے کہ خدا نے حضرت ﷺ کے وجود کو ہی نعمت قرار دیا ہے۔ اس نعمت کے آثار روحانیہ اور فیوض تعلیمیہ ہمارے درمیان موجود ہیں۔ گویا وہ رسول ہی تابہ ہمارے درمیان موجود ہے۔ چنانچہ قرآن نے امت کو خطاب کر کے فرمایا: ”كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَانْتُم تَقْتُلُونَ اَنْبِيَاءَ اللَّهِ وَفِيكُمْ رَسُولُهُ (آل عمران: ۱۰۱)“ یعنی تم خدا کے کسی طرح منکر ہو گے حالانکہ تمہارے سامنے شب و روز خدا کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں اور تمہارے درمیان اس کا رسول موجود ہے یعنی اس کے آثار تعلیم تابہ زندہ ہیں حضرت مسیح علیہ السلام نے کہا تھا: ”وَاَنَا

الطلب من الالب فيعطيك فارقليطاً اخر ليثبت معكم الى الابد (باب ۱۳ آیت ۱۶)۔
ترجمہ عربیہ مطبوعہ لندن اور بمبئی وجہ ہے کہ رسول ہم میں تابد موجود ہے۔ خدا نے ارشاد فرمایا: ”ان
تنالز عتم فی شیء فردوه الی اللہ والرسول ان کنتم تو منون باللہ والیوم
الآخر (النساء: ۵۹)۔“ یعنی قرآن و سنت پر جو نبی کے آثار تعلیم میں اپنے مآزعات کا فیصلہ کرو۔
گویا رسول خدا کا وجود ابدی نعمت ہے۔ جو تاقیامت باقی رہے گی۔ اس نعمت کاملہ کی موجودگی میں
تادوام کسی دوسری نعمت کی ضرورت نہیں اور نہ امت ایسے نبی کی موجودگی میں مسلوب الحسرت کہی
جاتی ہے: ”الم تر الی الذین بدلوا نعمة الله كفراً واحلوا قومهم دارالبوار ای
غیر نعمة الله علیهم فی محمد ﷺ وسلم حین انبعثه الله منهم كفراً کفروا به
(ابراہیم: ۲۸)۔“ یعنی نعمت سے مراد رسول خدا ﷺ کی ذات اطہر ہے جس کی بہ قدری کر کے
الہ کہ نے اپنی قوم کو ابدی تاجی ڈال دیا۔

نبوت کی نعمت سابقہ قرون میں مکمل نہ تھی آج حضرت کی ذات نے اس کی تکمیل کر دی
اور اتمام کے بعد اس نعمت میں کوئی کسر باقی نہیں رہی اس لئے آئندہ زمانہ میں کسی اور حصہ کی درود
کی ضرورت نہ رہی۔ ”قال الله تعالى فلا تخشوهم واخشوني ولا تم نعمتی
ولعلکم تهتدون کما ارسلنا فیکم رسولا منکم یتلوا علیکم آیاتنا ویزکیکم
ويعلمکم الکتاب والحكمة وיעلمکم ما لم تکنوا لتعلمون (بقرہ: ۱۰۰، ۱۰۱)۔“
یعنی تمہارا قبلہ سب قبلوں سے بہتر مقرر کیا اور سب خلق اللہ کا خلاصہ انتخاب کر کے ایک بہتر رسول
تمہاری طرف بھیجا تاکہ اپنی نعمت کو تم پر مکمل کر دوں۔ (پارہ دوم) سورہ مائدہ میں ارشاد فرمایا:
”واکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا
(مائدہ: ۳)۔“ یعنی تمہارے لئے میں نے اپنے دین کو مکمل کر دیا۔ اور اپنی نعمت کو تم پر پورا کر دیا اور
مذہب اسلام کو تمہارے لئے پسند کیا۔ آپ کے فیض روحانیت سے صحابہ بکثرت مستفیض ہوئے اور
ایسے ایسے کمالات اور فیوضات جناب کی ذات سے صحابہ نے حاصل کئے جن کی نظیر سابقہ امتوں
میں نہیں ملتی اور تابعین اسی خوش نما رنگ میں رنگے گئے۔ جس میں صحابہ مصوغ تھے۔ اور فیض
روحانی زمانہ بعد زمانہ امت کے سینوں میں بطور توارث منتقل ہوتا گیا جیسے توارث ایک چراغ سے

دوسرا چراغ روشن کیا جاتا ہے۔ اور دوسرے سے تیسرا وہ کذا اہل جزاً اور نبوت تو مسدود ہوگئی لیکن ولایت کا سلسلہ اس کثرت سے جاری ہوا کہ امت میں اولیاء کا ایک دریا رواں ہو گیا اور معجزات تو مقطوع ہو گئے لیکن ان کا عکس یعنی کرامات طبقہ مقربین میں بطور میراث باقی رہیں اور آپ کا علم منزل تا دوام زندہ ہے چنانچہ ارشاد نبوی ہے: ”ما من الانبياء من نبى الا قد اعطى من الايت ما مثله امن عليه البشر وانما كان الذى اوتيت وحيا اوحي الله الى فارحوا ان اكون اكثرهم تابعا يوم القيامة“ یعنی ہر نبی کو اتنے معجزات عطا ہوئے جن پر نظر کرتے ہوئے خلق اللہ ان پر ایمان لائے میرا معجزہ یعنی قرآن ہر زمانہ میں موجود رہے گا اور حاضر و غائب یکساں اس سے مستفید ہو سکیں گے۔ اس لئے میرے اتباع بروز قیامت تعداد میں بڑھ جائیں گے یہ بھی نعمت کا کمال ہے۔

اس کلام سے یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ نبوت تو مرتفع ہوگئی لیکن آثار نبوت اور نفوذ رسالت تا حال امت میں باقی ہیں تو کون کہتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان موجود نہیں سابقہ نبیوں کا فیض جب کمزور ہو جاتا تھا اور اس کے آثار محو ہو جاتے تھے تو دوسرے نبی کی ضرورت پڑتی تھی۔ مگر حضرت کا فیض کچھ ایسا کامل ہے کہ تا ابد زندہ ہے۔ اس لئے فیض جدید کی حاجت نہیں کیونکہ آثار فیض امت میں تا دوام جاری ہیں۔ خاکسار اس مسئلہ کو مثال سے روشن کر دیتا ہے۔ کستوری ایک صندوق میں محفوظ اور بند ہے۔ لیکن اس کی خوشبو کے خوشگوار اثر سے خلق اللہ برابر مستفید ہے۔ گویا کستوری باوجود بند ہونے کے خلق خدا کو اثر سے مستفید کر رہی ہے۔ گلاب کے پھول باوجود ملفوف ہونے کے خوشبو سے حاضرین کو محسوس کرتے ہیں۔ نفس شئیء کو محسوس اور مسدود ہے لیکن آثار اس کے موجود ہیں وہ لوگ سخت غلطی کرتے ہیں جو نفس شئیء اور اس کے اثر میں فرق نہیں کرتے۔ چراغ کی لاٹ اور چیز اور اس کا شعاع اور چیز ہے۔ کستوری اور خوشبودار چیزیں اور ہیں اور ان کی خوشبو اور اسی طرح نبوت اور چیز ہے اور فیض نبوت شئیء دیگر۔ نبوت مسدود ہے لیکن اس کے آثار علمیہ اور روحانیہ تا ابد زندہ ہیں جو دوامی نعمت ہے نہ یہ فیض قطع ہونے والا ہے نہ یہ اثر منقطع ہوگا۔ گویا رسول ہمارے درمیان تا ابد زندہ ہے۔ اس لئے بعد کمال نعمت کسی دوسرے حصہ کا انتظار نہیں۔

۳.....ضمیمہ

جواستدلال آیت: ”هو الذى بعث فى الاميين رسولا منهم يتلوا عليهم

ایساتہ ویزکیہم ویعلمہم الکتب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین
 وآخرین منهم لما یحلقوا بہم وهو العزیز الحکیم (جمعہ: ۳۰۲)“ سے مرزا قادیانی
 کی نبوت پر کیا گیا ہے۔ بالکل بے محل اور خلاف تفسیر رسول خدا ﷺ اور خلاف تفسیر سلف اور
 محاورات و قواعد عرب ہے۔ کوئی وجہ نہیں کہ ایک مسلم تابع اقوال پیغمبر علیہ السلام، مرزا قادیانی کے
 طرز استدلال کی داد دے اور اسے قبول کر سکے۔ کیونکہ حدیث میں ہے: ”من فسر القرآن
 برأیہ فلیتبو مقعدہ من النار وفی روایۃ من فسر القرآن برایہ فقد اخطا
 وان اصاب“ جناب رسول کریم ﷺ نے آخرین کے لفظ سے اہل فارس یعنی قوم سلمان فارسی کو
 مراد رکھا ہے۔ حدیث میں حضرات ابو ہریرہؓ سے مروی ہے: ”قال کنا جلوسا عندا
 النبی ﷺ نزلت علیہ سورۃ الجمعۃ فلما قرء و آخرین منهم لما یحلقوا بہم
 قال رجل من ہنولاء یارسول اللہ فلم یراجعہ النبی ﷺ حتی سالہ مرتین
 او ثلاثا قال وفینا سلمان الفارسی قال فوضع النبی ﷺ یدہ علی سلمان ثم
 قال لو کان الایمان عند الثریا لنالہ رجال من ہنولاء اخرجہ البخاری
 ومسلم والترمذی والبخاری“ یعنی ہم رسول خدا کے در دولت پر بیٹھے تھے کہ سورہ جمعہ نازل
 ہوئی جب آپ نے آیت ”و آخرین منهم لما یحلقوا بہم“ کو پڑھا تو اہل مجلس میں سے کسی
 نے استفسار پیش کیا کہ اس سے کون لوگ مراد ہیں۔ آنحضرت نے باوجود عادیہ سوال کے دو یا تین
 بار سائل کو کوئی جواب نہ دیا۔ محفل میں سلمان فارسی بھی موجود تھے۔ آپ نے سلمانؓ پر دست
 مبارک رکھتے ہوئے کہا کہ آخرین منہم سے اس کی قوم مراد ہے۔ اگر ایمان ثریا کے ساتھ مطلق ہو تو
 اس کی قوم کے آدمی وہاں سے بھی حاصل کر لیں: ”وفی روایۃ اخری للبخاری
 السدین عند الثریا لذهب الیہ رجل او قال رجال من ابناء فارس حتی یقنا
 ولوہ“ بخاری کی دوسری روایت میں یوں وارد ہے کہ اگر دین ثریا کے پاس ہو تو اہل فارس کے
 برگزیدہ نفوس وہاں سے بھی اسے لے لیتے۔ اس بناء پر حضرت مجاہد نے کہا ہے: ”ہم العجم
 وهو قول ابن عمر سعید ابن جبیر“ قوم یعنی آخرین سے عجم کی قوم مراد ہے۔ ابن عمر
 اور سعید بن جبیر اور ایک قوم کا بھی مسلک ہے۔

قول دوم

حضرت مقاتلؓ کا ہے کہ آخرین سے مراد تابعین کی جماعت ہے: ”قال لما يلحقوا بهم في الفضل والسابقة لان المتابعين لا يدركون فضيلة الصحابة“ یعنی تابعین فضیلت میں صحابہ کے برابر نہیں کیونکہ یہ کسی طرح ممکن نہیں کہ جماعت تابعین صحابہ سے پیش دستی میں مل جائیں۔

قول سوم

ابن زیدؓ کا قول ہے کہ مراد آخرین سے تمام مسلم قوم ہے جو تاقیامت پیدا ہوگی اور آنحضرت ﷺ کے دائرہ مذہب میں داخل ہوتی رہے گی: ”قال ابن زید جميع من دخل في الاسلام بعد النبی ﷺ الى يوم القيامة وهي رواية ابن نجیح عن مجاهد“ یعنی آنحضرت کی تعلیم اور نبوت صرف آپ کے اہل زمانہ تک محدود نہیں بلکہ مابعد کے زمانہ کے لئے بھی آپ کی نبوت عام ہے کیونکہ آپ کے بعد کسی فرد بشر کو نبوت جدیدہ نہیں ملے گی۔ یہ آیت حضرت کا خاتم النبیین ہونا ثابت کرتی ہے تو پھر مرزا قادیانی کے حق میں اسی سے استدلال کیونکر صحیح ہو سکتا ہے؟ یہ تو ان کے مدعا کے بالکل برعکس ہے۔ میرا خیال ہے کہ ابن زید نے جو تفسیر بیان کی ہے وہ عام تام ہے اور رسول خدا ﷺ کی تفسیر کے معارض نہیں جو خاص ہے کیونکہ عام و خاص میں اسی قسم کا تعارض نہیں ہوا کرتا۔ بلکہ خاص میں مخصیص علی بعض افراد العام ہوتی ہے۔ یعنی آنحضرت ﷺ نے افراد عامہ میں سے افضل فرد کو بیان کیا ہے جو قوم فارس ہے اور اصول کی کتابوں میں یہ قاعدہ بیان کیا گیا ہے: ”التخصیص علی بعض افراد العام لا یوجب التخصیص“ یعنی عام کے فرد الحمل کو بیان کرنا موجب تخصیص نہیں ہوتا۔ آیت مصارف زکوٰۃ میں فی سبیل اللہ کی تفسیر حضرت نے بیان کی ہے۔ (منقطع الغزاة) اور (حج) اور (طلب علم) لیکن کوئی وجہ نہیں کہ عام کے بعض افراد کو بیان کرنے سے لفظ صرف انہیں مفاہیم سے وابستہ ہو جائے۔ البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ حضرت نے افراد کاملہ کو بیان کیا ہے۔ خطرہ اور بیت الغریاء اور اجراء منہر اور مساجد فقہ سب اس کے مفہوم میں داخل ہے۔ آنحضرت نے اعدواہم ما استطعتم من قوۃ کی تفسیر میں ارشاد فرمایا ”الا ان القوۃ الرمی الا ان القوۃ الرمی“ لیکن یہ تفسیر بالانحصار ہے۔ فقہ ہر طرح کا سامان جنگ مثل توپ و تفنگ و نیزہ و شمشیر و مشین گن

وغیرہ ان میں داخل ہے اس لئے مفسرین نے اس کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا ہے: ”کمل ما يتقوى به في الحرب“ آنحضرت نے موجودہ زمانہ کے سامان مروج سے فردا کمل کو بیان کیا ہے اہل بیت کا لفظ آنحضرت کے ازواج مطہرات اور جملہ متعلقین کو شامل ہے۔ مگر حضور کا نفوس خمسہ کو مشار الہیم قرار دے کر فرمایا: ”اللہم ھقولاہ اہل بیئتی“ بعض افراد کاملہ پر تخصیص ہے جس سے تخصیص مفہوم نہیں ہوتی۔ کوثر کا لفظ فقہ عام ہے جس کے معنی اہل فقہ نے خیر کثیر بیان کئے ہیں۔ مقام محمود۔ شفاعت کبریٰ و صغریٰ۔ امت کثیرۃ۔ حوض کوثر۔ نہر کوثر۔ کتاب وغیرہ سب خصائص اس میں داخل ہیں اور ابن عباسؓ نے یہی تفسیر بیان کی ہے۔ لیکن حضرت نے اس کا مفہوم نہر کوثر کو قرار دیا ہے جو فردا کمال پر تخصیص ہے حاضر مراد نہیں۔

اسی طرح آخرین منہم سے تمام امت مراد ہے جو تاقیامت آنے والی ہے اور رسول خدا ان سارے اقوام عالم کی طرح نبی ہیں۔ حضرت نے جو قوم سلمان کا علی الخصوص ذکر کیا ہے۔ وہ اکمل واعظم فرد کے تذکرہ پر مشتمل ہے۔

جس کا نتیجہ ظاہر ہے کہ حضرت تمام عجم و عرب کی طرف عموماً اور قوم فارس کی طرف خصوصاً مبعوث ہیں۔ لہذا قول ثالث کی بناء پر جو بنیادی قول ہے۔ بعض علماء نے ضمیر ہم پر آخرین کو معطوف سمجھا ہے: ”ای یعلمہم و آخرین منہم ای من المؤمنین الذین یدینون بدینہم لانہم اذا اعلموا صاروا منہم قال المسلمین کلہم امة واحدة“ یعنی وہ نبی عرب کو بھی تعلیم دیتا ہے اور ماسوائے ان کی تاقیامت جو غیر مذاہب سے اسلام میں داخل ہوں گے۔ انہیں بھی اصول مذہب سکھاتا ہے۔ کیونکہ جملہ مسلمین بمنزلہ ایک امت کے ہیں اور بعض علماء کا خیال ہے کہ آخرین کا لفظ اسمین پر معطوف ہے: ”عطف علی الامیین وہم من جادا بعد قرنہ الی یوم الدین وکل من اسلم صار منہم فان المسلمین کلہم امة واحدة بناء علیہ جو مرزا قادیانی نے تفسیر بیان کی ہے وہ جملہ اسلاف امت کے برخلاف ہے سلف کہتے ہیں کہ حضرت رسول خدا جملہ عرب اور دیگر اقوام کے لئے جو آپ کے ہم زمانہ ہیں یا آپ کے زمانہ کے بعد ہوں گے تاقیامت نبی ہیں بخلاف اس کے مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ خدا نے اسمین کے لئے حضرت کو رسول بنا کر بھیجا اور آخر زمانہ میں ایک دوسرا رسول بھیجے گا۔ لیکن چونکہ یہ مقصد سلف کی تفسیر کے خلاف ہے۔ اس لئے مردود ہے۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے: ”خیرکم

قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم ثم ینظہر الکذب “دوم مرزا قادیانی کی تفسیر کے مطابق دونوں کا عہدہ نبوت پر ممتاز ہونا ثابت ہوتا ہے یعنی خدا نے عرب میں ایک رسول (حضرت محمد ﷺ) کو بھیجا اور متاخرین میں دوسرا رسول بھیجے گا۔ (مرزا غلام احمد) تو بعث لفظ ماضی ہے فی الامیین سے متعلق ہونے پر بمعنی ماضی ہوگا جس کا وقوع زمانہ گزشتہ میں ہو چکا اور جب اس کا تعلق آخرین سے ہوا تو معنی مضارع کے دے گا جو اس کے مجازی معنی ہیں اور قاعدہ ہے الحقیقت والمجاز لا یجتمعان ثانیاً مجازی معنی مراد لینے کے لئے قرینہ کی ضرورت ہے۔

علماء بیان نے لکھا ہے: ”لا بد للمجاز من قرینة“ قرینہ داخل یا خارجی کا موجود ہونا تو درکنار آیت خاتم النبیین اور احادیث ختم نبوت مجازی معنی کے خلاف ہیں۔ سوم لفظ رسولاً آیت میں ایک بار مذکور ہوا ہے جو اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ ایک ہے رسول سابقین اور آخرین کے لئے بھیجا گیا ہے اور اگر دوسروں کا مبعوث ہونا مراد الہی ہوتا تو لفظ رسول کو بقید تنکید دہرایا جاتا اور یوں کہا جاتا: ”هو الذی بعث فی الامیین رسولاً منهم ورسولاً فی الاخرین“ اور بقاعدہ النکرة اذا اعيدت کانت غیر الاولى دور رسولوں کی بعثت مراد ہو سکتی تھی اور جب لفظ رسول ایک بار بیان ہوا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ دور رسول مراد لئے جائیں۔ ایک سابقین میں اور دوسرا آخرین میں۔ لہذا تفسیر مرزا قادیانی بالکل اپنی نبوت کی طرح غلط ہے اور قواعد عرب کے خلاف ہے اور تفسیر خلاف سلف وقواعد عرب لائق قبولیت نہیں۔ ایک حوالہ مجھے یاد آیا کہ سورہ احزاب میں ہے: ”واورثناکم ارضہم وادیارہم وارضالہم تطلقوها وکان اللہ علی کل شئہ قدیدراً (احزاب: ۲۷)“ اور (مرزا قادیانی کی تقریر کے مطابق) یہ عینہ هو الذی بعث فی الامیین کی نظیر ہے لیکن یاد رہے کہ جب اورث کا تعلق ایسی چیز سے ہو جو زمانہ حاضرہ میں حاصل ہو چکے تھے تو اس نے ماضی کے معنی دیئے اور جب دوسرے متعلق سے اس کا علاقہ ہوا جو آئندہ زمانہ میں حاصل ہونے والا ہے۔ (ارضالہم تطلقوها) تو اسے بمعنی مضارع قرار دیا گیا۔ جو یہ دو معنی باختلاف زمانہ ہر دو متعلقات حاصل ہوئے اور وہ دونوں متعلقات بعد اورث کے جدا جدا مذکور ہیں لیکن بعث کے بعد صرف ایک متعلق رسولاً منہم مذکور ہے جس کی بعثت عمل میں آچکی ہے اور کوئی دوسرا متعلق جو آئندہ زمانہ میں ظاہر ہونے والا ہو عہدہ نبوت میں موجود نہیں کہ اس کی انقضاء سے ماضی کو بمعنی مضارع لیا جائے تو آیت ہذا میں ماضی کو بدو معنی

لیتا بالکل باطل ہے۔ علامہ سلیمان الجمل کی رائے آیۃ احزاب کے متعلق یہ ہے المعنسی لتحقق وقوعه یعنی تملیک ارض غیر موطوءہ چونکہ قطعی التحق ہے اس لئے ہر دو متعلقات کے لحاظ سے صیغہ ماضی (اورث) بیان کیا گیا اور اختلاف متعلقات نے اس کے اصل معنی میں کوئی تغیر پیدا نہیں کیا۔ بحث کا متعلق صرف واحد لفظ رسولہ منہم مذکور ہے۔ اس لئے وہ حقیقت پر محمول ہے اور آئندہ زمانہ کے دوسرے رسول سے اسے کوئی تعلق نہیں اس لئے یہاں ارتکاب تاویل مذکور کی بالکل ضرورت نہیں۔

۲..... آنحضرت ﷺ کی تفسیر پر اگر لفظ کو مختصر سمجھا جائے تو مرزا قادیانی کسی طرح فارسی نسل میں داخل نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ مرزا قادیانی مغل ہیں اور مغل بلحاظ قوم تزاری النسل ہیں یعنی ہلاکو خاں بن تولے خاں بن چنگیز خان سے آپ کا شجرہ نسب ملتا ہے ایسی حالت میں آپ فارسی النسل نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ تزاری اقوام کا ایران سے کوئی تعلق نہیں۔ مغل قوم تو مغول کی اولاد سے ہیں جو اس خاندان کا جدا اعلیٰ ہے پھر تعجب کی بات ہے کہ سلمان فارسی کی نسل سے آپ کو کس طرح تعلق ہے یہ تو جمع بین المتضادین اور غرض پرستی ہے گویا حدیث من رغب عن ایہ فقد کفر کو مرزا قادیانی نے دیدہ دانستہ فراموش کر دیا۔

۳..... قرآن شریف میں جا بجا وحی کو زمانہ قبل آنحضرت سے وابستہ کیا گیا ہے اور زمانہ مابعد میں بھی اگر وحی کا نزول ہوتا تو قرآن میں اس کو بھی ذکر کیا جاتا۔ پارہ اول میں ہے ”والذین یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلك“ (بقرہ: ۴) ”اور“ من قبلك ”پر ہی عبارت قرآن میں اکتفا کیا گیا ہے۔ من بعدک اس کے ساتھ نہیں کہا گیا اور نیز سورہ شوریٰ میں بھی اسی شیخ کو اختیار کیا گیا ہے: ”کذلک یوحی الیک والی الذین من قبلك اللہ العزیز الحکیم (شوری: ۳)“ یہ دلیل ہے کہ زمانہ مابعد میں وحی کا نزول نہ ہوگا۔

۴..... حضرت ابو ہریرہؓ سے مرفوعہ روایت ہے: ”انسی اخر الانبیاء وان مسجده اخر المساجد“ یعنی میں سب نبیوں سے آخر ظاہر ہوا اور میری مسجد مساجد انبیاء کی خاتم ہے اس روایت کو مسلم نے صحیح میں روایت کیا ہے۔ ابو ہریرہؓ کا ہے اس روایت کو بشکل موقوف بیان کرتے ہیں اور کہتے تھے: ”ان رسول اللہ آخر الانبیاء وان مسجده آخر المساجد“ ابو سلمہ اور ابو عبد اللہ ہر دو راویوں کا بیان ہے کہ ہمیں بجائے خود یہ یقین تھا کہ ابو ہریرہؓ یہ حدیث

رسول خدا سے نقل کرتے ہیں لیکن ابو ہریرہ کی زبانی اس بات کو معلوم نہ کیا تھا اور ابو ہریرہ وفات پا چکے تھے ان کی وفات کے بعد اس حدیث کے متعلق ہمارے درمیان تذکرہ آیا تو ہم نے ایک دوسرے کو طامت شروع کی کہ کیوں ہم نے ابو ہریرہ سے اس بارے میں تصریحی بیان طلب نہ کیا۔ اگر آپ نے اس کو حضرت ﷺ سے سنا تھا تو وہ ضرور رسول اللہ کی طرف سے اس کی نسبت بیان کر دیتے لیکن تصریح کے متعلق مطالبہ کے نہ ہونے نے ہمیں اندھیرے میں رکھا۔ ایک روز ہم عبد اللہ بن ابراہیم بن قاط کی مجلس میں بیٹھے تھے تو ہم نے وہ سارا ذکر جو آپس میں کیا تھا ان کی خدمت میں بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ سے سنا کہ فرماتے تھے: ”قال رسول اللہ ﷺ فانی آخر الانبیاء وان مسجدة آخر المساجد“ یہ حدیث ختم نبوت کے ثبوت کے لئے قاطعہ حجت ہے جس میں شبہ اور تاویل کی گنجائش نہیں۔ فقرہ وان مسجده آخر المساجد کی تشریح امام بزار کی روایت میں منقول ہے جو بروایت حضرت عائشہ آنحضرت ﷺ سے مروی ہے: ”انا خاتم الانبیاء ومسجدي خاتم مساجد الانبیاء احق المساجد ان یزار وتشهد الیہ الرواحل المسجد الحرام ومسجدة وصلاة فی مسجدي افضل من الف صلاة فیما سواه من المساجد الا المسجد الحرام“ یعنی میں خاتم الانبیاء ہوں میری مسجد انبیاء کی مسجدوں کی خاتم ہے۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ جو مسجد بنائے۔ اس لئے دنیا میں میری مسجد کے بعد کوئی نبوی مسجد نہ ہوگی۔ مرزا قادیانی جو اپنی عبادت گاہ کو مسجد اقصیٰ کے برابر سمجھتے ہیں اور اپنی تحریروں میں شائع کرتے ہیں۔ اس اعتقاد اور قول کو سخت صدمہ پہنچا۔

حضرت ابو ہریرہ نے حدیث کا لفظ فانی آخر الانبیاء بیان کیا ہے اور حضرت عائشہ نے انسی خاتم الانبیاء کہا ہے تو ظاہر ہے کہ یا تو رسول خدا ﷺ نے یہ دونوں الفاظ بہ تعدد مجالس بیان کئے ہیں اور یا ان میں سے ایک لفظ رسول خدا ﷺ کی زبان سے صادر ہوا اور دوسرا حدیث بالمعنی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ وہ دونوں اہل زبان سے ہیں تبادلہ الفاظ میں سوائے لفظ مترادف کے دوسرا لفظ استعمال نہیں کر سکتے۔ کیونکہ وہ رد و بدل کے طریق کے پورے عالم ہیں۔ نخبہ میں لکھا ہے: ”ولا یجوز تعدد تغیییر المتن ولا ابدال اللفظ المرادف باللفظ المرادف له الا للعالم بما یحیل المعانی (ص ۴۵)“ لہذا معلوم ہوا کہ اہل زبان کے

نزدیک خاتم الانبیاء اور آخر الانبیاء دونوں الفاظ ہم معنی ہیں اور مرزا قادیانی کے پیش کردہ معنی اہل زبان کے نزدیک غلط ہیں۔

رہا فقرہ مسجدی خاتم مساجد الانبیاء تو روایت بزار میں انبیاء کا لفظ بہ نسبت روایت صحیح مسلم زیادہ موجود ہے جس کے متعلق فیصلہ اصولی ہے۔ ”زیادة الثقة مقبولة“ اور اختلاف طرق اور متون سے حدیث کی نوعیت اور معنی میں جو ابہام ہوتا ہے وہ رفع ہو جاتا ہے۔ علامہ زرقانی نے شرح مؤطا مالک میں لکھا ہے: ”قال بعض المحدثین لولم نکتب الحدیث من ستین وجہا ما عقلناہ لا اختلاف الرواة فی الفاظہ ونحوہا (زرقانی ج ۱ ص ۱۲۳)“ یعنی بعض محدثین کا قول ہے کہ اگر ہم حدیث کو کثیر التعداد طریق سے نہ لکھیں۔ تو اس کے مضمون کو نہ سمجھ سکیں بعض دفعہ حدیث کے مضمون کی توضیح حدیث کے الفاظ کے اختلاف سے ہو جاتی ہے۔ راقم کہتا ہے کہ بعض المحدثین سے مراد امام سیوطی ہے۔ انہوں نے رسالہ تنبیہ الاذکیاء میں یہ عبارت لکھی ہے اور حدیث ما من احد یسلم علی الاراد اللہ روحی حتی ارد علیہ السلام کے مطلب میں جو پیچیدگیاں تھیں اسے اختلاف الفاظ حدیث سے حل کیا ہے اور کہا ہے کہ دوسرے لفظ میں یوں آیا: ”وقد رد اللہ علی روحی“ یعنی جو مجھے سلام کہتا ہے وہ اس حال میں کہتا ہے کہ خدا نے مجھ پر میری روح کو واپس کر دیا ہوا ہے اور میں زندہ ہوں۔ پہلی روایت سے جو یہ شبہ پڑتا تھا کہ حضرت ﷺ کا روح بدن سے مفارق ہے اور وہ اموات میں داخل ہیں اس دوسرے لفظ نے اس شبہ کو زائل کر دیا۔

اسی حدیث ابو ہریرہ کا مطلب حدیث حضرت عائشہؓ نے صاف کر دیا کہ رسول خدا کی مسجد آخر المساجد نہیں بلکہ آخر مساجد الانبیاء ہے۔ حضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا جو مسجد نبوی کی عمارت کرے جیسے مسجدیں بنتی رہیں گی لیکن مسجد النبیؐ نہ بنے گی اس طرح اور بزرگ بہت سے ہوتے رہیں گے۔ لیکن نبی کوئی نہ ہوگا۔

۴.....ضمیمہ

حاشیہ حدیث نحن الآخرون السابقون! کنز العمال جلد سوئم میں یہ حدیث مندرج ہے لا نبی بعدی ولا امة بعدکم فاعبدوا ربکم میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا اور

تمہارے پیچھے کوئی دوسری امت نہ ہوگی۔ لہذا کسی دوسرے رسول کی ضرورت نہیں۔ البتہ توحید کی ضرورت ہے۔ تم اپنے رب کی عبادت کرو۔

اس حدیث کے مدعا کی دوسری حدیث بھی تصدیق کرتی ہے۔ ”توفون سبعین امة انتم خیرھا واکرمھا علی اللہ (مکھوۃ)“ تم کثیر التعداد امتوں کی میزان آخری کو پورا کرتے ہو۔ تمہارے بعد کوئی امت نہ ہوگی۔ سب امتوں سے تم بہترین امت اور خدا کے نزدیک زیادہ محترم ہو۔

پہلی حدیث آنحضرت ﷺ نے مجمع جیمہ الوداع میں تمام حاضرین کے روبرو ارشاد فرمائی۔ جسے سب صحابہؓ نے آنحضرت ﷺ کے بعد قبول رکھا اور صحابہ کے بعد جملہ امت نے اس پر اتفاق ظاہر کیا اور یہی وجہ ہے کہ تمام مدعی کاذب جنہوں نے افتراء سے کام لیا۔ ان پر علماء بیک قلم کفر کے فتویٰ صادر کرتے رہے اور حضرت نے مسیلمہ کذاب اور اسود غسی پر کفر کا فتویٰ دیا جو آپ کے ہم زمانہ تھے۔ اس طرز عمل نے حدیث لائبریری بعدی کے معنی کو روشن کر دیا کہ حدیث ہذا کے معنی ہیں لا نبی بعد رسالتی۔ لا نبی بعد وفاتی اس کے معنی نہیں۔ اسی لئے شارحین نے لا نبی بعدی کے ساتھ بطور تشریح یہ فقرہ بڑھایا ہے۔ ولا معہ۔

۵..... ضمیمہ

قاری قرآن کے متعلق حدیث سے ثابت ہے کہ نبوت اس کے پہلوؤں کے نزدیک ہو جاتی ہے۔ لیکن وہ نبی نہیں ہوتا اور نہ وحی سے اسے سرفرازی حاصل ہوتی ہے۔ وگرنہ لازم آئے گا کہ تمام قراء قرآن نبی ہو جائیں اور لازم باطل ہے فکذا الملزوم اس سے معلوم ہو گیا کہ حدیث من قرء ثلث القرآن اعطی ثلث النبوة ومن قرء ثلثیہ اعطی ثلثی النبوة ومن قرء القرآن فکانما اعطی النبوة کلھا۔ (یعنی جو قرآن کا ثلث پڑھ لے اسے نبوة کا ثلث مل گیا اور دو بڑے تین حصہ قرآن کا جس نے پڑھا اسے دو تہائی نبوت کا حاصل ہو گئی اور جس نے سارا قرآن پڑھا اسے گویا ساری نبوت حاصل ہو گئی) بالکل باطل ہے۔ علامہ شوکانی نے فوائد مجموعہ میں لکھا ہے: ”فی اسنادہ بشر بن نعیر قال یحییٰ بن سعید کذاب یضع“ اس کی اسناد میں بشر بن نعیر ہے جس کی نسبت یحییٰ بن سعید کی رائے ہے کہ وہ جھوٹا ہے جعلی حدیثیں بنایا کرتا تھا امام سیوطی نے لآلی میں اس کا تعقب کیا ہے: ”ان بشرا من رجال ابن مساجہ

وبانہ قد اخرجه ابن الانباری والبیہقی “کہ بشر ابن ماجہ کے راویوں میں سے ہے اور ابن الانباری اور بیہقی نے بھی اسے روایت کیا ہے۔ علامہ شوکانی نے لکھا ہے کہ امام سیوطی کا تعقب باطل ہے جو چنداں مفید نہیں۔ کیونکہ جب یحییٰ بن سعید کی تنقید صحیح ہے تو ابن ماجہ کے رجال کی فہرست میں داخل ہونا مفید نہیں۔ اور ابن الانباری اور بیہقی کا روایت کرنا بھی نافع نہیں۔ جبکہ اسناد میں بشر بن نمیر موجود ہے۔ پھر امام سیوطی نے حدیث کے چند شواہد ذکر کئے ہیں۔ اول خطیب نے حضرت ابن عمرؓ سے مرفوعاً اس روایت کو بیان کیا ہے جس کی اسناد میں قاسم بن ابراہیم مطلبی ہے جو وضعی اور باطل روایتیں بیان کرتا تھا۔ حتیٰ کہ خود خطیب کی رائے ہے کہ اس نے امام مالک سے بہت نادر روایتیں جعلی بیان کی ہیں اور سعید بن منصور نے سنن میں حضرت حسنؓ سے مرسل اس کو روایت کیا ہے اور طبرانی نے باسناد دیگر عبد اللہ بن عمرؓ سے مرفوعاً روایت کیا ہے مگر کوئی طریق بھی صحت کو نہیں پہنچتا۔

اگر خدا نخواستہ یہ حدیث صحیح بھی ہوتی تو حقیقت پر محمول نہ کی جاتی بلکہ مجاز اور تشبیہ سے اس کا مطلب صاف تھا یعنی قرآن کے پڑھنے والوں کو نبیوں سے مناسبت ہے۔ جیسے ”فکانما اعطی النبوة کلہا“ میں حرف تشبیہ کے موجود ہونے سے ظاہر ہے کہ نبوت کا حصول قرآن خوانی پر موقوف نہیں۔ بلکہ اس حالت کو نبوت سے مشابہت ہے۔

۶..... ضمیمہ

آیت من یطع اللہ کا حاشیہ

۲..... انجیل متی باب ۱۰ آیت ۴۱ میں ہے: ”جو مجھے قبول کرتا ہے وہ میرے بھیجے والے کو قبول کرتا ہے جو نبی کے نام پر نبی کو قبول کرتا ہے وہ نبی کا اجر پائے گا اور جو راست باز کے نام پر راست باز کو قبول کرتا ہے وہ راست باز کا اجر پائے گا۔“

حضرت مسیح علیہ السلام نے یہ نہیں کہا کہ نبی کا قبول کرنے والا نبی ہو جائے گا بلکہ یہ کہا کہ نبی کا اجر پائے گا۔ جو آیت من یطع اللہ والرسول فاللہ مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین (النساء: ۶۹) کا مطلب ہے۔ ابو نعیم اور حافظ ابو موسیٰ مدینی نے باسناد و خود سدید بن حارث کا بیان نقل کیا ہے کہ میں اپنی قوم کے چہ آدمیوں کے ساتھ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جب ہم آپ ﷺ سے

ہم کلام ہوئے تو ہمارا غلطی اور وضع جناب ﷺ کو بہت پسند خاطر معلوم ہوئے جناب ﷺ کا پہلا سوال یہ تھا کہ تم کون ہو؟ خادموں نے جواب دیا کہ ہم مؤمن ہیں۔ آنحضرت ﷺ ہمارا قول سن کر مسکرائے اور یہ کہا کہ ہر بات حقیقت اور مغز رکھتی ہے۔ تمہارا قول کس قدر سچائی اپنے اندر رکھتا ہے۔ اور تمہارے ایمان کی کیا حقیقت ہے۔ حضور ﷺ کے خدام نے جواب دیا کہ پندرہ خصال ہمارے جسم و روح میں ساری ہیں پانچ تو ہمیں آپ کے مشنریوں کی معرفت معلوم ہوئی ہیں جن پر ایمان لانا ہمارا فرض ہے اور پانچ پر عمل بجالانے کے ہم مامور ہیں اور پانچ باتیں زمانہ جاہلیت میں ہمارے غلطی میں داخل تھیں جواب تک ہم ان کے پابند ہیں کیا آپ ﷺ ان میں سے کسی خصلت کو بنظر کراہت دیکھتے ہیں۔ حضور نے سوال کیا کہ جو اصول ایمان میرے ایلچیوں کی معرفت آپ کو معلوم ہوئے بتلاؤ کیا ہیں؟ ہم نے جواب دیا: ان تؤمن بالله و ملائکتہ و کتبہ و رسلہ و البعث بعد الموت پھر پانچ عملیات کے متعلق جناب نے استفسار کیا۔ ہم نے کہا: ”ان تقول لا الہ و تقیم الصلوٰۃ و توتی الزکوٰۃ و تصوم رمضان و تحج البیت الحرام من استطاع الیہ سبیلاً“

پھر ہم سے یہ دریافت کیا کہ وہ پانچ خصال بتلاؤ جس کے زمانہ جاہلیت میں پابند تھے؟ ہم نے کہا:

خوشحالی میں خدا کا شکر بجالاتے تھے اور مصیبت میں ثابت قدم اور صابر تھے اور قضاء پر سچے دل سے راضی رہتے تھے اور معرکوں میں ہمارے کارنامے ہماری سچائی کی داد دیتے تھے اور کسی دشمن کی حالت زار پر خوشی نہ منایا کرتے تھے۔ نبی ﷺ نے کہا:

”حکماء علماء کادوا ان یکنوا من ففہم انبیاء“ یعنی یہ قوم حکیم دین بھی ہے اور عالم بھی اور ان کی دانش اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ قریب ہے کہ وہ نبی ہو جائیں۔ لیکن نبیوں کے رتبہ پر نہیں پہنچے معلوم ہوا کہ علماء اور علماء کا مدارج انبیاء کے قریب ہے لیکن معہذا وہ نبی نہیں اور فقہا ہمت دینی نبوت کا جزو ہے جس کے حصول سے انسان قریب نبوت ہو جاتا ہے۔ لیکن نبوت چونکہ وہی ہے وہ ایسے خصال کے دستیاب ہونے سے حاصل نہیں ہوتی۔

علامہ سیوطی نے اتفاق میں لکھا ہے: ”واشتہز علی الاسنۃ کثیرا ان نفیہا اثبات و اثباتہا نفی کقولک کاد زید یفعل بدلیل وان کادوا لیفتنونک و ما کاد

یفعله معناه فعل بدلیل وما کادوا یفعلون اخرج ابن ابی حاتم من طریق الضحاک عن ابن عباس قال کل شیء فی القرآن کادوا کاد ویکاد فانه لا یکون ابدا ثم قال والصحیح الاول انها کغیرها نغیها نفی واثباتها اثبات فمعنی کاد یفعل قارب الفعل ولم یفعل وما کاد یفعل ما قارب الفعل فضلاء ان یفعل فنفی الفعل لازم من نفی المقاربة عقلا

پھر حضور ﷺ نے فرمایا کہ پانچ باتیں میں تمہیں بتلاتا ہوں کہ جو چیز تمہارے کھانے میں نہ آئے اسے مت جمع کرو۔ جس مکان میں رہائش نہ ہو بلکہ زائد ہو اسے مت بناؤ۔ جو چیز تمہارے ہاتھ سے کل جاتی رہے گی اس کی رغبت مت کرو۔ اور خدا کا ڈرا اپنے دل میں رکھو جس کے پاس تم جاؤ گے اور اس کے دربار میں پیش کئے جاؤ گے اور عاقبت کی رغبت کرو جہاں تم پہنچو گے اور وہاں دوائی طور پر رہو گے۔ قوم حضرت ﷺ کی وصیت کو سینوں میں محفوظ لے کر واپس ہوئے اور اس پر عمل کیا۔ یہ سارا ماجرا وفد نبی از دکا ہے۔ جسے علامہ ابن القیمؒ نے زاد المعاد ج ۱ کے ص ۱۵۲۰ پر لکھا ہے۔

.....ضمیمہ نمبر ۷

”عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ ﷺ ان الرسالة والنبوة قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی قال فشق ذلك على الناس فقال لكن المبشرات فقالوا يا رسول الله وما المبشرات قال روياء المسلم وهي جزء من اجزاء النبوة رواه الترمذی واحمد فی مسنده والحکم فی المستدرک وصححه السيوطی فی الجامع الصغير “رسول اس پیغمبر کو کہتے ہیں جس پر کتاب نازل ہو اور نبی وہ پیغمبر ہے جو صاحب کتاب نہ ہو۔ آنحضرت ﷺ نے ہر دو قسم کی پیغمبری کو (خواہ تشریف ہو یا غیر تشریف) مسدود فرمایا ہے اور کہا کہ میرے بعد رسالت اور نبوت منقطع ہو چکی ہے۔ میرے بعد کوئی رسول ہوگا نہ نبی۔ لیکن مبشرات جو نبوت کا جزو ہیں۔ باقی رہ گئے ہیں۔ مبشرات منامات صالحہ کو کہتے ہیں جو مسلمان دیکھے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
مَنْ لَمْ يَرْحَمْ لَمْ يَرْحَمْ
مَنْ لَمْ يَرْحَمْ لَمْ يَرْحَمْ

محکمت ریائی لنسخ القاء قادیانی



حضرت مولانا حکیم ولی الدین بھاکپوری

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تعارف رسالہ

طیب عالی استعداد اور راسخ الایمان صاحب سلیم جناب مولوی حکیم ولی الدین صاحب پورینوی بھاگلپوری جن کی پختہ ایمانی و مستقل مزاجی کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ مولوی عبدالمجاہد قادیانی بھاگلپوری کے ساتھ نسبت قرابت، شب و روزی صحبت اور ان پر اثر ڈالنے کے مختلف تدابیر کے باوجود ان کے بھی معہدات میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ بلکہ اور زیادہ پختہ ہوگئی۔ اس رسالہ میں جو القائے ربانی کے ان فریبوں اور کذب بیانیوں کا پردہ کھولا ہے جس کے ذریعہ انہوں نے ناواقف مسلمانوں کو دھوکہ میں ڈال کر فیصلہ آسمانی کی ہدایتوں سے روکا ہے۔ رسالے کا یہ مضمون نہایت قابل قدر ہے کہ مؤلف القادری حضرت مجددؑ کے جن مکاتیب کو اپنے دعوے کا مونیہ خیال کیا تھا۔ انہیں مکاتیب سے ان کے دعوے کی غلطی دکھا کر مرزا قادیانی کا کاذب ہونا ثابت کیا ہے۔

ضروری اطلاع

اس رسالہ (محکمات ربانی) کے بروقت شائع ہونے میں جو اس قدر تعویق ہوئی اور شائقین کو شدید انتظار کی تکلیف اٹھانی پڑی۔ وہ ایک امر اتفاقی ہے جو رسالے کی کاپی و پروف کی تصحیح کے زمانہ میں اصل مسودہ کا بعض حصہ ڈاک میں ضائع ہونے اور مؤلف رسالہ جناب حکیم صاحب کی طویل علالت کی وجہ سے ظہور میں آیا۔ ورنہ رسالہ کب کا شائع ہوا ہوتا۔

ناظرین! اس رسالہ کو ملاحظہ فرما کر نہایت مسرور ہوں گے کہ مؤلف رسالہ نے کس خوبی سے قادیانی خدعات کا پردہ فاش کر کے روز روشن کی طرح ثابت کر دیا کہ قادیانی جماعت کے مخصوص اہل علم کی یہ حالت ہے اور ان کی لیاقت علمی کی یہ کیفیت ہے۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَلْبَابِ

عرض حال

سرگذشت اپنی کیا کہوں تم سے

اک فسانہ ہے حال دل میرا

میں کیا اور میری تحریر پر کیا کہنے کو اشرف المخلوقات ہوں پھر بھی مخلوق ہوں میری ہستی

خود بھی کوفہ کی چادر اوڑھنے کیلئے ہر وقت تیار ہے دنیا میں آنا جانے کی دلیل اور پیدائش ناپید ہونے کی نشانی ہے۔

یہ اقامت مجھے پیغام سفر دیتی ہے
زندگی موت کے آنے کی خبر دیتی ہے

ایک دن خدا کے سامنے حاضر ہونا ہے اور جو کچھ کیا دھرا ہے نیک و بد سب دیکھنا ہے۔ قیامت کے تصور سے رو ٹکٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اللہ کی رحمانیت اور حضرت رسول مقبول محمد مصطفیٰ ﷺ خاتم النبیین کی شفاعت سے بخشش اور مغفرت کی بہت کچھ امید ہے۔ مسلمان ہوں، خدا کرے مسلمان رہوں، اور مسلمان اٹھوں، چودہ صدی کا زمانہ ہے ضلالت اور گمراہی کا دور دورہ ہے۔ تاریکی اور جہالت ہر طرف پھیل رہی ہے عام انسان کو نبی بنانے کی ناجائز کوشش ہو رہی ہے جب میں دہلی میں علم طب حاصل کر رہا تھا کسی ضرورت سے مرزا غلام احمد دہلی آئے۔ آپ کو مہدی موعود مسیح ہونے کا دعویٰ تھا۔ لوگوں میں چرچا ہونے لگا کہ وہ آئے ہیں دل نے کہا کہ یہی موقع ہے چلو زیارت سے مشرف ہو جاؤ خوشی خوشی گیا اور اپنی حاضری کی خبر کرائی آپ کی طبیعت ناساز تھی جواب ملا کہ آج باریابی نہیں ہو سکتی ناچار محروم واپس آیا۔

قطع امید سے امید اور بڑی اشتیاق دو چند ہوا اگلے دن پھر عرضی دی مطب کا ہفتہ تھا مشکلوں سے فرصت ملی چل کھڑا ہوا۔ جذبہ شوق کشاں کشاں جا رہا تھا کہ سر راہ ایک مسجد ملی خدا کو میری رہبری منظور تھی یک بیک دل میں یہ بات پیدا ہوئی کہ کھڑے ہو کر اللہ سے دعا کر لو ایک رقت کی حالت مجھ پر طاری ہو گئی قدم رک گیا میں ٹھہر گیا اور یوں گویا ہوا اے میرے خالق اے میرے رازق میرے پروردگار میرے پالنہار تو ہی ہادی برحق ہے تیری ہی توفیق خیر رفیق ہو تو صراط مستقیم نصیب ہو۔ میں تیری رضا مندی کا جوئیاں ہوں اور تیرے مسیح موعود سے ملنے جا رہا ہوں اگر جناب مرزا غلام احمد صاحب واقعی مسیح موعود ہیں تو امر حق مجھ پر ظاہر کر دے، میرے قلبی امراض کی دوا اپنے مسیح موعود سے دلوا، اپنی چکار دکھلا ان کو نورانیت سے مجھے منور کر دے۔ نہیں تو ان کے شر سے محفوظ رکھ، دام تزدیر سے دور رکھ۔ یہ دعا کر کے چل نکلا اور درود دولت پر حاضر ہوا۔ مرزا قادیانی باہر کھلے پتھم رخ کے پختہ محن میں موجود تھے۔ بہت سے لوگ ارد گرد فرش پر مختلف لباس اور مختلف ہیئت میں بے باکانہ بیٹھے تھے اور کچھ لوگ اتر رخ کے لیے سائبان میں جس کے اوپر بالا خانہ لوہے کے سیپے سے گھرا تھا چار پائی پر ننگے سر بیٹھے تھے اور بے تکلف آپس میں ہنس

بول رہے تھے۔ متانت کا لحاظ بالکل نہیں تھا آزادانہ روش تھی، میں سمجھا کہ یہ عام جلسہ ہے اندر مرزا قادیانی تشریف فرما ہونگے فوراً میں وہاں سے اٹھ کر کمرے کے اندر چلا گیا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص سادی وضع میں گردن جھکائے بالکل ہی خاموش بیٹھے ہیں وہاں چہل پہل دیکھی تو یہاں سکوت اور محویت کا عالم پایا کچھ بولنا خلاف تہذیب سمجھانا کام پھر اور پھر اسی جلسہ میں آ بیٹھا۔ بیٹھے ہی ایک شخص نے یہ سوال کیا کہ آپ مسیح موعود ہونیکا دعویٰ کرتے ہیں۔ اس دعوے کے زمانہ کی جو شناخت لکھی ہے اور جس تاریکی اور جہالت کا ذکر ہے وہ اس زمانہ میں موجود ہے مسائل نے فوراً ہی کہا کہ میں نے مانا یہ زمانہ تو ہم آپ اور کل انسان کیلئے مشترک ہے۔ آپ اپنی خصوصیت کی کیا دلیل رکھتے ہیں۔ مرزا قادیانی نے بارود گر جواب فرمایا کہ تم چالیس روز میرے ساتھ رہو تو اس کی تصدیق ہو جائے گی اور یہ حقیقت منکشف ہو جائے گی یہ کہا اور ایک قسم کا اشارہ کیا معاً کچھ لوگ کھڑے ہو گئے اور کچھ بیٹھے بیٹھے ہم زبان ہو کر کہنے لگے کہ میں ساتھ رہ کر اس کی تصدیق کر چکا ہوں، یہ جملہ پورا ہوتے ہی سب ہنسنے بولنے اٹھنے بیٹھنے لگے۔ چمڑی ہوئی گفتگو یونی رہ گئی۔ میں بھی چپکا کھڑا ہوا کسی قسم کی تبدیلی مجھ میں پیدا نہیں ہوئی مگر دل بول اٹھا کہ یہاں صداقت نہیں اتنے بڑے اولوالعزم مسیح موعویٰ مجلس یوں پھینکی نہیں ہوتی۔ طالب حق پر ضرور کچھ نہ کچھ اپنا اثر ڈالتی ہے۔ اور اسے الہی رنگ میں بغیر رنگے نہیں چھوڑتی جس کی تڑپ تھی دل میں وہ صورت نہیں ملی، دل مطمئن ہو گیا اور اطمینان پر دنوں سے مہینے مہینے سے برس اور برس سے برسوں گزر گئے، ہاں کبھی درمیں نیز مرزا قادیانی کے دیگر قصائد نعتیہ کے دیکھنے کا اتفاق اتفاق پڑتا رہا۔ رسول اللہ ﷺ کی تعریف اور توصیف سے دل کو مسرت ہوتی رہی لیکن مرزا قادیانی کے خاص دعوے کے متعلق میرا وہی خیال رہا کہ یہ دعویٰ صداقت پر مبنی نہیں اور بس۔ پھر مرزا قادیانی اپنی تحریر کس رنگ میں لکھتے رہے اور کیا لکھتے رہے جماعت احمدیہ کیا کرتی رہی اس سے بالکل ہی بے خبر رہا۔ آخر ان لوگوں کی بلند پروازی ”اے روشنی طبع تو برمن بلا شدی“ کے مصداق بھی خدا کو انکشاف حقیقت منظور ہوا علماء اہل حق اور اس جدید گروہ کے مابین موقعیہ میں مناظرہ کی ٹھہری۔ میں اس وقت سپول میں تھا طبیب جیسا آزاد ہوتا ہے۔ اتنی ہی اسے پابندی بھی ہوتی ہے۔

باندھتے ہیں سرو کو آزاد اور وہ پابگل

کیسی آزادی کہ یاں یہ حال ہے آزاد کا

ان دنوں دو ایک ایسے لب فرش مریض زیر علاج تھے کہ وقت پر موقعیہ پہنچنے کی بہت

کوشش کی مگر بے کار، پہنچا بھی مگر اس وقت جب قادیانی جماعت کرسی اٹھائے صورت فرار اختیار کر رہی تھی۔ بے وقت پہنچنے کا بہت ہی افسوس ہوا دوسرے ہی دن میں واپس آیا اس مناظرہ کے کچھ دنوں بعد مرزا قادیانی کی چند متضاد تحریریں اتفاقاً میری نظر سے گزریں طبیعت کو پریشانی ہوئی بچپن سے انہی محترم مولانا عبدالماجد صاحب کو ایک ریفرامر اور ذی علم تصور کرتا رہا۔ ان کی عظمت و وقعت جو میرے دل میں ہے کہ اوروں کے خیال میں بھی نہیں آسکتی۔

اور واقعی جو ہمدردی آپ میں ہے وہ پوری بی کے اور حضرات میں مشکلوں سے پائی جاتی ہے خیر سے وہ بھی مرزا قادیانی کی بیعت حاصل کر چکے تھے۔ میرا خیال فطرتاً آپ کی طرف گیا اور میں نے اپنے محترم بھائی کی خدمت میں نہایت ہی اخلاص سے ایک خط انہیں متضاد تحریروں کے انکشاف حقیقت پر استفسار ارسال کیا پھر پے درپے کئی خطوط بھیجے۔ صرف ایک خط کا ماجد بھائی کے یہاں سے جواب آیا اور وہ بھی سوال دیگر جواب دیگر رنگ میں یہ خطوط محض احقاق حق پر مبنی ہیں۔ عنقریب آپ انہیں ملاحظہ کریں گے۔ ان خطوط مرسلہ کے بعد مراسلات ہی کے رنگ میں مرزا قادیانی کی کتاب توضیح المرام پر کچھ لکھ رہا تھا کہ اتنے میں ”القاء ربانی“ میرے محترم بھائی (عبدالماجد قادیانی) کے نام سے شائع ہوئی اور مجھے ملی نہایت غور سے مکرر اسے میں نے پڑھا ہر افسوس۔

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا

جو چیرا تو ایک قطرہ خون نہ نکلا

میرا دل ہرگز اسے قبول نہیں کرتا اور مجھے یقین ہی نہیں ہوتا کہ یہ تحریر واقعی ماجد بھائی کی تحریر ہے۔ العلم عند اللہ اتنی بات تو ضرور ہے کہ ایسی تحریریں نورانیت اور حقانیت سے الگ ہیں اور ظلمات تک پہنچاتی ہیں ہر مسلمان کا فرض ہے کہ انسان کو بری باتوں سے روکے اور اچھی باتوں کی طرف رغبت دلائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ عصر کے وقت کی قسم کہ سارے ہی آدمی گھائے میں ہیں:

”والعصر، ان الانسان لفی خسر الا الذین امنوا و عملوا الصلحات

وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر“ ﴿مگر وہ جو ایمان لائے اور نیک عمل بھی کئے اور

ایک دوسرے کو دین حق کی ہمدردی کی ہدایت کرتے رہے وہ البتہ گھائے میں نہیں ہیں﴾۔

غور کیجئے یہاں خدائے تعالیٰ نے صرف معرفت اور اس پر صبر کرنے کو بس نہیں فرمایا

بلکہ باہم ایک دوسرے کی نصیحت اور حق کی طرف ہدایت کرنے کو بھی ضروری شرط قرار دیا اور صاف فرما دیا کہ ان کے علاوہ جتنے لوگ ہیں سب گھائے میں ہیں۔ ایک اور مقام پر ارشاد خداوندی یوں ہے۔

”وَلَتَكُنْ مِنْكُمْ اُمَّةٌ يَدْعُونَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ اُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (آل عمران: ۱۰۴)“ ﴿تم میں سے ایسی ایک جماعت ہونی چاہئے جو لوگوں کو بھلائی اور نیکی کی رغبت دلاتی رہے اور برائی سے روکتی رہے جو لوگ ایسا کرتے ہیں درحقیقت وہ فلاح پا گئے۔﴾

اس آیت شریف کی تفسیر خود حضرت رسول مقبول ﷺ نے بیان فرمائی ہے جس کے حذیفہؓ راوی ہیں۔

”قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَتَأْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ اُولَٰئِكَ يَرْضَى اللَّهُ اَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا عِنْدَهُ ثُمَّ لَتَدْعُنَّهُمْ وَلَا يَسْتَجِيبُ لَكُمْ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ“ ﴿رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم ہے اس ذات برتر کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم لوگ لوگوں کو اچھی باتوں کی رغبت دلاتے رہو حکم کرتے رہو اور بری باتوں سے روکتے رہو اگر تم اپنے تئیں اس اہم اور ضروری کام سے معزول کر دو گے تو خوب سمجھ لو کہ اگر اس وقت تم مجھ سے دعا مانگو گے تو میں تمہاری دعا ہرگز قبول نہیں کروں گا۔﴾

ایک اور حدیث مسلم شریف کی ہے اسے ملاحظہ کیجئے کس قدر قابل عمل اور ضروری ہے جوابی سعید خدریؒ نے روایت کی ہے۔

”قَالَ مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ فَاِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ فَاِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ وَذَٰلِكَ اِضْعَافُ الْاِيْمَانِ“ ﴿رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو تم میں سے کوئی خلاف شرع بات دیکھے تو چاہئے کہ اس کو اپنے ہاتھ سے روک دے اور اگر اپنی ہاتھ سے روک نہ سکے اور اس پر بھی قادر نہ ہو تو زبان سے برا کہے اور اتنا بھی نہ ہو سکے تو دل سے اسے برا جانے اور یہ دل سے برا سمجھنا ضعف ایمان کی نشانی ہیں۔﴾

اور یہ بھی پایہ ثبوت کو پہنچ چکا ہے اور مذہب اسلام بلکہ ساری دنیا کا بچہ چہ جانتا ہے کہ سب سے پہلے انسان کو اپنی اور اپنے گھروں اور اپنے اقرباء اور اپنے ہم وطن کی ہدایت مد نظر رکھنی چاہئے پھر عام مخلوق خدا کی۔ بتا بر میں نے القاء ربانی پر توجہ کرنا اپنا فرض تصور کیا۔ اخی ختم مولا نا

عبدالماجد صاحب اور محترمی مولوی علی احمد صاحب ایم اے کے اس راہ (قاویائی ہونے) پر جانے سے اور سلسلہ حقہ سے الگ ہو جانے سے مجھے جیسی کچھ پریشانی ہے اور جیسا میں انہیں واجب احترام سمجھتا ہوں وہ میں جانتا ہوں یا میرا خدا۔

ہمارا درد دیکھا جائے کس سے
ہمیشہ روح کھینچتی ہے دوا کی

یہ دنیاوی مراتب اور ہیں، دینی اعتبارات جدا۔ انسان کے کمال کا دار و مدار انہیں دو اصولوں کے تفاوت کے اعتبار سے خدا کے نزدیک انسان کا رتبہ اور درجہ بلند ہوتا ہے۔ ورنہ ہر فرد ہی کو جسم کی توانائی پر محمول کرنا اپنی عزیز جان کو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ کیونکہ کبھی ورم سے بھی سارا جسم پھول جاتا ہے اور آدمی فریبہ معلوم ہونے لگتا ہے۔ اس لئے میں نے اپنے مقدور بھر اس مختصر رسالہ میں اس کی علامت اور علاج کو نہایت ہی کھول کر سہل الوصول اور ممکن الحصول طریقہ پر بتا دیا ہے اور بیان کر دیا ہے یہ مجھ پر فرض تھا جسے میں نے محض اللہ ہی کے واسطے ادا کیا۔

خدا اس کو مقبول عالم بنائے سعید روحیں اس کے طرف متوجہ ہوں تاریک دلوں کے لئے شمع ہدایت بنے اور میرے لئے بموجب نجات، خدا نے چاہا تو ضرور ایسا ہو کر رہے گا اور اہل حق کو فتح و نصرت نصیب ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ وہ بھی مظفر و منصور ہوں گے اللہ ہی کے نام سے میں نے اس تمہید کو شروع کیا ہے اور اسی کی خوشخبری بھرے ارشاد پر اس تمہید کو ختم کرتا ہوں۔ ”الاول والاخر هو اللہ۔ الظاهر والباطن هو اللہ“ نہایت ہی توجہ سے اس آیت شریف پر غور کریں۔ وہ یہ ہے:

”يا ايها الذين امنوا هل ادلكم على تجارة تنجيكم من عذاب اليم
تؤمنون بالله ورسوله تجاهدون في سبيل الله باموالكم وانفسكم ذلكم
خير لكم ان كنتم تعلمون يغفر لكم ذنوبكم ويدخلكم جنت تجري من تحتها
الانهار ومسكن طيبة في جنت عدن ذالك الفوز العظيم واخرى تحبونها
نصر من الله وفتح قريب وبشر المؤمنين“ ﴿مسلمانو! کہو تو میں تمہیں ایسے تجارت
بتاؤں جو تم کو آخرت کے دردناک عذاب سے بچائے (سنو یہ ہے) خدا اور اسکے رسول پر ایمان
لاؤ اور خدا کی راہ میں اپنا مال اور اپنی جانیں لڑا دو یہ تمہارے بھلائی کی باتیں ہیں بشرطیکہ تم اسے
سمجھو (ان باتوں پر عمل کرنے سے) خدا تمہارے گناہ معاف کرے گا اور تمہیں بہشت کے لئے

(ایسے فرحت افزاء) باغ میں داخل کرے گا جس کے تلے نہریں بڑی بہ رہی ہیں۔ (اور اسی پر بس نہیں بلکہ) عمدہ عمدہ مکانات بہشت کے باغ میں (رہنے کو) تمہیں ملیں گے۔ یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ (ان سب سے ایک اور بڑی نعمت جس کو تم بھی بڑی نعمت سمجھتے اور دوست رکھتے ہو ملے گی۔ یعنی خدا کی طرف سے تم کو مدد ملے گی اور تم عنقریب فتح یاب اور مظفر و منصور ہو گے۔ (اے محمد ﷺ) یہ خوشخبری مسلمانوں سے بیان کر دے اور انہیں بشارت دے دے۔ ﴿

والسلام مع التواضع والاکرام

ازرہ کین وتعصب دور شو

یک نظر از صدق کن معمور شو

بقلم ابوسعید محمد ولی الدین اشک بھاگلپوری پورینوی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ!

محمد از تو میخوام خدارا

الہی از توحب مصطفیٰ را

الحمد لاهله والصلوة لاهلها

مجھے حیرت ہوئی ہے دیکھ کر القاء ربانی وہ باتیں ہیں لکھیں اس میں پتہ جن کا نہیں چلتا کہہ دیتی ہے خود تحریر میں حق سے مڑے ہوں عبارت اپنے مطلب کی جہاں پائی رقم کردی طریقہ یہ نہیں دین دار کا سچے مسلمان کا غلط تحریر پر ایسی تعلق واہ رے جرأت بھرم تھا قوم میں جو کچھ وہ اس تحریر نے کہہ دیا الہی درگزر فرما کہ تو غفار و رحمن ہے یہ حالت زار اپنے بھائی کی دیکھی نہیں جاتی تو ہی ہادی برحق ہے دکھا دے راہ حق ان کو طبیعت مضطرب ہے اشک کی تھم سے دعا یہ ہے

نہیں القاء ربانی یہ ہے انواء شیطانی عیاں ہے غلط بحث سے مؤلف کی پریشانی دبائے سے کہیں دیتا ہے حضرت جوش نفسانی چمپا رکھا مگر حق کو بنا کر راز پنہانی طریقہ یہ مسیحی ہے عقیدہ ہے یہ نصرانی نہیں ہے نور دین کچھ بھی نہیں ہے آنکھ میں پانی ہوا کونکوں سے مل کر آہ تیرے لعل ربانی تیرے بندے ہیں بندے سے بہت ہوتی ہے غلطی تجھی پر خوب روشن ہے میرے دل کی پریشانی کئی دل سے نکال ان کے بتا دے ان کو نورانی بہت بگڑے سب نہال ان کو دکھا اپنی درخشانی

معزز ناظرین! فیصلہ آسانی کے مبارک اور حقانی فیصلہ کے جواب میں تقریباً ڈیڑھ برس کی جان توڑ کوشش اور مرزائی جماعت کے ایک جانی اور اتحادی قوتوں سے بڑے غور و تدبر کے ساتھ ابھی ابھی ایک کتاب بنام ”القائد ربانی“ شائع ہوئی ہے۔ یہ کتاب اہل حق اور اہل علم حضرات کی نظر میں کیا وقعت رکھتی ہے اور اس میں کس قدر دانستہ فریب دہی اور دروغ گوئی سے کام لیا گیا ہے۔ آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ کی کس رنگ میں تفسیر کی گئی ہے۔ صحابہ کرام ائمہ عظام کے پر مغز اور پر معنی محقق اور مدلل تقریروں سے کس درجہ علیحدگی اور خلاف ورزی اختیار کی گئی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ان کل باتوں پر عقلاً اور نقلاً ایک تفصیلی کافی اور تسلی بخش بحث آپ اس رسالہ میں پائیں گے۔ نیز مؤلف القائد ربانی کے مفروضہ شمار کردہ غلطی میں بے شمار غلطیاں اور خدعات (دھوکہ دہی) ملاحظہ کریں گے مگر پہلے میں اس بات کو ثابت کرنا اور دکھانا چاہتا ہوں کہ القائد ربانی قادیانی جماعت کی نظر میں کیا وقعت رکھتی ہے۔ کیونکہ جناب مرزا قادیانی کے دعوے اور ان کے اکثر کشف والہام میں ظہر ابوظہن رہا کرتا ہے اگر حسن اتفاق سے پورا ہو گیا تو فیہا ورنہ پھوٹن سے کام لیتے ہیں اور فرماتے ہیں یہ استعارہ تھا، وہ کنا یہ تھا۔ حقیقت اس کی کچھ اور ہی ہے غرض ایسا ایچ بیج ہوتا ہے کہ محاذ اللہ محاذ اللہ بالکل مریض اصطلاح البطن کے التوائی کیفیت کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے۔ کیا عجب کہ اس مشن کے کوئی مقتدر اصحاب یوں کہہ دیں کہ القائد ربانی ایک معمولی شخص کے قلم سے نکلی ہے جماعت احمدیہ ان باتوں کی ذمہ دار نہیں۔

اس لئے میں آفتاب سے بھی زیادہ اس بات پر روشنی ڈالنا چاہتا ہوں کہ یہ کتاب یعنی القائد ربانی قادیانی جماعت کے ایک بڑے ریفارمر اور قابل حضرت کے زور قلم اور برسوں کی دماغ سوزی کا نتیجہ ہے۔ وہ بھی بطیب خاطر انہیں بلکہ چارنا چار اپنے خلیفہ اسحٰب جناب حکیم نور الدین صاحب کے قبیل ارشاد نے مؤلف کو اس جان جو حکم میں ڈالا ہے۔ سنگ آمد و سخت آمد لا جواب بات کا جواب تو ہوتا ہی نہیں محض اپنی جماعت کی تعفی کے لئے چند سادے اور سفید اوراق کو سیاہ کر ڈالا اور ظاہر ہے کہ جب خلیفہ اسحٰب نے جواب لکھنے کے لئے مولوی صاحب کو خصوصیت کے ساتھ پسند کیا اور ان کو جواب لکھنے پر مامور فرمایا تو پھر ایسے شخص کا وزن جماعت احمدیہ میں کس قدر ہونا چاہئے اور وہ شخص کیسا مستتر اور قابل ہوگا۔ اب ممکن تھا کہ یہ انتخاب جواب لکھنے کے بعد غلط ثابت ہوتا اور خلیفہ اسحٰب کے دربار میں جو کچھ مؤلف القائد ربانی نے جواباً لکھا ہے وہ مقبول نہ ہوتا تو بھی القائد ربانی کا وزن جاتا رہتا اس لئے یہ دکھانا بھی نہایت ہی ضروری ہے کہ جماعت احمدیہ نے القائد ربانی کو اشاعت کے بعد کس نظر سے دیکھا البدر قادیان کا ایک مشہور اور مستند اخبار ہے جو ہر

ہفتہ سبھی دارالسلطنت قادیان سے شائع ہوتا ہے اور ریو یو آف ریپبلکن دنیا کے مذاہب پر نظر کرنے والا قادیانیوں کا مخصوص رسالہ ہے دونوں کے اہم اور مخصوص مضامین اکثر جناب حکیم نور الدین صاحب کی نظر سے گزر کر نکلتے ہیں اور ان کے محررہ احکامات کی تعمیل ہر قادیانی پر فرض ہوتی ہے غرض دونوں کی آواز جماعت قادیانیہ کی حقیقہ آواز ہے۔ ایسے باوقعت اخبار اور پر شوکت رسالے کے مقتدر ایڈیٹر مفتی محمد صادق اور مولوی محمد علی نے القاء ربانی پر اس الفاظ سے ریو یو کیا ہے۔

القارحمانی بہ تریدید فیصلہ ابو احمد رحمانی

”ابو احمد رحمانی کوئی صاحب بنگال میں ہیں۔ جو کہ سلسلہ حقہ (قادیانیت) کی مخالف میں بڑے جو شیلے ہیں اور کئی ایک رسالے چھاپ کر شائع کر چکے ہیں ان کی تحریروں میں پرانگندہ اقوال غلط استدلال اور کذب اور افترا کو پبلک پر ظاہر کرنے کے واسطے ہمارے کرم حضرت مولانا مولوی ابوالجحد محمد عبدالماجد صاحب پروفیسر عربی و فارسی۔ ٹی ان جو ملی کالج بھانگلپور نے ایک کتاب تصنیف کی ہے جو مولوی صاحب موصوف سے اور دفتر تحفید الاذہان سے تقسیم چھڑ آنہ فی نسخہ مل سکتی ہے۔ احباب منگو اگر شائع کریں اور بالخصوص اس علاقہ کے لوگوں میں مفت تقسیم کر دیں۔“

(منقول از اخبار المہدیہ قادیان ۶، ۱۳، ۲۰ نومبر ۱۹۱۳ء)

ریو یو کتاب القادیانی

”علامہ محمد عبدالماجد صاحب پروفیسر ٹی۔ ان جو ملی کالج کی محنت شاقہ کی تصنیف ہے

۱۔ حکیم خلیل احمد صاحب برق آسمانی کے ص ۲۱ میں جھنجھلا کر لکھتے ہیں: ”سلسلہ عالیہ احمدیہ کے مخالفین سن لیں کہ میں مسلمان ہوں سنت والجماعت ہوں سارے آئمہ اور سارے اولیا و صلحا کو ماننا ہوں اور اپنے کو تمیز کے لئے احمدی کہتا ہوں۔ اگر آئندہ سے مجھ کو سوائے احمدی یا ہماری جماعت کے لوگوں کو سوائے جماعت احمدیہ کے مرزائی۔ کادیانی۔ قادیانی۔ کرشن۔ پنتھی وغیرہ جیسے الفاظ سے مخاطب کیا تو میں بھی ہمیشہ وہابی۔ نجدی۔ کوئی۔ دیوبندی۔ کی کورانہ تقلید کی وجہ سے دیوبند۔ خرز جیوٹی۔ گنگا دینی۔ سورحدیابی وغیرہ جیسے الفاظ سے مخاطب کروں گا۔“

حکیم خلیل احمد صاحب! اگر آپ سچے ہیں اور آپ کی زبان ایک مسلمان کی زبان ہے تو رانہ تقلید۔ تقلید آپ کا شیوہ نہیں۔ دروغ گوئی آپ کا شعار نہیں۔ کجی سے نفرت صاف گوئی سے آپ کو الفت ہے۔ آپ کا دل عورتوں کی طرح کمزور نہیں آپ صورنامہ نہیں بلکہ سیرۃ بھی آپ مرد ہیں تو بسم اللہ جو کہا ہے کر کے دیکھا ہے۔ غضب خدا کا آپ کے گھر کا بھیدی بر ملا آپ کے ایک محترم بزرگ کی توہین کر رہا ہے۔

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

علامہ موصوف کا نام نامی کتاب کی خوبیوں کی کافی شہادت ہے۔ علامہ موصوف کا نام نامی تھا ویسا ہی روکیا ہے۔ احمدی احباب خصوصاً علاقہ بھاگلپور کے لئے بوقت ضرورت کام آنے والی رہنما ہے۔ مخالف کے لئے اس میں تسکین ہے خوبی یہ ہے کہ متانت اور تہذیب کا کماحقہ لحاظ رکھا ہے جس کے لئے دل سے دعا نکلتی ہے۔ حوالجات کو بہ کمال وضاحت دکھا دیا ہے۔ خدا کرے سلیم دلوں کے لئے باعث رہنمائی ہو۔ مصنف ماجور عند اللہ ہے خوب ہی مدلل لکھا ہے۔ محنت۔ کاغذ۔ لکھائی۔ چھپائی۔ ضخامت کے مقابل قیمت ۲۶ آنے بہت حد تک واجب ہے۔ ملنے کا پتہ منیجر تشیخ الافان قادیان۔ (منقول از ریویو آف ریلیجر بابت ماہ نومبر ۱۹۱۳ء)

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ) اور اس پیارے نام القاء ربانی کو خراب سمجھ کر اس کی مٹی پلید کر کے بڑے جوش سے القاء ربانی کو کتاب القادیانی لکھ رہا ہے۔ بس برس پڑیے۔ یہی وقت ہے۔ دل میں غبار رکھنا مسلمان کا کام نہیں۔ اپنے اندرونی طیش سے ایڈیٹر موصوف کا باطنی تصفیہ کر دیجئے ذرا انہیں بھی معلوم ہو جائے کہ احمدی کو قادیانی لکھنے والے کی کیسی درگت ہوتی ہے۔ آپ تو آپ مجھے بھی ایسے ناپاک نام سے سخت نفرت ہے۔ جماعت احمدیہ پر ایسی گہری پھبتی اب تک کسی نے تصنیف نہیں کی تھی۔ میں خود ایڈیٹر موصوف سے پوچھتا ہوں کہ حضرت آپ نے ایک بہاری احمدی کی کتاب کو ”کتاب القادیانی“ کیوں لکھ مارا اور ہاں جناب حکیم خلیل احمد صاحب آپ جو کچھ تادیبا نہیں برا بھلا لکھیں چھاپ کر بھیجوا دیں جزاء سیفۃ مثلھا پوری گوشائی جب ہی ہوگی۔ شاید ناداری کی وجہ سے آپ ایسا نہ کر سکیں تو کم سے کم اس زجرہ تو بیچ کی ایک کاپی میرے پاس ضرور بھیج دیں تاکہ میری بھی تشفی ہو اور آپ بھی بات کے دھنی ثابت ہوں۔ نہیں تو آئے دن آپ کی جماعت کو نیز آپ کو نئے نئے خطابات سے وہ یاد کرتے رہیں گے۔ پھر کچھ کرتے دھرتے بن پڑے گی۔ گرجہ رابر و زاول باید کشت۔ ہاں ایک بات اور اپنے مذاق کے مناسب سمجھئے۔ مرزا غلام احمد قادیانی چار لفظوں کا مجموعہ ہے۔ ان چار میں سے دو لفظ مرزا غلام۔ جس سے مرزا صاحب کا نام متعین اور مشخص ہوا ہے ان سے آپ بھاگتے ہیں اور اتنا اسے برا جانتے ہیں کہ اس کی نسبت سے بھی آپ کو شرم آتی ہے اور آخر کا لفظ قادیانی جو سکونت کی خبر دیتا ہو کہ اس سے بھی آپ بیزار ہیں نفرت کرتے ہیں۔ رہا لفظ احمد کا جو مسلمانوں کے اکثر نام میں رہا کرتا ہے اور جو باعتبار سمیت مشترک لفظ ہو کوئی خصوصیت مرزا صاحب کے ساتھ اس مبارک اور پر نور لفظ کو نہیں۔ سر سید احمد کی جماعت کو بھی جماعت احمدیہ کہہ سکتے ہیں۔ ایسے متبرک نام سے اپنی جماعت کو منسوب کرنے کی آپ تاکید کر رہے ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی اگر واقعی آپ کے نزدیک نہایت ہی برے الفاظ ہیں۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

غور کیجئے کس قدر عمدہ اور مہتمم بالشان ایک نہیں دو دور یو یو ہے اور القاء ربانی کا وزن جماعت قادیانیہ کی نظر میں کس قدر با وقعت اور پر شوکت ہے ساری جماعت قادیانی اس کتاب پر ناز کرتی اور تالی بجاتی ہے اب اس کتاب کے خدعات اور شیطانیات ملاحظہ کیجئے اور قدرت حق کا تماشا دیکھئے۔

چہ دلا ورست دزدے کہ بکف چراغ دارد

۱..... فریب

مولف القاء ربانی نے ناظرین سے انٹرویو کرنے کے بعد فیصلہ آسمانی کے جواب میں تمہید ا کے جواب میں تمہید ا جو تحریر شروع کی ہے۔ خدا کی قدرت کہ اس کی پہلے ہی سطر میں دروغ بیانی سے کام لے کر تحریر کرتے ہیں۔ ”ایک اشتہار بھی مصنف (فیصلہ آسمانی) کا جو کسی در بھنگی مرید کے نام سے شائع ہوا ہے دیکھا“ مولف القاء ربانی ذرا سوچ کر جواب مرحمت فرمائیں کہ اس اشتہار کو جسے جناب ابراہیم حسین خان صاحب در بھنگوی نے شائع کیا ہے کیونکر اسے علامہ مصنف فیصلہ آسمانی کا اشتہار قرار دیتے ہیں۔ اشتہار کے اندر کوئی سطر کوئی جملہ کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جس سے یہ گمان بھی ہو سکتا ہو کہ یہ اشتہار علامہ مصنف فیصلہ آسمانی کا اشتہار ہے ہاں المرء یقیس علی نفسه کے رو سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ القاء ربانی کا مسودہ غالباً خلیفۃ المسیح کے قلم سے طیار ہوا ہے اور شاید کیا یقینی اسے مولف القاء ربانی نے اپنے نام سے شائع کر دیا جب ہی تو اس اردو تحریر کے اندر تذکیر اور تائید اور اردو محاورہ کے تفہیم میں غلطی واقع ہوئی ہے بے چارے پنجابی کو اردو محاورہ کی کیا خبر حقیقت حال یہ ہے اس لئے اپنے ہی طرح مولف نے اوروں کو بھی تصور کر لیا ہے۔

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ) اور سچ میں آپ کو اس سے نفرت ہے تو غلامی سے الگ ہو جائے۔ سید ابوالاحمد رحمانی سے تو آپ کو مرعین لگیں اور غلام احمد سے شہنشاہ پڑے آسمانی فیصلہ پر آپ برق ڈالیں اور شیطانی فیصلہ کو موجب نجات تصور کریں عجیب افتاد طبیعت اور نرمالی فہم ہے۔ ورنہ صداقت کو مد نظر رکھئے تو قادیانی یا مرزائی یہی دو خطاب آپ کی جماعت کیلئے موزوں ہیں۔ جب تو ایڈیٹر ریویو آف ریلیجنس قادیان نے ”کتاب القادیانی“ لکھا۔ ان کی بات آپ کو بری نہیں لگی۔ کیوں جناب آپ کی جماعت میں سے کوئی شخص آپ کے ساتھ نازیبا حرکت کرے تو وہ روا، اور آپ ہی کی جماعت سے سن کر میں وہ بات کروں تو چیخ پکاروں۔

ہم جو کچھ بولیں تو کہلائیں سٹری کان کی بات سے مرغل ٹھہرے
جس کو تم چاہو چڑھالو سر پر ورنہ یوں دوش پہ کاگل ٹھہری

گر خدا خواہد کہ پردہ کس درد میلش اندر طعنه ہلکان برد
۲..... فریب

پھر مؤلف القاء ربانی تحریر کرتے ہیں یہ کہ مصنف (فیصلہ آسمانی) نے مثل اور مکذبتین سلسلہ کے حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کو صریح خدا اور رسول پر افتراء کرنے والا قرار دے کر عوام کو خوش کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ ”علامہ مصنف فیصلہ آسمانی نے آیات قرآنیہ احادیث نبویہ اور دلائل عقلیہ سے نہایت محققانہ طور پر منکوحہ آسمانی والی پشنگوئی پر روشنی ڈالی ہے اور وہی شیعوہ اختیار کیا ہے جو راستی اور حق طلبی کا شیوہ ہے۔ علامہ کی روش بالکل ہی سلف صالحین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی سی ہے اور انہوں نے یہ تحریر عوام کے خوش کرنے کو نہیں لکھی ہے بلکہ اس کے اول مخاطب جماعت قادیان کے خلیفہ مسیح حکیم الامت جناب حکیم مولوی نور الدین قادیانی ہیں اگرچہ کتاب فیصلہ آسمانی عام فہم ہونے کے خیال سے اردو زبان میں شائع کی گئی۔ مگر اس میں وہ وہ معارف اور نکات بیان کئے گئے ہیں۔ جسے عوام الناس اچھی طرح سمجھ بھی نہیں سکتے، اصل مقصود علامہ مصنف کا اس فیصلہ سے اہل علم کی تفہیم ہے۔ جب تو خلیفہ مسیح رخ بج ہو کر اور اپنا پہلو بچا کر جواب لکھنے کے لئے اپنے گروہ کے ایک مقتدر عالم کو مامور کرتے ہیں مولف القاء ربانی کے جوش نفسانی پر تعجب ہے کہ وہ اپنے خلیفہ مسیح کے ارشاد کو بھی عامیانہ ارشاد سمجھتے ہیں اگر ذرا بھی تدبیر سے کام لیتے تو اس ارشاد کی باریکی اور علامہ مصنف کی قابل قدر علمی گفتگو کی راستی آپ پر اظہر من الشمس ہو جاتی یہ اور بات ہے کہ کوئی شخص جہل مرکب کو علم سمجھ کر کج فہمی سے کام لے اور رسالے کی خوبی کو پس پشت ڈال دیئے۔ مؤلف القاء ربانی (ضمیمہ انجام آہتم کا ص ۵۴، خزائن ج ۱۱ ص ۳۳۸) ملاحظہ فرمائیں جناب مرزا قادیانی خود تحریر کر گئے ہیں۔ ”یاد رکھو اس پیش گوئی کی دوسری خبر پوری نہ ہوئی (یعنی احمد بیگ کا داماد میرے سامنے نہ مرا) تو میں ہر ایک بد سے بدتر ظہروں گا۔ اسے احمقویہ انسان کا افتراء نہیں۔ یہ کسی خبیث مفتری کا کاروبار نہیں۔ یقیناً سمجھو کہ یہ خدا کا سچا وعدہ ہے۔ وہی خدا جس کی باتیں نہیں ٹلئیں۔“ پھر اسی (انجام آہتم کا ص ۲۲۳، خزائن ج ۱۱ ص ۲۲۳) ملاحظہ ہو۔

یہاں یوں تحریر کرتے ہیں کہ: ”اصل امر بر حال خود قائم است وہیچکس با حیلۃ خود اورا رد نتوان کرد و این تقدیر از خدائے بزرگ تقدیر مبرم است و عنقریب وقت آن خواہد آمد پس قسم آن خدائیکہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ما مبعوث فرمود اورا بہتر نہ مخلوقات

گردانید کہ ایس حق است وعنقریب خواہی دیدہ ومن این را براہی صدق خود یا کذب خود میعارمی گردانم ومن نگفتم الا بعد زانکہ از رب خود خبر دادہ شد۔“ جناب مرزا قادیانی خود ہی اس زور و شور سے اس پیش گوئی کو اپنے صدق اور کذب کا معیار قرار دیتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ: ”اگر یہ پیش گوئی پوری نہ ہوئی تو مجھے کاذب اور ہر بد سے بدتر سمجھو۔“ اب مرزا قادیانی ہی کے توجہ دلانے سے ایک راست گفتار اور پاکباز انسان جو علم و فضل اور زہد و تقویٰ میں بھی محتاج شناسائی نہ ہو، وہ اس الہام پر غور و تدبر سے نظر فرمائے اور اس پیش گوئی کے پوری نہ ہونے پر اور بالبداہت غلط ہو جانے پر یہ کہہ دے کہ مرزا قادیانی اپنے اقرار کے بموجب کاذب اور ہر بد سے بدتر ٹھہرے تو یہ اس کی خطا سمجھی جائے گی یا احقاق حق؟

علامہ مصنف نے خود کوئی فیصلہ اپنی جانب سے نہیں کیا بلکہ جناب مرزا قادیانی کے معاد مقرر کردہ کوصفائی کے ساتھ قوم کے سامنے پیش کر دیا ہے۔ مثلاً یوں تصور کیجئے کہ ایک شخص مجمع عام میں یہ دعویٰ کرے کہ کل آفتاب غیر طبعی طریقہ سے مغرب سے طلوع ہوگا کہ اگر ایسا نہ ہوا اور کل آفتاب مغرب کی جانب سے طلوع نہ ہوا تو میں کاذب اور ہر بد سے بدتر ٹھہروں گا۔ لوگوں نے اس دعوے کو استعجاب سے سنا خدا خدا کر کے دن ختم ہوا۔ رات گزری صبح ہوتے ہی مغرب کی جانب لوگوں کی ٹنگلی لگ گئی آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر لوگ دیکھنے لگے۔ مگر آفتاب مغرب سے طلوع نہ ہوا۔ بلکہ اپنے مقررہ مطلع یعنی جانب مشرق سے برآمد ہوا۔ لوگوں نے اس کاذب مدعی کی دھر پکڑ کی اور ڈنکے کی چوٹ سے اسے یہ سنا دیا کہ تو اپنے اقرار کے بموجب کاذب اور ہر بد سے بدتر ٹھہرا تو کیا آپ کے نزدیک ایسا فیصلہ منصفانہ فیصلہ نہ ہوگا اور کیا ایسے گروہ کو بھی آپ مکذب ہی کے نام سے یاد کریں گے۔ اور کیا منصفانہ فیصلہ آپ کے نزدیک یہ ہے کہ اگر آفتاب مغرب سے طلوع نہ ہوا اور مشرق ہی سے نکلے تاہم ایسے مدعی کو محض اس کے زبانی دعویٰ پر صادق ہونے کی ڈگری دے دینی چاہئے؟ فافہم وتدبر فانہ دق!

۳..... فریب

مؤلف القاء ربانی تحریر کرتے ہیں کہ: ”ایسے شبہات کا ازالہ خود حضور مغفور (مرزا قادیانی آنجمانی) نے اپنے قلم سے اور دیگر خادمان سلسلہ نے بہت کچھ کیا ہے میں نے کتاب کو قابل التفات نہیں سمجھا مگر اشتہار کے متکبرانہ دعوے نے پھر مجھ کو متوجہ کیا کہ میں اس کو بخور دیکھوں۔“ اگر یہی غور و تدبر ہے تو خدا حافظ۔ دیانت اور حق پسندی کو مد نظر فرما کر (انجام آسم

ص ۲۱۶، خزائن ج ۱۱ ص ۲۱۶) میں مرزا قادیانی کا عربی الہام مع ترجمہ فارسی درج ہے میں مزید سہولت کے لئے لفظ بلفظ اسے یہاں نقل کئے دیتا ہوں ملاحظہ فرمائیے: ”قال کذبوا بآیاتی وکانو بہا مستہزئین فسیکفیکہم اللہ ویردہا الیک لا تبدیل لکلمات اللہ ان ربک فعال لما یرید فاشارفہ لفظ فسیکفیکہم اللہ الیٰ انہ یرد بنت احمد انی بعد اہلاک المانعین وکان اصل المقصود الاہلاک وتعلم انہ ہو الملاک واما تزولیعہا ایاک بعد اہلاک الہا لکین والہالکات فہو لا عظام الایۃ فی عینی المخلوقات“

﴿گفت این مردم مکذب آیات من ہستند وبدانہا استہزامی کنند من ایشان را نشانہ خواہم نمود و برائے تو این ہمہ را کفایت خواہم شد و آن زن را کہ زن احمد بیگ دختر ست باز بسوئے تو واپس خواہم آورد یعنی چونکہ او از قبیلہ بیباعث نکاح اجنبی (مراد از شوہر محمدی بیگم) بیرون شدہ باز بتقریب نکاح تو (مراد مرزا قادیانی) بسوئے قبیلہ رد کردہ خواہد شد در کلمات خدا وعدہائے او ہیچکس تبدیل نتوارد کرد و خدائے تو ہر چہ خواہد آن امر بہر حالت شدنی ست ممکن نیست کہ در معرض التواء بماند پس خدائے تعالیٰ بلفظ فسیکفیکہم اللہ بسوئے این امر اشارہ کرد کہ او دختر احمد بیگ را بعد میرا نیدن مانعان بسوئے من واپس خواہد کرد۔ واصل مقصود میرا نیدن بود تو میدانی کہ ملاک این امر میرا نیدن ست و بس﴾

اس الہام میں ”یردہا الیک لا تبدیل لکلمات اللہ یرد بنت احمدانی بعد اہلاک المانعین“ کے وسیع مدت پر نظر فرمائیے یعنی اللہ تعالیٰ مرزا قادیانی سے ارشاد فرماتا ہے کہ ہم اس لڑکی محمدی بیگم کو تیرے نکاح میں ضرور لائیں گے اور جو لوگ اس نکاح میں رخنہ انداز ہیں اور جن کی وجہ سے اب تک یہ الہام پورا نہیں ہوا اور تیری آرزو بر نہیں آئی ان سب موانع کو دور کر دیں گے اور ان کو ہلاک کر دیں گے یہ خدا کی بات ہے اور خدا کی باتیں بدلتی نہیں۔ محمدی بیگم کو میرے نکاح میں آنا ضرور ہے اور ضرور ایسا ہو کر رہے گا اس الہام کی صحیح مدت دلہا و لہن یعنی مرزا قادیانی اور محمدی بیگم کی حیات تک ہی باقی رہتی ہے۔

مرزا قادیانی کی وفات سے ایک گھنٹہ پہلے کیا ایک منٹ پہلے بھی کوئی شخص دوست ہو یا دشمن، شتی ہو یا سید اس کے دل میں یہ خدشہ نہیں گزر سکتا ہے کہ مرزا قادیانی کا یہ عظیم الشان الہام پورا نہ ہو کیونکہ مرزا قادیانی حیات تھے بلکہ اپنی طبعی عمر کو بھی نہیں پہنچے تھے۔ محمدی بیگم بھی ماشاء اللہ اپنے حسن دل آویز کے ساتھ جیتی جاگتی، صحیح و سالم اپنے شوہر کے گھر بیٹے مرزا قادیانی مرد اجنبی سے تعبیر کرتے ہیں پھول پھل رہی تھی، پھر معلوم نہیں کہ مؤلف القاء ربانی کس نامعلوم مقترض کو قوم کے سامنے پیش کرتے ہیں اور کونسا جواب ایسے اعتراض کا خود حضور مغفور۔ (مرزا قادیانی) نے اپنے قلم سے اور دیگر خادمان سلسلہ نے دیا ہے۔ جب اعتراض ہی پیدا نہیں ہو سکتا تو جواب کیسا؟ یہ بالکل سفید جھوٹ اور دیدہ و دانستہ فریب دی ہے۔ این کا راز تو آید و مردان چنیں کنند!

۴..... فریب

مؤلف القاء ربانی تحریر کرتے ہیں کہ: ”بعض دوسرے دوست بھی جنہوں نے اس کتاب (فیصلہ آسمانی) کو پڑھا تھا مجھے باور کرانے کی کوشش کی کہ اس کے مصنف مولوی سید محمد علی صاحب کانپوری ہیں یہ لوگ اگرچہ سلسلہ احمدیہ کے ممبر نہ تھے مگر ان لوگوں نے بوجہ علمی دستگاہ کے کتاب کے طرز استدلال کو محض نفو سمجھ کر مجھے اس کے جواب لکھنے کی بھی فرمائش کی۔“

مؤلف القاء ربانی انظر الی قال ولا عطر علی من قال کے مسلم اور سترے دستور العمل کو نظر انداز فرما کر خواہ مخواہ کے الجھن میں گرفتار ہوئے، کام کی بات تو یہ تھی کہ فیصلہ آسمانی کے طرز استدلال اور نفس مضامین کی جانچ پڑتال کرتے خیر ہر شخص کی سمجھ جدا ہوتی ہے شاید ان کے نزدیک اس کے انکشاف میں کوئی مصلحت مضمر ہو مگر یہ تو مسلم مسئلہ ہے کہ ہر دعویٰ کے لئے دلیل کی ضرورت ہے۔ مؤلف القاء ربانی کا یہ تحریر کرنا کہ: ”بعض دوسرے دوست جو اس سلسلہ کے ممبر نہ تھے کتاب (فیصلہ آسمانی) کے طرز استدلال کو نفو سمجھا۔“

یہ محض دعویٰ ہی دعویٰ ہے۔ اگر اس کی اصلیت اور واقعیت تھی تو کیوں نہیں ایسے ایک بھی ذہل علم حضرات کا نام وقت تحریر کے لئے دلیلا پیش فرمایا ہوتا کہ ہر طالب حق اس بات پر غور فرماتا اور اس سے بہت کچھ جماعت احمدیہ کو فائدہ پہنچتا۔ ایک دعویٰ قوم کے سامنے پیش کر کے دلیل سے گریز کرنی یہ کوئی عقلمندی اور حق پسندی ہے جن کو خدا نے محض اپنے فضل سے علمی دستگاہ مرحمت فرمائی ہے وہ خصوصیت کے ساتھ ہماری اس تحریر پر غور فرمائیں۔ غالباً یہ بھی منجملہ خدمات

کے ایک خدع ہے کیا خوب خود را فضیحت و دیگرے را فصیحت اگر واقعی اس کا جواب لکھنا لغو تھا تو پھر جناب خلیفۃ المسیح نے کیوں اس لغو کام پر آپ کو مامور فرمایا۔ فیصلہ آسانی کے قوی دلائل کی ایک کھلی اور بین شہادت ہے۔

۷، ۶، ۵..... فریب

مؤلف القاء ربانی نے فیصلہ آسانی کے نفس اور اصل مضامین کے رد میں بڑے بڑے باطل جو تمہید کی تمہید لکھی ہے اس کی بڑی بڑی فاش غلطیاں اور دروغ بیانیوں کو میں ناظرین کے سامنے پیش کر کے اصل تمہید پر تنقیدی نظر ڈالتا ہوں مبارک ہیں وہ جنہیں خدا نے فہم سلیم عطا فرمایا ہے اور جن کا شعار راستی اور حق طلبی ہے۔ سچی باتوں کو ہر وقت مان لینے کے لئے تیار اور جھوٹی باتوں سے بیزار ہیں ایسے پاک نفس حضرات نہایت غور سے خالی الذہن ہو کر ذیل کی تحریر کو غور سے پڑھیں۔

اصل تمہید کو مؤلف القاء ربانی نے ذیل کی تحریر سے شروع کیا ہے اور یوں تحریر کرتے ہیں۔ ”ناظرین قبل اس کے کہ ہم ابوالاحمد صاحب کے فیصلہ کی تردید کریں حضرت مجدد الف ثانیؑ کے کلام سے آپ کی توجہ ایک ایسے امر کی طرف دلانا چاہتے ہیں جس سے آپ کو حقیقت کے تہ تک پہنچنے میں بڑی مدد ملے گی اور مصنف فیصلہ اور دوسرے ان سے بڑے عالم اس وقت حضرت مسیح موعود مہدی مسعود مرزا غلام احمد قادیانی کی مخالفت کر رہے ہیں۔ اس سے آپ کو زیادہ حیرت ہوگی اور حق کے ماننے میں یہ لوگ حجاب واقع نہ ہوں گے۔ ہاں وہ امر یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب تو ان لوگوں کے خیال میں اپنے دعوے میں غلطی پر ہیں۔ مگر اس پر کیا وثوق ہے کہ جس مسیح اور مہدی کے یہ لوگ منتظر ہیں۔ اس کو یہ لوگ مان لیں گے۔ سنئے اور خوف خدا کو دل میں رک کر غور فرمائیے۔

”نزدیک است کہ علمائے ظواہر مجتہدات اور اعلیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام از کمال دقت غموض ماخذ انکار نمایند و مخالف کتاب سنت دانند (ص ۷۰ مکتوب پنجاہ پنجم جلد ثانی)“ ”نزدیک ہے کہ علمائے ظواہر حضرت عیسیٰؑ کے اجتہادی مسائل کو بوجہ باریک اور دقیق ماخذ ہونے کے انکار کریں گے اور مخالف کتاب و سنت کہیں گے۔“

”ہم منقول است کہ حضرت مہدی در زمان سلطنت خود چون ترویج دین نماید و احیائے سنت فرماید عالم مدینہ کہ عادت بعمل بدعت

گرفته بود آن را حسن پنداشتہ ملحق بدین ساختہ از تعجب گوید کہ ابن مرد رفع دین مانمودہ وامانت ملت مافرمودہ ص ۱۲۸ (مکتوب دوم و پنجاہ جلد اول) ”یہ بھی منقول ہے کہ حضرت مہدی اپنے زمانہ سلطنت میں جب دین کی ترویج کریں گے اور احیائے سنت فرمائیں گے۔ مدینہ طیبہ کا ایک عالم کہ بدعت کا عامل ہوگا اور اس کو حسن سمجھ کر دین میں ملحق کئے ہوگا۔ تعجب سے کہے گا کہ یہ شخص یعنی امام مہدی ہمارے دین اسلام کو خراب کرتا ہے اور ہمارے مذہب کو برباد کرتا ہے۔“

یہ ہیں تمہیدی مضامین جن سے کئی باتیں ثابت ہوتی ہیں سب سے پہلی اور سب میں قوی اس تحریر سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مؤلف القاء ربانی کے نزدیک حضرت مجدد الف ثانی ایک عالی شان مجدد اور بڑے صاحب فضل اور صاحب کشف تھے اور آپ کے مراسلات جو بنام مکتوبات امام ربانی کئی جلدوں پر مشتمل ہیں وہ نہایت ہی محقق اور مدلل ہیں علی الخصوص وہ تحریریں جو مہدی مسعود مسیح موعود کے نشانات اور آیات کے متعلق ہیں اور یہی ایک ایسی قابل قدر کتاب ہے جس کے مطالعہ سے انسان کو مسیح موعود اور مہدی مسعود کی حقیقت کے تہ کی بارہکی تک پہنچنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ دوسری بات اس تحریر سے یہ ظاہر ہوتی ہے کہ مسیح موعود اور مہدی موعود دونوں جدا جدا نہیں بلکہ دونوں خطاب ایک ہی محترم بزرگ کا ہے اور یہ بات خود مؤلف القاء ربانی کی مانی ہوئی بات ہے۔ میں کسی قضایا سے اس نتیجہ پر نہیں پہنچا ہوں۔ نہایت صاف اور کھلی ہوئی تحریر مؤلف القاء ربانی کی ہے لکھتے ہیں ”مصنف فیصلہ اور دوسرے ان سے بڑے عالم اس وقت حضرت مسیح موعود و مہدی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی مخالفت کر رہے ہیں۔“ غرض مہدی مسعود مسیح موعود دونوں ہی خطاب صرف ایک ہی شخص جناب مرزا غلام احمد صاحب کو مؤلف نے دیے ہیں تیسری بات یہ نکلتی ہے کہ مکتوبات امام ربانی کے ذیل کی تحریر سے مؤلف کے نزدیک یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جناب مرزا صاحب مہدی مسعود مسیح موعود تھے اور مسیح موعود کے بیشتر ایک عالم مدینہ جو محض بدعتی ہوگا۔ مہدی مسعود مسیح موعود اپنی سلطنت کے زمانہ میں جب دین کی ترویج فرمائیں گے تو یہ شخص کہے گا کہ یہ ہم لوگ کے دین و دولت کو تباہ برباد کرتا ہے۔ علماے علواہر اس کا انکار کریں گے۔ اب میں نہایت ہی وضاحت سے اس بات کو دکھانا چاہتا ہوں کہ واقعی حضرت مجدد الف ثانی نے جو نشانات مہدی مسعود مسیح موعود کے بیان فرمائے ہیں وہ جناب مرزا غلام احمد صاحب میں پائے جاتے تھے یا نہیں؟ اور کیا یہ سچ ہے کہ مہدی مسعود اور مسیح موعود دونوں ایک

ی شخص ہوں گے اور کیا کہیں گے؟ اور ان نا فہموں کے جواب میں جناب مہدی علیہ السلام کا فرمان کیا ہوگا؟ مکتوب پنجاہ و پنجم جلد ثانی میں حضرت مجدد الف ثانی نے قرآن مجید اور احادیث نبویہ سے جو احکام شریعت مستنبط ہوتے ہیں ان کی اقسام کو بیان فرمایا ہے اور ان کے مراتب کے متعلق فرماتے ہیں کہ نبی کے اجتہادین غلطی واقع نہیں ہو سکتی بلکہ بسوخی قطعی صواب محقق از خطائے مخطی متمیز میگشت این باباطل ممتاز نمی ماند کہ تقریر و تشبیت مبنی بر خطا مجوز نیست۔ یعنی نبی مسائل اجتہادیہ میں خطا پر ہرگز قایم و برقرار نہیں رہ سکتا۔ اس بحث کی تشریح فرماتے ہوئے منجملہ اور امثلہ کے ایک مثال یوں بیان فرماتے ہیں۔

”حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعد از نزول کہ متابعت این شریعت خواہد نمود اتباع سنت آن سرور عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام خواہد کرد و نسخ این شریعت مجوز نیست نزدیک ست کہ علمائے ظواہر ہر مجتہدات اور اعلیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام از کمال وقت و غموض ماخذ انکار نمایند و مخالف کتاب و سنت دانند“

حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام جب آپ (دوبارہ) دنیا میں تشریف لائیں گے تو آپ بھی (حالانکہ آپ خود نبی ہوں گے) شریعت محمدیہ کی پیروی کریں گے اور (کوئی

۱۔ حضرت مجدد الف ثانی تحریر فرماتے ہیں کہ علمائے ظواہر ممکن ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اجتہادی مسائل میں بعد کمال دقت و غموض ماخذ انکار کریں مگر یہاں معاملہ بالکل ہی برعکس ہے جتنے جہال اور دین کے علم سے بے بہرہ حضرات ہیں اور جنہیں دوسرے الفاظ میں علمائے ظواہر کہا جاتا ہے وہ مرزا قادیانی کو ناہنجی سے مسیح موعود مان رہے ہیں اور جتنے اکابر علماء اور مجدد وقت گزرے ہیں اور موجود ہیں سب مرزا قادیانی کے دعوے کو قاطعاً بتا رہے ہیں۔ مثلاً قطب ہند حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب قدس سرہ، جناب مولانا رشید احمد صاحب (گنگوہی)، جناب مولانا سید نذیر حسین صاحب محدث دہلی، جناب مولانا محمد لطف اللہ (علی گڑھی) صاحب اور کالمین علمائے حرمین شریفین علمائے ظواہر میں داخل ہیں؟ ہرگز نہیں۔

مؤلف القاء ربانی علمائے ظواہر پر مکرر دیانت کو مد نظر رکھ کر غور فرمائیں اور اس عقائد باطلہ سے رجوع فرمائیں۔

بھی اجتہاد آپ کا ایسا نہ ہوگا) جس سے تنخ شریعت محمدیہ لازم آئے ممکن ہے کہ علمائے ظواہر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اجتہادی مسائل پر بوجہ باریک اور دقیق ماخذ کے انکار کریں اور مخالف کتاب و سنت جانیں۔ ﴿

مسلمانو! ذرا انصاف سے کہنا خدا لگتی کہ مؤلف القاء ربانی نے کس طرح سے حضرت مجدد الف ثانیؑ کے قول کو پیش کیا ہے۔ اصل حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آخر میں جہاں ان کے اجتہاد کا وزن حضرت مجدد الف ثانیؑ نے مثال دیکر بیان فرمایا ہے کہ مثل روح اللہ و مثل امام اعظم کو اس مثال کو بھی تحریر نہیں فرمایا اور مزید برآں جہاں کو خوش کرنے کے لئے عربی اور فارسی کے پروفیسر ہوتے ہوئے اس فارسی عبارت کا ترجمہ بھی غلط لکھ دیا اور اس ایک مختصر سے حوالہ میں تین دانستہ فریب دہی اور دروغ گوئی سے کام لیا ہے جس کے دل میں ذرا سا بھی نور ایمان اور کچھ بھی خشیت خداوندی ہو وہ ہرگز ایسا فریب جانتز نہیں رکھ سکتا۔ چہ جائے کہ مسیح موعود سے بیعت حاصل کر کے تاریکی کے زمانہ سے نکل کر نورانی زمانہ میں اپنے کو داخل سمجھتا ہو۔ اس دانستہ فریب دہی کی وجہ اظہار من القفس ہے اگر راست گفتاری سے کام لیا جاتا تو اسی ایک تحریر سے ساری حقیقت منکشف ہو جاتی اور یہ بات ہر انسان سمجھ جاتا کہ درحقیقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے انہی کے سر مسیح موعود کا مبارک تاج رکھا جائے گا اور جب یہ بات ثابت ہوگئی تو پھر بحث ہی کا خاتمہ ہو گیا۔ مرزا غلام احمد صاحب ایک عام انسان کی ہستی میں نظر آنے لگے پھر الہام کجا اور اس کے صدق و کذب پر بحث کیسی؟ الغرض حضرت مجدد الف ثانیؑ تو یہ فرما رہے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے اور کا اجتہاد امام اعظم جیسا ہوگا۔ چنانچہ آگے چل کر آپ یوں ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام (جب دوبارہ)

”حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام بعد از نزول مذهب امام ابی حنیفہ عمل خواہد کرد یعنی اجتہاد حضرت روح اللہ علیہ السلام موافق اجتہاد امام اعظم خواہد بود نہ آنکہ تقلید این مذهب خواہد کرد علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کہ نشان او علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام از ان بلند تر هست“

﴿تشریف لائیں گے تو امام ابوحنیفہؒ کے مذہب پر آپ کا عمل ہوگا یعنی آپ کا اجتہاد امام ابوحنیفہؒ کے اجتہاد کے موافق ہوگا اگرچہ آپ ان کے مقلد نہ ہوں گے کیونکہ آپ کی شان (بوجہ نبی ہونے کے) اس سے بلند تر ہے۔﴾

اس تحریر میں ایک جگہ مجدد صاحبؑ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تحریر فرمایا ہے اور اسی تحریر میں دوسری جگہ آپ نے روح اللہ کہہ کر یاد فرمایا جو کہیں بھی مسیح موعود کا لفظ ارقام نہیں فرمایا حالانکہ اس نام سے بھی وہی بات پیدا ہوتی یہ بھی ایک نہایت ہی لطیف اور باریک نکتہ ہے اور اس سے بھی صاف طور سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت مسیح موعود وہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے نہ کہ جناب مرزا غلام احمد صاحب الحاصل مجدد صاحب کے کلام سے معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اجتہادی مسائل امام ابو حنیفہؒ کے موافق ہوں گے اب ناظرین فیصلہ (کریں کہ آیا مرزا صاحب کے مسائل بھی ایسے ہیں یا مرزا قادیانی نے امام صاحب سے مسائل میں اختلاف کیا ہے غرض کہ مجدد صاحب نے مسیح موعود کی جو علامت بیان فرمائی تھی ان کا امام صاحب سے اجتہاد میں متفق ہونا یہ علامت مرزا قادیانی میں نہیں پائی جاتی۔ اس لئے مجدد صاحبؑ کی بھی تحریر کے موافق مرزا صاحب مسیح موعود ہرگز نہ تھے) اب ناظرین مکرر میرے ترجمہ کو غور سے پڑھیں ان پر ایک عجیب حقانیت اور محویت کا عالم طاری ہوگا اور یہ معلوم ہو جائے گا کہ نزدیک کا ترجمہ نزدیک ہی لکھ دینا اور انکار نمایند کا ترجمہ (انکار کریں گے) قرینہ کے خلاف تحریر کر کے مؤلف القاء ربانی نے جو کچھ عارضی تشفی اپنی جماعت کو دی تھی اس کی کیسی قطع و برید ہوئی۔ غلیفہ جی ملاحظہ فرمائیں۔

۸..... فریب

پہلے حوالہ کی جو حقیقت تھی وہ معلوم کرنے کے بعد دوسرے حوالہ پر نظر دوڑائیے خدا کی شان یہاں بھی وہی دانستہ فریب دہی اور مقررہ خدع ہے پوری عبارت یہاں بھی مؤلف القاء ربانی نے تحریر نہیں کی حوالہ بھی غلط دیا۔ مکتوب دوصد و پنجاہ و پنجم جلد اول ص ۲۷۸ء ملاحظہ فرمائیے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ چنانچہ یوں ارقام فرماتے ہیں:

”منقول است کہ حضرت مہدی در زمان سلطنت خود چون ترویج دین نماید و احیاء سنت فرماید عالم مدینہ کہ عادت بعمل بدعت گرفتہ بود و آنرا حسن پندارست ملحق بدین ساختہ از تعجب گوید کہ این مرد رفع دین مانود و امانت ملت مافرمود، حضرت مہدی امر یکشتن آن عالم فرماید و حسنہ اور اسیدہ انکار و ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم“

منقول ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام اپنے زمانہ سلطنت میں جب دین کی ترویج اور احیاء سنت فرمائیں گے۔ ایک (نافہم) عالم مدینہ جو بدعت کو حسن سمجھ کر اپنے دین میں ملحق کر کے اس پر عمل کرتا ہوگا۔ تعجب سے کہے گا کہ یہ شخص میرے دین اور ملت کو برباد کرتا ہے۔ (جب

حضرت مہدی علیہ السلام کو اس کی حالت کی خبر ہوگی) آپ اس نا فہم عالم کے قتل کرنے کا فرمان جاری فرمائیں گے اور جس برے عمل کو (اپنی نا فہمی سے) اس نے اچھا سمجھ رکھا تھا۔ اس کی برائی لوگوں پر ظاہر کر دیں گے۔ ایسا مہتمم بالشان فضل اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔ اللہ اپنے فضل کو جسے چاہے عطا فرمائے۔ حقیقت میں وہ بڑا ہی صاحب فضل ہے۔

اس مکتوب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام بادشاہ وقت ہوں گے اور ان کی ایک مستقل سلطنت ہوگی اور آپ ہی کے شاہی فرمان سے عالم کا نظم و نسق ہوگا۔ آپ غایت درجہ کے تبع سنت ہوں گے اور احیائے سنت فرمائیں گے۔ مدینہ طیبہ کا ایک بدعتی کج فہم عالم ان کے درپے تخریب ہوگا اور لوگوں کو بہکائے گا اور کہے گا کہ یہ شخص اچھا نہیں معلوم ہوتا ہے میرے دین کو خراب و برباد کرنا چاہتا ہے مگر اس نا فہم عالم کا اقتدار حضرت مہدی علیہ السلام کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہوگا۔ اس کے فتنہ و شر سے مخلوق خدا کو محفوظ رکھنے کے لئے حضرت مہدی علیہ السلام یہ فرمان جاری فرمائیں گے کہ اس بیہودہ نا فہم عالم کو قتل کر ڈالو۔

یہ مہتمم بالشان واقعہ حضرت مہدی علیہ السلام کے زمانے میں ہوگا۔ مؤلف القاء ربانی مجدد صاحب کی اس تحریر سے مرزا غلام احمد صاحب کو جو ایک معمولی انسان تھے بادشاہ وقت اور مہدی قرار دینا چاہتے ہیں اور بزم باطل خود پہلے حوالہ سے مرزا غلام احمد صاحب کو مسیح موعود ثابت کر چکے ہیں اور یوں دونوں خطاب مسیح موعود اور مہدی مسعود کا مرزا غلام احمد صاحب کو عطا فرماتے ہیں جنہیں میں اچھی طرح دکھا چکا ہوں کہ یہ بالکل فریب دہی اور نری جہالت ہے شاید کوئی جاہل اس دام تزدیر میں آجائے تو آجائے ورنہ ایک معمولی فہم کا آدمی بھی بھولے سے کبھی اس تحریر سے یہ خیال نہیں کر سکتا کہ اس تحریر سے مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی مسعود ٹھہرے بلکہ ہر ایک شخص ایک ادنیٰ غور فکر سے اس حقیقت کی تک نہایت آسانی سے پہنچ جائے گا کہ اسی ایک مکتوب سے مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ مسیح موعود و مہدی مسعود کی غلطی ظاہر ہوگئی کیونکہ حضرت مجدد الف ثانی کے صرف اسی مکتوب سے یہ تین باتیں صاف طریقہ سے ظاہر ہوتی ہیں (۱) مہدی علیہ السلام کی ایک مستقل سلطنت ہوگی وہ بادشاہ وقت ہوں گے (۲) مدینہ طیبہ کا ایک بدعتی عالم ان کی ترویج دین کو برا سمجھے گا۔ (۳) حضرت مہدی اس کے قتل کا فرمان جاری فرمائیں گے۔ ان تین باتوں میں سے ایک بات بھی مرزا غلام احمد قادیانی میں پائی نہیں جاتی سلطنت تو ایک بڑی چیز ہے ایک خود مختاری نہیں بلکہ ایک غیر اختیاری ریاست کی باگ بھی ان کے ہاتھ میں نہیں رہی پھر

جب سلطنت ہی حاصل نہیں تھی تو یہ اپنے سلطنت کے زمانہ میں ترویج دین کیا خاک کریں گے؟ اور کون سے مدینہ طیبہ کے عالم کے قتل کا فرمان جاری کریں گے؟ کہاں وہ مدینہ طیبہ کا بدعتی عالم ان کے حکم سے قتل کیا گیا اللہ اللہ یہ کس قدر فریب دہی اور سفیمانہ دلیری مؤلف القاء ربانی کی ہے انہوں نے دانستہ ناحق کوشی اور حق پوشی کا شیوہ اختیار کیا ہے اور مجدد الف ثانی کے مکتوب میں سے جتنی عبارت پر میں نے خط دیدیا ہے اسے چمپارکھا ہے عالم ہو کر خدائی زجر سے بھی خشیت پیدا نہیں ہوتی ولا تکتموا الشہادۃ ویکتمہا فانہ آثم قبلہ ارشاد خداوندی ہے اور جناب اس الہی فرمان کے خلاف عمل کر رہے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

زیادتی وضاحت نیز مزید بصارت کے لئے میں اور چند مکتوب سے حضرت مجدد الف ثانیؑ کے اقوال نقل کرتا ہوں۔ راستی کے شیدائی اسے پڑھ کر مسرت حاصل کریں۔

”علامت قیامت کہ مخبر صادق علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات از من خبر داده است حق است احتمال تخلف ندارد کہ طلوع آفتاب از جانب مغرب برخلاف عادت و ظہور حضرت مہدی علیہ الرضوان ونزول حضرت روح اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام وخروج دجال وظہور یاجوج وماجوج وخروج دابة الارض ودخانہ کہ از آسمان پیدا شود وتعام مردم را فرو گیرد وعذاب دردناک کند مردم از اضطراب گویند اے پروردگار۔ این عذاب را از ما دور کن کہ ما ایمان می آریم وآخر علامات آتش هست کہ از عدن خیزد وجماعت از نادانی گمان کنند شخصی را کہ دعویٰ مہدویت نموده بود از اہل ہند مہدی موعود بوده است پس بزعم اینہما مہدی گذشتہ است وفوت شدہ ونشان سید ہند کہ قبرش در فرامست درواحدیث صحاح کہ بحد شہرت بلکہ بحد تواتر معنی رسیدہ اند تکذیب ابن طائفہ است چہ آن سرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام مہدی را علامات فرمودہ هست در احدیث کہ در حق آن شخص کہ معتقد ایشان است آن علامات مفقود اند در حدیث نبوی آمدہ است علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کہ مہدی موعود بیرون آید وبرسروی پارہ ابر کہ بود دران ابر فرشتہ باشد کہ ندا کند کہ این شخص مہدی است اور متابعت

کنید و فرمودہ علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کہ تمام زمین را مالک شدند چارکس دوکس از مومنان و دوکس از کافران ذوالقرنین و سلیمان از مومنان و نمرود و بخت نصر از کافران مالک خواهد شد آن زمین را شخص پنجم از اہل بیت من یعنی مہدی و فرمودہ علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام دنیا نرود تا آنکہ بعث کند خدائے تعالیٰ مرد را از اہل بیت من کہ نام او موافق نام من بود و نام پدر او موافق نام پدر من باشد پس پر سلزد و زمین دابداد و عدل چنانچہ پر شدہ بود بجو رو ظلم و در حدیث آمدہ است کہ اصحاب کھف اعوان مہدی خواهند بود و حضرت عیسیٰ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام در زمان دے نزول خواهد کردہ او موافقت خواهد کردیا حضرت عیسیٰ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام در قتال دجال و در زمان ظہور سلطنت او در چہار دہم شہر رمضان کسوف شمس خواهد شد و در اقل آن ماہ خسوف قمر برخلاف حساب منجمان و برخلاف عادت زمان بنظر انصاف باید دید کہ ایں علامات در آن شخص میت بودہ است یا نہ و علامات دیگر بسیار است کہ مخبر صادق فرمودہ است علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام (ج ۲ مکتوب شصت و ہفتم ص ۱۹۰)

رسول مقبول علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام نے جو علامت قیامت کی بیان فرمائی ہے اور آپ ﷺ سے جو کچھ مجھے ملی ہے ہرگز اس میں غلطی اور تحلف کا احتمال نہیں۔ یعنی آفتاب کا چٹھم سے طلوع ہونا، حضرت مہدی علیہ الرضوان کا ظاہر ہونا، حضرت روح اللہ (یعنی عیسیٰ علیہ السلام) کا نزول فرمانا، یا جوج ماجوج اور دلبۃ الارض کا پایا جانا اور ایک ایسے دھواں کا آسمان سے پیدا ہونا جس سے لوگوں کا دم گھٹنے لگے اور لوگ عذاب دردناک میں مبتلا ہو جائیں اور بڑی بے چینی سے خدا کے درگاہ میں زاری کریں کہ اے پروردگار یہ عذاب دردناک ہم لوگ سے دور فرما۔ ہم لوگ تجھ پر ایمان لاتے ہیں۔ کھجلی علامت آگ ہوگی جو عدن سے پیدا ہوگی۔ ایک نادان جماعت گمان کرتی ہے کہ ہند میں مہدی علیہ الرضوان گذر کر چکے ہیں اور اس مہدی کی قبر فرا میں ہے۔ مگر صحاح کی وہ حدیثیں جو حد شہرت بلکہ حد تو اتر تک پہنچی ہوئی ہیں اس فرقہ باطلہ (حامیان مہدی کاذب) کی تکذیب کر رہے ہیں۔ کیونکہ جو علامت مہدی موعود کی رسول

ﷺ نے بیان فرمائی وہ اس جموں نے مہدی میں نہیں پائی جاتی۔ جس کے یہ لوگ معتقد ہیں اور کہتے ہیں کہ مہدی ہند میں پیدا ہو کر ناپید ہو گئے۔ حدیث نبوی میں مذکور ہے کہ مہدی موعود ظاہر ہوں گے اور ان کے سر پر ابراہیم کا ایک ٹکڑا ہوگا اور اس ابر میں فرشتہ ہوگا اور یہ فرشتہ پکار پکار کر کہے گا کہ (اے دنیا کے لوگو) یہ شخص مہدی ہے۔ اس کی پیروی کرو۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ دنیا میں اب تک صرف چار ہی شخص ایسے ہوئے ہیں جو تمام زمین کے مالک اور بادشاہ ہوئے۔ دو بادشاہ مسلمان گذرے ہیں۔ سلیمان اور ذوالقرنین اور دو کفار سے نمرود اور بخت نصر یہ چار بڑے جلیل القدر بادشاہ ہوئے۔ تمام روئے زمین پر ان کی سلطنت تھی۔ ان چاروں کے علاوہ میرے اہل بیت سے ایک ایسا پانچواں شخص ہوگا جو تمام زمین کا مالک ہوگا اور وہی مہدی ہوگا۔ نیز فرمایا رسول مقبول ﷺ نے کہ دنیا ختم نہیں ہوگی اور قیامت نہیں آسکتی۔ یہاں تک کہ ظاہر کرے خدا تعالیٰ ایک مرد کو میرے اہل بیت سے اس کا نام میرے نام کے موافق اور اس کے ماں باپ کا نام میرے ماں باپ کے نام کے موافق ہوگا۔ یہ شخص زمین کو جو اس کے ظہور سے پہلے شرفساد سے بھری تھی۔ آشتی صلح اور انصاف سے بھر دے گا۔ حدیث نبوی میں یہ بھی مذکور ہے کہ اس کے مددگار اصحاب کھف ہوں گے۔ اس مہدی علیہ الرضوان کے زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے مہدی قتال دجال میں آپ کی موافقت کریں گے۔ مہدی کے ظہور سلطنت کے زمانہ میں برخلاف عادت زمان و بخلاف حساب منجمن چودہ رمضان شریف کو کسوف شمس ہوگا اور اول ماہ رمضان شریف میں خسوف قمر ہوگا انصاف کی نظر سے دیکھنا چاہیے کہ اس فوت شدہ مہدی میں یہ علامت پائی جاتی ہے یا نہیں (نہیں اور ہرگز نہیں) ہاں اور بھی بہتر علامتیں مخبر صادق کی تعلیمات نے بیان فرمائی ہیں۔

حضرت مجدد صاحبؑ اس مکتوب میں علامت قیامت حدیث نبوی سے بیان فرماتے ہوئے مدعیان کاذب پر استعجاب کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اس چھوٹے مہدی کی تکذیب کے لئے صحاح کی احادیث کافی ہیں حدیث نبوی میں مہدی کی علامتیں یہ ہیں۔ (۱) مہدی کے سر پر ابراہیم کا ایک ٹکڑا ہوگا ابر میں فرشتہ ہوگا اور فرشتہ پکار پکار کر کہے گا کہ یہ شخص مہدی ہے اس کی اتباع کرو (۲) چار شخص تمام دنیا کے مالک اور بادشاہ ہوئے ہیں مہدی وہ پانچواں شخص ہوگا جو ساری دنیا کا مالک ہوگا اور دنیا کا کوئی حصہ بھی اس کی بادشاہت سے خالی نہیں ہوگا۔ (۳) مہدی دنیا کو عدل اور انصاف سے بھر دے گا۔ ساری دنیا میں سکھ اور امن پیدا ہو جائے گا (۴) نسبی علامت

ان کی یہ ہوگی کہ مہدی آل رسولؐ اور فاطمہؑ کی اولاد سے ہوگا (۵) اس کا نام میرے نام کے موافق اور اس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام کے موافق ہوگا (۴) اصحاب کہف اس کے مددگار ہوں گے (۶) حضرت عیسیٰ علیہ السلام مہدی کے زمانہ میں تشریف لاویں گے۔ (۸) دجال کے قتل کرنے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موافقت کریں گے (۹) مہدی کے ظہور سلطنت کے زمانہ میں برخلاف عادت زمان و برخلاف حساب مہمان چودہ رمضان المبارک کو سورج گرہن اور اول ماہ میں چاند گرہن ہوگا۔

یہ نوا جلی اور روشن علامتیں حدیث نبوی سے بیان فرما کر حضرت مجدد صاحبؒ دریافت فرماتے ہیں کہ تمہارے فوت شدہ مہدی میں یہ علامتیں پائی جاتی ہیں یا نہیں آپ کے مکتوب میں یہ عبارت بنظر انصاف باید دید کہ این علامت دران شخص میت بوده است یا نہ! کس قدر پاکیزہ ہے اور کیا حرف بحرف جماعت قادیانی پر صادق آتی ہے۔ میں بھی مجدد صاحبؒ کے سوال کو مؤلف القاء ربانی کے سامنے پیش کر کے دریافت کرتا ہوں کہ یہ علامتیں اور یہ نشانات باہرہ جو مجدد صاحب کے مکتوب میں حدیث نبوی مذکور ہیں اور جن کے مکتوب کو آپ مسلم الثبوت مان کر حقیقت مہدی میں جواباً پیش کرتے ہیں آپ کے جناب مرزا غلام احمد صاحب متوفی میں پائے جاتے تھے یا نہیں (نہیں ایک بھی نہیں ہرگز نہیں) جواب اس کالنی میں دیجئے یا اثبات میں یا حکیم خلیفہ اسح سے دریافت فرما کر ہاں کیسے یا نہیں جو فرمائیے صاف فرمائیے۔ اب ایچ بیج کا وقت باقی نہیں رہا اب وہ وقت آگیا کہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ کر کے دکھادیا جائے اما الزبد فیذهب جفاء واما ما ينفع الناس فيمكث في الارض۔ آفتاب کی گردش کی طرح قیامت تک اگر آپ اس کے جواب دینے کی کوشش کرتے رہیں اور اسی ہیر پھیر میں لگے رہیں پھر بھی اسے ثابت نہیں کر سکتے کہ یہ علامات مرزا غلام احمد قادیانی میں پائے جاتے تھے اگر دنیا کے اندر راستی کوئی چیز ہے اور:

راستی موجب رضائے خداست

کس نذیرم کہ گم شدہ از رہ راست

پر عمل کرنا مسلمان کا سب سے پہلا شعار ہے تو آپ بے تردد یہ کہہ سکتے ہیں کہ واقعی یہ علامات مرزا غلام احمد قادیانی میں نہیں پائے جاتے تھے۔ خدا کے فضل اور اس کی ہدایت سے تو مجھے ایسی ہی امید رکھنی چاہیے مگر القاء ربانی کا غلط طرز استدلال زبان حال سے یہ کہہ رہا ہے کہ مؤلف

القائد ربانی اس تحریر کے بعد گویم مشکل و گمراہ گویم مشکل کی صورت اختیار کریں گے۔ الحاصل آپ کے مسلم الثبوت مکتوب سے یہ بات صاف طور سے معلوم ہوگئی کہ مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود تو کجا مہدی موعود بھی نہ تھے۔ آپ کو یہ پڑھ کر حیرت ہوگی کہ میں مسیح موعود کو اور مہدی موعود کو جدا جدا دو شخص تصور کرتا ہوں اور آپ کے خیال میں یہ دونوں ایک ہی شخص ہیں آپ القائد ربانی کے ص ۳۳ میں تحریر کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود و مہدی مسعود جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی غرض مہدی مسعود مسیح موعود دونوں آپ کے نزدیک ایک ہی بزرگ کا خطاب ہے۔ لیکن یہ آپ کی نری جہالت ہے دیانت انصاف اور حق پسندی موعود اور نیز یہ تفریق ایجاد بندہ نہیں کہ آپ چون و چرا فرمائیں۔ خود مجدد صاحب کے مکتوب سے یہ بات معلوم ہوتی ہے۔ فرماتے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام در زمان وے نزدل خواهد کرد۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام مہدی علیہ السلام کے زمانہ میں تشریف لائیں گے دیکھئے کیسی کھلی کھلی شہادت ہے اور کس قدر صاف تحریر ہے۔ اب مجال دم زدن نہیں یا رائے گفتگو باقی نہیں کون کہہ سکتا ہے کہ دونوں ایک ہی شخص کا خطاب تھا اور وہ بھی مرزا غلام احمد صاحب کا استغفر اللہ من الفہم السقیم بیشک حضرت مجدد صاحب کے کلام سے جناب مہدی علیہ السلام و حضرت مسیح موعود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حقیقت کے تہ تک پہنچنے میں بڑی مدد ملتی ہے اور واقعی اس بیش بہا اور آپ کے مسلم الثبوت مکتوب سے یہ بات آفتاب سے بھی زیادہ روشن ہو جاتی ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نہ مسیح موعود تھے نہ مہدی مسعود، مسیح موعود حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے اور مہدی یوں نہ تھے کہ ان میں وہ علامات پائے نہیں جاتے جن کو مجدد صاحب نے بیان فرمایا ہونہ پچارے کو سلطنت نصیب ہوئی نہ ان کے فرمان سے عالم مدینہ قتل کیا گیا۔ نہ ان کے سربراہ کا ایک ٹکڑا بطور نشان ظاہر ہوا نہ اس سے فرشتہ نے آواز دی کہ یہ مہدی ہیں ان کی اتباع کرو نہ مرزا غلام احمد قادیانی آل رسول اور حضرت فاطمہ کے اولاد سے تھے۔ مرزا کا لفظ خود ہی شہادت کے لئے کافی ہے۔ نہ مرزا قادیانی کے زمانہ میں برخلاف عادت زمان اور برخلاف حساب منجمن چودہ ۱۲ رمضان شریف کو کسوف شمس اور اس کے اوّل ماہ میں خسوف قمر ہوا۔ مرزا قادیانی کے گھٹی میں یہ بات پڑی تھی اور ان کی طبیعت ثانیہ ہوگئی تھی کہ جہاں کہیں قرآن مجید کی آیتیں اور صحاح کی حدیثیں آپ کے مفروضہ اور خیال باتوں کے معارض نکلیں۔ سرے سے اسے رد کر دیا یا موضوع کہہ دیا یا اس کے معنی کچھ ایسے ہیر پھیر سے بیان فرمائے جیسے لفظ سے مطلق تعلق اور مناسبت نہیں اور اس کے پردہ پوشی کے لئے کہیں تو یہ فرمادیا کہ

ان میں ظاہر اوّلین ہوا کرتے ہیں یہ تفسیر باطنی ہے یا الہام خداوندی ہے، کون ہے جو خدا کی باتوں کو رد کر سکے اور اگر خیر سے کوئی ضعیف حدیث یا عامیانہ باتیں کسی پہلو سے (اگرچہ وہ پہلو غلط ہی کیوں نہ ہو) اپنے خیال کے کس قدر مناسب نکل آئیں تو ملائد رک کلمہ لا تیرک کلمہ کے رو سے بڑی طول طویل مگر چھیدہ اور بے سرو پا جملوں سے ربط دیتے ہوئے لکھ دیا کہ فلان شخص نے جو یہ پیشگوئی کی ہے اس کا مصداق میں ہوں اور یہ حدیث جو میں پیش کر رہا ہوں۔ خاص میری ہی شہادت کے لئے جو زمانہ میں کس قدر جہالت اور تاریکی پیدا ہو گئی ہے کہ لوگ حدیث کو بھی وقعت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے یہ اندھیرا ہے اور یہ غضب ہے وغیرہ وغیرہ۔ آپ ملاحظہ فرمائیں کہ اس مکتوب میں حضرت مجدد صاحب ۹؎ علامتیں حدیث نبوی سے بیان فرماتے ہیں آٹھ سے مرزا قادیانی کی تحریریں بالکل دم بخود ہیں اور نویں علامت یعنی رمضان شریف کے اول ماہ میں چاند گہن اور اس کے ۱۲ تاریخ کو سورج گرہن کا ہونا۔ جو زمانہ کے عادت اور منجم کے حساب کے بالکل خلاف بطور خرق عادت اور معجزہ کے ہوگا۔ اس طرح ہر تو واقع نہیں ہوا۔ مگر اتفاق سے زمانہ کے عادت کے موافق اور نجوم کے مقررہ قاعدہ پر رمضان شریف میں چاند گہن اور سورج گہن ہوا۔ بس لگے کہ یہ کہنے کہ دیکھو زمین آسمان دونوں نے میری شہادت دی خدا کی پناہ یہ افتراء اور یہ غلط ادعا۔ چھوٹا منہ اور بڑی بات نہایت ہی حیرت خیز ہے۔

قبل اس کے کہ میں اس پر کافی روشنی ڈالوں مرزا صاحب کی کتاب سے تھوڑی عبارت نقل کئے دیتا ہوں اسے ملحوظ خاطر فرما کر ذیل کی بحث کو ملاحظہ فرمائیں۔ جناب مرزا قادیانی (کتاب البریہ ص ۶۷ خزائن ج ۱۳ ص ۹۱، ۹۲) میں تحریر فرماتے ہیں: ”اور ہم یقینی طور پر ہر ایک طالب حق کو شہوت دے سکتے ہیں کہ ہمارے سید و مولانا آنحضرت ﷺ کے زمانہ سے آج تک ہر ایک صدی میں ایسے باخدا ہوتے رہے ہیں جن کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ غیر قوموں کو آسمانی نشان دکھلا کر ان کو ہدایت دیتا رہا ہو۔ جیسا کہ سید عبدالقادر جیلانی اور ابوالحسن خرقانی اور ابو یوسف بسطامی اور جنید بغدادی اور محی الدین ابن عربی اور ذوالنون مصری اور معین الدین چشتی اجمیری اور قطب الدین بختیار کاکی اور فرید الدین پاک پٹنی اور نظام الدین دہلوی اور شاہ ولی اللہ دہلوی اور شیخ احمد سرہندی اسلام میں گذرے ہیں اور ان لوگوں کا ہزار تک عدد پہنچا ہے اور اس قدر ان لوگوں کے خوارق علماء اور فضلاء کی کتابوں میں منقول ہیں کہ ایک متعصب کو باوجود سخت تعصب کے آخر ماننا پڑتا ہے کہ یہ لوگ صاحب خوارق و کرامات تھے۔“

پھر (سرمہ چشم آریہ کے ص ۱۳، خزائن ج ۲ ص ۳۹، ۴۵) میں مرزا قادیانی تحریر فرماتے ہیں: ”اگر ہم خدا تعالیٰ کی قدرتوں کو غیر محدود مانتے ہیں تو یہ جنون اور دیوانگی ہے کہ اس کی قدرتوں پر احاطہ کرنے کی امید رکھیں کیونکہ اگر وہ ہمارے مشاہدہ کے پیمانہ میں محدود ہو سکیں تو پھر غیر محدود اور غیر متناہی کیونکر رہیں اور اس صورت میں نہ صرف یہ نقص پیش آتا ہے کہ ہمارا فانی اور ناقص تجربہ خدائے ازیلی اور ابدی کی تمام قدرتوں کا حد بست کرنے والا ہوگا بلکہ ایک بڑا بھاری نقص یہ ہے کہ اس کی قدرتوں کے محدود ہونے سے وہ خود بھی محدود ہو جائے گا۔ اور پھر یہ کہنا بڑے گا کہ جو کچھ خدا تعالیٰ کی حقیقت اور کثرت ہے ہم نے سب معلوم کر لی اور اس کے گہراؤ اور نہ تک پہنچ گئے ہیں اور اس کلمہ میں جس قدر کفر اور بے ادبی اور بے ایمانی بھری ہوئی ہے وہ ظاہر ہے حاجت بیان نہیں سو ایک محدود زمانہ کے محدود درجہ و تجارت کو پورا پورا قانون قدرت خیال کر لینا اور اس پر غیر متناہی سلسلہ قدرت کو ختم کر دینا اور آئندہ کے لئے اسرار کھلنے سے ناامید ہو جانا ان پست نظروں کا نتیجہ ہے۔ جنہوں نے ذوالجلال کو جیسا کہ چاہیے شناخت نہیں کیا۔“

مرزا صاحب کی پہلی تحریر سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ہر صدی میں ایک مجدد مصلح مامور من اللہ ہوتے رہتے ہیں جن سے پیشا نشانات خوارق و کرامات ظاہر ہوتے ہیں ان برگزیدگان اور خاصان خدا سے اصلاح خلق اللہ ہوا کرتی ہے اور انہیں کے مبارک فیض سے اسلام کا باغ سرسبز اور شاداب ہر ابھر اٹھلا دیتا ہے انہیں میں مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندیؒ اور محی الدین عربی وغیرہ وغیرہ تھے۔

دوسری تحریر سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ خدا تعالیٰ کی قدرت غیر محدود ہے اور انسان کے تجارت محدود اپنے فہم سے قانون قدرت کو محدود مان لینا اور کسی خارق عادت اور معجزہ کے نسبت یہ کہہ دینا کہ یہ فطرت اور قانون قدرت کی خلاف ہے اس لئے غلط ہے کفر بے ادبی اور بے ایمانی میں داخل ہے۔ اور ایسے شخص نے خدائے ذوالجلال کو جیسا کہ چاہئے نہیں پہچانا۔ ان دو باتوں کو خوب اچھی طرح ذہین نشین فرما کر مرزا قادیانی کے ذیل کی تحریر ملاحظہ فرمائیں۔

مرزا قادیانی (ضمیمہ انجام آختم ص ۳۶، ۳۷، خزائن ج ۱ ص ۳۲۰، ۳۲۱) میں تحریر فرماتے ہیں: ”پیش گوئی اصل الفاظ جو امام محمد باقر سے دارقطنی میں مروی ہیں یہ ہیں۔ ان لمہدینا یتین لم تکنونا منذ خلق السموات والارض ینکسف القمر لاول لیلة من رمضان وتنکسف الشمس فی النصف منه الخ یعنی ہمارے مہدی کی تائید اور تصدیق کے لئے

دو نشان مقرر ہیں۔ اور جب سے کہ زمین و آسمان پیدا کئے گئے وہ دو نشان کسی مدعی کے وقت ظہور میں نہیں آئے اور وہ یہ ہیں کہ مہدی کے ادعا کے وقت میں چاند اس پہلی رات میں گرہن ہوگا جو اس کے خسوف کے تین راتوں میں سے پہلی رات ہے یعنی تیرہویں رات اور سورج اس کے گرہن کے دنوں میں سے اس دن گرہن ہوگا جو درمیان کا دن ہے یعنی اٹھائیس ۲۸ تاریخ کو اور جب سے دنیا پیدا ہوئی جو کسی مدعی کے لئے یہ اتفاق نہیں ہو کہ اس کے دعویٰ کے وقت میں خسوف رمضان میں ان تاریخوں میں ہوا ہو۔ آنحضرت ﷺ کا یہ فرمان اس غرض سے نہیں تھا کہ وہ خسوف و کسوف قانون قدرت کے برخلاف ظہور میں آئے گا اور نہ حدیث میں کوئی ایسا لفظ ہے بلکہ صرف یہ مطلب تھا کہ اس مہدی سے پہلے کسی مدعی صادق یا کاذب کو یہ اتفاق نہیں ہوا ہوگا کہ اس نے مہدویت یا رسالت کا دعویٰ کیا ہو اور اس کے وقت میں ان تاریخوں میں رمضان میں کسوف خسوف ہوا ہو۔“ پھر علمائے اہل سنت والجماعہ کو برا بھلا کہتے ہوئے آگے چل کر یوں لکھتے ہیں۔ ”یہودیوں کے لئے خدا نے اس گدھے کی مثال لکھی جس پر کتابیں لدی ہوں مگر یہ خالی گدھے ہیں اور اس شرف سے بھی محروم ہیں جو ان پر کوئی کتاب ہو۔ ہر ایک عقلمند جس کو ذرا انسانی عقل میں سے حصہ ہو سمجھ سکتا ہے کہ اس جگہ لم تکنوا کا لفظ آیتوں سے متعلق ہے جس کے معنی ہیں کہ یہ دونوں نشان بجز مہدی کے اور کسی عطا نہیں کیے گئے۔ پس اس جگہ یہ کہاں سے سمجھا گیا کہ یہ کسوف خسوف خارق عادت ہوگا۔ بھلا اس میں وہ کونسا لفظ ہے جس سے خارق عادت سمجھا جائے اور جبکہ مطلوب صرف یہ بات تھی کہ ان تاریخوں میں کسوف خسوف رمضان میں ہونا کسی کے لئے اتفاق نہیں ہوا صرف مہدی موعود کے لئے اتفاق ہوگا تو پھر کیا حاجت تھی کہ خدا تعالیٰ اپنے قدم نظام کے برخلاف چاند گرہن پہلی رات میں جبکہ خود چاند کی کالعدم ہوتا ہے کہ تا خدا نے قدیم سے چاند گرہن کے لئے ۱۳، ۱۴، ۱۵ اور سورج گرہن کے لئے ۲۷، ۲۸، ۲۹ مقرر کر رکھے ہیں سو پیش گوئی کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ یہ نظام اس روز ٹوٹ جائے گا جو شخص ایسا سمجھتا ہے وہ گدھا ہے نہ انسان۔“ پھر اسی کتاب میں فرماتے ہیں: ”اے اسلام کے عار مولویو ذرا آنکھیں کھولو اور دیکھو کس قدر تم نے غلطی کی ہے۔ جہالت کی زندگی سے تو موت بہتر ہے صاف ظاہر ہے کہ اس حدیث میں کسوف خسوف کو بے نظیر نہیں ٹھہرایا گیا بلکہ اس نسبت کو بے نظیر ٹھہرایا گیا ہے۔ جو مہدی کیساتھ اس کے واقع ہے۔“ پھر مرزا غلام احمد قادیانی (حقیقت الوحی ص ۱۹۶، خزائن ج ۲۳ ص ۲۰۲، ۲۹۳) میں یہ بیان کرتے ہوئے کہ چاند کی پہلی رات کو قمر نہیں کہتے ہلال کہتے ہیں قمر کا اطلاق محاورہ عرب میں

تیسری رات کے چاند سے شروع ہوتا ہے اور بعض کے نزدیک ساتویں رات سے قمر بولا جاتا ہے۔ چاند کی پہلی رات سے مراد تیرہویں رات ہے اور سورج کے بچ کے دن سے مراد اٹھائیسواں دن ہے تحریر فرماتے ہیں۔ ”اگر کسی کا یہ دعویٰ ہے کہ کسی مدعی نبوت یا رسالت کے وقت میں یہ دونوں گرہن رمضان میں کبھی کسی زمانہ میں جمع ہوئے ہیں تو اس کا فرض ہے کہ اس کا ثبوت دے خاص کر یہ امر کس کو معلوم نہیں کہ اسلامی سن یعنی تیرہ سو برس میں کئی لوگوں نے محض افتراء کے طور پر مہدی موعود ہونے کا دعویٰ بھی کیا بلکہ لڑائیاں بھی کیں مگر کون ثابت کر سکتا ہے کہ ان کے وقت میں چاند گرہن اور سورج گرہن رمضان کے مہینہ میں دونوں جمع ہوئے تھے اور جب تک یہ ثبوت پیش نہ کیا جائے تب تک بلاشبہ یہ واقعہ خارق عادت ہے۔ کیونکہ خارق عادت اسی کو تو کہتے ہیں کہ اس کی نظیر دنیا میں نہ پائی جائے۔ اور صرف حدیث ہی نہیں بلکہ قرآن شریف نے بھی اس کی طرف اشارہ کیا ہے دیکھو آیت وخسف القمر وجمع الشمس والقمر!“

پھر اسی کتاب کے (ص ۱۹۷ خزائن ج ۲۲ ص ۲۰۵) میں تحریر فرماتے ہیں: ”اور اس حدیث سے بڑھ کر اور کون سی حدیث صحیح ہوگی۔ جس کے سر پر محدثین کی تنقید کا بھی احسان نہیں بلکہ اس نے اپنی صحت کو آپ ظاہر کر کے دکھلادیا کہ وہ صحت کے اعلیٰ درجہ پر ہے۔“

پھر جناب مرزا غلام احمد (رسالہ جام الحق وراج منیر ص ۵۸، خزائن ج ۱۲ ص ۶۷) میں تحریر فرماتے ہیں اٹھارہویں پیش گوئی۔ یہ پیش گوئی وہ ہے جو (براہین احمدیہ کے ص ۲۳۰ خزائن ج ۱ ص ۲۶۶) میں مندرج ہے قل عندی شهادة من الله فهل انتم مومنون۔ قل عندی شهادة من الله فهل انتم مسلمون۔ یعنی کہ میرے پاس خدا کی ایک گواہی ہے پس کیا تم اس پر ایمان لاؤ گے کہہ میرے پاس خدا کی ایک گواہی ہے کیا تم اس کو قبول کرو گے یہ دونوں فقرے بطور پیش گوئی کے ہیں اور اسی آسمانی نشانوں کی طرف اشارہ کر رہے ہیں جو بطور پیش گوئی کے ہوں کیونکہ خدا کی گواہی نشان کو ملاتی ہو چنانچہ بعد اس کے یہ گواہی کہ خوف کسوف رمضان میں کیا۔ جیسا کہ آثار میں مہدی موعود کے نشانوں میں آچکا تھا۔“

یہ ہیں مرزا قادیانی کے غلط اور پیچیدہ استدلال جو آپ نے دارقطنی کی ایک ضعیف حدیث سے کیا ہے۔ دارقطنی کی وہ حدیث یہ ہے:

محمد بن علی قال ان لمهدين ايتين لم تكونا منذ خلق السموات والارض ينكسف القمر لاول ليلة من رمضان و تنكسف الشمس في النصف

منہ و لم تکنوا منذ خلق الله السموات والارض!

یعنی محمد بن علی کہتے ہیں کہ ہمارے مہدی کے لئے دو نشان ہیں اور وہ نشان ایسے ہیں کہ زمین و آسمان کی جب سے پیدائش ہوئی ہے کبھی ان نشان کا ظہور نہیں ہوا۔ وہ دو نشان یہ ہیں کہ رمضان شریف میں قمر کی پہلی رات کو چاند گہن اور سورج گہن ایسے ہیں کہ جب سے اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان پیدا کیا ان نشانوں کو ظاہر نہیں فرمایا اور ان کا ظہور نہیں ہوا۔

دارقطنی نے عمرو بن شمر سے اس حدیث کو روایت کیا ہے جو محمد شین کے نزدیک کذاب ہے اور اس کذاب نے جابر کے واسطے سے محمد بن علی سے اس روایت کو نقل کیا ہے اب جابر اور محمد علی کئی ہیں خدا جانے مرزا قادیانی ہر جگہ کیونکر جناب امام باقرؑ کو راوی بتاتے ہیں۔ بہر کیف مجھے دیکھنا یہ ہے کہ یہ حدیث کی پیش گوئی پوری ہوئی یا نہیں۔ حدیث کا لفظ لفظ اس بات کا شاید حال ہے۔ کہ یہ گہن نہایت ہی عظیم الشان اور بطور خرق عادت ہوگا نہ کہ معمولی طور پر جو حسب معمول ہوا کرتا ہے۔ معمولی گہنوں کو اس پیش گوئی کا مصداق کہنا آفتاب صداقت پر خاک ڈالنا ہے اور بخیاں مرزا قادیانی در پردہ حضرت روحی فدائے صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم و جناب امام باقر علیہ السلام کی توہین اور تکذیب کرتی ہے۔

مرزا قادیانی نے اپنے کو اس حدیث کا مصداق ٹھہرانے کے لئے چند در چند تراویح سے کام لیا ہے اور ان سے بڑی بڑی فاش غلطیاں اس حدیث کی تفہیم میں سرزد ہوئی ہیں پہلی غلطی ینکسف القمر لاول لیلة من رمضان و تنکسف الشمس فی النصف منه کا ترجمہ یوں کرتے ہیں کہ چاند اس پہلی رات میں گرہن ہوگا جو اس کے خسوف کے تین راتوں میں سے پہلی رات ہے یعنی تیرہویں رات اور سورج اس کے گرہن کے دنوں میں سے اس دن گرہن ہوگا جو درمیان کا دن ہے یعنی اٹھائیس تاریخ کو۔ اگر قابلیت اسی کا نام ہے اور عربی زبانہدانی کا ماہر وہی شخص کہلا سکتا ہے جو رمل کا ترجمہ مردوں کے محمدی بیگم لکھ دے اور امراۃ کا ترجمہ عورت نہ کر کے مرزا قادیانی کی عربی دانائی کا خاتمہ ہو جاتا ہے اس پر یہ دلیری کہ علمائے اہل حق کو الزام دیتے ہیں برا کہتے ہیں جاہل بتاتے ہیں کہ ان لوگوں کے محاورہ عرب کی خبر نہیں مرزا قادیانی تو فوت ہو گئے مگر میں حکیم نور الدین قادیانی سے دریافت کرتا ہوں کہ ینکسف القمر لاول لیلة محاورہ عرب میں کہاں تیرہویں رات کے چاند کے گہن پر بولا جاتا ہے اور کہاں محاورہ عرب میں کسی درمیانی رات یا دن کو نصف بولتے ہیں۔ زمانہ جاہلیت کے قصاید نیز لغات عربیہ میں کثرت سے یہ

محاورہ پایا جاتا ہے کہ قمر کا اطلاق مہینہ بھر کے کل راتوں کے چاند پر ہوتا ہے اور آدھے کی جگہ نصف بولتے ہیں اور سچ کو وسط بولا کرتے ہیں اگرچہ یہ قصاید وغیرہ عربی علم ادب کی مسلم کتابیں ہیں پھر بھی فانی مخلوق کی زبان اور ان کی تصنیف بالآخر فنا کا مرتبہ رکھتی ہے اس لئے میں اس محاورہ کے ثبوت میں زندہ محاورہ اور زندہ شاہد یعنی قرآن مجید پیش کرتا ہوں۔ قادیانی جماعت میں علامہ جناب حکیم نور الدین صاحب ہیں اور وہ علمی فضائل میں مشہور ہیں وہ بھی مرزا قادیانی کے محاورہ کو قرآن مجید سے ثابت کر دیں۔ قمر کا اطلاق محاورہ عرب میں اس کے پورے دورہ پر بھی ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ وَالْقَمَرُ قَدَرُ نَاهِ مَنَازِلَ حَتَّىٰ عَادَ كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ۔ میں نے قمر کے منازل کو انداز کر رکھا ہے یہاں تک کہ وہ لوٹ کر اپنی اگلی حالت پر آ جاتا ہے۔ سچ کی جگہ محاورہ عرب میں وسط بولتے ہیں وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّاَعْلَمَ اٰمَتِ مُحَمَّدٍ ﷺ میں نے تم کو درمیان امت گردانی۔ نصف محاورہ عرب میں ہرگز وسط اور درمیان پر نہیں بولا جاتا بلکہ آدھے کی جگہ بولتے ہیں۔ ملاحظہ ہو یا ایہا المزمّل قم الیل الا قلیلا نصفہ اونقص منه قلیلا اوزد علیہ۔

اے کملی اوڑھنے والے (مرا محبوب خدا حضرت رسول مقبول ﷺ) تورات میں کھڑا ہوا کر مگر تھوڑا (یعنی اعتدال کو مد نظر رکھ کر) آدھی رات یا کم کر اس سے یا کچھ زیادہ۔ بتا بر تحقیق و تحریر مرزا صاحب اگر قمر کا اطلاق محاورہ عرب میں پورے ماہ کے دورہ پر نہیں ہوتا تو ارشاد خداوندی یوں ہونا چاہیے تھا۔ وَالْهَلَالُ وَالْقَمَرُ وَالْبَدْرُ وَالْحَاقُّ قَدَرُ نَاهِ مَنَازِلَ الْخِ حَالَانِکَ آیت مذکورہ میں صرف مطلق قمر ہے اور ایسی ہی اگر درمیان کی جگہ محاورہ عرب نصف بولتے تو ارشاد خداوندی یہاں ہوتا وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً نِّصْفًا۔ مگر قرآن وسطا بتا رہا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ وسط کی جگہ نصف بولنا محاورہ عرب میں ناجائز کیا بالکل ہی غلط ہے۔ اور پھر اگر نصف کے معنی وسط کے صحیح ہوتے اور آدھے کی جگہ محاورہ عرب میں وسط بولا جاتا تو طرز بیان قرآن مجید یوں ہوتا۔

یا ایہا المزمّل قم الیل الا قلیلا وسطہ اونقص منه قلیلا اوزد علیہ۔ اس محاورہ سے بھی قرآن ساکت ہے اور نصف کی جگہ وسط بولنا قرآن کے زندہ محاورہ کے بالکل ہی خلاف ہے۔ بر تقدیر اول مرزا صاحب کی تحریر سے قرآن مجید پر یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ تقدیر منازل محض قمر سے نہیں ہوتا بلکہ ہلال بدر حاق ان تینوں کے ساتھ قرآن نے ایسا جملہ

بیان کیا جس سے مقصود اصلی فوت ہوتا ہے اور نعوذ باللہ قرآن شریف فصیح و بلیغ نہیں۔

دیر تقدیر پانی آیت موخر الذکر کا ترجمہ یہ ہوگا کہ اے کملی اوڑھنے والے تو رات کو کھڑا ہو کر مگر تھوڑا۔ ٹھیک دو پہر رات یا اس سے کچھ کم کر یا زیادہ یعنی ساڑھے گیارہ بجے رات سے ساڑھے بارہ بجے تک تو رات کو قیام کر سکتا ہے۔ اور یہ ہرگز مقصود خداوندی اور عنوان بیان قرآن نہیں۔ حضرت رسول مقبول ﷺ رات بھر جاتے تھے اور اتنا قیام فرماتے تھے کہ آپ کا قدم مبارک درم کر جاتا تھا حتیٰ و رمت قدماء۔ حدیث نبوی میں مذکور ہے خدا نے آپ ﷺ کی اس قدر ریاضت دیکھ کر اپنے محبوب سے فرمایا کہ تو رات کو اس قدر مت قیام فرما رات نیند اور سکھ اور دن بھر کی تھکان رفع کرنے کے لئے بنائی گئی۔ اس میں اس قدر شاقہ محنت نہ کرنی چاہئے۔ جس سے جسمانی صحت جاتی رہے اور ترک فرائض بھی لازم آئے پس آدمی رات یا کچھ کم و بیش تک قیام کرنا کافی وافی ہے اور چونکہ آپ اولوا لزم نبی اور مفتر و مقتدی بنی آدم تھے صحابہ آپ کے شیدائی تھے قدم بقدم آپ کی اتباع کو فرض تصور کرتے اللہ تعالیٰ نے آپ کو رحمتہ للعالمین کا لقب عطا فرمایا ہے اور یہ لقب بالکل ہی حقیقت اور صداقت پر مبنی ہے اس لئے اپنے حبیب کے طرز عمل سے یہ بات ظاہر کر دی کہ اسلام میں رہبانیت نہیں ہے عبادت ناقضہ کو ایک انداز سے ادا کرنا چاہئے۔

معزز ناظرین! اب آپ ہی انصاف فرمائیں کہ محاورہ عرب سے نابلد مرزا غلام احمد قادیانی تھے یا علماء اہل حق ہیں؟ مرزا قادیانی اپنی کج فہمی سے کج بخشی میں کچھ اس قدر الجھتے ہیں اور وہ باتیں تحریر کر جاتے ہیں جو خدا کے مقدس اور پاک ارشاد کے خلاف ہوتا ہے مگر بندہ خدا کے سر پر جوں تک نہیں ریختی ہے۔ ینکسف القمر لا و لیلۃ کا ترجمہ تیرہویں رات بالکل ہی غلط ہے حدیث کے لفظ سے یہ ترجمہ مطابقت نہیں رکھتا۔ بلکہ سراسر اس کے خلاف ہے مرا تب قمر پر بھی اگر لحاظ کیا جائے تو بھی یہ ترجمہ غلط ہے کوئکہ محاورہ عرب میں مطلقاً قمر کا اطلاق اس کے پورے دورہ اور پورے ماہ پر ہوتا ہے ہاں مرا تب ابتدائی دور راتوں کے قمر کو ہلال چودھویں کے قمر کو بدر اور ۲۷-۲۸-۲۹ کے قمر کو خاق بولتے ہیں۔ اس مرا تب پر خیال کر کے زیادہ سے زیادہ تیسری رات ترجمہ کر سکتے ہیں۔ تیرہویں رات تو درمیان رات ہے۔ اگر حدیث میں مد نظر تیرہویں رات کا اظہار ہوتا تو اول لیلۃ کی جگہ لیلۃ الوسطی ہوتا۔ یہ کیسی فاش غلطی ہے۔

دوسری غلطی

وتنکسف الشمس فی النصف منہ سے کسوف شمس کا نصف مراد لینا

محاورہ عرب کے بالکل ہی خلاف ہے میں نے قرآن مجید کا زندہ محاورہ پیش کر دیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ محاورہ عرب میں درمیان کی جگہ وسط بولتے ہیں نہ کہ نصف۔ تو پھر مرزا قادیانی کا یہ لکھنا کہ سورج اس کے گرہن کے دنوں میں سے اس دن گرہن ہوگا جو گرہن کا درمیانی دن ہے۔ کس قدر کھلی غلطی ہے۔

مرزا قادیانی اسلام کے آفتاب میں گرہن لگانا چاہتے ہیں مگر واللہ متم نورہ از شاد خداوندی ہے۔ سرمواس کے خلاف ہو نہیں سکتا اور اس سے بھی زیادہ جہالت کی بات یہ ہے کہ تنکسف الشمس فی النصف منہ میں منہ کی ضمیر مذکر صاف رمضان کی طرف پھرتی ہے اس ضمیر کو مرزا صاحب شمس کی طرف یا من ایام کسوف الشمس کی طرف یا خدا جانے کس طرف راجع فرماتے ہیں حدیث شریف میں سوائے رمضان کے اس ضمیر کا کوئی مرجع مذکور نہیں اور لطف تو یہ ہے کہ مرزا صاحب محاورہ عرب پر گفتگو کر رہے ہیں مگر اتنا بھی خیال نہیں رکھتے کہ نصف کا ترجمہ درمیان درست نہیں بلکہ یہ تو وسط کا ترجمہ ہے۔ عربی علم ادب میں مقابل کا بہت کچھ خیال رہتا ہے اور ظاہر کہ اول کا مقابل نصف ہے نہ کہ وسط۔

تیسری غلطی

مرزا قادیانی تحریر فرماتے ہیں کہ: ”ہر ایک عقلمند جس کو ذرہ انسانی عقل میں سے حصہ ہو سمجھ سکتا ہے کہ اس جگہ لم تکونہ کا لفظ آیتیں سے متعلق ہے (ضمیمہ انجام انعم ص ۷۷ خزائن ج ۱۱ ص ۳۳۱) مرزا قادیانی کے نزدیک ہر معمولی عقل و فہم والا انسان قرآن اور احادیث کے مطلب کو سمجھ سکتا ہے اور وہ بھی اس درجہ پر سمجھ سکتا ہے کہ عربی عبارت کی ترکیب بھی بتلا دے یعنی خود سمجھ جائے نیز اوروں کو سمجھا دے میں نہیں سمجھ سکتا کہ ایک بڑے سے بڑا فلاسفر بھی جو تمامی زبان پر عبور رکھتا ہو مگر عربی زبان دانی سے اس کے کان آشنانہ ہوں۔ وہ کیوں کر عربی عبارت کی تشریح کر سکتا ہے اور اس کی صحت و عدم صحت کو پرکھ سکتا ہے۔ عربی عبارت سمجھنے کے لئے علم کی ضرورت ہے نہ کہ معمولی عقل کی۔ یہ تو بالکل ہی طفلانہ تسلی ہے۔ جب تو مرزا قادیانی کے ماننے والے اکثر ناقابل اور جاہل ہیں الا ماشاء اللہ جسے خدا نے علم عطا فرمایا ہے اور عربی زبان دانی سے واقف ہے وہ سمجھ سکتا ہے کہ صرف لم تکونہ آیتیں سے متعلق نہیں بلکہ لم تکونہ منذ خلق السموات والارض یہ پورا جملہ آیتیں سے تعلق رکھتا ہے اور اس کی تشریح کرتا ہے ورنہ منذ خلق السموات والارض کی پھر بیکار ضرورت ہی کیا تھی۔ تمام دنیا اس بات کو جانتی ہے اور خود

مرزا قادیانی اس بات کو مان رہے ہیں کہ تیرہ چودہ پندرہ۔ تین راتوں میں چاند گہن اور ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ان تین دنوں میں سورج گرہن مقررہ نظام عالم ہے اور ان تاریخوں میں برابر چاند گہن اور سورج گہن طبعی نظام پر ہوتا رہتا ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمانا کہ جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے۔ ان تاریخوں میں گرہن نہیں ہوا نعوذ باللہ غلط اور واقعات کے خلاف ہے۔ کوئی ذی علم قادیانی منہذ خلق السموات والارض کو محذوف مان کر اس حدیث کی ترکیب بیان کرے اور اس جملہ کے مرزا قادیانی کے خیال کے اعتبار سے ذکر کرنے کی وجہ ظاہر کرے۔

چوتھی غلطی

لم تکنوا منذ خلق السموات والارض کالغظی ترجمہ یہ ہے وہ دونشانیاں جب سے دنیا پیدا ہوئی نہیں ہوئیں اور مرزا قادیانی تحریر فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں کسوف خسوف کو بے نظیر نہیں ٹھہرایا گیا بلکہ اس نسبت کو بے نظیر ٹھہرایا گیا۔ کیا خوب اگر اس بے نظیر نسبت اظہار مطلوب تھا تو صرف لم تکن کافی تھا کونا حشر کی کیا ضرورت تھی مزید برآں جو شے کہ عامۃ الورد ہو اور جس کا دورہ برابر بقاعدہ علم نجوم ہوتا رہے وہ ہرگز بے نظیر نہیں اور جو خود بے نظیر نہیں اس کی نسبت بے نظیر کیونکر ہو سکتی ہے؟ زیادہ تعجب تو اس پر ہے کہ مرزا قادیانی لسم تکنوا کو آیتوں کے متعلق بتا رہے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہ نسبت ہی بے نظیر ہے اور پھر فرما رہے ہیں کہ یہ کسوف خسوف بے نظیر نہیں ٹھہرایا گیا آپ ہی اقرار بھی کرتے ہیں کہ یہ نشانی بے نظیر ہے اور آپ ہی انکار بھی کرتے ہیں کہ یہ قدیم نظام عالم اور معمولی گہن ہے جو ہمیشہ اپنے مقرر وقت پر ہوتا رہتا ہے۔ گہن کے آثارات سے یہی انسانی قویٰ میں مختلف اثر باعتبار استعداد بدنی ہوا کرتا ہے چونکہ چاند اور سورج دونوں کے گرہن پر مرزا قادیانی نے نظر دوڑائی اس لئے طبیعت میں مختلف اثر پیدا ہو گیا۔

پانچویں غلطی

مرزا قادیانی تحریر فرماتے ہیں کہ: ”آنحضرت ﷺ کا یہ فرمانا اس غرض سے نہیں تھا کہ وہ کسوف خسوف قانون قدرت کے برخلاف ظہور میں آئے گا اور حدیث میں کوئی ایسا لفظ ہے بلکہ صرف یہ مطلب تھا کہ اس مہدی سے پہلے کسی مدعی صادق یا کاذب کو یہ اتفاق نہ ہوا ہوگا کہ اس نے مہدویت یا رسالت کا دعویٰ کیا ہو اور اس کے وقت میں ان تاریخوں میں رمضان میں کسوف خسوف ہوا ہوتا۔“ (حمید انہام آختم ص ۳۶، خزائن ج ۱ ص ۳۳۰) بیشک آنحضرت ﷺ کا یہ فرمانا اس

غرض سے تھا کہ وہ کسوف خسوف قانون قدرت کے برخلاف ہوگا۔ اور جب تو ایک نہیں دوسرے پہ
 اول اور آخر لم تکوننا منذ خلق السموات والارض سے اس کی تاکید کی گئی ہے اور اسے
 ذہن نشین کر لیا گیا ہے۔ میں مؤلف القادریانی سے دریافت کرتا ہوں کہ حدیث میں وہ کون سا ایسا
 لفظ ہے جس سے یہ مطلب سمجھا جائے جو مرزا قادیانی نے بیان فرمایا ہے۔ خصوصاً مرزا قادیانی کا
 یہ فرمانا کہ اس مہدی سے پہلے کسی مدعی صادق یا کاذب کو یہ اتفاق نہیں ہوا ہوگا۔ اہل انصاف اور
 اہل فہم مرزا قادیانی کے اس مطلب پر غور کریں اور حدیث کے الفاظ کو بھی دیکھیں کہ مرزا قادیانی
 نے جو مطلب اس حدیث کا بیان کیا ہے۔ آیا الفاظ حدیث کا بھی یہی مطلب ہے اور حدیث میں
 کسی طرح سے بھی اس مطلب کا احتمال اور گنجائش ہے یا یہ محض مرزا قادیانی کا من گھڑت اور
 اختراعی مطلب ہے۔ اس حدیث کے مطلب میں مرزا قادیانی نے جو غلطیاں کی ہیں یا قصداً
 فریب دیا ہے ان میں محض ایک امر کی طرف میں یہاں توجہ دلاتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ اس حدیث
 میں تو یہ ہے کہ ہمارے مہدی یعنی مہدی صادق کے ایسے دو نشان بالکل نئے اور جدید ہوں گے
 یعنی مہدی صادق کے ایسے دو نشان ہیں جو اس مہدی کے قبل نہیں ہوئے بلکہ وہ دونوں نشان بالکل
 نئے اور جدید ہوں گے یعنی مہدی صادق کے وقت میں ایسا خسوف اور کسوف ہوگا جو اس سے پہلے
 ہرگز نہیں ہوگا بلکہ یہ محض اس مہدی صادق کے وقت میں ہوگا اب مرزا قادیانی کا یہ کہنا کہ کسی مدعی
 صادق کے وقت میں بھی نہیں ہوا ہوگا عجیب تماشے کی بات ہے اس خسوف و کسوف کو تو مہدی
 صادق کی علامت ٹھہرایا گیا ہے اب بھلا اس علامت کے کوئی مدعی صادق کس طرح ہو سکتا ہے اور
 ایسی صورت میں یہ نشان کیونکر ہوگا اور اس نشان کے بیان کا کیا نفع ہوگا افسوس ہے کہ قادیانی
 جماعت مرزا قادیانی کے ان ابلہ فریبوں پر غور نہیں کرتی اور کوراۃ تقلید سے ایک دم کے لئے جدا ہونا
 نہیں چاہتی۔ نیز مرزا قادیانی اسی تحریر سے پیوستہ فرماتے ہیں کہ: ”اس نے مہدیت یا رسالت کا
 دعویٰ کیا ہوا اور اس کے وقت میں ان تاریخوں میں رمضان میں کسوف و خسوف ہوا ہو۔“

ابھی تو مرزا قادیانی یہ فرما رہے تھے کہ یہ نشانیاں ہمارے مہدی کے لئے مخصوص ہیں
 اور ابھی اس نشانی کو عام بنا کر اسے رسول سے بھی متعلق کرتے ہیں اعراس عن الحق سے ایسے ہی
 بدحواس انسان پر طاری ہوتی ہے۔ اہل اسلام تو آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ سے حضرت رسول
 مقبول ﷺ کو خاتم المرسل مانتے ہیں یعنی آپ کے بعد کوئی دوسرا رسول نہیں ہو سکتا اس لئے کوئی ایسا
 مہدی نہیں ہو سکتا جو رسالت کا مدعی ہو اور جب قرآن و حدیث نے فیصلہ کر دیا کہ کوئی ایسا مہدی

نہیں آ سکتا پھر اس کی نشانیاں کیسی؟ اب یہ کہنا ضرور ہے کہ یا تو یہ روایت صحیح نہیں ہے یا مرزا قادیانی اس کے مصداق نہیں ہیں کیونکہ انہیں رسالت کا دعویٰ ہے۔
چھٹی غلطی

پھر مرزا قادیانی تحریر فرماتے ہیں: ”بھلا اس میں وہ کونسا لفظ ہے جس سے خارق عادت سمجھا جائے اور جب کہ مطلوب صرف یہ بات تھی کہ ان تاریخوں میں کسوف خسوف رمضان میں ہونا کسی کے لئے اتفاق نہیں ہوا صرف مہدی موعود کے لئے اتفاق ہوگا تو پھر کیا حاجت تھی کہ خدا تعالیٰ اپنے قدیم نظام کے برخلاف چاند گرہن پہلی رات میں جبکہ خود چاند کا لحدم ہوتا ہے کرتا خدا نے قدیم سے چاند گرہن کے لئے ۱۳، ۱۴، ۱۵ اور سورج گرہن کے لئے ۲۸، ۲۹، ۳۰ مقرر کر رکھے ہیں۔“ (ضمیمہ انجام آختم ص ۴۷، خزائن ج ۱۱ ص ۳۳۱)

سو پیش گوئی کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ یہ نظام اس روز ٹوٹ جائے گا جو شخص ایسا سمجھتا ہے وہ گدھا ہے نہ انسان پہلے میں اسے اچھی طرح ثابت کر چکا ہوں کہ حدیث کے الفاظ نہایت تاکید سے یہ بتا رہے ہیں کہ یہ نشانی بطور خارق عادت ہوگی اور یہ بھی وضاحت کے ساتھ قرآن مجید کا زندہ محاورہ پیش کر کے بتا چکا ہوں کہ قمر کا اطلاق پورے ماہ کے چاند پر ہوتا ہے۔ ہاں مراحمہ تیسری کے چاند کو قمر بولتے ہیں اگر مرزا قادیانی غایت درجہ کے منصف اور محتاط بننا چاہتے تھے تو اول لیلۃ سے تیسری کا چاند مراد لیتے ہیں پہلی رات کے چاند کو پیش کر کے کیوں قوم کو جل دینا چاہتے ہیں اور جب پہلی کا چاند صفائی سے نظر آتا ہے اور برابر دنیا اسے دیکھتی رہی ہے تو یہ گرہن کا نظر آ جانا خدا کی خدائی میں کیوں ممکن نہیں کیا اس حدیث میں یہ بھی شرط ہے کہ دنیا کا ہر فرد واحد اس کو دیکھ بھی لے سب سے زیادہ معکم خیر تو یہ جملہ ہے کہ ”خدا کو کیا حاجت تھی کہ قدیم نظام کے خلاف کرتا“ میں پوچھتا ہوں کہ خدا کو اس بات کی کیا حاجت تھی کہ ان معمولی گہن کو جو ہمیشہ ہوتا رہتا ہے اور جنہیں ماہران علم نجوم نیز دنیا کے بڑے بڑے فلاسفر زمین کی جبابی گردش پر محمول کرتے ہیں کوئی خدائی بات نہیں جانتے ایسے معمولی بے وزن اور غیر مفید گرہن کو اپنی مہدی کے لئے مخصوص نشانی گردانتا۔ نشانی تو اسی کو کہتے ہیں جس کے دیکھتے ہی پوشیدہ چیز کے ظہور کی خبر ہو جائے۔ ایسے مجہول المصنعت نشان سے تو کبھی رہبری نہیں ہو سکتی۔ علمائے اہل حق تو یہ فرما رہے ہیں اور حدیث کا لفظ لفظ یہ بول رہا ہے کہ مہدی موعود ہنوز ظاہر نہیں ہوئے اور یہ نشانیاں ابھی پوری نہیں ہوئیں۔ ایک اور امر نہایت ہی قابل غور یہ ہے کہ مصلح مامور من اللہ مہدی مسیح موعود رسول نبی

وغیرہ عام اصلاح خلق اللہ کے لئے آتے ہیں اور ان کی نورانیت سے ہر تارک دلوں کو عام اس سے کہ وہ یہود ہونصاری ہو آریہ ہود ہریہ ہو کوئی بھی ہو فائدہ پہنچتا ہے اور اس کے ہاتھوں مشرف باسلام ہوتا ہے اور یہ کیوں محض اس وجہ سے کہ اس کے اندر وہ کھلی کھلی نشانیاں ہوتی ہیں جو عام انسان میں پائی نہیں جاتیں۔ تائید ایزدی اور خوارق اس کے ساتھ اور اس کے ہر کاب ہوتے ہیں اس کا دعویٰ عام دعویٰ ہوتا ہے اور اس کی نشانیاں عام نشانیاں ہوتی ہیں کسی خاص فرقہ اور خاص ٹولی میں محدود نہیں ہوتیں۔ مرزا قادیانی کا دعویٰ مرکب دعویٰ ہے وہ اپنے کو مجدد مہدی مسیح رسول نبی سب ہی کچھ کہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ میں کس صلیب کے لئے آیا ہوں اور وہ خود لکھتے ہیں کہ میں ان تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہوں جو زمین پر رہتے ہیں۔ خواہ وہ یورپ کے ہوں خواہ ایشیا کے خواہ امریکہ کے یہ دعویٰ عام دعویٰ ہے۔ مگر اپنی خاص نشانی جو دنیا پر پیش کرتے ہیں اس کے ثبوت میں وہ ایک ضعیف حدیث پیش کرتے ہیں جو صلیب پرستوں یعنی عیسائی اور آریہ وغیرہ اقوام کے نزدیک خود مسلم نہیں پھر وہ کیونکر اسے مہدی کی مخصوص نشانی تصور کریں گے۔ ان منکرین اسلام کو تو عام گہن سے خس برابر بھی اڑ نہیں ہو سکتا اگر فرقہ باطلہ کا کوئی فرد واحد کسی مسلمان سے یہ دریافت کرے کہ آپ خدا کو ایک اور واحد مان رہے ہیں۔ اس کے وحدانیت پر آپ کے پاس کیا دلیل ہے مجیب ہوں کہے کہ بھائی قرآن مجید میں لکھا ہے کہ ”قل هو اللہ احد“ یعنی کہہ اللہ ایک ہے۔ تو کیا اس جواب سے سائل کی تشفی ہو جائے گی۔ نہیں بلکہ برعکس سائل کے دل میں یہ خیال پیدا ہوگا کہ اسلام کے اندر عقلی دلائل خدا کی وحدانیت پر ایک بھی نہیں ہیں اور یہ مذہب ہرگز قابل قبول نہیں۔ ایسے ہی مرزا قادیانی سے اگر یہ سوال کیا جائے کہ آپ ایک معمولی گہن کو جو برابر تو اعد نجوم کے مطابق ہوا کرتا ہے۔ اپنے دعوے مہدویت کی خاص نشانی قرار دیتے ہیں۔ اس دعوے پر آپ کیا دلیل رکھتے ہیں؟ اس سوال کا جواب بجز اس کے اور کچھ ہو ہی نہیں سکتا کہ حدیث میں ایسا لکھا ہے۔ (اگر کوئی دوسرا جواب ہو سکتا ہے تو کوئی ذی علم قادیانی بیان کرے) کہ یہ گہن مہدی کی خاص نشانی ہوگی۔ اس لئے یہ نشانی خاص میرے ہی لئے ٹھہری۔ ایسا جواب جس قدر قابل تحسین و آفرین ہے وہ ظاہر ہے کیونکہ اس سے مقصود خداوندی فوت ہوتا ہے اور ارشاد نبوی غلط ٹھہرتا ہے۔ نیز تحصیل حاصل لازم آتا ہے مسلمان تو پہلے ہی سے خدا کو واحد مانتے ہیں اور حضور پر نور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو خاتم النبیین جانتے ہیں اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ آپ کا ارشاد لفظاً و معنی پورا ہو کر رہے گا اور جب ہی مرزا قادیانی کے ہر قول کو ارشاد نبوی سے جانچتے ہیں اور اس

جانچ کے بعد یقین رکھتے ہیں کہ یہ کہن حدیث نبوی کے مطابق نہیں ہوا۔ مگر اقوام غیر اس سے کیا مستفید ہوں گے اور کس صلیب کیونکر ہوگا۔ خود ایک غلط دعویٰ کر رہے ہیں اور اس لئے اہل حق سے حاجت دریافت کرتے ہیں۔ خدائی حاجت دریافت کرنے والے مرزا قادیانی کون تھے۔ اس کی مشیت جو چاہے کرے اور جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔ انسان ضعیف الہیان کی کیا ہستی کہ مخلوق بن کر خالق کے راز کی لم اور حاجت دریافت کرے سوائے شیطانی دوسرے کے اور کیا ہو سکتا ہے۔

توان در بلاغت بسبحان رسید

نہ درکنہ بیچوں سبحان رسید

خدا کو کیا حاجت تھی مرزا قادیانی کا یہ جملہ سراسر بے ادبی سے بھرا ہوا ہے۔ خدا جب حاجت مند ظہر اتو وہ خدا کیونکر رہا۔ میرے خدا کی تو صفت یہ ہے: ”قل هو اللہ احد، اللہ الصمد“ مرزا قادیانی کے نزدیک کوئی دوسرہ محتاج خدا بھی ہے۔ ”اللہ اللہ ربی لا اشرك به شیئاً“

تلاش دیو و حرم میں عبث نہ کیونکر ہو

تیرا ظہور بھی جب اشتباہ میں رکھے

ستہ ضروریہ کا ص ۴ ملاحظہ ہو: حضرت خواجہ عبید اللہ الاحرار جو حضرت جانیؒ کے پیرو مرشد تھے اور جن کے فیضان انوار کا ایک زمانہ قائل ہے وہ خدائے بے نیاز کی درگاہ میں نہایت ہی خشوع و خضوع سے یوں عرض کرتے ہیں:

چوں بدرگاہ تو خود در ادر پناہ آورده ام

یا الہ العالمین بار گناہ آورده ام

بردرت زین بار خود پشہ دو تا آورده ام

عجز و زاری بر در عالم پناہ آورده ام

من نمی گویم کہ بودم سالہا در راہ تو

ہستم آن گمرہ کہ اکنون رو براہ آورده ام

چار چیز آورده ام حقا کہ در راہ تو نیست

نیستی و حاجت و عذر و گناہ آورده ام

درد در ویشی و دلریشی و بیخویشی بہم

ایں ہمہ بردعوی عشقت گواہ آورده ام

چشم رحمت برکشافے موٹے سفید من بہ بین

زانکہ از شر مندگی روی سیاہ آورده ام

اللہ اکبر کیا مناجات ہے اور کسی خاکساری ہویدا ہے۔ جس وقت آپ کی زبان سے یہ ورد بھری دعا نکلے ہوگی۔ کسی کیفیت آپ پر طاری ہوگی۔ آپ کی صداقت اور خلوص کا یہ اثر ہے کہ اس کے لکھتے میرا دل بے اختیار ہو گیا۔ روح تازہ ہو گئی جی چاہتا ہے کہ مکرر اس مناجات کو پڑھے جاؤں۔ انشاء اللہ تعالیٰ ناظرین پر یہاں خود ایک کیفیت طاری ہوگی اور وہ معلوم ہو جائے گا کہ خدا کے کلام میں کیا اثر ہوتا ہے۔ کتنا صاف ارشاد ہے کہ فاجت عذر گناہ یہ چار چیز خدا کی شایان شان نہیں۔ یہ لوازم بشریہ ہیں اور مرزا قادیانی ان باتوں کو خدا میں تلاش کر رہے ہیں۔ مہدویت کا دعویٰ اور اتنی بھی خبر نہیں کہ خوارق کا ظہور کیوں ہوتا ہے۔ ایک زمانہ جانتا ہے کہ خوارق کا ظہور اس وجہ سے ہوا کرتا ہے کہ مامور من اللہ کی تصدیق کرے اور مکررین اسلام کو مذہب حقہ کی طرف بلائے۔ یہی غرض اور حاجت ہے جو عام گہن میں مفقود ہے۔ ورنہ یوں تو آفتاب ماہتاب چاند گہن سورج گہن سب ہی خدا کی نشانیاں ہیں مگر یہ کسی کی نبوت اور کسی مجدد کے ظہور پر دلالت نہیں کرتیں۔ صحیح بخاری و مسلم میں دیکھو جہاں لکھا ہے۔ ان الشمس والقمر آیتان لا ینخسفان لموت احد ولا لحياته ولكنها آیتان من آیات اللہ۔ (مسلم ج ۱ ص ۶۹۰) یعنی دنیا کے عام اور معمولی نظارے آفتاب ماہتاب چاند گہن سورج گہن خدا کی ہستی پر دلالت کرتے ہیں اور بس۔ مجدد اور مامور من اللہ کی شناخت کے لئے تو خوارق کی سخت ضرورت اور حاجت ہے۔ نعوذ باللہ!

مرزا قادیانی تحریر فرماتے ہیں: ”سو پیش گوئی کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ یہ نظام اس روز ٹوٹ جائے گا جو شخص ایسا سمجھتا ہے وہ گدھا ہے نہ انسان“ (انجام آقہم ص ۷۷، خزائن ج ۱۱ ص ۳۳۱) اللہ اللہ کیا شائستہ اور تہذیب سے بھرا ہوا جملہ ہے الہام اور پیش گوئی سے تو مرزا قادیانی مہدی ثابت نہیں ہوتے۔ ہاں ان مبارک جملوں سے البتہ مرزا قادیانی کی مہدویت کی شان معلوم ہوتی ہے۔ کس قدر مرزا قادیانی کے دل میں اصلاح خلق اللہ کی تڑپ تھی۔ بے چارے کس کس طرح گالیاں دے کر مخلوق خدا کو اپنی طرف متوجہ کر رہے ہیں۔ جزاک اللہ! (سرمد چشم آریہ ص ۱۶۱، خزائن ج ۲ ص ۶۵، ۶۴) میں مرزا قادیانی نے جو کچھ لکھا ہے میں اسے نقل کر چکا ہوں ناظرین نے ملاحظہ کر لیا ہوگا۔ ذرا پھر بھی ملاحظہ فرمائیے۔ دیکھئے کیسی لطیف باتیں پیدا ہوتی ہیں

مرزا قادیانی تحریر فرماتے ہیں کہ: ”اس کی قدرتوں کے محدود ہو جانے سے وہ خود بھی محدود ہو جائے گا اور پھر یہ کہنا پڑے گا کہ جو کچھ خدائے تعالیٰ کی حقیقت اور کہنا ہے۔ ہم نے سب معلوم کر لی ہے۔ اور اس کے گہراؤ تک ہم پہنچ گئے ہیں اور اس کلمہ میں جس قدر کفر اور بے ادبی اور بے ایمانی بھری ہوئی ہے۔ وہ ظاہر ہے۔ حاجت بیان نہیں۔ سو ایک محدود زمانہ کے محدود دور محدود تجارب کو پورا پورا قانون قدرت خیال کر لینا اور اس پر غیر متناہی سلسلہ قدرت کو ختم کر دینا اور آئندہ کے نئے اسرار کھلنے سے ناامید ہو جانا۔“ ان پست نظروں کا نتیجہ ہے جنہوں نے خدائے ذوالجلال کو جیسا کہ چاہے شناخت نہیں کیا۔“ میں دنیا کے ہر فرد واحد سے جس کے ہاتھ میں یہ کتاب ہو دریافت کرتا ہوں کہ کیا مرزا قادیانی نے مضمون زیر بحث میں قانون قدرت کو محدود زمانہ کے محدود دور محدود تجارب پر محمول نہیں کیا اور ۱۳، ۱۴، ۱۵ کو چاند گہن اور ۲۷، ۲۸، ۲۹ کو سورج گہن کے لئے مخصوص اور محدود نہیں کیا اور کیا وہ اس کے گہرائی تک نہیں پہنچے کہ ان ایام مقررہ کے خلاف چاند گہن اور سورج گرہن ہو نہیں سکتا اور اگر ہو تو وہ قانون قدرت کے برخلاف ہے اور حدیث کا یہ منشاء ہرگز نہیں کہ وہ قانون قدرت کے برخلاف ہوگا اور اس گہن سے نظام عالم ٹوٹ جائے گا۔ اس جملہ سے کیا جناب مرزا قادیانی نے سلسلہ قانون قدرت کو ختم کر کے آئندہ اسرار کے دروازہ کھلنے کو اپنے اوپر بند نہیں کیا؟

ضرور انہوں نے خدا کی معرفت کا دروازہ اپنے اوپر بند کر لیا اور گہن کے ان ایام کو ذکر کے ان تاریخوں میں قانون قدرت کو محدود سمجھا اور محدود سمجھانے کی مختلف رسالے میں مختلف طرز سے تحریریں لکھیں جب یہ ثابت ہو گیا تو ساتھ ہی ساتھ مرزا قادیانی ہی کے تحریر سے یہ بھی روشن ہو گیا کہ مرزا قادیانی کے مذکورہ بالا تحریر کفر بے ادبی بے ایمانی بھری ہوئی ہے۔ مرزا قادیانی نے خالق ذوالجلال کو جیسا کہ چاہئے نہیں پہچانا اور واقعی مرزا قادیانی نے بہت ہی سچ فرمایا کہ ”جہالت کی زندگی سے موت بہتر ہے۔“

تامرد سخن نگفته باشد

عیب و هنرش نہفته باشد

فارسی کا مشہور قول ہے اور آواز سے بھی حیوان اور انسان اور پھر حیوان کی جنسیت کا پتہ چلتا ہے۔ گدھے کی آواز تو اور بھی جانوروں کی آواز میں سے بڑی آواز ہے۔ ان انکرا لا اصوات لصوت الحمیر۔ ارشاد خداوندی ہے۔ ناظرین خود فیصلہ کر لیں کہ گدھا کون تھا انسان کون ہے؟

لکھ دیا قہر و جفا مہر و وفا کے بدلے
مہربان آپ مگر طرز رقم بھول گئے

مرزا قادیانی (سرمہ چشم آریہ ص ۱۶، ۱۷، خزائن ج ۲ ص ۶۴، ۶۵، ۶۶) میں فرماتے ہیں کہ: ”خداے تعالیٰ کی قدرت کو زمانہ کے محدود و محدود تجارت پر محدود نہ کرو اور جو باتیں خلاف تجربہ معلوم ہوں۔ اس کی نسبت یوں مت کہو کہ یہ بات خلاف فطرت ہے اور یہ خدائی بات نہیں۔ جس طرح خدا غیر محدود ہے۔ اس طرح اس کے اسرار غیر محدود ہیں۔“ اور یہاں گربہن کی بحث میں خدا کی قدرتوں کو ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۲۷، ۲۸، ۲۹ میں زمانہ کے محدود تجربہ کی وجہ سے محدود بتا رہے ہیں اور ان تاریخوں کے علاوہ وقوع گربہن کو خلاف قدرت اور خلاف فطرت سمجھ رہے ہیں۔ دور یہ تحریر ہے۔ جہاں جیسا موقع دیکھا کہہ دیا لکھ دیا ایسے شخص کی نسبت حدیث میں وعیدیں آئی ہیں۔ ایک وعید ملاحظہ ہو:

”و عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ تجدون شر الناس یوم القیمۃ ذا الوجهین الذی یاتنی ہنولاً بوجہہ و ہنولاً بوجہہ متفق علیہ“
فرمایا رسول اللہ ﷺ نے قیامت کے روز بدترین لوگوں میں وہ شخص ہوگا جو دور یہ ایک جماعت کے پاس اور طریق سے آتا ہے اور دوسری جماعت کے پاس اور طریق سے: فانفقوا اللہ یا اولی الاباب۔
ساتویں غلطی

پھر مرزا قادیانی (حقیقت الوحی ص ۱۹۶، خزائن ج ۲ ص ۲۲) میں تحریر کرتے ہیں کہ: ”اگر کسی کا یہ دعویٰ ہے کہ کسی مدعی نبوت یا رسالت کے وقت میں یہ دونوں گربہن رمضان میں کبھی کسی زمانہ میں جمع ہوئے ہیں تو اس کا فرض ہے کہ اس کا ثبوت دے۔“ گفتگو مہدی کی مخصوص نشانی پر ہے اور پیش کرتے ہیں رسول کو یہ حیرانی اور سراسیمگی ملاحظہ کے قابل اور بحث سے خارج ہے۔ ناظرین تحریر اور حقانیت کے شیدائی اس بیچ کو ملاحظہ فرمائیں۔ زان بعد تحریر فرماتے ہیں: خاص کر یہ امر کس کو معلوم نہیں کہ اسلامی سن یعنی تیرہ سو برس میں کئی لوگوں نے محض افتراء کے طور پر مہدی موعود ہونے دعویٰ بھی کیا۔ بلکہ لڑائیاں بھی کیں مگر کون ثابت کرتا ہے کہ ان کے وقت میں چاند گربہن اور سورج گربہن رمضان کے مہینہ میں دونوں جمع ہوئے تھے اور جب تک یہ ثبوت پیش نہ کیا جائے تب تک بلاشبہ یہ واقعہ خارق عادت ہے۔ بے شک یہ امر ہر اہل علم کو معلوم ہوا کہ تیرہ سو برس

کے اندر کئی جھوٹے مہدی گزرے مگر جہاں یہ معلوم ہے وہاں یہ بھی معلوم ہے کہ ان لوگوں کے دعویٰ کے زمانہ میں رمضان شریف میں چند گہن اور سورج گہن ہوا۔ صالح بن طریف، ابو صبیح، عبد اللہ مہدی صاحب افریقہ سید محمد جوہوری ان کا حال ابن خلدون تاریخ کامل رسالہ ہدیہ مہدویہ میں ملاحظہ فرمائیے اور حدائق النجوم کو بھی اٹھا کر دیکھئے جہاں ان گہن کے وقوع کا قاعدہ بیان کیا جاتا ہے اور مرزا قادیانی جس گہن کو اپنی نشانی شمار کرتے ہیں اسے بھی سال پہلے لکھ دیا ہے۔ جماعت قادیانی ان کتابوں کو دیکھ کر رجوع الی الحق کرے۔

ایجاد ستم سے تمہیں برباد کر دیں گے
گرتیں دن ایسا ہی وہ ایجاد کریں گے

اور لطف دیکھئے کہ ابھی تو مرزا قادیانی اسے خارق عادت کہنا رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے خلاف بتلاتے تھے۔ (حالانکہ آپ کے ارشاد کے مطابق حدیث کی پیش گوئی کے مصداق جب گہن ہوگا وہ ضرور خارق عادت ہوگا اور یہ گہن محض معمولی گہن ٹھہرا جو برابر اپنے مقررہ قاعدہ پر ہوتا ہے اور ابھی اس معمولی گہن کو خارق عادت بتا رہے ہیں۔ شاید مرزا قادیانی کے نزدیک خارق عادت اسے بھی کہتے ہیں جو طبعی اور فطری طور پر برابر ہوتا رہے۔ آفتاب کا طلوع وغروب ہونا ہی جماعت قادیانی کو خارق عادت تصور کرنا چاہئے کسی جملہ کا ایسا ترجمہ کرنا جسے ساری دنیا جھٹلاوے یہ بھی خارق عادت ہے۔ جس میں مرزا قادیانی کو یہ طوطی تھا۔

چلا ہے اور دل راحت طلب کیا شادمان ہو کر
زمین کوئے جاناں رنج دے گی آسمان ہو کر

آٹھویں غلطی

مرزا قادیانی اس حدیث کو معمولی گہن کا مصداق بنا کر مہدی کے لئے مخصوص کرتے ہیں پھر بالآخر اس خصوصیت کو اپنے ساتھ متعلق کر کے چند در چند کتابوں میں اس معمولی نشانی کو خواہ مخواہ اپنی من گھڑت معنی پر منطبق کرنا چاہتے ہیں اور اپنے مقدور بجرازی چوٹی سے زور لگاتے ہیں مگر اتنی جان کا اور درد دوسری کے بعد مرزا قادیانی کا دل خود ہی ان سے یہ کہتا ہے کہ یہ طرز استدلال غلط ہے۔ اہل علم کا قلب سلیم اس رکیک تحریر پر ہرگز مائل نہیں ہو سکتا۔ یہ تحریریں دل کو نہیں بھاتیں۔ بالکل ہی بے سرو پا ہیں۔ کوئی ایسا ثبوت پیش کیجئے۔ جو راستی پر مبنی ہو دل کے اس ادھیڑ بن سے مرزا قادیانی کی آنکھوں تلے اندھیرا چھا جاتا ہے۔ وہ گہرا گھٹتے ہیں۔ اس آپادھانی میں اور کچھ تو بن نہیں پڑتا۔ جہاں کو خوش کرنے کے لئے قرآن مجید کو سینہ سپر بنانا چاہتے ہیں۔ پرافسوس

صد افسوس کہ یہاں بھی ساحل مراد مرزا قادیانی کو نظر نہیں آتا اور ان کا تھل بیڑہ نہیں لگتا۔

مدعی خواست کہ آید بتماشا گہ راز

دست غیب آمد و بر سینہ ناظر می زد

مرزا قادیانی فرماتے ہیں کہ قرآن شریف میں بھی اس کی طرف اشارہ کیا ہے دیکھو

آیت ”خسف القمر وجمع الشمس والقمر“ یہ پارہ ۲۹، سورہ قیامت کی نویں آیت شریف ہے۔ جس کے دیکھنے کے لئے مرزا قادیانی ہدایت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ آیت بھی اس معمولی گہن کی طرف جو ۱۳۱۲ھ میں واقع ہوا اشارہ کرتی ہے بالفاظ دیگر قرآن مجید سے بھی یہ ثابت ہے کہ مہدی کے وقت میں رمضان شریف میں کسوف و خسوف ہوگا۔

اور وہی کسوف و خسوف میرے دعویٰ کے زمانہ میں ہوا۔ یہ ہیں وہ معارف و حقائق قرآنیہ جنہیں مرزا قادیانی کے فہم ریک نے استخراج کیا ہے۔ مگر یہ استخراج حقیقت سے عاری اور غشاء خداوندی سے بالکل ہی الگ ہے۔ قرآن مجید ہرگز اس کی طرف اشارہ نہیں کرتا۔ چند آیات اور پر ملاحظہ فرمائیے: ”یستل ایان یوم القيامة فاذا برق البصر وخسف القمر وجمع الشمس والقمر يقول الانسان يومئذ اين المفرکلا لا وذر الی ربک يومئذ المستقر۔ ینبئنا الانسان يومئذ بما قدم وَاخِر“ پوچھتا ہے کب ہوگا قیامت کا دن؟ پس جس وقت کے پتھر جائیں گی آنکھیں اور گہ جائے گا چاند اور اکٹھے کئے جائیں گے سورج اور چاند۔ کہے گا انسان اس دن کہ اب کہاں بھاگ کر جاؤں آج ہرگز کہیں پناہ نہیں تیرے پروردگار ہی کی طرف اس روز ٹھہرنا ہے۔ ان کو جتا دیا جائے گا۔ اس دن جو کچھ اس نے آگے بھیجا اور جو کچھ اس نے پیچھے چھوڑا۔ اس سورہ کا نام ہی سورہ قیامت ہے۔ آیات محررہ بالا سے پہلے خدا نے اپنی قدرت کاملہ کا اظہار فرمایا ہے کہ مکرین جو یہ گمان کرتے ہیں کہ میری بڑیاں جمع نہیں کی جائیں گی۔ یہ ان کی غلطی ہے۔ ضرور ایسا ہوگا۔ اور میں اس بات پر قادر ہوں کہ ان کو پھر سے درست کر ڈالوں انسان تا فرمانی پر تظار ہوتا ہے۔ اور ایسا تا فرمان اور مکتذب استہزاء کے طور پر یہ سوال کرتا ہے کہ اے محمد ﷺ قیامت کب ہے۔ جواباً اسے کہہ دے کہ جب آنکھیں تیرہ ہو جائیں گی۔ چاند گہ جائے گا اور سورج اور چاند جمع کر دیئے جائیں گے۔ انسان اس دن گھبرا کر بھاگنا چاہے گا۔ مگر اس کو فرار کی جگہ نہیں ملے گی۔ خدا ہی ان کی درگاہ میں چارونا چار سے کھڑا ہونا پڑے گا اور ہر شخص کو اپنے نامہ اعمال کی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔ جو کچھ اس نے کیا

ہے وہ پیش نظر کر دیا جائے گا۔ ”یَسْئَلُ اِيَّانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ“ یعنی قیامت کب ہوگی یہ ایک سوال ہے۔ جس کے جواب میں خدا نے آٹھ باتیں ارشاد فرمائی ہیں کہ قیامت ایسا ہولناک نظارہ ہے اور اس میں یہ باتیں پیدا ہوں گی اور ظاہر ہے کہ یہ علامتیں اب تک وجود میں نہیں آئیں اور کیونکر آئیں یہ علامتیں قیامت پر موقوف ہیں۔ مرزا قادیانی شاید قیامت کے منکر ہیں اور اسے ایک فرضی بات تصور کرتے ہیں۔ نیز قرآن مجید میں صریح تحریف کرتے ہیں اور ایک کامل انسان اور اعلیٰ درجہ کا مسلمان جو یہ دعویٰ کرے کہ میں مہدی مسعود اور مسیح موعود ہوں۔ وہ یہودیوں کی روش اختیار کرے۔ خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ”وَمِنَ الَّذِينَ هَادُوا يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ“ یہودی کلام کو اپنی جگہ سے پھیرتے رہتے ہیں اس سے بڑھ کر ”یُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَافِعِهِ“ اور کیا ہو سکتا ہے کہ قیامت میں جو واقعات پیدا ہوں گے اسے معمولی گہن پر محمول کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسی کی طرف قرآن مجید اشارہ کرتا ہے یہ محض ان کا افتراء ہے اور ”مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ“ میں داخل ہے۔

نویس غلطی

مرزا قادیانی فرماتے ہیں کہ اس سے بڑھ کر اور کون سی حدیث صحیح ہوگی جس کے سر پر محدثین کی تنقید کا بھی احسان نہیں ہے۔ بلکہ اس نے اپنی صحت کو آپ ظاہر کر کے دکھلا دیا کہ وہ صحت کے اعلیٰ درجہ پر ہے۔ (حقیقت الوحی ص ۱۹۷، خزائن ج ۲۲ ص ۴۰۵) حدیث کی تنقید کا یہ نیا طریقہ مرزا قادیانی نے بتایا اور وہ ابھی تک پردہ خفا میں ہے۔ علاوہ ازیں (ضمیمہ انجام آختم کا ص ۴۷، خزائن ج ۱۱ ص ۳۳۰) ملاحظہ کیجئے کہ مرزا قادیانی نے اس حدیث کو پورا نقل نہیں کیا اور جتنا نقل کیا ہے اس میں یہ جدت ہے کہ تَنكِهَ الْفَتَسِ فِي الْهَيْفِ تَكْ تَقْلَمُ نَهَايَتِ ہے جلی ہوا اور منہ کا لفظ جو نہایت ضرور اور مہتمم بالشان لفظ انکشاف حقیقت پر مبنی ہے۔ اس کو نہایت باریک لکھ دیا ہے۔ تاکہ اس طرف کسی کا ذہن منتقل نہ ہو ورنہ ضمیر مذکور مضمان کی طرف پھرتی ہے۔ میرے مدعا کے خلاف پھرے گی۔ اور جو میں چاہتا ہوں وہ نہ ہو گا مگر الحمد للہ کہ یہ جدت بھی مرزا قادیانی کی مفید نہیں پڑی۔ اچھی طرح اس حقیقت کا انکشاف ہو گیا اس کی پوری تفصیل رسالہ شہادت آسمانی میں دیکھی جائے۔

دسویں غلطی

(رسالہ جاہ الحقیقہ وزجری الباطل وراج ضمیر ص ۵۸، خزائن ج ۱۲ ص ۶۷) میں مرزا قادیانی لکھتے

ہیں کہ (برائین احمدیہ کے ص ۳۴۰، خزائن ج ۱ ص ۲۶۶) میں جو الہام قل عندی شهادة من اللہ فهل انتم مومنون قل عندی شهادة من اللہ فهل انتم مسلمون درج ہے وہ اسی کسوف و خسوف کی گواہی کے متعلق ہے۔ جسے بالآخر خدا نے پورا کر کے دکھلادیا جیسا کہ آثار میں مہدی موعود کی نشانیوں میں آچکا تھا۔“

میں نہیں سمجھ سکتا کہ ان الہامی جملہ میں کون سا ایسا لفظ ہے جس سے یہ بات معلوم ہو کہ مہدی کے زمانہ میں کسوف و خسوف ہوگا۔ شاید مرزا قادیانی نے مسلمانوں کے سین سے آسمان اور مومنوں کے نون سے زمین سمجھا اور جب زمین و آسمان کا وجود ٹھہرا تو آفتاب و مہتاب کا ہونا ضروری ہے اور پھر بقاعدہ نجوم ان دونوں کے لئے کسوف و خسوف بھی لازم ہے۔ اب ہم ان بے تکلی باتوں کو بیان کر کے دریافت کرتے ہیں کہ اس معمولی گہن کو من اللہ کی شہادت کیونکر کہا جاتا ہے۔ آیا کوئی عقلی دلیل ہے یا فطرتی بیان کیا جائے۔ مگر ہم نہایت زور سے کہتے ہیں کہ دنیا میں کوئی قادیانی کسی دلیل سے ثابت نہیں کر سکتا نہ قرآن مجید نے اس معمولی گہن کو آسمانی شہادت کہا ہے۔ نہ حدیث میں اس کا پتہ ہے۔ جس حدیث کو مرزا قادیانی پیش کر رہے ہیں۔ اس کے معنی وہ نہیں ہیں۔ جو مرزا قادیانی بیان کرتے ہیں۔ اس حدیث کے رو سے ۱۳۱۲ ہجری کا گہن ہرگز مہدی کی نشانی نہیں ہو سکتی۔ پھر اس کو اپنی شہادت میں پیش کرنا مرزا قادیانی کی سخت غلطی یا نہایت نازیبا فریب دہی ہے۔

ناظرین! میں کہاں تک غلطیاں شمار کروں۔ ”تلك عشرة كاملة“ ارشاد باری ہے: لہذا سر دست میں اسی نمبر پر بس کرتا ہوں اور آخر مرزا قادیانی کی غلط فہمی پر دو شاہد پیش کرتا ہوں۔ ایک شاہد مولوی عبد المجید صاحب بی۔ اے ٹرانسلیٹر ہیں جو مرزا قادیانی کے نہایت سچے مخلص مرید ہیں اور جنہوں نے آئمہ جمیع لکھ کر قوم کو شائع کیا ہے۔ موگیٹر اور بھاگلپور کیا مرزا قادیانی کے ماننے والے جن قادیانی حضرات سے میں ملا ہوں ان میں سے اول درجہ کی اخلاصانہ حالت اور فدایانہ کیفیت جناب مولوی علی احمد صاحب ایم اے میں موجود ہے اور دوسرا نمبر مولوی عبد المجید صاحب کا ہے۔ ایسے مقتدر شخص نے علامہ مصنف فیصلہ آسمانی کی کتاب شہادت آسمانی دیکھ کر مخدومی مولانا محمد عصمت اللہ صاحب مرحوم کی خدمت میں ۲۴ نومبر ۱۹۱۲ء کو ایک خط آفت کلکتہ سے روانہ کیا ہے۔ اس میں لکھتے ہیں: ”شہادت آسمانی میں میں نے دیکھا ہے شک جہاں تک میری سمجھ ہے قواعد حضرت مرزا قادیانی کے معنی کو غلط بتا رہا ہے۔ دوسرے شاہد عادل جو بطور خود مرتبہ میں ہزار ہا شاہد کا حکم رکھتے ہیں اور جنہیں خود مرزا قادیانی مامورین اللہ لکھتے

ہیں۔ یعنی حضرت مجدد الف ثانی وہ فرماتے ہیں: ورنہ ان ظہور سلطنت اور در چہار دہم شہر رمضان کسوف الشمس خواہد بود۔ اول آن ماہ خسوف بر خلاف عادت زمان و بر خلاف حساب منجمان بہ نظر انصاف باید دید کہ این علامت در ان شخص میت بودہ است یا نہ "اب اس سے بڑھ کر اور کیا شہادت ہو سکتی ہے! احادیث نبویہ آیات قرآنیہ حالات موجودہ واقعات گزشتہ شہادت مجدد و اظہار قادیانی۔ ان سب نے دل کر فیصلہ کر دیا کہ مرزا قادیانی ہر گز مہدی نہ تھے۔ اور ان میں ایک بھی وہ علامت پائی نہیں جاتی ہے۔ جو حدیث نبویہ میں مسیح موعود اور مہدی کے لئے مذکور ہیں۔ اگر اس قدر وضاحت کے بعد بھی کوئی نا فہم نہ سمجھے تو خود اس کی فہم واستعداد باطل کا اثر سمجھنا چاہئے۔

گر نہ بیند بروز شہرہ چشم

چشمہ آفتاب را چہ گناہ

وہ کسوف مفسر تو ہوا نہیں۔ خدا قلب کو بھی کہیں سے بچائے۔ مولف القادری بانی کے دل میں اگر واقعی حق کی تڑپ باقی ہے اور وہ واقعی اس مکتوب سے جن کو مجدد صاحب نے بیان فرمایا ہے مرزا قادیانی کے مسیح موعود ہونے پر استدلال لاتے ہیں تو آج سے مرزا قادیانی کو ضرور مسیح کا ذب کہیں۔ کیونکہ نہ بے چارے کو سلطنت نصیب ہوئی۔ نہ ان کے فرمان سے عالم مدینہ قتل کیا گیا۔ نہ ان کے سر پر ابر کا کلڑہ بطور نشان ظاہر ہوا۔ اور نہ اس سے فرشتے نے یہ آواز دی کہ مہدی یہی ہیں تم لوگ ان کی پیروی کرو۔ جناب مرزا غلام قادیانی سلیمان علیہ السلام اور ذوالقرنین کے مانند ساری دنیا کے تو کیا بادشاہ ہوتے۔ چاروں کے لئے بے چارے پنجاب کے بھی حاکم نہ ہوئے ایسے ہی مرزا قادیانی اہل بیت میں سے بھی نہ تھے۔ مرزا قادیانی کا لفظ خود شہادت کے لئے کافی ہے۔ غرض کن کن باتوں کو لکھوں اور کہاں تک لکھوں۔ ایک بھی بات جناب مرزا قادیانی میں ایسی نہ تھی کہ ان کو مہدی کہا جائے۔ اور جس طرح مہدی نہ تھے۔ ویسی ہی مسیح موعود نہ تھے۔ کیونکہ حضرت مجدد صاحب فرماتے ہیں: حضرت عیسیٰ علیہ السلام در زمان وے نزول خواہد کرو۔ پھر فرماتے ہیں: و نزول حضرت روح اللہ ان ایہ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خطاب ہے۔ پھر مرزا قادیانی کو آپ حضرات یعنی جماعت قادیانی کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بتاتی ہے۔ مرزا قادیانی کی تحریر سے تو خود ہی ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور تھے اور جناب مرزا قادیانی اپنے کو اور بتاتے ہیں۔ اور پھر حضرت مجدد کے مکتوب کے خلاف ہے اگر مولف القادری بانی کو حق کی تڑپ دل میں باقی ہے۔ اور واقعی وہ اس مکتوب سے جناب مہدی علیہ الرضوان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی

حقیقت کی تہ تک پہنچنا چاہتے ہیں تو میں نے اس حقیقت کو نہایت وضاحت سے انہیں کے مسلم الثبوت مکتوبات سے پیش کر دیا وہ سر تسلیم خم کر کے اس حقیقت کی تہ تک پہنچ جائیں کہ مرزا قادیانی فی الحقیقت نہ مہدی مسعود تھے نہ مسیح موعود مؤلف القائے ربانی بڑے بھولے بن کر بے چارے سیدھے سادھے ناظرین کو ابلیہانہ فریب دیتا چاہتے ہیں اور یوں تحریر کرتے ہیں مگر اس پر کیا وثوق ہے کہ جس مسیح اور مہدی کے یہ لوگ منتظر ہیں۔ اس کو یہ لوگ مان لیں گے۔

معزز ناظرین! آپ نے دیکھا یہ کس قدر جہالت کی بابت ہے اگر کوئی غایت درجہ کا چالباز مکر اور چھاپکھری جا کر اپنے کو کلکٹر ظاہر کرے اور مجسٹریٹ کورٹ میں حاضر ہو کر خود صاحب کلکٹر بہادر سے یوں کہے کہ آپ مجھے چارج دے کر فلاں ضلع چلے جائیں۔ آپ کی تبدیلی ہوگئی ہے۔ مگر کلکٹر یہ سمجھ کر کہ یہ شخص محض دیوانہ ہے۔ اس کا دماغ چل گیا ہے۔ اگر واقعی یہ کلکٹر ہوتا اور واقعی میری تبدیلی یہاں سے ہوتی تو ضرور پہلے سے اس کی مجھے خبر ہوتی۔ گزٹ ہو گیا ہوتا یا کوئی سرکاری لیٹر یا ٹیلیگرام میرے پاس آ گیا ہوتا۔ غرض اسے جھوٹا اور دیوانہ سمجھ کر کانسٹیبل سے دھکے دلا کر کورٹ سے نکلوا دے تو کیا اس سے یہ سمجھا جائے گا کہ اب جب کبھی سرکاری طور پر اس کی تبدیلی ہوگئی وہ ہر چارج لینے والے آفیسر کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کرے گا اور اپنی جگہ کو نہیں چھوڑے گا۔ مؤلف القائے ربانی ایسا سمجھیں تو سمجھیں، پر دنیا کا کوئی دانشمند ایسا نہیں سمجھ سکتا۔ پھر جب اس دنیا کے ادنیٰ ادنیٰ بادشاہوں نے ایسے ایسے قوانین مقرر کر رکھے ہیں تو وہ قادر مطلق خدا جس کا خطاب احکم الحاکمین ہے اور جو سب بادشاہوں کا بادشاہ ہے وہ اصلاح خلق اللہ کے لئے اپنا رسول بھیجے اور کوئی قواعد و ضوابط اس کے جانچ پڑتال کے لئے مقرر نہ کرے۔ کس قدر تعجب خیز ہے۔ یقین رکھیں کہ جب مہدی موعود ظاہر ہوں گے۔ اور حضرت روح اللہ تشریف لائیں گے۔ تو ان کو علمائے اہل سنت ان ہی نشانات سے جو حدیث شریف میں مذکور ہیں اور جنہیں مجدد صاحبؑ نے نہایت وضاحت سے بیان کیا ہے اور جس کو میں خدا کے فضل سے اچھی طرح لکھ چکا ہوں۔ ان ہی نشانات سے جانچ پڑتال کریں گے۔ اگر اس میں یہ سب نشانات پائے گئے تو آمنا و صدقاً کہہ کر ان کے حلقہ بگوش ہو جائیں گے اور جو نہیں پائے گئے تو انہیں ایسی ہی مردود کر دیں گے جسے مرزا قادیانی کے بے اصل دعویٰ کو رد کر دیا ہے، اور جہاں تک ممکن ہوتا ہے اور جب جب اس کی ضرورت محسوس ہوتی ہے ایسے کام کی انجام دہی میں علمائے وقت مشغول رہتے ہیں۔ خلیفہ اس قادیانی اور مؤلف القائے ربانی فرمائیں کہ انہوں نے کن نشانات سے مرزا قادیانی کو مسیح موعود اور مہدی مسعود مان لیا؟ کہ مؤلف القائے ربانی کے نزدیک تو کوئی نشانات ہر گز بندگان خدا میں

ایسے ہوتے ہی نہیں ہیں۔ جس سے انسان اصل حقیقت پر پہنچ سکے۔ پھر اس تودہ طومار اور غلط حوالہ، غلط عبارت، غلط منشاء سے حقیقت مسیح پر رسالہ لکھنے کی جرأت کی کہ خواہ مخواہ اپنے افتخار کو کھو بیٹھے وہی جہال مرزائی کی طرح یہ کہہ دیتے ہیں کہ مرزا قادیانی کی پیش گوئی اور الہام اگر غلط ہوں تو ہوں میں نے جناب مرزا قادیانی کو بے دلیل مسیح موعود مان لیا۔

الحاصل کہ حضرت مجدد صاحبؒ کے مذکورہ بالا مکتوب سے نیز اس کی وضاحت اور تشریح سے یہ بات اچھی طرح روشن ہو گئی کہ مرزا قادیانی نہ مہدی تھے نہ موعود اگرچہ اتنی ہی تحریر سے بحث کا خاتمہ ہو گیا۔ مگر مزید تحقیق کے لئے میں اس کی اور وضاحت کرنا چاہتا ہوں اور حضرت مجدد صاحبؒ کے مکتوب سے چند جملے اور نقل کرنا چاہتا ہوں جس سے ناظرین کو یہ بات اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے کہ جو روش جناب مرزا قادیانی کی تھی وہ کیسی تھی اور مجدد صاحبؒ ایسے شخص کی نسبت (جو خلاف عقائد اہل سنت والجماعت اپنا کشف شائع کرتا ہو) کیا حکم صادر فرماتے ہیں۔

”بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ بدان ارشدك اللہ تعالیٰ والہمك سواء الصراط کہ از جملہ ضروریات طریق سالک اعتقاد و صحیح است کہ علمائے اہل سنت آنرا از کتاب و سنت و آثار سلف استنباط فرمودہ اند و کتاب سنت را محمول داشتن بر معانی کہ جمہور علمائے اہل حق یعنی علمائے اہل سنت و جماعت آن معنی را از کتاب و سنت فہمیدہ اند نیز ضروری است و اگر بالفرض خلاف آن معنی مفہومہ بکشف والہام امرے ظاہر شود آن را اعتبار نباید کرد و ازان استعاذ باید نمود مثلاً آیات و احادیث کہ از ظواہر آنها وجود توحید مفہوم می شود و همچنین احاطہ و سریان و قرب و معیت ذاتیہ معلوم می گرد و چون علمائے اہل حق ازان آیات و احادیث این معنی نہ فہمیدہ اند اگر در اثنائے راہ ہر سالک این معانی منکشف شود و موجود جزیکہ نیا بدیا اور ابالذات محیط داند و قریب ذاتاً بیابد ہر چند از دیرینوقت بواسطہ غلبہ حال سکر معذرت اما باید کہ ہمیشہ بحق سبحانہ تعالیٰ ملتجی و متضرع باشد کہ اور ازیں ورطہ بر آوردہ اموریکہ مطابق آرائے صائمہ علمائے اہل حق است بروی منکشف گرداند و سرموی۔ خلاف معتقدات حقہ ایشان ظاہر نسازد بالجملہ معانی مفہوم علمائے اہل حق را مصداق کشف خود باشد ساخت و محک الہام

خود راجز آن نباید داشت۔ چه معانی کہ خلاف مفهوم ایشان است از حیز اعتبار ساقط است زیرا کہ ہر مبتدع و ضال معتقدات مقتدائی خود کتاب و سنت میداند و باندازہ افہام رکیکہ خود از ان معانی غیر مطالبہ می فہمد یضل بہ کثیر او یہدی بہ کثیرا۔ و آنکہ گفتیم کہ معانی مفهومہ علمائے اہل حق معتبر است و خلاف آن معتبر نیست بنا بر آنست کہ آن معانی را از تتبع آثار صحابہ و سلف صالحین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اخذ کردہ اندواز انوار نجوم ہدایت شان اقتباس فرمودہ اند لہذا نجات ابدی مخصوص بایشان گشت و فلاح سرمدی نصیب شان آمد اولئک حزب اللہ ہم المفلحون نہ اگر بعضی از علماء باوجود حقیقت اعتقاد در قرعیات مداهنت نمایند و مرتکب تقصیرات باشند در عملیات انکار مطلق علماء نمودان و ہمہ را مطعون ساختن بے انصافی محض است و مکابرہ صرف بلکہ انکار است اورا اکثر ضروریات دین چہ ناقلان آن ضروریات ایشانند و ناقدان جیدہ آنرا از ردیہ ایشانند لولا نور ہدایتہم لما اہتدینا لولا تميز ہم الصواب من الخطاء لغوینا ہم الذین بذلوا جہدہم فی اعلاء کلمۃ الدین البقویم واسلکو اطراف کثیرۃ من الناس علی صراط مستقیم فمن تابعہم نجی و افلح ومن خالفہم ضل و اضل“

(کتوب دوم و ہشاد و ششم ج ۱ ص ۳۷۳)

﴿جان اے عزیز خدا تمہیں سمجھ عطا فرمائے اور اچھے راستے پر چلائے کہ طریق سلوک میں سب سے اصل اور ملاک امر و اعتقاد و صحیح ہے جسے علمائے اہل سنت نے قرآن مجید اور احادیث نبویہ اور آثار سلف سے استنباط کیا ہے۔ قرآن اور احادیث کو ان معانی پر محمول کرنا جن جمہور علمائے اہل حق نے یعنی علمائے اہل سنت و جماعت نے اس معنی کو کتاب اور سنت سے سمجھا اور بیان فرمایا ہے۔ یہ بھی ضروری ہے۔ اگر بالفرض خلاف اس معنی کے جس کو علمائے اہل حق نے سمجھا ہے۔ کشف یا الہام سے کوئی امر ظاہر ہو تو اس پر اعتبار نہ کرنا چاہئے۔ بلکہ اس سے پناہ مانگنا چاہئے۔ یعنی الگ ہو جانا چاہئے مثلاً ان آیات اور احادیث سے کہ جس کے ظاہر معنی سے وحدت و وجود کی صورت نکلتی ہے۔ اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ باری تعالیٰ ہر جگہ حاوی و ساری ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی قربت و معیت ذاتیہ معلوم ہوتی ہے مگر علماء اہل حق نے ان آیات اور

احادیث سے یہ معنی نہیں سمجھا ہے اگر راہ سلوک میں کسی عارف کو اس کے خلاف صورت معلوم ہو تو ہر چند کہ سالک اللہ کی محبت میں سرشار ہونے کی وجہ سے مجبور اور معذور ہے۔ لیکن چاہئے کہ ہمیشہ حق سبحانہ تعالیٰ سے التجا کرتا اور اس کی درگاہ میں گڑ گڑاتا رہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ اس بھنور سے نکال کر اس پر وہ امور منکشف کر دے جو علمائے اہل حق کی صائب رائے نے مستہبط کئے ہیں۔ اور سرموان کی رائے کے خلاف نہ کرے اور ایسے امر کو ظاہر نہ کرے جو علمائے اہل حق کے معتقدات کے خلاف ہو۔ غرض ان معانی مفہومہ اور کشف کو علمائے اہل حق کے اقوال سے امتحان کرنا اور جانچنا چاہئے کیونکہ ہر شخص کے فراوی فراوی معانی مفہومہ نیز اعتبار سے ساقط ہیں اور مبتدع و ضال اپنے معتقدات کی سند میں تاغی یا کج فہمی کی وجہ سے قرآن اور حدیث نبوی پیش کر دیا کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ معانی قرآن اور احادیث سے مستہبط ہوتے ہیں۔ حالانکہ یہ ان کا فہم ریک ہے جو اس معانی مفہومہ کو جو خلاف رائے صائب علمائے اہل حق کتاب و سنت کے موافق سمجھتا ہے۔ سچ ہے اللہ تعالیٰ جسے چاہے گمراہ کرے اور جسے چاہے ہدایت کرے اور یہ جو میں نے کہا ہے کہ علمائے اہل حق نے جو معنی قرآن اور احادیث کو سمجھا جاتا ہے وہی حق اور معتبر ہے اور جو معنی اس کے خلاف کسی فہم ریک نے استخراج کیا ہو وہ معتبر نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ علمائے اہل سنت والجماعت کے اجتہاد کا چشمہ صحابہ اور سلف صالحین کے آثارات سے ہے اور ان ہی کی ہدایت بھری روشنی سے ان علماء نے اقتباس نور کیا ہے۔ اس لئے نجات ابدی ان ہی لوگوں کے ساتھ مخصوص ہے اور فلاح سرمدی انہیں کا حصہ ہے وہی لوگ اللہ والے تھے اور خبردار ہو جا کہ ایسے ہی ممتاز کردہ فلاح پانے والے ہیں۔ ﴿

اگر بعض علماء اعتقاد کی مشیت کو سمجھ کر فردی امور میں سستی اختیار کریں اور تقصیر کے مرتکب ہو جائیں تو ان کو پیش نظر رکھ کر مطلقاً علمائے اہل حق سے منکر ہو جانا اور سارے علمائے اہل سنت کو مطعون کرنا اور برا سمجھنا غایت درجہ کی بے انصافی اور محض مکابرہ میں داخل ہے بلکہ ان علماء اہل سنت والجماعت کے مطلقاً انکار سے ضروریات دین کا انکار لازم آتا ہے کیونکہ ان ہی علمائے اہل حق نے ضروریات دین کو نقل کیا ہے اور بتایا ہے پھر جب خود ان کی نسبت گمان فاسد ہو جائے گا تو ان کے اقوال اور بھی بدرجہ اولیٰ مقبول ہوں گے۔ اور یہ نہایت بری بات ہے۔ اگر یہ علمائے اہل حق نہ ہوتے اور ان کی ہدایت کی نورانی روشنی ہم لوگوں پر ضوہ فلک نہ ہوتی تو ہم لوگ ہرگز صراط مستقیم پر پہنچ نہیں سکتے۔ اور اگر ان لوگوں نے خدا کے احکام کے سننے اور تبلیغ شریعت میں بڑی جان توڑ کوشش کی ہے۔ الحاصل جو ان علمائے اہل حق کے راستہ پر چلا اور اپنے فہم کی ان کے فہم عالی

سے تصدیق کرتا رہا وہ نجات پا گیا اور اسے فلاح نصیب ہوئی اور جن لوگوں نے ان کے خلاف کیا یعنی اپنی معافی منہومہ کو جو ان علماء کے تحقیق کے خلاف ہو بے جا نچے۔ پڑتالے لوگوں میں پھیلا دیا وہ خود گمراہ اور لوگوں کو بھی گمراہ بنایا۔

اسی مکتوب میں مجدد صاحب فرماتے ہیں کہ جو معرفت خداوندی کا شیدائی ہو اور صراط مستقیم پر نہایت ہی استحکام سے چلنا چاہتا ہو اس کے لئے سب سے پہلے صحیح افتادہ کی ضرورت ہے اور اعتقاد صحیح اس کا نام ہے کہ عقائد کے متعلق جو کچھ علمائے اہل حق یعنی علمائے اہل سنت والجماعت نے لکھا ہے نہ دل سے اس کو مانے اور راہ سلوک میں جو کچھ امور بذریعہ کشف یا الہام کے اسے معلوم ہوں وہ ان ہی علمائے اہل حق کے اقوال سے اس کی جانچ پڑتال کرتا رہے۔ اگر موافق رائے صائب علماء معلوم ہو قبول کرے۔ ورنہ مردود سمجھ کر باری تعالیٰ کے حضور میں نہایت ہی عاجزی سے گڑگڑا کر دعا کرے کہ اے خدا اے میرے مالک ہم تیری رضامندی کے شیدائی ہیں تو میرے قلب کی اصلاح فرما اور مجھ پر وہ امور ظاہر اور منکشف فرما۔ جو علمائے اہل حق کی تحقیق کے موافق ہوں کیونکہ ان علمائے اہل حق کا ماخذ اور سرچشمہ آثار صحابہ و سلف صالحین ہے اور یہ ایسی مقبول اور مبارک جماعت ہے جو کبھی غلطی پر قائم نہیں رہ سکتی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ہر نا فہم مسائل دینیہ کو اپنی نا فہمی سے کچھ کا کچھ سمجھ لیتا ہے۔ اور نفسانیت کی وجہ سے یہ سمجھتا رہتا ہے کہ یہی معنی قرآن اور احادیث سے مستنبط ہوتے ہیں۔ حالانکہ یہ اس کی صریح غلطی ہے۔ الغرض نہایت درجہ کے احتیاط سے کام لے اور ہرگز ان امور کو ظاہر نہ فرمائے جو علمائے اہل حق کی تحقیق کے خلاف ہوں۔ اگر شخص مذکور نے اس احتیاط کو برتا اور اس پر عمل کیا تو ضرور وہ فلاح پا گیا ورنہ وہ خود گمراہ ہوا اور لوگوں کو گمراہ کیا۔ اب ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ جناب مرزا قادیانی اس جانچ میں کیسے نکلے اور انہوں نے اپنے کشف یا الہام کو کبھی اس طریقہ سے جانچا اور کیا وہ درحقیقت فلاح پا گئے؟ یا انہوں نے خود گمراہ ہو کر لوگوں کو گمراہ کیا اور اس جانچ پڑتال میں مجھے ان ہی باتوں کو معزز ناظرین کو دکھانا ہے۔ جن سے مرزا قادیانی کے عقیدہ کا اندازہ ہو سکے اور یہ معلوم ہو جائے کہ علمائے اہل حق کے عقائد سے جناب مرزا قادیانی کے عقیدہ کو کیا نسبت ہے؟ ”وما توفیقی الا باللہ علیہم توکلت والیہ انیب“

یوں تو جناب مرزا قادیانی کی بہت سی تحریریں اور ایسے سینکڑوں کشف والہامات ہیں جو عقیدہ علمائے اہل سنت والجماعت کے خلاف ہیں۔ مگر طوالت تحریر کے خیال سے اس رسالہ میں مرزا قادیانی کے صرف چار الہام اور ایک کشف ان ہی کی کتاب سے مع حوالہ پیش کرتا ہوں۔

۱..... ”انت منی وانا منك“ ﴿تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں﴾ یعنی وجود خداوندی باعث وجود مرزا قادیانی اور وجود مرزا قادیانی باعث وجود باری تعالیٰ ہے۔

(حقیقت الوحی ص ۷۷، خزائن ج ۲۲ ص ۷۷)

۲..... ”ظهورك ظهوری“ ﴿تیرا ظہور میرا ظہور ہے﴾ (یعنی مرزا قادیانی بذات خود خدا تھے۔) ﴿تذکرہ ص ۷۰ طبع سوم﴾

۳..... ”انت منی بمنزلة توحیدی و تفریدی“ ﴿تو مجھ سے ہے اور تو مرتبہ میں میری وحدانیت اور یگانگت کے ہے﴾ یعنی جس طرح میری وحدانیت کا کوئی مقابل نہیں ویسے ہی تیرا مرتبہ عظیم الشان ہے کوئی تجھ سا ذی مرتبہ نہیں اور کوئی شخص تیرے برابر ہی کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔

۴..... ”انت منی بمنزلة ولدی“ ﴿تو مجھ سے ہے اور میری اولاد کا مرتبہ رکھتا ہے﴾ (حقیقت الوحی ص ۸۶، خزائن ج ۲۲ ص ۸۹)

ان چاروں الہاموں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی نعوذ باللہ خدا تھے۔ خدا کے بیٹے تھے۔ چنانچہ وہ خود اپنا کشف یوں بیان کرتے ہیں کہ: ”میں نے اپنے کشف میں دیکھا کہ خود خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی ہوں۔“ (کتاب البریہ ص ۸، خزائن ج ۱۳ ص ۱۰۳) نعوذ باللہ من هذا الكشف والالهام۔ تثلیث کے شیدائی یعنی عام عیسائی کو مرزا قادیانی دجال بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں ان ہی کے قتل کے لئے زبان تیغ سے نہیں بلکہ زبان قلم سے مامور کیا گیا ہوں اور خود انہوں نے جو کچھ دجل اختیار کیا ہے اور جس قدر گہری تثلیث پرستی دنیا میں قائم کی ہے وہ عیسائی تثلیث سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہے۔ اس پر جماعت قادیانی غور و خوض نہیں کرتی۔

عیسائیوں کے کفارہ کا مسلم الثبوت جملہ ایلی ایلی لما سبقتنی۔ یعنی اے خدا اے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑا۔ جو عیسائیوں کے عقیدہ کے مطابق عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے مصلوب ہوتے وقت نکلا تھا۔ اس سے خود مترشح ہے کہ روح القدس اور عیسیٰ علیہ السلام کے سوا بھی کوئی بڑی ہستی ہے اور اسی کا نام خدا ہے۔ مگر مرزا قادیانی خود ہی خدا بن بیٹھے اور پھر ان پر یہ الہام ہونے لگا۔ ”انما امرک اذا اردت شیئاً ان تقول له کن فیکون ارید ما ترید“

(حقیقت الوحی ص ۱۰۵، خزائن ج ۲۲ ص ۱۰۸)

یعنی تو جس بات کا ارادہ کرے کن فیکون کہہ دیا کر ہو جائے گا۔ جو کچھ تو ارادہ کرتا ہے۔ وہی میں بھی ارادہ کرتا ہوں۔ مرزا قادیانی کے اس بے نگاہی اور اس بلندی پروازی اور مجذوبانہ الہام کو عقائد اہل سنت والجماعت اور ارشاد خداوندی یعنی قرآن مجید سے پرکھیے۔ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب حضرت رسول مقبول ﷺ سے ارشاد فرماتا ہے: ”قل هو اللہ احد اللہ الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن له کفواً احد“ یعنی اے میرے پیارے نبی ﷺ ان لوگوں سے کہہ دے جو مخلوق پرستی میں مبتلا ہیں۔ آفتاب کو بت اور ہر ایسی چیز کو جو فانی ہے۔ اللہ یا اس کا بیٹا سمجھتے ہیں وہ نہایت غلطی پر ہیں اور پرلے درجہ کے بے وقوف ہیں۔ اللہ ایک ہی ہے۔ کوئی اس کی توحید اور تفرید میں برابر ہی نہیں کر سکتا۔ اللہ بے نیاز (کسی کی خواہش کا وہ تابع نہیں اس کا ارادہ کسی کے ارادہ کے ماتحت نہیں) وہ کسی سے جتنا اور نہ اس سے کوئی جتنا۔ نہ اس کا کوئی باپ ہے نہ اس کا کوئی بیٹا ہے۔ اور جب یہ بات معلوم ہو گئی کہ اللہ واحد ہے بے نیاز ہے نہ کسی کا باپ نہ کسی کا بیٹا ہے تو پھر ان لوگوں سے کہہ دے۔ جو بے جان چیز اور فانی مخلوق کو خدا یا خدا کا بیٹا سمجھتے ہیں اور اس کے قوی ارادہ میں دوسروں کو شریک سمجھتے ہیں وہ تو بے نیاز ہے۔ غرض کہ کوئی اس کے مثل نہیں۔ ایک اور جگہ ارشاد فرماتا ہے: ”وما ینبغی للرحمن ان یتخذ ولدا“ یعنی اللہ کی ایسی قوی ہستی ہے کہ اس کا بیٹا ہونا تو بڑی بات ہے۔ جو خدا کے شان شایان نہیں۔ کہ مثلاً ابھی کسی کو اپنا بیٹا بنالے۔ قرآن شریف کا یہ بھی ایک زندہ معجزہ ہے کہ ہر زمانہ میں ہر فرقہ باطلہ کی غلط دعویٰ کا کما حقہ رد کر دے۔ ”انت بمنزلۃ توحیدی وتفریدی وظہورک ظہوری“ کا کیا اچھا رد قل ہو اللہ احد ہے۔ اور ارید ما ترید کا کیا دندان شکن جواب اللہ الصمد ہے۔ جو اس کی صفت ازلی وابدی ہے اور پھر انت منی وانا منک کا کیا خوب جواب لم یلد ولم یولد ہے۔ نیز انت منی بمنزلۃ ولدی کا کس خوبی سے وما ینبغی للرحمن ان یتخذ ولدا سے رد ہو رہا ہے۔ اللہ کی اولاد کے مقابل اور ہم مرتبہ کوئی دوسرا مولود جب ہی ہو سکتا ہے۔ جب حقیقتاً خدا کی کوئی اولاد ہو۔ پھر جب خدا کا کوئی ولد نہیں اور اتخذاً ولد خدا کے شایان شان نہیں۔ تو انت منی بمنزلۃ ولدی کیونکر خدائی الہام ہو سکتا ہے اور جب ان چاروں الہام کی قرآن مجید سے قطع و برید ہو گئی تو یہ بات ظاہر ہو گئی کہ ایسا الہام ہرگز الہام رحمانی نہیں ہو سکتا اور کوئی خدا کے ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔

غرض خدا کی نسبت مرزا قادیانی کے جو کچھ خیالات تھے وہ ظاہر ہو گئے۔ اب رسالت کی بابت جو کچھ ان کے خیالات ہیں قوم کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

رسالت کے دعوے میں مرزا قادیانی کے اقوال

.....۱ ”سچا خدا ہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔“

(دافع البلاء ص ۱۱، خزائن ج ۱۸ ص ۲۳۱)

.....۲ ”لو لاک لما خلقت الافلاك“ (حقیقت الوحی ص ۹۹، خزائن ج ۲۲ ص ۱۰۲)

یہ الہام تو صاف طور سے یہ بتا رہا ہے کہ تمام انبیاء اور اولیاء کے وجود اور ان کے کمالات کے باعث مرزا قادیانی ہیں تمام انبیاء مرزا قادیانی کے ظل ہیں۔ اصل مرزا قادیانی ہی ہیں اس الہام کے بعد مرزا قادیانی کو ظلی نبی کہنا صرف عوام کو دھوکا دیتا ہے۔

.....۳ ”یساتی قمر الانبیاء (حقیقت الوحی ص ۱۰۶، خزائن ج ۲۲ ص ۱۰۹)“ الہام صاف طور سے مرزا قادیانی کو تمام انبیاء کا چاند بتا رہا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہوا کہ مرزا قادیانی افضل الانبیاء ہیں۔ جس طرح تاروں میں چاند بہت زیادہ روشن ہے۔

.....۴ ”یا نبی اللہ کنت لا اعرفک (القاہرہ ص ۸۵، خزائن ج ۲۲ ص ۱۴۳)

.....۵ ”انی معک ومع اهلك اريد ما تريدون (القاہرہ ص ۸۷، خزائن ج ۲۲ ص ۱۷۵)

.....۶ ”خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے۔“ (دافع البلاء ص ۱۳، خزائن ج ۱۸ ص ۲۳۲)

ان اقوال اور الہامات سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی رسول تھے نبی تھے۔ مرزا قادیانی کی شان ایسی بلند تھی کہ اگر مرزا قادیانی پیدا نہ ہوتے تو یہ دنیا پیدا نہ ہوتی۔ مرزا قادیانی سب نبیوں کے سر تاج اور چاند تھے اور انتہا یہ ہوئی کہ ایسے بلند مرتبہ تھے کہ خود خدا آپ کی شان کو پہچاننے کی آرزو رکھتا تھا جیسا کہ الہام کے الفاظ سے یہ ظاہر ہوتا ہے اور خدا جانے مرزا کی خدا نے ایسا ذہول کیوں اختیار کیا۔ خدا اور یہ بے خبری۔

غرض جب مرزا قادیانی نے اپنا یہ مرتبہ ثابت کیا اور قوم کو الہام کے ذریعہ سے یہ ذہن نشین کرایا کہ ہمارا وجود نہایت ہی مہتمم بالشان اور میں ہی افضل البشر اور فخر الانبیاء ہوں۔ اور نا فہموں نے اسے مان لیا تو مرزا قادیانی کی جرأت اور بڑھی اور پھر یوں کہنے لگے کہ خدا نے مجھے اطلاع دی ہے کہ: ”یہ تمام حدیثیں جو پیش کرتے ہیں۔ تحریف معنوی اور لفظی سے آلودہ ہیں یہ سرے سے موضوع ہیں اور جو شخص حکم ہو کر آیا ہے اس کو اختیار ہے کہ حدیثوں کے ذخیرہ میں سے جس انبار کو خدا سے علم پا کر چاہے رد کر دے۔“ (ضمیمہ تہذیب و تہذیب ص ۱۰، خزائن ج ۱۷ ص ۵۱)

پھر (امجاز احمدی کے ص ۲۹، خزائن ج ۹ ص ۱۳۹) میں تحریر کرتے ہیں کہ: ”ہم اب تک سمجھتے

ہیں کہ حکم اس کو کہتے ہیں کہ اختلافات رفع کرنے کے لئے اس حکم کا حکم قبول کیا جائے اور اس کا فیصلہ گو وہ ہزار حدیث کو موضوع قرار دے ناطق سمجھا جائے۔ ”مرزا قادیانی یہ کہہ کر تمام مسلمانوں کی زبان بند کرنا چاہتے ہیں کیونکہ اگر ان کے قول کے یا فعل کے کوئی حدیث مخالف ہو اور ان کے سامنے پیش کی جائے تو اسے روی میں پھینکنے کو کہہ دیں گے اور اگر کوئی آیت پیش کی جائے تو اس کے معنی ایسے گڑھ دیں گے کہ تیرہ سو برس تک کسی ذی علم اور کسی مفسر نے نہیں کئے اور کہہ دیں گے کہ ہم حکم ہیں جو ہم کہیں اسے تسلیم کرو۔ غرض کہ مسلمانوں کے متوجہ کرنے کے لئے تو اسلام کا کام ظاہر میں ہے اور باطل میں اسلام وہ ہے جو مرزا قادیانی کہیں اگرچہ کیسا ہی وہ قول اسلام کے خلاف ہو۔ جب سادہ لوحوں نے یہ بات مان لی تو اس کے مناسب احکامات بھی جاری ہونے لگے۔ جو قرآن و احادیث کے بالکل خلاف ہیں۔ مثلاً آپ نے بیٹے کی نسبت یہ حکم جاری کر دیا کہ ”اگر فضل احمد اپنی بیوی کو طلاق نہ دے تو عاق کیا جائے اور ایک پیسہ وراثت کا اس کو نہ ملے۔“ چنانچہ جب محمدی بیگم (یعنی منکوحہ آسمانی کا نکاح سلطان احمد بیگ سے ہو گیا) تو مرزا قادیانی نے اپنے لڑکے پر زور ڈالنا شروع کیا کہ جب احمد بیگ نے میری بات نہ مانی اور اپنی لڑکی محمدی بیگم کی شادی دوسری جگہ کر کے مجھے ذلیل و رسوا کیا تو بھی اس کی بھانجی یعنی اپنی بیوی کو طلاق دے کر میرا بدلہ ان سے لے لے۔ مگر مرزا قادیانی کا لڑکا مرزا قادیانی سے زیادہ خدا ترس اور انصاف پسند تھا۔ اس کو یہ بات ناگوار ہوئی اور اس نے ایک ناکردہ گناہ اور اپنے دل کے آرام و خوشی کو اپنے سے جدا نہیں کیا۔ طلاق نہ دی۔ مرزا قادیانی اس کی حرکت سے آگ بھبھکا ہو گیا اور اسے عاق کر کے اپنی جانیداد کے ترکہ سے محروم رکھا۔ نیز مرزا قادیانی بلا شرعی اجازت کے اپنے خواہش کے مطابق جب چاہا نمازوں کو جمع کر کے پڑھ لیا وغیرہ وغیرہ۔

الغرض مرزا قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا اور اس دعوے سے جو مقصد تھا وہ بھی میں نے مجملہ ظاہر کر دیا اب میں اس دعوے کی غلطی ہو جب عقیدہ اہل سنت والجماعت اسی کتاب سے دکھانا چاہتا ہوں۔ جسے ہمارے برادر مکرم مانتے ہیں اور سب سے پہلے اس کو اپنے دعوے کے ثبوت میں پیش کیا ہے اور اپنے کو نبی سمجھ لیا لیکن نبوت کے متعلق جو اعتقاد اہل سنت والجماعت کا ہے وہ میں مجدد صاحب ہی کے مکتوب سے لکھتا ہوں۔

حضرت مجدد الف ثانی مکتوب بست و چہارم جلد ثالث میں تحریر فرماتے ہیں۔ چون در شان حضرت عمر فاروقؓ فرمودہ است علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام لو کان بعدی نبی لکان عمر یعنی لوازم کمالاتی کہ در نبوة درکار است ہمہ

را عمر دارد اما چون منصب نبوت بخاتم الرسل ختم شده است علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام بدولت منصب نبوت مشرف نگشت۔ یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو حضرت عمرؓ ہوتے۔ جو کچھ لازمہ نبوت ہے وہ عمرؓ میں موجود ہے مگر منصب نبوت چونکہ ختم ہو چکا اس لئے عمرؓ نبوت کے منصب سے مشرف نہ ہوا۔ ہمارے برابر نے ایک یہ بھی دھوکا کھایا ہے کہ نبی کے معنی نائب رسول کے سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جس نبوت کا دعویٰ مرزا قادیانی نے کیا ہے۔ اس کے معنی نائب رسول کے ہیں مگر انہیں چاہئے کہ اس حدیث پر غور کریں اس سے بخوبی روشن ہے کہ نبی کے معنی نائب رسول کے نہیں ہوتے کیونکہ اس میں شبہ نہیں ہو سکتا کہ حضرت عمرؓ نائب رسول تھے اور ایسے عظیم الشان نائب تھے کہ اپنی نیابت کے زمانہ میں اسلام کا وہ کام کیا کہ اگر مرزا غلام احمد قادیانی جیسے دس ہزار پیدا ہوں تو نہیں کر سکتے۔ اگر نبی کے معنی کسی وقت نائب رسول کے ہوتے تو حضرت سرور انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ نہ فرماتے کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتا۔

اب دوسرا قول حضرت امام ربانی کا ملاحظہ ہو۔ اسی مکتوب میں آگے چل کر ارقام فرماتے ہیں کہ مقرر است کہ هیچ ولی امتی بمرتبه صحابی آن امت نرسد فکیف به بنی آن امت۔ یعنی عقیدہ علماء اہلسنت والجماعت نے اس بات کو مان لیا ہے اور یہ قاعدہ مقرر ہو چکا ہے کہ اس امت کا کوئی ولی صحابی کے درجہ کے ہمسری نہیں کر سکتا۔ تو پھر کیونکر وہ نبی ہو سکتا ہے۔ جس کا درجہ صحابی سے کہیں زیادہ افضل ہے۔ پھر اسی مکتوبات کے جلد اول مکتوب ۳۳۲ ص ۳۳۲ میں حضرت مجدد صاحب ارقام فرماتے ہیں کہ نبوت عبارات از قرب الہی است کہ شائبہ ظلیت ندارد یعنی نبوت قرب الہی کو کہتے ہیں۔ اس میں ظلیت تو کجا شائبہ ظلیت بھی نہیں ہو سکتا۔ اس قول سے مرزا قادیانی کی نبوت ظلیہ اڑ گئی۔ جماعت قادیانی کے زبان زد ہے کہ مرزا قادیانی ظلی نبی ہیں جب نبوت میں ظلیت کا شائبہ نہیں ہے تو ظلی نبی چہ معنی غرض مجدد صاحب کے محررہ بالا دونوں مکتوبوں سے یہ بات ظاہر ہو گئی کہ رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین تھے آپ کے بعد منصب نبوت باقی نہیں رہا اور اب کوئی دوسرا نبی نہیں ہو سکتا اور نبی تو بڑی چیز ہے ظلی نبی بھی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ نبوت ایک ایسے قرب الہی کا نام ہے جس میں شائبہ ظلیت ممکن نہیں ہے۔ پھر ظلی نبی چہ معنی دارد۔ جماعت قادیانی عموماً اور جناب حکیم نور الدین مؤلف القاء ربانی خصوصاً مجدد صاحب کے اس مکتوب کو دیانتداری و ایمانداری سے ملاحظہ کر کے بتائیں کہ وہ اپنی مسلم الثبوت اور پیش کردہ کتاب سے کیوں الگ ہو کر مرزا قادیانی کو بعض مستقل انبیاء

سے افضل اور پھر کہیں ظلی نبی مان رہے ہیں اور بعض ان کے مخلصین یہ کہتے ہیں کہ مرزا قادیانی غیر تشریحی نبی تھے۔ یعنی مرزائی حضرات کے نزدیک نبوت کی دو اقسام ہیں۔ ایک تشریحی اور دوسری غیر تشریحی۔ غرض نبوت ایک ہی ہے جو دو چیز پر مشتمل ہے مگر جب مطلق نبوت کی نفی کر دے گی تو دونوں کی نفی ہو گئی اور ثابت ہوا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے بعد نہ کوئی تشریحی نبی ہونے پر تشریحی۔ اور مجھے زیادہ حیرت تو اس بات پر ہے کہ مرزائی جماعت مرزا قادیانی کو قوم کے سامنے غیر تشریحی بنی بنایا کر پیش کرتی ہے اور مرزا قادیانی ہیں کہ تشریحی نبی کی طرح احکامات جاری کر رہے ہیں۔ کیا جناب خلیفہ المسیح حکیم نور الدین صاحب کتب فرانس سے یہ بات مجھے دکھلا سکتے ہیں کہ موانع ارث میں عاق بھی ہے اور لڑکا عاق ہونے سے محروم الارث ہو جاتا ہے۔ میں نے تو کہیں نہیں دیکھا اور جناب خلیفہ المسیح یا مؤلف القاء ربانی ہرگز ایسے دکھا نہیں سکتیں۔ ہاں موانع ارث میں سے ارتداد ہے۔ اگر مرزا قادیانی کا فرزند دلہند مرتد ہو جاتا تو وہ البتہ محروم الارث ہو سکتا ہے۔ والا فلا!

ایسے میں مؤلف القاء ربانی عقائد اہل سنت والجماعت سے یہ دکھا سکتے ہیں کہ بغیر کسی شرعی عذر کے نماز جمع کر کے پڑھنا جائز ہے۔ اس کے علاوہ مرزا قادیانی تو اربعین میں صاحب طور سے نبوت تشریحی کا دعویٰ کر رہے ہیں۔ پھر یہ عذر بدتر از گناہ پیش ہو رہا ہے اور یہاں سے پتہ چل گیا کہ بغیر آپ کسی کی پیروی کے انسان مدارح علیہا پر ہرگز نہیں پہنچ سکتا۔ مگر افسوس ہے جناب مرزا قادیانی اور مؤلف القاء ربانی پر کہ وہ اس راہ سے الگ ہیں اور مرزا قادیانی: ”یا ایہا الذین امنوا اذا تنافزتم فی شئی فردوه“ اللہ اور رسول کے خلاف اپنے کو حکم قرار دینے نہیں اور پھر لطف یہ ہے کہ حدیث و قرآن سے الگ ہو کر یوں فرماتے ہیں کہ: ”حکم کے معنی یہی ہیں کہ اللہ سے علم پا کر جو چاہے فیصلہ کر دے۔ چاہے اس سے ہزار حدیث کیوں نہ روی کے برابر سمجھی جائیں۔“

قادیانیوں کی حالت دیوانہ راہ ہوئے بس است کی سی ہے۔ ضعیف سے ضعیف روایت کا اگر ایک نقطہ افتراء بھی کسی پہلو سے ان کی مدعا کے موافق نکل آیا۔ بس تالیاں بجانے لگتے ہیں اور زبان اور قلم سیکڑوں جگہ پر اسے مستہر کرتے ہیں۔ اس تحریر میں حکم کا لفظ آ گیا ہے شاید مؤلف القاء ربانی یہ کہہ دیں کہ حدیث شریف میں حکماً عدلاً مسیح موعود کے شان میں آیا ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود تھے۔ پھر انہوں نے اگر اپنے کو حکم کہا تو استجاب کیا ہوا۔ لہذا میں اسے ذرا وضاحت سے تحریر کرتا ہوں۔ گوش دل سے سنئے۔ محررہ بالا تحریر سے اولاً یہ بھی اچھی طرح ثابت کر چکا ہوں کہ مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود نہ تھے۔ ثانیاً حدیث شریف میں یہی ایک لفظ حکماً عدلاً نہیں

ہے۔ بلکہ پوری حدیث یہ ہے: ”یَنْزِلُ فِيكُمْ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا عَدْلًا ۚ فَيَكْسِرُ الصَّلِيبَ،

وَيَقْتُلُ الْخَزِيرَ، وَيَضَعُ الْجُزْيَةَ، وَيَفِيضُ الْمَالَ حَتَّى لَا يَقْبَلَهُ أَحَدٌ ۚ حَتَّى تَكُونَ

السَّجْدَةُ الْوَاحِدَةُ خَيْرَ أَمْنٍ دُنْيَا وَالْآخِرَةِ“ یعنی مسیح ابن مریم تم میں حاکم عادل ہو کر۔

نازل ہوں گے۔ صلیب (پرستی کی بنیاد) کو توڑ ڈالیں گے۔ (سور) کو قتل کریں گے۔ یعنی بے غیرتی

جاری رہے گی۔ بے حیا لوگ تباہ و برباد ہوں گے۔ (جزیرہ) یعنی ٹیکس جو اسلام میں مقرر تھا۔ وہ

اٹھا دیا جائے گا۔ (مال) کی ایسی کثرت ہوگی کہ اس کا لینے والا کوئی نہ ہوگا (عبادت الہی کا شوق اس

درجہ غالب ہوگا کہ) ایک سجدہ میں دولت کو زمین سے زیادہ لطف آئے گا۔

اب فرمائیے کہ کہاں صلیب پرستی دنیا سے اٹھی۔ کہاں مسلمانوں میں: ”استغناء نفس“

حاصل ہوا۔ بے حیائی اور بے غیرتی کب مفقود ہوئی۔ عبادت الہی کا شوق اس درجہ پر کہاں موج

زن ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے۔ بلکہ مدعائے ادیان باطلہ اور خصوصاً صلیب پرستی کا

زور و شور ہے۔ عموماً لوگوں میں استغناء نفس نہیں۔ الا ماشاء اللہ! خصوصاً مرزا قادیانی اپوران کے

خلیفہ بروز نے نئے طریقہ سے قوم سے روپیہ لیتے ہیں۔ بے غیرتی کا یہ عالم ہے کہ قرآن اور

حدیث اگر مرزا قادیانی کے مدعا کے خلاف نکلے تو اسے ردی میں پھینکنے کا کہا جاتا ہے۔ اس حدیث

شریف کا ایک حرف بھی مرزا قادیانی کے شایان شان نہیں۔ یوں مذاق کی تو ادوار بات ہے کہ کوئی

شخص اپنے کو بادشاہ وقت اور حکم سمجھنے لگے۔ مرزا قادیانی صرف اپنے کو حکم ہی تصور کرنے پر بس

نہیں کرتے ہیں۔ بلکہ فرماتے ہیں کہ میں فخر الانبیاء ہوں۔ یعنی سب نبیوں کا چاند یعنی سرتاج

ہوں۔ حالانکہ حضرت محمد و صاحب کے مکتوب سے جسے مولف القاء ربانی نے مسلم الثبوت مانا

ہے۔ میں دکھا چکا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین تھے اور آپ ﷺ کے بعد اب منصب نبوت

باقی نہیں بلکہ آپ کی امت کا کوئی ولی صحابہ کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ پھر اپنے کو نبی کہنا

سوائے ہفوات اور بے تکہ خیال اور نیز مجذوبانہ بڑے اور کیا ہو سکتا ہے۔

معزز ناظرین! آپ کو معلوم ہوگا کہ کلام خدا اور کلام رسول کے متعلق کیا عندیہ ہے

مرزا قادیانی کا دعویٰ نبوت سے تو نص قرآنی کا صاف انکار ہے۔ لیکن مسلمانوں کے خوف سے

صاف طوطی نہیں کہتے۔ مگر اس میں کیا شبہ ہو سکتا ہے کہ اس کا حاصل کلام یہی ہے۔ ملائکہ اور حشر

اجساد کے متعلق بھی مرزا قادیانی کا عقیدہ بالکل ہی اہل سنت والجماعت کے خلاف ہے۔ فرشتہ کو

مرزا قادیانی ایک جدا مخلوق نہیں سمجھتے بلکہ اسے دہریہ کی طرح کہیں آفتاب، کہیں ستاروں کی روح

اور الہی کی گرمی سے تعبیر کرتے ہیں۔ میں نے اس پر توضیح مرام کے جواب میں کافی روشنی ڈالی

ہے۔ انشاء اللہ عقب میں وہ آپ کے پیش نظر ہوگا۔ سردست مجھے اتنا ہی ثابت کرنا ہے کہ مرزا قادیانی کی روش بالکل فرقہ ناجیہ علماء اہل سنت کے خلاف ہے اور مرزا قادیانی کے معتقدات کو عقائد اہل سنت والجماعت سے کوئی مناسبت نہیں۔ کبھی انہوں نے احتیاط سے کام نہیں لیا اور بھولے سے بھی اپنے الہام کو مجدد صاحب کے ارشاد کے مطابق عقائد اہل سنت والجماعت اور نیز قرآن مجید اور احادیث شریف سے نہیں جانچا۔ اگر وہ خدا ترس ہوتے تو ضرور ایسا کرتے اور انہیں معلوم ہو جاتا کہ ایسے امور کشفیہ جو انہیں منکشف ہوئے۔ سراسر موجب ہلاکت ہیں۔ باری تعالیٰ کی درگاہ میں نہایت عاجزی سے گڑ گڑا کر دعا کرتے کہ اے خدا میرے گناہ سے درگزر فرما۔ مجھ پر وہ امور ظاہر فرما جو معتقدات اہل سنت والجماعت کے خلاف نہ ہوں۔ مگر افسوس اور صد افسوس کہ انہوں نے اس طرح سے کبھی بھولے سے بھی اپنے الہام کو نہیں جانچا۔ بلکہ وہ اور بھی اس پر دلیر ہو گئے اور اپنی رفعت شان سمجھنے لگے۔ ایسے نا فہم کی نسبت مجدد صاحب رضی اللہ تعالیٰ کے خلاف مولف القاء ربانی نے حکم مان لیا ہے۔

یہ ہی وہ ناطق فیصلہ جو مجدد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرما رہے ہیں۔ مولف القاء ربانی اسے اچھی طرح سمجھ لیں کہ میں نے جو کچھ لکھا ہے وہ انہیں کی مسلم الثبوت کتاب مکتوبات امام ربانی سے لکھا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ بھی انہیں کی مسلم الثبوت کتاب سے بحث کروں گا۔ جو اب تو کافی وشافی ہو گیا اور اس مکتوب سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ مجدد صاحب کی تحریر کے مطابق مسیح موعود اور ہیں اور مہدی مسعود جدا۔ مسیح موعود حضرت روح اللہ ہوں گے اور مہدی موعود حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد میں ہوں گے جن کی علامتیں بیان کی گئیں اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ وہ علامتیں مرزا قادیانی میں نہیں پائی جاتیں۔ مزید براں حضرت مجدد صاحب کے مکتوب ہی سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ بعد بعثت ختم المرسلین منصب نبوت باقی نہیں اور اب کوئی نئی نہیں ہو سکتا۔ نہ تشریفی نہ غیر تشریفی نہ ظلی۔ پھر ان سب سے ایک اور بات یہ معلوم ہوئی کہ ایسا شخص جو خلاف معتقدات اہل اسلام اپنے کشف اور الہام کو پیش کرے۔ وہ خود گمراہ ہوا اور لوگوں کو گمراہ کیا۔ ایسے ناطق فیصلہ کے بعد اب ایک سطر ایک جملہ کیا ایک لفظ لکھنے کی ضرورت نہیں رہی۔ پھر بھی مولف القاء ربانی کی مزید بصارت اور معزز ناظرین کی مزید واقفیت کے لئے مولف القاء ربانی کی تحریر کے مطابق فتوحات مکیہ سے اس بحث کو اور صاف کرنا چاہتا ہوں۔ مولف القاء ربانی یوں تحریر فرماتے ہیں کہ اس امر کو اور صاف ہو جانے کے لئے حج الکریمہ اور دراسات الملیب فتوحات مکیہ کو بھی دیکھنا چاہئے جس میں مہدی کو کافر اور دجال ٹھہرانے کا ذکر ہے..... الخ۔

به ما لا يدع بالقران يمسى الرجل جاهلا بخيلا جباناً فيصبح اعلم الناس
اشجع الناس اكرم الناس يصلحه الله في ليلة يمشى النصرين يديه يعيش
خمسا اوسبعا اوتسعا يقف اثر رسول الله ﷺ لا يخطئ له ملك يسدده من
حيث لا يراه يحمل الكل ويقوى الضعف في الحق ويقرى الضيف ويعين
على نوائب الحق يفعل ما يقول ويقول ما يعلم ويعلم ما يشهد ويفتح المدينة
الرومية بالنبكير في سبعين الفا من المسلمين من ولد اسحق يشهد الملحمة
العظمى مادبة الله بمجمع عكا يبيد الظلم واحله يقيم الدين وينفخ الروح في
الاسلام ما يعز الاسلام به بعد ذله وحيي بعد موته يضع الجزية ويدعو الى
الله بالسيف ما كان فمن ابى قتل ومن نازعة خذل يظهر من الدين
ما هو الدين عليه في نفسا ما لو كان رسول الله ﷺ حيا لحكم به يرفع
المذاهب من الارض فلا يبقى الا الدين الخالص اعداؤه مقلدة العلماء اهل
الاجتهاد لما يرونه من الحكم بخلاف ما ذهبت اليه اتتهم فيدخلون
كرهات تحت حكمه خوفاً من سيفه وصلته ورغبة فيما لديه يفرح به عامة
المسلمين اكثر من خاصتهم يبايعه العارفون بالله من اهل الحائق عن شهود
وكشف وتعريف الهى لارجال الهيون يقيمون دعوته وينصرونه هم الوزراء
يحملون اثقال المملكة ويعبنو على ما قلده الله ينزل عليه عيسى بن مريم
بالمنارة البيضاء شرقي دمشق بين مهر وذتين متكئا على ملكين ملك عن
يمينه وملك عن يساره يقطر راسه ماء مثل الجمان يتحدر كانما خرج من
ويماس والناس في الصلوة العصر فتحنى له الامام من مقام فيتقدم فيصل
بالناس يوم الناس بسنت رسول الله ﷺ يكسر الصليب ويقتل الخنزير
ويقبض الله المهدي اليه طاهرا مطهرا انتهي

﴿مجھو خدا ہماری تمہاری مدد کرو بے شک اللہ کا ایک خلیفہ ایسے وقت میں ظاہر ہوگا
جبکہ زمین ظلم سے بھر جائے گی اور وہ زمین کو انصاف سے بھر دے گا۔ اگر قیامت کے آنے میں
ایک دن بھی باقی رہے گا تو خدا اس دن کو اس قدر دراز کرے گا کہ یہ خلیفہ ظاہر ہو (یعنی اس خلیفہ کا
آنا ضرور ہے) یہ خلیفہ رسول اللہ ﷺ کے اولاد میں حضرت فاطمہؑ کی اولاد سے ہوں گے اور حسین
ابن علی ابن ابی طالب آپ کے اجداد میں ہوں گے۔ آپ کا نام رسول خدا کے نام کی طرح محمد

ہوگا۔ مقام اور کن کے درمیان میں آدمی ان کی بیعت کریں گے۔ صورت میں رسول اللہ ﷺ کے مشابہ ہوں گے اور سیرت آپ سے گئے ہوں گے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے اخلاق میں مثل ہونا ناممکن ہے۔ آپ کا اسلیم اعلیٰ مرتبہ ہے جس کا قرآن شاہد ہے۔ پیشانی روشن اور ناک بلند ہوگی۔ لوگوں میں اہل کوفہ آپ کے زیادہ معاون ہوں گے۔ مال کے دینے میں مساوات اور رعایا میں عدالت کا لحاظ رکھیں گے۔ جھگڑوں کو مٹائیں گے۔ جب آپ سے کوئی مال کا سوال کرے گا تو اس کا دامن مال سے بھر دیں گے۔ اگر ان کے پاس مال ہوگا اور اس قدر دیں گے کہ جتنا وہ اٹھا سکے اور یہ خلیفہ ایسے وقت میں ظاہر ہوگا جب کہ دین و دنیا سے اٹھ جائے گا۔ مستعد کرے گا ان کی وجہ سے خدا امور خیر پر اس قدر کہ قرآن سے بھی اس قدر آمادہ نہ ہوئے تھے۔ لوگوں کے انقلاب کی یہ حالت ہوگی کہ جو شام کو بخیل، جاہل، بزدل تھا وہ آپ کی صحبت سے صبح ہی کو عالم، سخی، بہادر ہو جائے گا اور ایک ہی رات میں اس کی اصلاح ہو جائے گی۔ مدد آپ کی ہم رکاب ہوگی۔ پانچ یا سات یا نو سال تک زندہ رہیں گے۔ سنت کا ایسا اتباع کریں گے کہ سرمواس سے تجاوز نہ کریں گے۔ خدا کی طرف سے آپ کے ساتھ ایک فرشتہ ہوگا جو ہدایت کرے گا محتاج و ضعیفوں کی مدد کریں گے اور مہمان نواز ہوں گے اور حق کے طرفدار۔ آپ کا قول و فعل دونوں موافق ہوگا اور بلا جانے بوجھے کچھ نہ کہیں گے اور ان کا علم شہودی ہوگا اور دم شہر کوہ ہزار مسلمان بنی اسرائیل کے ساتھ فتح کریں گے۔ شہر عکا کے میدان میں سخت لڑائی ہوگی۔ اس میں وہ خلیفہ اللہ موجود ہوں گے۔ ظلم کو اور ظالموں کو مٹائیں گے اور دین کو قائم کریں گے اور اسلام میں از سر نو روح پھولیں گے۔ یہاں تک کہ اسلام پھر غالب اور زندہ ہوگا۔ جزیرہ کو اٹھائیں گے اور خدا کے لئے تلوار چلائیں گے۔ اپنے منکر کو قتل کریں گے اور آپ کے مخالف ذیل و رسوا ہوں گے۔ اس وقت خالص دین ظاہر ہوگا جیسا کہ رسول خدا کے وقت میں تھا۔ دین خالص کے سوا دنیا سے سب مذاہب اٹھ جائیں گے۔ مجتہدوں کے مقلدین اس لئے آپ کے دشمن ہوں گے کہ ان کے اماموں کے خلاف آپ فتویٰ دیں گے۔ مگر وہ بھی آپ کی صولت اور قہر کے خوف سے اور آپ کے انعامات کی امید پر تسلیم خم کریں گے۔ تمام مسلمان آپ کے ظہور پر خوش ہوں گے۔ اہل اللہ اپنے کشف سے اور خدا کے الہام سے آپ کی بیعت کریں گے۔ نیک اور ابرار لوگ آپ کی دعوت کو قائم کریں گے اور مدد کریں گے۔ جو کہ آپ کے وزیر ہوں گے۔ تمام سلطنت کے بار کو اٹھائیں گے اور آپ کی مدد کریں گے۔

انہیں کے وقت میں مصلیٰ ابن مریم علیہ السلام اس مزارعہ بیضاء سے نازل ہوں گے جو

دشمن کے مشرق کی جانب واقع ہے اور اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام دو زرد چادروں میں دو فرشتوں کے سہاروں سے نازل ہوں گے۔ موٹی کی طرح آپ کے سر سے پانی ٹپکتا ہوگا جیسے کہ آپ ابھی حمام سے برآمد ہوئے ہیں اور اس وقت لوگ عصر کی نماز میں ہوں گے اور امام آپ کو دیکھ کر جگہ چھوڑ دے گا اور (اس نماز کے علاوہ) آپ رسول اللہ کی سنت کے مطابق آگے ہو کر امامت کریں گے۔ صلیب توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے۔ اس وقت میں اللہ تعالیٰ امام مہدی کو دنیا سے پاک و صاف اٹھائے گا۔

اب جماعت قادیانی دیکھے کہ مولف القاء کی مستند کتاب نے ان کے مرشد کو کیا صریح جھوٹا کر دیا۔ حضرت امام مہدی کی وہ علامات بیان فرمائیں جن کا پتہ مرزا قادیانی میں نہ تھا۔ کچھ ایک علامت بیان فرمائے۔ متعدد علامتیں بیان کی ہیں جن میں سے ایک کا نشان مرزا قادیانی میں نہ تھا۔ عبارت مع ترجمہ موجود ہے۔ مکرر ملاحظہ کیا جائے۔ حضرت محی الدین عربی نے یہ بھی روشن کر دیا کہ امام مہدی اور ہوں گے اور حضرت مسیح اور ہوں گے۔ اس عبارت میں حضرت امام مہدی کے صفات بیان کئے ہیں اور ان کی علامتیں لکھی ہیں۔ یہ اس نے نہیں لکھا کہ مہدی کو لوگ کافر، گمراہ، دجال، ملحد ٹھہرائیں گے۔ البتہ یہ لکھا ہے کہ بعض مقلدین ان کے مخالف ہوں گے۔ الحمد للہ کہ مرزا قادیانی کے سب سے اول اور بڑے مخالف علماء اہل حدیث ہوئے مثلاً مولوی محمد حسین پٹالوی اور مولوی عبدالحق غزنوی۔ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری غرضیکہ فتوحات مکیہ میں جو کچھ لکھا ہے وہ مولف القاء اور ان کے مرشد کے بالکل خلاف ہے۔ حضرت محی الدین ابن عربی بھی وہی ارشاد فرماتے ہیں جو حضرت مجدد کے مکتوب سے ظاہر ہوتا ہے۔ یعنی آپ بھی یہی فرما رہے ہیں کہ مہدی علیہ الرضوان اہل بیت سے ہوں گے۔

آپ کا نام وہی ہوگا جو رسول اللہ ﷺ کا نام ہے یعنی محمد۔ آپ بادشاہ وقت ہوں گے۔ دنیا کو شر و فساد جو رطل سے پاک کر کے عدل و انصاف سے بھر دیں گے۔ نا فہم علماء ان کے مخالف ہوں گے۔ مگر تلوار کے خوف سے اور دنیاوی طمع سے آپ کے مطیع ہو جائیں گے۔ آپ ہی کے زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے۔ غرض حضرت محی الدین عربی کی نورانی تحریر سے بھی یہ بات آفتاب کی سے زیادہ روشن ہو جاتی ہے کہ جناب مہدی علیہ الرضوان اور ہوں

۱۔ قادیانی حضرات امام مہدی کے نشانات کو دیکھیں ان میں سے ایک نشانی بھی مرزا قادیانی میں پائی گئی۔ کہنوں کو روایت بنا کر تو چھوٹے نشان کو نقل کر دیا۔ بزرگوں نے جو سچے نشانات بیان کئے ہیں ان کا خیال بھی نہیں مگر گمراہی پھیلانے کو چھوٹے نشانات کا نقل ہے۔

کے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام (یعنی مسیح موعود) اور ہوں گے۔ ہاں فتوحات مکیہ سے ایک اور نئی بات یہ معلوم ہوئی کہ مہدی علیہ السلام کے زمانہ میں سارے مذاہب باطلہ نیست و نابود (یعنی تمام مذاہب باطلہ کی قوت نیست و نابود ہو جائے گی) ہو کر صرف دین خالص یعنی مذہب اسلام باقی رہ جائے گا۔

مرزا غلام احمد کے زمانہ میں تو اور بھی مذاہب باطلہ کو فروغ ہوا۔ اور دینا سند سستی کے آریہ دھرم کی روز افزوں ترقی رہی۔ اور ہنود ایک سیلاب عظیم آئے دن مذہب اسلام پر آتا رہتا ہے۔ مولف القاء ربانی اپنے مسلم الثبوت شاہد حضرت مجدد حضرت محی الدین عربیؒ کے کلام کو خوف خدا دل میں رکھ کر ملاحظہ کریں اور بتائیں کہ کیا واقعی ان حوالہ کو جو میں نے مکتوب امام ربانی اور فتوحات مکیہ سے نہایت ہی دیانت اور احتیاط کے ساتھ لفظ بہ لفظ مع با محاورہ ترجمہ کے نقل کر دیا ہے۔ اس سے پیشتر ان کی نظر سے گزرا ہے یا نہیں۔ اگر انہوں نے پہلے ہی سے ان حوالوں کو دیکھا ہے تو پھر کیوں تعصب اور ضد سے محض مقلدانہ اپنے علم و فضل کو الگ رکھ کر اسلام کے سرسبز و شاداب باغ سے کیوں دور جا پڑے ہیں۔ اگر انہوں نے واقعی ان حوالہ جات کو اس سے پیشتر ملاحظہ نہیں کیا تو پھر کیوں یہ عامیانہ فریب دیتے ہیں کہ مکتوب امام ربانی اور فتوحات مکیہ سے مرزا قادیانی کی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔

افسوس صد ہزار افسوس میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکلا کے مصداق ان دو معتبر اور محترم بزرگ نے جو کچھ گواہی دی اس سے معلوم ہو گیا کہ مرزا قادیانی نہ مسیح موعود تھے نہ مہدی مسعود۔ حقیقت کا انکشاف تو بفضلہ بہت ہی خوبی سے ہو گیا۔ مگر اس انکشاف کے ساتھ ہی مرزا قادیانی اپنے دعوے میں کاذب ٹھہرے۔

جب اس تمہید کے تمہیدی مضامین کا یہ حال ہے اور اس میں اس قدر افتراء ہے تو اس کے آگے اصل مضامین کی بحث میں تو کیا کچھ نہ ہوگا۔ جی تو نہیں چاہتا ہے کہ اب اس سے آگے ایک سطر بھی تنقیدانہ نظر دیکھوں مگر مختلف الخیال انسان کا مختلف فہم مجھے اس بات پر مجبور کر رہا ہے کہ میں پوری کتاب پر ایک مختصر مفید ریمارک لکھ دوں۔ شاید کوئی بندہ خدا ایمان داری سے کام لے اور اس تحریر سے اسے صراط مستقیم نصیب ہو۔ آمین یا ارحم الراحمین!

مولف القاء ربانی تحریر کرتے ہیں۔ ابو احمد صاحب نے اپنے فیصلہ کو دو حصوں میں منقسم کیا ہے۔ پہلا حصہ اگرچہ شائع نہیں ہوا۔ پھر آگے چل کر تحریر کرتے ہیں کہ یہ میرا سالہ ان کے دوسرے حصہ کا جواب ہے۔ یہ دونوں باتیں واقعات کے اعتبار سے بالکل ہی غلط ہیں۔ فیصلہ آسانی کا پہلا حصہ برسوں ہوئے شائع ہو چکا اور القاء ربانی کی بعض پوشیدہ تحریریں یہ کہہ رہی ہیں

کہ مولف کی نظر سے پہلا حصہ گزر چکا ہے۔ بہر کیف جب وہ خود ہی ابھی اس کے جواب کے متعلق کچھ نہیں لکھتے تو میں بھی ایفاء وعدہ کا منتظر ہوں۔ جب پہلے حصہ کا جواب شائع ہوگا تو میں بھی انشاء اللہ دیانت اور انصاف سے اسے دیکھوں گا۔

مولف القاء ربانی نے علامہ مصنف فیصلہ آسمانی کی دیگر تصانیف اس بات کو قوم میں پیش کیا ہے۔ کہ معجزہ اور خوارق کو نافہم وقعت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے اور عوام خواہ مخواہ اعتراض کیا کرتے ہیں۔ مگر اس تحریر اور حوالہ سے فائدہ اس مضمون کی تو بہت سی آیتیں خود قرآن مجید مذکورہ ہیں۔ منشاء ایسی تحریر کا تو صرف اس قدر ہے کہ نافہموں کی بدگمانیوں سے حق مذہب باطل نہیں ٹھہر سکتا۔ یہ استدلال بے شک اس وقت صحیح ہوتا جب مولف القاء ربانی آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ دلائل عقلیہ حالات موجودہ اور اجتہاد آئمہ سے یہ ثابت کر دیتے کہ مرزا قادیانی درحقیقت مسیح موعود مسعود تھے اور جب اس دعوے کی کوئی دلیل نہیں لاسکے۔ پھر فضول تحریر سے کافائدہ۔

مولف القاء ربانی اس مضمون کو ذرا زوردار اور با وقعت بنانے کے لئے یہاں مجدد صاحبؒ کے مکتوب سے چند جملہ پیش کرتے ہیں۔

معزز ناظرین! حضرت مجدد صاحبؒ اس مکتوب میں مریدوں کے لئے جو ضروری آداب ہیں۔ اس کو نصیحتاً بیان فرماتے ہوئے اور پیر کی اتباع کس درجہ مرید کو کرنی چاہئے اسے دکھلاتے ہوئے اور پیر کے سامنے جس آداب و لحاظ سے مرید کو بیٹھنا چاہئے اس کے لئے ایک حکایت بیان فرماتے ہیں کہ اور بادشاہی میں بادشاہ اپنے تخت پر متمکن تھا اور وزیر سامنے مودب کھڑا تھا۔ ناگاہ وزیر کی نگاہ اپنے کپڑوں پر جا پڑی۔ اس نے دیکھا کہ اچکن کا بند کھل گیا ہے۔ وزیر اس کی بندش اور درنگی میں مشغول ہو گیا۔ وزیر کی اس حرکت پر بادشاہ کی نظر جا پڑی۔ نہایت غضب ناک ہو کر وزیر سے کہا کہ تو میرا وزیر اور میرے سامنے اپنی توجہ کو مجھ سے الگ کر کے اپنے جامہ کے بند کی طرف ملتفت ہوتا ہے۔ یہ حرکت نہایت نازیبا ہے۔ اس حکایت کو بیان فرما کر مجدد صاحبؒ فرماتے ہیں کہ جب دنیاۓ دنیہ کے وسائل کے لئے ایسی باریکیاں ہیں تو پھر وسائل وصولی الی اللہ کے لئے کیا کچھ رعایت ملحوظ رکھنی چاہئے۔ یوں سونا چاہئے یوں کھانا چاہئے۔ آخر تحریر فرماتے ہیں: ”بدانکہ گفتہ اند الشیخ یحییٰ ویمیت احياء امانت مقام شیخی است مراد از احياء احياء روحی است نہ جسمی و ہمچنین مراد از امانت روحی است نہ جسمی و مراد از حیات و موت فنا و بقا است کہ بمقام ولایت و کمال میرساند و شیخ مقتدا باذن اللہ سبحان متکفل این هر

جو جیسا رہتا ہے اس پر ویسا ہی فیضان ہوتا ہے۔ شعر
یاران کہ در لطافت طبعش خلاف نیست
در بانغ لاله رویدہ در شور بوم خس

الہامی تحقیق

ناظرین! اس کی شرح ملاحظہ کریں۔ حضرت مجددؑ پہلے مرشد کی حالت بیان کرتے ہیں کہ وہ کامل اور مکمل ہوتا ہے۔ یعنی مرتبہ فنا اور بقاء اسے حاصل ہوتا ہے۔ فنا فی اللہ کا حاصل یہ ہے کہ بندہ اللہ کی محبت میں اس قدر محو ہو جاتا ہے کہ اسے اپنی خبر نہیں رہتی اور جس قدر اس بندے کی خواہشیں اور لذتیں ہوتی ہیں وہ سب فنا ہو جاتی ہیں اور اس کی خواہشیں وہی ہوتی ہیں جو پسندیدہ اللہ اور اس کے مرضیات ہیں۔ اب یہ بندہ اپنی خواہشات سے علیحدہ ہو کر دوسرے قسم کی روحانی زندگی حاصل کرتا ہے۔ اسی کا نام بقاء ہے۔ شیخ وقت اور مرشد کامل میں یہ صفت ایسی پختہ اور راسخ ہو جاتی ہے کہ وہ اپنی ہمت اور توجہ سے اپنے مرید میں یہ حالت پیدا کرتا ہے۔ مگر باذن خداوندی۔ یہ صفت تو مرشد کامل کی حضرت مجددؑ نے بیان فرمائی۔ اب مرید کی دو حالت بیان کرتے ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ سے اس کی جبلت میں ایسی استعداد اور قوت رکھی ہے کہ فیض روحانیت کو بلا تکلف قبول کرتا ہے اور مرشد کامل اور مکمل کا گویا بے اختیار مطیع و فرمانبردار ہوتا ہے اور اس کی روحانیت کے اثر کو قبول کرتا ہے۔ جس طرح خس و خاشاک کہر یا کے اثر کو قبول کرتا ہے اور جس مرید کی سرشت میں یہ خوبی نہیں رکھی گئی ہے۔ بلکہ اس کے خلاف باتیں اس میں ہیں۔ اب اس خلاف کے مراتب ہیں۔ ادنیٰ یہ ہے کہ ظاہری افعال میں اگرچہ نیک ہو مگر روحانیت جس کا نام ہے وہ نہیں ہے اور اس کا اعلیٰ مرتبہ شیطانیت ہے۔ ایسے مرید کامل و مکمل کے فیض سے یعنی اس کی روحانیت سے محروم رہتے ہیں۔ یہاں سے دیکھنا چاہئے کہ حضرت مجددؑ نے پہلے مرشد کامل کی حالت بیان کی۔ اسے مولف القاء چھوڑ گئے کیونکہ اس سے قلعی کھلتی تھی کیونکہ جس طرح مرید کی حالتیں بیان کی گئیں۔ اسی طرح مرشد کی دو حالتیں ہوتی ہیں۔ ایک وہ ہے جن کی صفت حضرت مجددؑ نے بیان فرمائی۔ دوسری وہ ہیں جن میں روحانیت کی جگہ شیطانیت ہے۔ گو ظاہر میں تقدس کا دعویٰ ہو اور یہاں تک ان کا دماغ پہنچے کہ نبوت کا دعویٰ کرنے لگیں۔ دونوں اقسام کے مرشد گزرے اور گزر رہے ہیں۔ اب سچے کامل و مکمل اور جموں نے مدعیوں میں تمیز کرنا نہایت مشکل ہے۔ حضرت

مجددؒ اسی مکتوب میں (جس میں مولف القاء نے عبارت نقل کی ہے) تحریر فرماتے ہیں:
 ”برکشف خود زنهار اعتماد ننهند که حق یا باطل درین دار (دنیا)
 ممتاز است و صواب با خطا مختلط“

کہ طالب خدا کو چاہئے کہ اپنے کشفوں پر اعتماد نہ کرے کیونکہ اس دار فانی دنیا میں حق و باطل اور سچ و جھوٹ مل گئے ہیں۔

عام مخلوق اس میں فرق نہیں کر سکتی اور اپنے خیال اور طبیعت کے مناسب اس پر حکم لگا دیتی ہے اور اس کی پیروی ہو جاتی ہے۔ یہاں علم بھی کام نہیں دیتا۔ گزشتہ اور موجودہ زمانے کے واقعات اس پر کامل شہادت دیتے ہیں۔

خیال کرنا چاہئے کہ حضرت سرور انبیاء ﷺ نے دعویٰ نبوت کیا اور آپ کو اس وقت کے اہل عرب نے مانا آپ کے دعوے کے کچھ دنوں بعد ہی مسیلہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کیا اور اس طرح دعویٰ کیا کہ حضرت سرور انبیاء ﷺ کو تسلیم کر کے جس طرح مرزا قادیانی نے کیا۔ اس کے ماننے والے بھی عرب تھے اور ان کی مقدار بھی اس وقت اسی کے قریب تھی جس قدر حضرت سرور انبیاء ﷺ کے ماننے والے تھے۔ حضور سرور عالم ﷺ نے اور سب مسلمانوں نے اسے جھوٹا کہا اب اس کے ماننے والے مسلمانوں کے مقابل میں یہی تقریر کر سکتے تھے جو مولف القاء نے یہاں پیش کی ہے۔ پھر کیا اس سے اس کذاب کی صداقت ثابت ہو سکتی تھی؟ اور اس کی منکر یعنی مسلمان نعوذ باللہ ویسے ہی ہو سکتے تھے۔ جیسے منکر حضرت خاتم النبیین ﷺ کے ذرا مولف القاء ہوش کر کے اس جواب دیں۔

اسی طرح دوسری صدی میں صالح نے نبوت کا دعویٰ کیا اور بہت لوگوں نے اسے مانا اور ۴۷ برس تک اس نے دعویٰ نبوت کے ساتھ بادشاہت کی۔ پھر کیا یہی تقریر اس کے مریدین مسلمانوں کے مقابل میں نہیں کر سکتے تھے اور کی نہ ہوگی۔ پھر کیا اس سے اس کی سچائی ثابت ہوگئی؟ ذی فہم حضرات غور فرمائیں۔ حضرت مجددؒ کے وقت میں ایک مدعی مہدویت گزرا ہے جسے حضرت ممدوح جھوٹا کہتے ہیں۔ اس کے ماننے والے خود حضرت مجددؒ کے اس قول کو پیش کر کے اسی طرح الزام دے سکتے ہیں۔ سید محمد جوینوری کے ماننے والے اس وقت تک موجود ہیں جس کو دعویٰ مہدویت کے علاوہ افضل الانبیاء ماننے کا دعویٰ تھا اور عبدالمہا خود مدعی اس وقت موجود ہے۔ اس دونوں کے مریدین مجدد صاحب کی یہ عبارت اپنی صداقت میں پیش کر کے مولف القاء

کو ابولہب کی مثال دے سکتے ہیں۔ مولف القاء نے جو جواب ان کیلئے تجویز کیا ہو وہی ہماری طرف سے سمجھ لیں۔ مولف القاء میں کوئی فرق نہیں ہے۔ جس طرح مرزا قادیانی نشانات کے مدعی ہیں۔ اسی طرح بلکہ اس سے بہت زیادہ سید محمد نشانات کا مدعی تھا۔ پھر اب اس کے منکر کو مولف القاء کیا کہیں گے۔

الغرض مدعیان تقدس کی واقعی حالت معلوم کرنا بہت دشوار ہے۔ دو قسم کے حضرات معلوم کر سکتے ہیں۔ ایک وہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے نوازا ہے اور انہیں نور قلب اور بچی فراست عنایت کی ہے۔ جس سے وہ انسان کی قلبی حالت اور اس کی روحانیت اور شیطانیت اسی طرح معلوم کر سکتے ہیں جس طرح ہم آفتاب کی روشنی میں چیزوں کو معلوم کرتے ہیں۔ دوسرے قسم کے وہ حضرات ہیں جو علم و فضل اور تقویٰ کے ساتھ اپنی جبلت و سرشت میں صداقت اور روحانیت رکھتے ہیں اور کسی شیخ کامل اور مکمل کی صحبت میں رہ کر فیض حاصل کرتے ہیں۔ ان دونوں گروہوں کی مثال میں ہم حضرت مولانا فضل رحمان صاحب (کنج مراد آبادی) قدس سرہ کو اور علامہ مولف فیصلہ آسانی (مولانا سید محمد علی موگیہری) کو پیش کر سکتے ہیں اور ایک عالم اس کی تصدیق کر سکتا ہے اور اس مثال کو صحیح کہہ سکتا ہے۔ ان دقیق باتوں کے علاوہ میں یہ کہتا ہوں کہ جس کا کذب قرآن مجید سے، صحیح حدیثوں سے، اجماع امت سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس کے کاذب ہونے میں کوئی حق طلب تامل نہیں کر سکتا۔ مرزا قادیانی کا کذب اسی طرح ثابت ہے۔ پھر کسی مسلمان کو اس میں کیا تامل ہو سکتا ہے۔ یہاں کا طین کی حالت کو پیش کرنا اور حضرت مجددؑ کے کلام کو سند میں لانا عوام کو دھوکہ دینا ہے۔ مگر مولف القاء کے بہکانے سے وہی بیکے گا جس کے سرشت میں کم و بیش خرابی ہے۔ ”اللہم احفظنا من شرہ“

مجملہ اور دلائل کے ایک دلیل تازہ یہ بھی ہے کہ جس جس مکتوب کو مولف القاء ربانی نے اپنی ناہنجی سے اپنے مدعا کے ثبوت میں پیش کیا ہے۔ اسی مکتوب سے مولف کے غلط دعوے کا بطلان ثابت ہوتا ہے اور وہ مکتوب مولف کے احوال کے ساتھ ایک خاص مناسبت رکھتا ہے۔

حضرت مولانا فضل الرحمان صاحب قدس سرہ جن کی ولایت اور عرفانیت کا چارواگ عالم میں شہرہ ہے اور جو اپنے زمانہ میں آپ اپنی نظیر تھے۔ مولف القاء ربانی ابتدا آپ ہی کے بیعت سے سرفراز ہوئے۔ مگر انہوں نے بیعت حاصل کر کے آپ کے طریقہ سے الگ ہو گئے اور اعلیٰ

حضرت نے مرزا قادیانی کی نسبت جو کچھ ارشاد فرمایا ہے اس سے چشم پوشی بلکہ اس کی خلاف ورزی کی جو مرید کے لئے غایت درجہ کی بے ادبی ہے۔ چنانچہ اسی مکتوب میں حضرت مجدد فرماتے ہیں: ”مثل مشہورست بیچ بے ادب بخدا نرسد“ نتیجہ اس اس سوء ادبی کا یہ ہوا کہ مولف صراط مستقیم سے دور جا پڑے۔ اس سوء ادبی کی وجہ سے محض مولف کی فطرت ہوئی ورنہ اعلیٰ حضرت کے فیضان انوار سے ایک زمانہ روشن ہو گیا اور روشن ہے۔ پھر جب انسان صراط مستقیم سے الگ ہو گیا اور ایسے شخص کا پیرو ہوا جس نے قرآن مجید اور احادیث نبویہ کی توہین کی اس سے جو کچھ خدعات ظاہر نہوں وہ تھوڑی ہیں۔

محتسب گرمی خورد معذور دار دست فاعتبر وایا اولی الابصار
پھر مولف القاء ربانی تحریر کرتے ہیں کہ: ”پہلی ہی تصنیف میں ابوالاحمد صاحب نے نہایت سخت زبان اختیار کی اور احمدیوں کے دل ہلا دینے والے فقرات استعمال کئے۔“ یہ بھی ایک مغالطہ اور ناظرین کو فیصلہ کے مفید مضامین سے دور رکھنے کا ایک انوکھا ڈھنگ ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ محض دعویٰ ہی دعویٰ ہے۔ کیونکر تصدیق ہو سکتی ہے۔ اگر واقعی علامہ مصنف نے قادیانیوں کے دل ہلا دینے والے فقرات استعمال کئے ہیں تو زیادہ نہیں صرف ایک ہی جگہ مجھے دکھا دیجئے۔ فیصلہ آسانی کی اشاعت بہت کثرت سے ہوئی ہے۔ ہر مصنف مزاج ہر جگہ نہایت آسانی سے اسے دیکھ سکتا ہے۔ ہاں اتنی بات تو علامہ مصنف نے ضرور کی ہے کہ پیشین گوئی کے نہ پورے ہونے پر جو کچھ گندے اور دل ہلا دینے والے فقرات مرزا قادیانی نے بطیب خاطر اپنے نفس قبول کر لئے ہیں اور اپنے قلم سے لکھے ہیں۔ انہیں الفاظ کو انہیں کی کتاب کے حوالے سے نقل کیا ہے اور وہ بھی اس غرض سے کہ دعوے کو ثابت کر کے ناواقفوں کو دکھائیں کہ مرزا قادیانی اپنے اقرار سے کاذب ثابت ہوتے ہیں۔ غرضیکہ ان کے الفاظ کی نقل بھی بغرض خیر خواہی عوام کے کی گئی ہے جس کا کرنا ضروری تھا۔ اس سے مؤلف کا کبیدہ ہوتا اور ملال کرنا فضول اور بالکل فضول ہے۔ اس کے سوائے اور کوئی بات ہو تو دکھائیے اور مرزا قادیانی کے اس سخت اور نہایت درشت الفاظ کو بھی پیش نظر رکھئے جو اس وقت کے تمام ہادیان امت محمدیہ کی نسبت لکھے ہیں۔ مؤلف کی قابلیت اور اعلیٰ درجہ کی تقریر

۱۔ حضرت محمود سے ایک مرتبہ مرزا قادیانی کی نسبت دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ سلف کے خلاف جو کہے یا کرے وہ شیطان ہے۔ دوسری مرتبہ دریافت کیا گیا تو فرمایا جھوٹا ہے۔ صحابہ کے مخالف ہے۔ وقت پر جب کوئی اس کا ثبوت چاہے گا دیا جائے گا۔

سے مجھے ذاتی واقفیت ہے۔ اسے ملحوظ رکھ کر جب القاء ربانی کی خدمات صفیہانہ پر نظر پڑتی ہے تو سخت حیرت ہوتی ہے اور بار بار خیال آتا ہے کہ شاید یہ کسی اور کے قلم سے نگلی ہے۔ نیز مؤلف کے ایسے ریکرک شبہات سے اور بھی اس کی تائید ہو جاتی ہے لیکن اس جانچ پڑتال سے کوئی فائدہ نہیں۔ تصحیح اوقات کے سوا اور کچھ حاصل نہیں۔ اس لئے اس سے مجھے کوئی بحث نہیں۔ اسے نظر انداز کر کے نفس مضمون پر توجہ کرتا ہوں۔ مؤلف القاء ربانی شوق سے لکھے جاتے ہیں۔ الجھاؤ کا سلسلہ ختم ہی نہیں ہوتا۔ لکھتے ہیں کہ: ”ابو احمد صاحب نے جو اعتراضات اپنے فیصلہ میں کئے ہیں۔ یہ کوئی نیا علمی اعتراض نہیں ہے بلکہ وہی سولہ، سترہ برسوں کا بوسیدہ اعتراض ہے جس کے جوابات خود مسیح موعود (مرزا قادیانی) اور آپ کے خدام زبان قلم سے بار بار دے چکے ہیں۔“

مؤلف القاء یہ بتائیں کہ کون جھوٹا اپنے جھوٹ کو چھپانے سے خاموش رہا ہے اور کچھ باتیں نہیں بتائیں اور اس کے پیروؤں نے پانی پر دیوار اٹھانا نہیں چاہی۔ مگر نہ جھوٹ چھپ سکتا ہے اور نہ پانی پر دیوار اٹھ سکتی ہے۔ ایسا ہی آپ کا دعویٰ ہے۔ اس کا کافی جواب میں پہلے ہی دے چکا ہے اور بتا چکا ہوں کہ علامہ مصنف نے جو اعتراضات منکوحہ آسمانی پر پیش کئے ہیں اور جس خوبی سے اس پر گفتگو کی ہے اس کا موقع اور ایسا اعتراض مرزا قادیانی کی زندگی میں ہو ہی نہیں سکتا۔ پھر جب اعتراض پیدا نہیں ہوتا تو جواب کیسا۔ اور جن اعتراضات کے جوابات دیئے گئے ہیں۔ ان جوابوں کی ہڈی پسلیاں بھی چور کر دی گئیں۔ جواب دینے والوں میں مرزا قادیانی اور ان کے مریدین کے جوابوں کی ایسی دھجیاں اڑائی ہیں کہ خدا کی پناہ۔ میں آپ کو صرف فیصلہ آسمانی اور خصوصاً اس کا حصہ ۳ ص ۸۹ سے اور بالخصوص ص ۱۱۴ سے آخر تک اور تنزیہ ربانی اور معیار صداقت کا حوالہ دیتا ہوں۔ ملاحظہ کیجئے پھر سب جوابوں کی حقیقت کھل جائے گی اور معلوم ہو جائے گا کہ ایسے مستحکم اعتراض تھے کہ اتنی مدت تک خود مرزا قادیانی اور ان کے خلیفہ جی اور تمام مریدین زور لگاتے لگاتے عاجز ہو گئی۔ مگر اس بنیاد کی اینٹ بھی نہ اکٹری۔ مؤلف القاء بتائیں کہ قادیانی زور لگاتے لگاتے عاجز ہو گئی۔ مگر اس بنیاد کی اینٹ بھی نہ اکٹری۔ مؤلف القاء بتائیں کہ مذکورہ رسالوں میں جو قادیانیوں کے جوابوں کی دھجیاں اڑائی گئی ہیں۔ کسی قادیانی نے ان

۱۔ ناظرین اس بدحواسی کو ملاحظہ کریں کہ ابھی ایک سطر پہلے تو متعدد اعتراض بیان کئے اور لکھ دیا کہ جو اعتراضات اپنے فیصلہ میں کئے ہیں اور ایک سطر کے بعد اسی کو بوسیدہ اعتراضات کہتے ہیں۔

کا جواب دیا ہے؟ میں کہتا ہوں کہ نہیں دیا اور نہ کوئی دے سکتا ہے۔ مولف القاء کچھ ہمت کریں پھر دیکھیں کہ ان کی قابلیت کا پردہ کیسا فاش ہوتا ہے۔ مگر اس کی ہمت ہی نہیں ہو سکتی۔ ازان بعد مولف القاء ربانی تحریر کرتے ہیں کہ: ”مولوی سید محمد علی صاحب کو بارہ برس سکوت کے بعد مونگیر میں سلسلہ احمدیہ کی مخالفت پر کھڑے ہونا اور حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی توہین پر کمر بستہ ہو جانا کسی مصلحت اور دور اندیشی پر مبنی ہے۔ اس کو ہم آپ کے فیصلہ کے پہلے حصہ کے جواب میں ظاہر کریں گے۔“ بہتر ضرور اس کا اظہار کیجئے گا۔ سر دست اس کی وجہ جو میری سمجھ میں آئی ہے مجھ سے سنئے اس سے پیشتر صوبہ بہار میں لوگ اس طرح عالمگیر فریب میں مبتلا نہیں تھے۔ جن جن مقامات میں قادیانی جماعت مرزا قادیانی کے خیالات ظاہر کرتی تھی۔ وہاں کے علماء وقت و قافو قافد ضرورت لکھ دیتے تھے۔ اب جب یہ سیلاب نے بہار کا رخ کیا تو آپ کو مسلمانوں کی مگر اسی بے چین کرنے لگی۔ اور اپنے بھائیوں کی اصلاح کے لئے ان پر حق بات کا اظہار کر دیا۔ اس کو آپ مصلحت تصور فرمائیں یا کسی اور نام سے یاد کریں۔ مرزا قادیانی امام وقت اور مسیح موعود ہو کر خدا کی وحی کے خلاف کیوں بارہ برس دم بخود ہے۔

(اعجاز احمدی ص ۷۷، خزائن ج ۱۹ ص ۱۱۳، ۱۱۴)

ملاحظہ فرمائیے حضرت مرزا قادیانی تحریر کرتے ہیں کہ: ”میں قریباً بارہ برس تک جو ایک زمانہ دراز ہے۔ بالکل اس سے بے خبر اور غافل رہا کہ خدا نے مجھے بڑی شد و مد سے براہین میں مسیح موعود قرار دیا اور میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی کے رسی عقیدہ پر ہمارا۔ جب بارہ برس گزر گئے تب وہ وقت آ گیا کہ میرے پر اصل حقیقت کھول دی جائے تب تو اتر سے اس بارے میں الہامات شروع ہو گئے کہ تو ہی مسیح موعود ہے۔“ پھر اسی کتاب میں آگے چل کر مرزا قادیانی تحریر کرتے ہیں کہ: ”میں نے باوجودیکہ براہین احمدیہ میں مسیح موعود بنایا گیا تھا۔ بارہ برس تک یہ دعویٰ کیونکر کیا اور کیوں براہین خدا کی وحی کے مخالف لکھ دیا۔“ یہ امر قابل غور نہیں جو ظہور میں آیا۔ بے شک قابل غور ہے اور مولف القاء ربانی بتائیں کہ بارہ برس تک کیوں مرزا قادیانی وحی الہی کی مخالفت پر اڑے رہے اور مرزا قادیانی کا وہ کیسا خدا تھا جس کی وحی بارہ برس تک معرض التواء میں پڑی رہی۔ مرزا ایسے کند ذہن اور نا فہم تھے کہ اس مدت دراز تک الہام الہی کو نہیں سمجھا اور خدا نے بھی ان کو نہ سمجھایا۔ پھر ایسے ملہم اور صاحب الہام کے اور الہاموں پر کیونکر اعتبار کیا جاسکتا ہے؟ اگر عقل ہے تو غور کیجئے۔ سید محمد جو پوری مہدی کا فب کا بھی یہی مقولہ ہے کہ اٹھارہ برس تک برابر مہدی ہونے کے الہامات مجھے ہوتے رہے مگر میں

خاموش رہا۔ جب وعید آئی اس وقت میں نے اعلان کیا۔ علماء اہل سنت والجماعت کے نزدیک تو یہ بات مسلم ہے کہ نبی خدا کے حکم یا آوری میں تامل کر سکتا ہے نہ ایسے امور میں اجتہادی غلطی ہو سکتی ہے اور جن امور میں غلطی ہو سکتی ہے اس میں نبی اپنی خطاب پر قائم نہیں رہ سکتا۔ یعنی اگر اس سے اجتہاد میں کوئی غلطی ہوئی تو وہ فوراً مطلع کیا جاتا ہے۔ چنانچہ مجدد صاحب تحریر کرتے ہیں کہ ”تقریر وثبتیت نبی برخطا مجوز نیست“ پھر ایک دن دودن نہیں۔ مہینہ دو مہینہ نہیں۔ سال دو سال نہیں۔ پورے بارہ سال مرزا قادیانی کیوں خطا پر قائم رہے؟ اور قائم ہی نہیں بلکہ اس کی مخالفت کرتے رہے۔ گویا بارہ برس تک خدا انہیں مسخ موعود بناتا رہا اور وہ اسے ہنوات سمجھتے رہے اور وہ رکی عقیدہ کی اشاعت کرتے رہے۔ خدا جو چاہتا تھا نعوذ باللہ وہ نہ ہوا۔ جب مرزا قادیانی باوجود دعویٰ نبوت کے بارہ برس خلاف مشیت الہی اور ارشاد باری تعالیٰ خاموش رہے تو کسی دوسرے بزرگ کے سکوت پر کیا اعتراض ہے۔ میں اس کے لئے ایک کافی وقت دیتا ہوں۔ فرمائیے ورنہ فیصلہ کے پہلے حصہ کے جواب میں جب آپ مصلحت کا انکشاف فرمائیں گے تو میں بھی مرزا قادیانی کے سکوت کی مصلحت قوم کو بتا دوں گا شاید ذی فہم ناظر کا بھی خیال اس طرف جائے تو عجب نہیں۔ کیونکہ دنیا میں ایسا اندھیرا اور اس قسم کا افترا ہوتا رہتا ہے۔

تالیف قلوب کے لئے مولف القاء ربانی نے اپنی ناہنجی سے جس اعتراض کو ضمنی اعتراض قرار دیا ہے اس کے جواب سے پیشتر ناظرین سے التجا کرتے ہیں کہ آپ نزول اسح وغیرہ کو دیکھیں۔ کیا بار بار اس قسم کی یاد دہانی اور اس اضطراب سے کوئی مفید بات پیدا ہو سکتی ہے۔ ناظرین ہرگز ایسے شخص کی کتاب نہیں دیکھ سکتے جس پر ایک نہیں، دو نہیں، سینکڑوں اعتراضات قرآن و احادیث سے وارد ہوتے ہیں۔ میں پہلے لکھ چکا ہوں اور پھر بھی مکرر لکھتا ہوں کہ پہلے قرآن مجید اور حدیث نبویہ سے مرزا قادیانی کی نبوت اور دعوے مسخ موعود کی صداقت آپ ظاہر کر دیجئے۔ ثبوت دیجئے اور مرزا قادیانی کو اس لائق بنائیے کہ اہل علم ان کے طرف ملتفت ہو سکیں۔ سروسٹ تو مجدد صاحب نے مرزا قادیانی پر: ”ہو ضل و اضل“ کا فتویٰ جاری کر دیا ہے۔ کوئی ذی فہم ان کی کتاب کو مقبولیت کی نظر سے نہیں دیکھ سکتا۔ پھر ضمنی اعتراض کے جواب میں مولف القاء ربانی تحریر کرتے ہیں: ”یہ بالکل ابوابہ صاحب کا دعویٰ غلط اور دھوکہ دہی ہے بلکہ آپ نے اپنی اکثر پیش گوئیوں کو عظیم الشان اور اپنے دعوے کے سب دلائل کو یکساں قرار دیا ہے۔ کہیں نہیں لکھا کہ صرف یہی پیش گوئی بڑی عظیم الشان ہے اور صرف یہی دلیل بہت بڑی دلیل ہے۔ جیسا کہ آئندہ ہم کتابوں کے حوالہ سے تصریح بھی کریں گے۔“ (ص ۸ القاء ربانی)

خدا جانے یہ آئندہ کا زمانہ کب آئے گا قیامت میں۔ بات تو جب تھی کہ آپ اسی تحریر میں اس بات کو دکھا دیتے کہ واقعی ابوالحسن نے غلط دعوے اور دھوکہ دہی سے کام لیا ہے۔ بہت کر کے جس اعتراض کے جواب میں ایسے شہود سے کام لیتے ہیں۔ اصل جواب کے موقع پر کیوں گریز کرتے ہیں اور آئندہ پر کیوں اٹھار کھتے ہیں۔ شعر

دو چیز تیرے عقل است دم فردائیں
بوقت گفتن و گفتن بوقت خاموشی

معزز ناظرین! مولف القاء یہاں ایک مسلمانوں کے سچے ہی خواہ، علامہ وقت پر دو الزام لگاتے ہیں۔ ایک یہ کہ غلط دعوے کیا۔ دوسرا الزام یہ کہ دھوکہ دیا۔ اب میں فیصلہ آسانی کی پوری عبارت نقل کرتا ہوں۔ حق پسند حضرات غور سے ملاحظہ فرما کر یہ دیکھیں کہ حضرت مولف فیصلہ نے غلطی کی ہے اور دھوکہ دیا ہے۔ یا مولف القاء ایک حقانی بزرگ کا مقابلہ کر کے کیسی کیسی غلطیاں کرتے ہیں اور دھوکہ دیتے ہیں؟ جس عبارت میں مولف القاء غلط دعوے اور دھوکہ دہی کا الزام بتاتے ہیں۔ وہ ذیل میں درج کی جاتی ہے۔ فیصلہ آسانی حصہ دوم کے ص ۸ میں لکھا ہے۔

”منکوہ آسانی کی پیش گوئی کو مرزا قادیانی نے بہت عظیم الشان نشان ٹھہرایا تھا۔ اس کی وجہ سے شہادۃ القرآن میں اس طرح بیان کی ہے کہ پیش گوئیاں کوئی معمولی بات نہیں۔ کوئی ایسی بات نہیں جو انسان کے اختیار میں ہو۔ بلکہ محض اللہ جل شانہ کے اختیار میں ہیں۔ سوا اگر کوئی طالب حق ہے تو ان پیشین گوئیوں کے وقتوں کا انتظار کرے۔ یہ تینوں پیش گوئیاں ہندوستان اور پنجاب کے تینوں بڑی قوموں پر حاوی ہیں۔ یعنی ایک مسلمانوں سے تعلق رکھتی ہے اور ایک ہندوؤں سے اور ایک عیسائیوں سے اور ان میں سے وہ پیش گوئی جو مسلمانوں سے تعلق رکھتی ہے۔ بہت ہی عظیم الشان ہے۔ کیونکہ اس کے اجراء یہ ہے۔

۱..... کہ مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری تین سال کی معیار کے اندر فوت ہو۔

۲..... اور پھر داماد اس کا جو اس کی دختر کلان کا شوہر ہے۔ اڑھائی سال کے اندر فوت ہو۔

۳..... اور پھر یہ کہ مرزا احمد بیگ تاروز شادی دختر کلان فوت نہ ہو۔

۴..... اور پھر یہ کہ وہ دختر بھی تا نکاح اور تا ایام بیوہ ہونے تک اور نکاح ثانی کے فوت نہ ہو۔

۵..... اور پھر یہ کہ یہ عاجز بھی ان تمام واقعات کے پورے ہونے تک فوت نہ ہو۔

۶..... اور پھر یہ کہ اس عاجز سے نکاح ہو جائے اور ظاہر ہے کہ یہ تمام واقعات انسان کے اختیار

میں نہیں۔“ (شہادۃ القرآن ص ۸۰، ۸۱، خزائن ج ۶ ص ۳۷۵، ۳۷۶)

اس عبارت سے یہ اظہر من الشمس ہے کہ منکوحہ کا نکاح میں آنا مرزا قادیانی کا ایسا عظیم الشان نشان ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی نشان نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اردو کے محاورے میں معمولی عظمت کی شے کو عظیم الشان نہیں کہتے بلکہ اس کے لئے بڑی عظمت کا ہونا ضروری ہے۔ اب اس بڑی عظمت میں بھی تین درجے ہو سکتے ہیں۔ اس کے ادنیٰ درجے کو عظیم الشان کہیں گے اور متوسط درجے کو بہت عظیم الشان کہیں گے اور سب سے اوّل درجے کو بہت ہی عظیم الشان کہیں گے۔ مرزا قادیانی نے اس نشان کے لئے یہی لفظ لکھا ہے جو نہایت کمال مرتبہ کی عظمت کو ظاہر کرتا ہے۔ جس سے بڑھ کر عظمت نہیں ہو سکتی۔“

فیصلہ کی یہ اردو عبارت ہے اور سلیس و صاف ہے جسے ہر ایک اردو دان بے تامل سمجھ سکتا ہے۔ اس میں مرزا قادیانی کے کتاب کی عبارت ہے اور مولف فیصلہ نے اس کتاب کی عبارت سے دو باتیں نکال کر بیان کی ہیں۔

۱..... یہ کہ مرزا قادیانی نے منکوحہ آسمانی والی پیشین گوئی کو بہت عظیم الشان نشان ٹھہرایا ہے۔

۲..... مرزا قادیانی کی عبارت سے یہ نتیجہ نکالا کہ منکوحہ آسمانی کا نکاح میں آنا مرزا قادیانی کا ایسا عظیم الشان نشان ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی نشان نہیں ہو سکتا۔

اس لکھنے کے بعد محاورہ سے اس دعوے کو اس طرح ثابت کیا ہے کہ مرزا قادیانی نے اس پیشین گوئی کو بہت ہی عظیم الشان بتایا ہے اور اردو کے محاورہ کے لحاظ سے یہ جملہ اس پیشین گوئی یعنی اس نشان کی ایسی عظمت کو ظاہر کرتا ہے کہ اس سے بڑھ کر عظمت کا کوئی مرتبہ نہیں ہو سکتا۔ اس کا نہایت صاف نتیجہ یہ ہے کہ یہ پیشین گوئی ایسی عظیم الشان ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی نشان نہیں ہو سکتا۔ علامہ مولف فیصلہ آسمانی یہی فرماتے ہیں۔ مگر اس بیان سے کوئی فہمیدہ اردو دان بھی یہ نہیں سمجھ سکتا کہ علامہ مدوح یہ کہتے ہیں کہ دوسرا نشان اس کے مثل بھی نہیں ہو سکتا۔ اس کے مثل نہ ہونا اور اس سے بڑھ کر نہ ہونا دونوں دعوؤں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ علامہ مدوح دوسرے دعوے کو فرما رہے ہیں۔ پہلے دعوے کا مطلق ذکر نہیں کیا۔ یعنی یہ اس کا ذکر کسی طرح نہیں کیا کہ مرزا قادیانی نے اپنے کسی دوسرے نشان کو اس نشان کے مثل نہیں کہا اور عظیم الشان نشان نہیں بتایا۔ غرضیکہ علامہ مدوح کے کسی جملہ سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ مرزا قادیانی نے اپنے کسی نشان عظیم الشان نہیں کہا۔ صرف اسی کو کہا ہے۔

اب میں ناظرین سے باتچا کہتا ہوں کہ فیصلہ کی عبارت کو مکرر ملاحظہ کر کے فرمائیں کہ علامہ مولف فیصلہ نے کیا غلطی کی اور کس بات کا دھوکہ دیا؟ آفتاب کی طرح روشن ہے کہ حضرت

مولف فیصلہ نے نہ یہاں کوئی غلطی کی ہے نہ کوئی دھوکہ دیا ہے۔ اس لئے اس کہنے پر ہم مجبور ہیں کہ مولف القاء نے یا تو اپنے علم و فضل کو مرزا قادیانی پر غار کر کے پھینک دیا۔ یا یہاں تک کہ اردو عبارت بھی نہیں سمجھتے۔ یا حضرت ابوالحسن صاحب کی کرامت ہے کہ جب ان کے حقانی رسالہ کا جواب لکھتے بیٹھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے عقل اور علم کو سلب کر دیا۔ اسی وجہ سے ایسی غلط باتیں انہوں نے لکھی ہیں اور اگر یہ نہیں ہے تو انہوں نے قصداً سمجھ کر جھوٹا الزام مولف پر لگایا اور اپنے نفسانی خیال سے عوام کو حضرت مولف کی طرف سے بدگمان کرنا چاہا۔ فیصلہ کی عبارت سے اس کا کافی ثبوت ہو گیا۔ مگر میں چاہتا ہوں کہ مولف القاء کی حالت کو صرف اسی مقام سے متعدد طریقوں سے ظاہر کروں تاکہ انہیں غیرت آئے۔ دوسرا طریقہ ملاحظہ ہو:

شہادۃ القرآن کی جو عبارت نقل کی گئی ہے اس کے ابتداء میں مرزا قادیانی فرماتے ہیں: ”پیش گوئیاں کوئی معمولی بات نہیں جو انسان کے اختیار میں ہو۔ بلکہ محض اللہ کے اختیار میں ہیں۔“ دیکھا جائے کہ یہ قول کیسا صریح غلط بلکہ دروغ محض ہے۔ کیونکہ سینکڑوں پیش گوئیاں نجومی کیا کرتے ہیں۔ اخباروں میں مشہور ہوتی رہتی ہیں اور ان میں سے اکثر صحیح بھی ہوتی ہیں۔ ساری دنیا اس کا تجربہ کر رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کسی نبی نے اپنی صداقت کے ثبوت میں اپنی پیشین گوئیوں کو پیش نہیں کیا۔

مرزا قادیانی غلط دعوے کر کے اپنی پیشین گوئیوں کی عظمت بیان کر کے عوام کو دھوکا دینا چاہتے ہیں۔ غرضیکہ غلط دعوے اور دھوکہ یہ ہے کہ جو مرزا قادیانی دے رہے ہیں۔ اب صریح غلطی اور نہایت روشن دھوکا مولف کو یا تو سوجھتا نہیں ہے۔ عقل سلب ہو گئی ہے۔ یا قصداً مرزا قادیانی کی اس صریح غلطی پر پردہ ڈال کر ایک راست باز علامہ پر محض غلط دعوے اور افتراء کرتے ہیں اور خدا سے نہیں ڈرتے۔

اب تیسرے طریقے سے مولف القاء کی حالت کا ثبوت دیکھا جائے وہ یہ ہے۔ لکھتے ہیں: ”آپ نے (مرزا قادیانی) اپنے اکثر پیش گوئیوں کو عظیم الشان اور اپنے دعوے کو سب دلائل کو یکساں کہا ہے۔ کہیں نہیں لکھا کہ صرف یہی پیش گوئی بڑی عظیم الشان ہے۔“ اس قول میں تین غلطیاں ہیں۔ اول یہ کہ مرزا قادیانی نے اپنی پیشین گوئیوں کو عظیم الشان کہا ہے غلط ہے۔ انہوں نے سینکڑوں ایسی پیشین گوئیاں اپنی بتائی ہیں۔ اب مولف القاء بتائیں کہ ان میں سے کتنے کو عظیم الشان بتایا ہے۔ مگر وہ ثابت نہیں کر سکتے۔ خوب خیال رہے کہ انہیں ثابت کرنا ہوگا کہ مرزا قادیانی نے اس قدر پیشین گوئیاں کیں۔ ان میں سے فلاں فلاں پیشین گوئی کو عظیم الشان کہا ہے یا یہی

دکھائیں کہ بہت سی پیشین گوئیوں کو ذکر کر کے یہ کہا ہو کہ یہ سب عظیم الشان ہیں جب تک یہ ثابت نہ کریں تو کہنا بلاشبہ غلط ہے کہ مرزا قادیانی نے اکثر پیشین گوئیوں کو عظیم الشان کہا ہے۔

دوم..... یہ کہنا غلط ہے کہ مرزا قادیانی نے اپنے دعوے کے سب دلائل کو یکساں قرار دیا ہے۔ شہادۃ القرآن کی جو عبارت منقول ہوئی اس میں تین پیش گوئیاں بیان کر کے لکھتے ہیں کہ: ”ان میں وہ پیشین گوئی جو مسلمانوں کے متعلق ہے، نہایت ہی عظیم الشان ہے۔“ یعنی وہ دو پیشین گوئیاں جو ہندوؤں اور عیسائیوں سے متعلق ہیں۔ وہ ایسی نہیں ہیں۔ ہر ایک پیشین گوئی مرزا قادیانی کے دعوے کی ایک دلیل ہے۔ یہاں تین دلیلوں کا ذکر کر کے ایک کو نہایت ہی عظیم الشان بتاتے ہیں۔ اب اردو کے جاننے والے یہ سمجھ سکتے ہیں کہ مرزا قادیانی اپنے سب دلائل کو یکساں نہیں کہتے۔ جب ان تین دلیلوں میں ایک کو بہت فوقیت دے رہے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ اور دلیلوں کو اسی پر قیاس نہ کیا جائے اور سب کو یکساں سمجھا جائے؟

الغرض اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مرزا قادیانی اپنی سب دلیلوں کو یکساں قرار نہیں دیتے۔ مؤلف القاء کو ایسی بات بھی نہیں سمجھتی اور غلط دعوے کرتے ہیں۔

سوم..... ”یہ کہنا کہ کہیں نہیں لکھا کہ (مرزا قادیانی نے) کہ صرف یہی پیشین گوئی بڑی عظیم الشان ہے اور صرف یہی دلیل بہت بڑی دلیل ہے۔“

مؤلف القاء کچھ ایسے بداحواس ہو گئے ہیں کہ فیصلہ آسانی کی اردو عبارت ان کی سمجھ میں نہیں آتی اور جو خود لکھتے ہیں۔ اسے بھی بخوبی نہیں سمجھ سکتے۔ ذرا ہوش کر کے یہ تو فرمائیے کہ جناب مؤلف فیصلہ نے یہ کہاں لکھا ہے کہ مرزا قادیانی بطور حصر کہتے ہیں کہ یہی پیشین گوئی بڑی عظیم الشان ہے؟ میں نے فیصلہ کی پوری عبارت اس کے متعلق نقل کر دی ہے۔ ناظرین اسے ملاحظہ کر کے مؤلف القاء کی بدحواسی یا بددیانتی کو دیکھیں۔ غرضیکہ مؤلف فیصلہ نے ہرگز نہیں لکھا کہ صرف یہی پیشین گوئی بڑی عظیم الشان ہے۔ بلکہ مرزا قادیانی کا یہ قول نقل کیا ہے یہ پیشین گوئی بہت ہی عظیم الشان ہے۔

ان دونوں عبارتوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ پہلی عبارت میں حصر ہے۔ یعنی یہ مطلب ہے کہ صرف یہ ایک پیشین گوئی عظیم الشان ہے۔ دوسری نہیں۔ دوسری عبارت کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے۔ اردو دان بھی خوب سمجھ سکتے ہیں کہ اس کا مطلب صرف اس قدر ہے کہ یہ پیشین گوئی عظمت کے لحاظ سے اتنی بڑی ہے کہ اس سے زیادہ عظمت والی نہیں ہو سکتی۔ مگر اس عبارت میں یہ حصر نہیں ہے کہ یہی بڑی عظمت والی ہے۔ دوسری نہیں۔ عبارت میں حصر بیان کر کے مؤلف فیصلہ

کی طرف منسوب کرنا صریح افتراء ہے یا سخت جہالت ہے۔

خدا جانے القاء ربانی کس نا فہم کے قلم سے نکلے ہے جسے اردو کے محاورہ سے بھی خبر نہیں۔ غالباً حکیم خلیفہ اسح کی یہ خاص جدت ہے وہ پنجابی ہیں اور پنجابی کو اردو محاورہ کی کیا خبر۔ اور جو یہ نہیں تو مولف القاء ربانی بتائیں کہ یہ ابوالحسن کا غلط دعویٰ اور دھوکہ دہی ہے۔ یا آپ کی نا فہمی اور ہٹ دھرمی ہے۔ آپ کا علم و فضل کیا ہوا۔ صراط مستقیم سے دور جا پڑنے کا یہ لازمہ ہے اور: ”قد طبع علی قلوبہم فہم لایفقہون“ کا یہ نتیجہ ہے۔ اپنے حال زار پر رحم فرما کر توبہ استغفار سے کام لیجئے۔ خدا آپ کی عظمت اور وقار کو قائم کر سکتا ہے:

این درگہ مادرگہ ناامیدی نیست
صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

ناظرین! یہ بھی معلوم کریں کہ مولف القاء کو اس غلط الزام دینے کی اندرونی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ان کو یہ خیال ہوا کہ مولف فیصلہ کی اس تقریر سے عوام یہ سمجھیں گے کہ مرزا قادیانی کا نہایت عظیم الشان معجزہ غلط ہو گیا اور کوئی دوسرا معجزہ اس کے مثل نہیں ہے۔ تو مرزا قادیانی کا دعویٰ گویا بلا دلیل رہ گیا۔ اس لئے عوام کو یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ اور بھی معجزے اس کے مثل ہیں۔ اس لئے مرزا قادیانی کا یہ دعویٰ بلا دلیل نہیں ہے۔ مگر حق پسند دور میں حضرات اس پر نظر کریں کہ مثلاً چاول کے پختہ ہونے کی شناخت دیگ کے ایک چاول سے کی جاتی ہے۔ جب چاول نکال کر دیکھا اور اس میں خامی پائی گئی تو معلوم ہوا کہ دیگ کے کل چاول کچے ہیں۔ اسی طرح جب مرزا قادیانی کی نہایت عظیم الشان دلیل غلط ہو گئی تو تمام دلائل بیکار اور مخدوش ہو گئے۔ کیونکہ اس دلیل کے غلط ہو جانے سے مرزا قادیانی کا دعویٰ نصوص قرآنی سے غلط ہو گیا۔ اور نہایت ظاہر ہے کہ جس کے دعوے کو نصوص قرآنی غلط بتائیں اور وہ شخص صریح قرآن مجید سے جھوٹا ثابت ہو۔ اسے کوئی دلیل سچا نہیں کر سکتی۔ اس کی تفصیل حصہ سوم فیصلہ آسمانی سے معلوم ہو سکتی ہے اور اگر اس کے ویکھنے کے بعد بھی کسی کو تاثر رہے گا تو بشرط اطلاع میں تشریح کرنے کو حاضر ہوں۔

اب میں جواب کے پہلے جسے کو ختم کرتا ہوں اور بھائی صاحب (عبدالماجد قادیانی) کے لئے دعا گو ہوں کہ اے میرے کریم میرے بھائی کو صراط مستقیم دکھلا اور صریح کذب کی پیروی سے بچا۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الحمد لله الذي جعل القرآن الكريم
موسمًا من مواسم الخير والبر

فیصلہ قرآنی

معروف بہ تکذیب قادیانی



حضرت مولانا محمد الدین کاہنہ کاچھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

خلاصہ تکذیب قادیانی

مرزا قادیانی کی علمی لیاقت آپ کی ہی ایک تحریر دوسری تحریر کی
تکذیب کر رہی ہے

مرزا غلام احمد قادیانی اپنے رسالہ دافع البلاء پر عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی نسبت لکھتے ہیں: ”ہم مسیح ابن مریم علیہ السلام کو بے شک ایک راست باز آدمی جانتے ہیں کہ اپنے زمانے کے لوگوں سے البتہ اچھا تھا۔ واللہ اعلم!“ (دافع البلاء ورق دوم، خزائن ج ۱۸ ص ۲۱۹) پھر اپنے قول کی آپ ہی تردید کرتے ہیں۔ وہ یہ ہے: ”یاد رہے کہ یہ جو ہم نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے زمانے کے بہت لوگوں کی نسبت اچھے تھے۔ یہ ہمارا بیان محض نیک ظنی کے طور پر ہے ورنہ ممکن ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت میں خدا تعالیٰ کی زمین پر راست باز اپنی راست بازی اور تعلق باللہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بھی افضل اور اعلیٰ ہوں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کی نسبت فرماتا ہے ”وجیہا فی الدنیا والاخرۃ ومن المقربین“ (ایضاً حاشیہ)

پھر اپنے قول اور خدا کے قول کی خود ہی تکذیب کرتے ہیں وہ یہ ہے ”لیکن مسیح کی راست بازی اپنے زمانہ میں راست بازوں بڑھ کر ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ یحییٰ علیہ السلام نبی کو اس پر ایک فضیلت ہے کیونکہ وہ شراب نہیں پیتا تھا اور کبھی نہیں سنا گیا کہ کسی فاحشہ عورت نے آ کر اپنی کمائی کے مال سے اس کے سر پر عطر ملا تھا یا ہاتھوں اور اپنے سر کے بالوں سے اس کے بدن کو چھوا تھا یا کوئی بے تعلق جوان عورت اس کی خدمت کرتی تھی۔ اسی وجہ سے خدا نے قرآن میں یحییٰ کا نام حضور رکھا مگر مسیح کا نام یہ نہ رکھا کیونکہ ایسے قصے اس نام سے مانع تھے۔ آخر میں لکھتے ہیں: ”اور مسلمانوں میں یہ مشہور ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اور اس کی ماں مس شیطان سے پاک ہیں۔ اس کے معنی نادان لوگ نہیں سمجھتے۔“ (دافع البلاء ورق دوم، خزائن ج ۱۸ ص ۲۲۰ حاشیہ)

رسالہ ازلۃ الادہام میں لکھتے ہیں کہ: ”میں مشابہت نامہ اور مماثلت شدید کی وجہ سے مسیح ابن مریم علیہ السلام کا مثل بھی ہوں۔“ (یعنی مانند) (از الادہام ص ۱۹۱، خزائن ج ۳ ص ۱۹۲) ارباب بصیرت پر غلطی نہ رہے کہ مرزا قادیانی نے اپنے اعتقادات مذکورہ بالا میں دس غلطیاں کی ہیں۔

غلطی اول..... عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو راست باز آدمی بتایا نہ پیغمبر حالانکہ خدا تعالیٰ ان کے حق میں رسول بنی اسرائیل (ال عمران: ۴۹) فرماتا ہے۔

غلطی دوم..... پھر راست بازی کی تردید خود ہی فرمائی۔

غلطی سوم..... وجہیہا فی الدنیا والآخرۃ ومن المقربین (ال عمران: ۴۵) شہادت باری تعالیٰ تصدیق راست بازی مسیح میں پیش کی۔ مرزا قادیانی کا عجیب علم ہے۔ بخیاں خود مسیح کو راست باز ظنی طور پر مانتے ہیں پھر اپنے قول کی تردید کے لئے مقرب قرآن سے ثابت کرتے ہیں۔

غلطی چہارم..... مسیح علیہ السلام پر شراب کا بہتان لگاتے ہیں۔

غلطی پنجم..... مسیح کو فاحشہ عورت کا مال کھانے کی تہمت لگاتے ہیں۔

غلطی ششم..... مسیح علیہ السلام کو زانی بتاتے ہیں۔

غلطی ہفتم..... محاذ اللہ مسیح کو ولد الزنا بتاتے ہیں۔

غلطی ہشتم..... مریم علیہا السلام کو زانیہ بتاتے ہیں۔ یہ دو نمبر مذکورہ بالا مرزا قادیانی کی عبارت مفصل ذیل سے ناظرین دیکھ سکتے ہیں۔ اگرچہ یہ عبارت پہلے بھی لکھی گئی ہے مگر دوبارہ رفع شکوک کے لئے لکھی جاتی ہے وہ یہ ہے۔

اور مسلمانوں میں یہ جو مشہور ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اور اس کی ماں مس شیطان سے پاک ہے۔ اس کے معنی شیطان لوگ نہیں سمجھتے۔

(دافع البلاء ص..... خزائن ج ۸ ص ۲۲۰ حاشیہ)

اے ارباب بصیرت جب مریم علیہا السلام محاذ اللہ مس شیطان سے پاک نہ ہوئی تو عیسیٰ علیہ السلام ولد الزنا ٹھہرے (نحوذ باللہ منہا) مرزا قادیانی نے جس قدر بہتان نسبت مسیح علیہ السلام تحریر کئے ہیں وہ سب کے سب قرآن شریف کے برخلاف، موافق اعتقاد یہود لکھے ہیں۔ بلکہ قرآن شریف میں پروردگار نے مریم علیہا السلام کی دو فضیلتیں بیان فرمائی ہیں۔ ایک برگزیدگی یعنی پاک دامن۔ دوم برگزیدگی تمام عالمین کی عورتوں سے یہ دو تو خطاب کئی عورت کو حاصل نہیں۔ ”ان اللہ اصطفک وطہرک واصطفک علی نساء العالمین (آل عمران: ۴۲)“

ناظرین پر غمی نہ رہے کہ یہودی بھی مریم علیہا السلام کو مس شیطان سے پاک نہ سمجھتے تھے۔ چنانچہ آیت ہذا سے ثابت ہے ”قلوا یا مریم لقد جئت شیئاً فریئاً (مریم: ۲۷)“

مگر یہ بریت مریم علیہا السلام کی بہت مقامات پر قرآن کریم میں خدا تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے۔ مثلاً ”وامہ صدیقہ (المائدہ: ۷۰۰) التي احصنت فرجها فنحننا فیہا من روحنا وجعلناها وابنها آیۃ للعالمین (الانبیاء: ۹۱)“ آیہ ہذا سے تین امر ثابت ہوتے ہیں۔ مریم زانیہ نہیں اور عیسیٰ علیہ السلام بن باپ ہے۔ مریم علیہا السلام اور عیسیٰ علیہ السلام اللہ کی قدرت کا نشان ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت گیارہ اوصاف سورت آل عمران میں خدا تعالیٰ نے بیان فرمائے ہیں۔ منجملہ ان میں مقرب اور رسول بھی ہے۔ ہم مرزا قادیانی سے پوچھتے ہیں کیا بخیاں آپ کے جیسا کہ آپ عیسیٰ علیہ السلام کو بہتان لگاتے ہیں۔ زانی، شرابی حتیٰ کہ ناجائز فطرتی۔ ایسے شخص کو خدا عالم الغیب مقرب اور رسول بنا سکتا ہے؟ معاذ اللہ یہ بہتان تو پلید یہود لگایا کرتے تھے۔ جن کی بریت کے لئے قصہ مسیح علیہ السلام کا قرآن شریف میں بیان ہوا۔

غلطی دہم..... افسوس ہے پھر افسوس مرزا قادیانی باوجود بہتان مذکورہ بالا کے پھر لکھتے ہیں کہ میں مشابہت تام اور مماثلت شدید کی وجہ سے مسیح علیہ السلام ابن مریم علیہ السلام کا مثیل بھی ہوں (یعنی مانند) ہم مرزا قادیانی سے پوچھتے ہیں کہ ایک طرف تو مسیح ابن مریم علیہ السلام کو شرابی، زانی حرام کا مال کہنے والا حتیٰ کہ ناجائز فطرتی اپنی قلم سے لکھتے ہو اور دوسری طرف آپ لکھتے ہو کہ سخت مشابہت کی وجہ سے مسیح علیہ السلام کی وجہ سے مسیح علیہ السلام ابن مریم کا مثیل بھی ہوں۔ فرمادیں آپ کی مشابہت بہتان مذکورہ بالا میں ہے یا کسی اور بات میں کیونکہ اسی، پیدا اُسی، قولی، فعلی، قومی، ملکی آپ کی مشابہت عیسیٰ علیہ السلام بن مریم علیہ السلام کے ساتھ ہرگز ہرگز نہیں۔ اس فیصلہ کے لئے ہم قرآن شریف کو منصف اختیار کرتے ہیں۔

مشابہت اسی..... عیسیٰ علیہ السلام کے قبل از تولد خدا تعالیٰ کی طرف سے تین اسم مقرر ہیں۔ مسیح علیہ السلام خطاب ہے۔ معنی اس کے جس کے ہاتھ لگانے سے سخت بیمار اچھے ہوں یا مردہ زندہ ہوں اور یہی وصف مسیح کے قرآن شریف نے بیان فرمائے ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام اسم علم عرفی ہے۔ ابن مریم کنیت ہے۔ آپ کا علم عرفی غلام احمد مگر والدین کا دایا ہوا لقب مرزا۔ خطاب خدا کی طرف سے تو کیا بلکہ بادشاہ وقت کی طرف سے بھی نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ مرزا قادیانی کی عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم علیہ السلام کے ساتھ اسی کوئی مشابہت نہیں۔ بلکہ سفید جھوٹ ہے۔

مشابہت پیدا اُسی..... عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم بے شک بن باپ ہے۔ مرزا قادیانی کا باپ بزرگوار مرزا غلام مرتضیٰ جن کو سب عورتیں قادیان کی بھی جانتی ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ مرزا قادیانی

کی عیسیٰ علیہ السلام سے پیدا ہونے کی کوئی مشابہت نہیں بلکہ سرخ جھوٹ۔

مشابہت قوی..... عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کا خدا تعالیٰ قول قرآن شریف میں بیان فرماتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے یہود کو کہا کہ تحقیق میں رسول ہوں۔ طرف تمہاری ماننے والا واسطے اس چیز کے آگے میرے ہے تو رات سے۔ سورۃ صف آپ کا قول تو کیا بلکہ اسم بھی غلام احمد قرآن شریف میں کہیں نہیں آیا۔ پس ثابت ہوا کہ قوی بھی کوئی مشابہت نہیں بلکہ سفید جھوٹ۔

مشابہت فعلی..... خدا تعالیٰ قرآن شریف میں عیسیٰ علیہ السلام کا فعل بیان فرماتا ہے کہ تولد کے روز ہی باتیں کرتا تھا۔ بیماروں کو اچھا کرتا تھا۔ بلکہ مردوں کو زندہ کرتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا نام قبل از تولد خدا تعالیٰ نے سج رکھا۔ مرزا نے نہ تولد کے روز باتیں ہی کیں اور نہ کوئی بیمار اچھا کیا۔ اگر کرتے تو مولوی عبدالکریم صاحب کو کرتے۔ جناب جب بیمار ہی کو اچھا نہیں کر سکتے تو مردوں کو کس طرح زندہ کر سکتے ہیں؟ پس ثابت ہوا کہ فعلی بھی کوئی مشابہت نہیں بلکہ جھوٹ۔

مشابہت قومی..... عیسیٰ علیہ السلام اسرائیلی ہیں اور آپ مغل ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ قومی مشابہت بھی نہیں بلکہ زرد جھوٹ۔ مشابہت ملی، جیسے ابن مریم علیہ السلام شامی ہیں اور آپ ہندی ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ ملی مشابہت بھی نہیں بلکہ جھوٹ بیداغ۔ پس ثابت ہوا کہ تمام تحریرات مرزا قادیانی اور دعوے مسیح موعود آپ کی تحریروں سے ہی غلط ہیں۔

مرزا قادیانی ایک جگہ لکھتے ہیں کہ سخت مشابہت کی وجہ سے مسیح ابن مریم علیہ السلام کا مثیل ہوں پھر اس کی بھی تردید کر دیتے ہیں اور اپنا درجہ بخیاں خود مسیح ابن مریم علیہا السلام سے زیادہ لکھتے ہیں۔ بلکہ ان کو اپنے غلاموں سے بھی کم درجہ سمجھتے ہیں۔

(رسالہ دافع البلاء ص ۱۳، ۱۴، خزائن ج ۱۸ ص ۲۳۲، ۲۳۳) اس مسیح کے مقابل پر جس کا نام خدا رکھا گیا خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے اور اس نے اس دوسرے مسیح علیہ السلام کا نام غلام احمد کہا تا یہ اشارہ ہو کہ عیسائیوں کا مسیح کیسا خدا ہے جو احمد کے ادنیٰ غلام سے بھی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ یعنی وہ کیسا مسیح ہے جو اپنے قرب اور شفاعت کے مرتبہ میں احمد کے غلام سے بھی کمتر ہے۔“ (رسالہ دافع البلاء ص ۲۰، خزائن ج ۱۸ ص ۲۳۰)

(رسالہ دافع البلاء ص ۲۰، خزائن ج ۱۸ ص ۲۳۰) میں لکھتے ہیں:

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو
اس سے بہتر غلام احمد ہے

ارباب بصیرت پر لازم ہے کہ مرزا قادیانی کے اعتقاد پر غور کریں۔ ایک طرف لکھتے ہیں کہ سخت مشابہت کی وجہ سے مسیح ابن مریم علیہ السلام کا مانند ہوں۔ پھر دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ میری شان مسیح ابن مریم سے زیادہ ہے۔ ہم مرزا قادیانی سے پوچھتے ہیں کہ مسیح ابن مریم علیہ السلام کا نام خدا کی طرف سے خطاب قبل از تولد ہے۔ عیسیٰ علم ہے قبل از تولد۔ آپ کا نام غلام احمد ہے اور مسیح موعود آپ ہی اپنا نام رکھنے والے ہو۔ وہ بھی کب جبکہ یہ دکان نئے مذہب کا شروع کیا۔ حضرت آپ اپنی تحریروں میں ہی سے اپنے دعوے کو جھوٹا کر رہے ہیں۔ ہمارا تو کوئی قصور نہیں۔

اعتقاد مرزا قادیانی اپنے ایک الہام میں اپنی نسبت ولدیت خدا کا بھی دعویٰ کرتے ہیں۔ دیکھو (رسالہ دافع البلاء ص ۶، خزائن ج ۱۸ ص ۲۲۷) وہ دعویٰ یہ ہے ”انت منی بمنزلة اولاد انت منی وانا منک عسی ان یبعثک ربک مقاما محمودا“

ہم مرزا قادیانی سے بڑے ادب سے پوچھتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ خدا کے بیٹے مقرر کرتے تھے کہا ”وقالت الیہود عزیز بن اللہ وقالت النصارى المسيح ابن اللہ“ مگر اس اعتقاد کی تردید میں خدا تعالیٰ نے فرمایا ”ذالک بافواہم۔ یضاهقون قول الذین کفر وامن قبل قاتلہم اللہ انی یوفکون (التوبہ: ۳۰)“ آیت ہذا سے صاف ثابت ہے یہود و نصاریٰ خدا کے بیٹے مقرر کرتے تھے۔ اس کی تردید میں پروردگار نے تین امر بیان فرمائے ہیں۔ اول! یہود و نصاریٰ اپنے منہ سے کہتے ہیں کوئی ثبوت نہیں۔ دوم! یہود و نصاریٰ اور بت پرستوں میں کوئی فرق نہیں یعنی کافروں میں۔ تیسرا! لعنت ہو اللہ کی یہود اور نصاریٰ پر کیسا برا اعتقاد کہتے ہیں۔ قرآن شریف میں خدا تعالیٰ یہود و نصاریٰ کو اس اعتقاد کے بدلے مشابہت کافروں کی دیتا ہے اور آپ باوجود دعویٰ واقفیت قرآن پھر خدا کا بیٹا ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ نعوذ باللہ منہا۔ ناظرین مرزا قادیانی کے دعوؤں پر غور کرو پھر غور کرو۔

مرزا قادیانی بحیال خود رسول بھی ہیں۔ (دافع البلاء ص ۶، خزائن ج ۱۸ ص ۲۲۷)

”براہین احمدیہ میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں آخری دنوں میں طاعون بھیجوں گا تاکہ میں ان خبیثوں اور شریروں کا منہ بند کروں جو میرے رسول کو گالیاں دیتے ہیں۔“

(دافع البلاء ص ۹، خزائن ج ۱۸ ص ۲۲۹)

”قادیان کو اس کے خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا کیونکہ یہ اس کے لئے رسول کا

(دافع البلاء ص ۱۰، خزائن ج ۱۸ ص ۲۳۰)

تخت گاہ ہے۔“

دعویٰ رسالت مرزا قادیانی کا چار وجہ سے صحیح نہیں۔

وجہ اول..... رسول اصطلاح اسلام میں اس شخص کو کہتے ہیں جو نئی شریعت لاوے۔ یعنی وحی اس پر نازل ہو اور کتاب الہامی بھی رکھتا ہو۔ میرزا قادیانی تو محمدی شریعت کے پیرو ہیں۔ لہذا دعویٰ رسالت صحیح نہیں۔

وجہ دوم..... مرزا قادیانی مثیل مسیح ابن مریم علیہ السلام کے، اپنے آپ کو لکھتے ہیں۔ پھر رسول کیونکر ہو سکتے ہیں۔

وجہ سوم..... مرزا قادیانی خود لکھتے ہیں میں غلام احمد ہوں۔ یعنی غلام محمد۔ اگرچہ دعویٰ غلامی بھی بخیاں خود مرزا قادیانی کرتے ہیں تاہم ان کی رسالت کی نفی کرتا ہے کیونکہ ایک طرف تو محمد ﷺ کے غلام بننے ہیں۔ پھر دعویٰ رسالت کیونکر صحیح ہو سکتا ہے۔ دعویٰ غلامی احمد ﷺ کی عبارت جو مرزا قادیانی لکھتے ہیں یہ ہے۔ ”کیونکہ عیسائی مشنریوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا بنایا اور ہمارے سید و مولا حقیقی شفیع ﷺ کو گالیاں دیں اور بدزبانی کی۔ کتابوں سے زمین کو نجس کیا۔ اس لئے اس مسیح کے مقابل پر جس کا نام خدا رکھا گیا خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے اور اس نے اس دوسرے مسیح کا نام غلام احمد رکھا تاکہ یہ اشارہ ہو کہ عیسائیوں کا مسیح علیہ السلام کیسا خدا ہے جو احمد کے ادنیٰ غلام سے بھی مقابلہ نہیں کر سکتا۔“ (دافع البلاء ص ۲۰، خزائن ج ۱۸ ص ۲۳۰، شخص)

ارباب بصیرت پر مخفی نہ رہے کہ مرزا قادیانی اپنی عبارت میں دو دعویٰ کی خود ہی نفی کی ہے۔ مثلاً اپنا درجہ بڑھانے سے مثیل ابن مریم علیہ السلام کے نہ ہوئے اور غلام احمد ﷺ بننے سے دعوے رسالت باطل ہو جاتا ہے۔ مرزا قادیانی نے اپنی عبارت مذکور میں علاوہ جمع کرنے نقیض اور ابطال دعویٰ دو بڑے جھوٹ لکھے ہیں۔

جھوٹ اول..... فقرہ عبارت مذکورہ مرزا قادیانی۔ اس لئے اس مسیح کے مقابل پر جس کا نام خدا رکھا گیا۔ اس امت میں مسیح موعود بھیجا۔

معاذ اللہ بخیاں خود مرزا قادیانی یہ لکھتے ہیں۔ قرآن شریف میں کہیں مرزا غلام احمد کا نام نہیں آیا لہذا مرزا قادیانی کا لکھنا جھوٹ ثابت ہوا۔

جھوٹ دوم..... مرزا قادیانی لکھتے ہیں کہ میرا نام خدا نے غلام احمد اس لئے رکھا تاکہ اشارہ ہو کہ عیسائیوں کا مسیح کیسا خدا ہے۔ عبارت مرزا قادیانی کی یہ ہے ”اور اس نے اس دوسرے مسیح کا

نام غلام احمد رکھا تاکہ یہ اشارہ ہو کہ عیسائیوں کا مسیح کیسا خدا ہے کہ احمد کے ادنیٰ غلام سے بھی مقابلہ نہیں کر سکتا۔“ ہم مرزا قادیانی سے دریافت کرتے ہیں کہ یہ سفید جھوٹ آپ نے کیوں لکھا۔ آپ کا نام غلام احمد آپ کے والدین رکھنے والے ہیں نہ کہ خدا تعالیٰ۔ جناب اپنے دعویٰ کو خود ہی باطل کر رہے ہیں اور اجتماع تعلیمیں لکھنے سے ناظرین کو اپنی علمی لیاقت سے مستفیض کر رہے ہیں۔

وجہ چہارم..... اگر مرزا قادیانی کے لکھنے پر ہی مرزا قادیانی کو رسول جانیں تو مسلمانوں کو کیا فائدہ ہوگا کیونکہ آپ تو خود محمدی شریعت کی پابندی کا دعویٰ رکھتے ہیں اور مسلمان شریعت محمدی کو پہلے ہی مانتے ہیں۔ اسی واسطے اپنا نام مسلمان بھی رکھاتے رہیں۔ پس ثابت ہوا کہ مرزا قادیانی اپنے دعویٰ سے ہوس نفس کو پورا کر رہے ہیں۔ دعویٰ تو ٹرینوں کے ٹرین ہی ہیں۔ لیکن بفضل خدا ثبوت ایک کا بھی نہیں۔ ہم مرزا قادیانی سے پوچھتے ہیں کہ کیا کوئی بوالہوس اپنا نام وائیکس آرکھ لیوے تو کیا اختیار اصل وائیکس کے حاصل کر سکتا ہے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ علیٰ ہذا جناب بھی تمام القاب اور خطابات بخيال خود اپنے آپ کو دے رہے ہیں مگر اپنے آپ رسول بننے سے اصل کب بن سکتا ہے۔

ایضا مرزا قادیانی لکھتے ہیں کہ مجھے الہام ہوتے ہیں اس دعویٰ میں مرزا قادیانی نے دو

غلطیاں کی ہیں۔

غلطی اول..... اصطلاح اسلام میں الہام وہ حکم ہوتا ہے جو خدا کی طرف سے پیغمبروں پر بذریعہ وحی جبرائیل پہنچایا جاتا ہے۔ جب مرزا قادیانی پیغمبر ہی نہیں تو وحی کیونکر نازل ہو سکتی ہے؟ پس جب وحی نازل نہیں ہوتا تو مرزا قادیانی الہام کے دعویدار کیونکر ہو سکتے ہیں۔

غلطی دوم..... اظہر من الشمس ہے کہ مرزا قادیانی کے تمام الہامات جھوٹے ہیں۔ اس امر کی تصدیق کے لئے شہادت ان کے چچا زاد بھائی مرزا امام الدین سلطان العارفین المشہور لال بیگ چوہڑوں کے ہر جو کہ اپنی کتاب گل شکفتہ ص ۱۸ بابت الہام مرزا غلام احمد قادیانی لکھتے ہیں ہم پیش کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں ”میں مرزا امام الدین حقیقی چچا زاد بھائی ملہم کاؤب قادیانی کا ہوں اور اس کے چال چلن سے ابتداء سے آج تک بخوبی واقف ہوں۔ غیر کو کیا خبر ہے۔ اس خدا کو

۱۔ مرزا قادیانی عام الہام کے مدعی نہیں۔ بلکہ خاص الہام جو پیغمبروں کو ہوا کرتے

تھے، اس کے مدعی ہیں۔ یہ دعویٰ براہین احمدیہ ہیں۔

حاضر و ناظر جان کر کچ کہتا ہوں جو عالمین ہے کہ جس قدر اس کے دعاوی الہامات ہیں۔ سب غلط اور لچر پوچ ہیں۔ اگر یہ سچا اور حق پرست ہوتا تو میں اس کا جیرو ہوتا۔ جس مکر کو مکار پورا کرنا چاہتے ہیں تو چار مکار حقیق ہو کر پورا کرتے ہیں۔“ اتنی ہم طوالت کے لئے سب عبارت نہیں لکھ سکتے۔ صرف عین الہام جو مرزا امام الدین سلطان العارفین رسالہ گل گفت میں لکھتے ہیں۔ ”ہم ناظرین کو دکھاتے ہیں وہ یہ ہے۔ سنو الہام کہ میرے گھر میں لڑکا پیدا ہوگا اور نام اس کا انموائل ہوگا اور وہ ایسا ہوگا اور ایسا ہوگا۔ تمام جہاں کو فیضان اس کا پہنچے گا۔ بفضل خدا بجائے انموائل کے انموائل ہو گئی۔ پھر مجدد صاحب نے پہلوئے مکر بدل کر جو ابدیا کہ اس حمل سے نہیں کہا تھا۔ دوسرے حمل سے لڑکا تو پیدا ہوا اور پھر دو چند۔ اس لڑکے کی تعریف لکھی۔ یہ ایسا ہوگا ویسا ہوگا۔ وہ بھی لڑکا تین سال زندہ رہ کر مر گیا اور ملہم صاحب کو شرمندہ کر دیا۔ پھر الہام ہوا کہ عبداللہ آقہم صاحب فلا نے سینے اور فلانے روز مرے گا۔ اگر اس روز نہ مرے گا تو میرا منہ کالا کر کے اور گدھے پر سوار کر کر پھانسی دلا یا جاوے وہ بھی بفضل خدا اس تاریخ پر نہ فوت ہوا اور چاروں طرف سے ”لعنت اللہ علی الکاذبین“ کی بارش ہونے لگی تو آٹھ روز تک شرمندہ ہو کر گھر سے نہ نکلا۔ پھر الہام ہوا مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کی لڑکی میری زوجہ بنے گی۔ اگر وراثت لڑکی دوسری جگہ نکاح کریں گے تو وہ خاوند اس کا تین سال میں مرے گا اور وہ پھر میری زوجہ بنے گی۔ وارث لڑکی آدی تھنہ تھا۔ اس نے اس کو جھوٹا سمجھ کر موضع پٹی سلطان میں اپنی لڑکی کا نکاح کر دیا۔ بفضل خدا وہ لڑکی اب صاحب اولاد ہے اور اپنے خاوند کے گھر آباد ہے (جس کو قریباً ۴۳ سال کا عمر گزر چکا ہے) پھر ایک لڑکے بعد و ساکن قادریان کو کہا گیا کہ میری نسبت الہام نازل ہوا کہ دوسرے کے حرم میں اگر تو مسلمان ہو گیا تو پھر وہ نہ مر جائے گا۔ یہ بھی الہام بفضل خدا جھوٹا نکلا اور صد ہا الہام ایسے جموئے اور لٹو پوچ ہیں۔ اگر ان کو تفصیل وار لکھا جاوے تو گویا ایک دفتر چاہئے۔“

ہم مرزا احمد پائی سے بڑے ادب سے پوچھتے ہیں کہ کیا جناب سچے مدعی ہیں یا مرزا امام الدین صاحب جو کہ وہ بالہنسی اور لالہ بیگی اور سلطان العارفین اپنے آپ کو لکھتے ہیں۔ ناظرین اصل میں منجاب غراب ہے۔ اگر کوئی شخص ایک کام کرنے لگتا ہے تو شیعوں اور بھی اسی کام کو شروع کر دیتے ہیں۔ گوان کو فائدہ ہونہ ہو مگر دوسرے کے کام میں ہرج ہو ہی جاتا ہے۔ دور نہ جائیے پہلے مرزا قادریانی نے دعویٰ مجددیت کیا۔ پھر آپ کے حقیقی بھاجاد بھائی مرزا امام الدین صاحب نے لال بیگ بن کر چوہڑوں کے جہر بن بیٹھے۔ پھر مرزا غلام احمد نے دوسرا دعویٰ

مہدویت کر لیا۔ حالانکہ پہلے بھی دعویٰ مہدویت ایک شخص سوڈانی نے کیا ہوا تھا۔ اب کوئٹہ اور کابل میں مدعی مہدویت سنے جاتے ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی کیا وہ سچے مدعی ہیں یا آپ اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ نے بڑی محنت کی چنانچہ (تحدہ گولڈ میس ۱۹، خزانہ ج ۱ ص ۶۶) میں جناب نے لکھا ہے کہ: ”ہم نے چالیس کتابیں اور ساٹھ ہزار اشتہار اپنے دعوؤں کے ثبوت میں دیئے ہیں۔“ ہم بھی صد آفرین کہتے ہیں کہ جناب نے اپنی قلم کے زور سے خالص پتیل کو سونے کے نرخ پر فروخت کیا۔ مگر واضح رہے کہ چالیس کتابیں اور ساٹھ ہزار اشتہار جو اپنے دعوؤں کے ثبوت میں جناب نے دیئے ہیں یہ سب کے سب محض فضول ہیں۔ ہم اس میں آپ کی کوئی لیاقت نہیں سمجھتے بلکہ یہ لیاقت ڈاکٹر سید احمد خان صاحب مرحوم کی ہے۔ کیونکہ جناب کے عہدہ وہی ثبوت ہیں جن کو سید مرحوم نے تردید اعتراضات مخالفین اسلام کے لئے اپنی تفسیر میں آپ کے دعوے سے پیشتر ہی لکھ چکے پھر جناب کی کیا لیاقت ہے؟

ارباب بصیرت پر مخفی نہ رہے کہ سید احمد خان صاحب مرحوم نے چند ایک سیپاروں کی تفسیر بنائی ہے۔ ہم خلاصہ مضمون اس تفسیر کا ناظرین کو دکھاتے ہیں۔ وہ یہ ہے۔ انکار وجود فرشتگان و جنات، انکار بہشت و دوزخ، انکار اہلبیت، انکار وجود آسمان، انکار تعظیم کعبۃ اللہ، انکار معجزات پیغمبران۔ پھر سید مرحوم نے ثبوت کے لئے تیرا، ۱۳ ادجوات سے اپنا مدعا ثابت کیا۔

اول..... قرآن شریف کے حقیقی معنوں کو مجازی معنی ثابت کیا یا برعکس اس کے مجازی معنوں کو حقیقی بنایا۔ دوم..... اختلاف مفسرین۔ سوم..... حدیث۔ چہارم..... لغت۔ پنجم..... رواج ملک۔ ششم..... جغرافیہ۔ ہفتم..... تاریخ۔ ہشتم..... اقوال انجیل۔ نہم..... اقوال تورات۔ دہم..... اقوال سیاحین عرب۔ یازدہم..... اقوال سیاحین یورپ۔ دوازدہم..... اقوال فلاسفہ۔ سیزدہم..... نحو۔

اب ہم تفسیر سید مرحوم کی غرض بیان کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ زمانہ حال میں بسبب نئی تحقیقات کے کئی ایک امور ایسے بھی دریافت ہوئے ہیں جو بظاہر قرآن شریف کے برخلاف ہیں۔ مثلاً سات آسمان قرآن شریف نے بیان فرمائے اور نئی تحقیقات کے مطابق آسمان کا کوئی وجود نہیں۔ مخالفین اسلام اس پر طعن کرنے لگے کہ قرآن شریف غلط کلام ہے۔ سید مرحوم مخالفوں کی تردید کے لئے کوئی دلیل کافی پیش نہ کر سکے لہذا قرآن شریف کے معانی عقل کے موافق اور فلاسفہ حال کے مطابق بیان کر کے مخالفوں کی تردید کی۔ چونکہ یہ تردید علماء کے نزدیک ناجائز تھی

اسی واسطے سید مرحوم کو علماء نے کفر کے فتوے بھی دیئے۔ تاہم سید احمد مرحوم کی ہمت پر آفرین ہے کہ مخالفوں کی تردید انہوں نے فرمائی۔ الغرض اعتراضات مخالفین میں سے ایک معجزہ بھی تھا جس کو سید مرحوم نے حقیقی معنی چھوڑ کر مجازی معنی اختیار کر کے ثابت کیا کہ معجزہ نبوت کی کوئی دلیل نہیں منجملہ معجزات سے معجزے عیسیٰ ابن مریم کے بھی تھے۔ چونکہ کل معجزوں کی سید مرحوم نے نفی کی تھی لہذا ان کو عیسیٰ علیہ السلام کے معجزوں کی بھی نفی کرنا پڑی۔

ایضاً دو امر نسبت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے زمانہ قدیم سے ہی مختلف فیہ تھے۔ ایک تولد عیسیٰ علیہ السلام، دوم موت۔ ان دونوں امروں میں سید مرحوم نے بحث کی۔ گو وہ بحث کوئی نئی نہیں تاہم مسلمانوں اور عیسائیوں کے لئے نئی ہے۔ ہم اس بحث کو تفصیلاً سمجھاتے ہیں۔ مثلاً تولد عیسیٰ علیہ السلام پر زمانہ قدیم سے ہی اختلاف چلا آتا تھا کہ بعض یہودی عیسیٰ علیہ السلام کو یوسف بن یعقوب کا بیٹا جانتے تھے اور بعض ناجائز فطرتی سمجھتے تھے۔ سید مرحوم نے اس بحث میں یوسف کا بیٹا ہی قرار دیا۔ اس لئے کہ بعض نصاریٰ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو بن باپ پیدا ہونا معجزہ جانتے تھے چونکہ سید مرحوم نے معجزوں کی نفی کا دعویٰ کیا تھا لہذا بعض یہود کے اعتقاد کو لیکر یوسف کا بیٹا ثابت کیا۔

امردوم..... موت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام۔ اس میں بھی بہت اختلافات تھے۔ بعض یہود اعتقاد رکھتے تھے کہ پہلے عیسیٰ ابن مریم علیہا السلام کو سنگسار کر کر پھر سولی دیا گیا پھر قتل کیا گیا اور بعض کہتے تھے کہ پہلے سولی دیا گیا پھر قتل کیا گیا۔ نصاریٰ برخلاف ان کے سولی دیا جانا اقرار کرتے تھے مگر پھر زندہ ہو کر آسمان پر چڑھ جانا معجزہ ابن مریم علیہا السلام کا سمجھتے تھے۔ اس مقام پر بھی سید مرحوم نے ابطال معجزے کے لئے عیسیٰ ابن مریم علیہا السلام کا بعد سولی دیئے جانے کے اپنی طبعی موت سے مرنا ثابت کیا۔ گو یہ ثبوت بھی سید مرحوم کا پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتا کیونکہ کوئی ثبوت نہیں دے سکے کہ عیسیٰ علیہا السلام کی قبر فلاں جگہ ہے۔ تاہم اس اختلاف کو اختیار کر کے اپنے دعوے کو ثابت کیا۔

پس ناظرین کو ثابت ہو گیا ہوگا کہ سید مرحوم نے اپنے وہم میں تفسیر کا بنانا ثواب سمجھا ہے اور جہاں تک سنا جاتا ہے اور ان کی تحریروں سے بھی پایا جاتا ہے یہی ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے تفسیر نیک نیتی اور مخالفوں کی تردید پر تیار کی۔ مگر سید مرحوم نے نہ عیسیٰ علیہا السلام اور مریم علیہا السلام پر بہتان لگائے نہ اور کسی پیغمبر اور بزرگ پر۔ افسوس مرزا قادیانی پر ہے اول تو دعویٰ مثیل

الحسح کا قائم کیا۔ پھر مسیح اور اس کی والدہ پر یہودیوں کی طرح بہتان لگائے اور کشمیر میں قبر عیسیٰ علیہ السلام کی بنائی۔ حالانکہ یہ خیال سید مرحوم نے بھی نہ فرمایا بلکہ یہ اعتقاد کسی یہودی کا بھی نہیں۔ مرزا قادیانی ہم بڑے ادب سے آپ کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ آپ نے قرآن مجید کی تکذیب کی ہے۔ دیکھو صرف سورۃ بقرہ میں ہی چار دفعہ پروردگار فرماتا ہے کہ کسی تکذیب کی شان میں فرق نہ کیا جاوے ہم ایک آیت کا آخر آپ کے لئے لکھتے ہیں: ”وما اوتیٰ موسیٰ وعیسیٰ وما اوتیٰ النبیون من ربهم لا نفرق بین احد منهم ونحن له مسلمون (البقرہ ۱۳۶)“ اب رہا فیصلہ قرآنی چمکے آپ کے دعاوی قرآن شریف کے برخلاف ہیں۔ لہذا آپ اس آیت کے حکم کے مصداق ہیں: ”ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ہم الکافرون (سورہ مائدہ: ۴۴)“

سر سید احمد خان صاحب مرحوم کے اعتقاد پر سرسری بحث

ناظرین! پرواضح رہے کہ مذہب مرزا قادیانی جھنڈے ہی ہے جس کو سید مرحوم نے اپنی تفسیر میں بخیاں نیک مٹی لکھا تھا۔ چونکہ سید مرحوم کے لکھنے سے یہ نفاذ ہوا کہ مرزا قادیانی نے دعویٰ مسیح موعود کیا۔ لہذا ہم کو تکذیب قادیانی میں پہ دکھانا پڑا کہ سید مرحوم نے اپنے تفسیر میں عیسیٰ بن مریم کی نسبت اور علاوہ کیا لکھا ہے۔ اگرچہ تمام رسالہ میں اعتقاد سید مرحوم کی تردید کی گئی ہے تاہم مختصر اعتقاد قرآن شریف سے ان کی تردید ناظرین کو دکھلاتے ہیں۔

یاد رہے کہ تین امروں میں سید مرحوم نے عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت اپنی تفسیر میں بحث کی ہے۔ (۱) عیسیٰ ابن مریم بن باپ نہیں۔ (۲) عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام آسمان پر نہیں چڑھائے گئے بلکہ سولی پر چڑھائے گئے لیکن اپنی طبیعت موت سے مرے۔ (۳) مہجرات عیسیٰ علیہ السلام کے بلکہ تمام پیغمبروں کے مسیح نہیں۔

..... عیسیٰ علیہ السلام بن باپ نہیں یہ اعتقاد سید مرحوم کا چھوٹے سے مسیح نہیں۔

وجہ اوّل زمانہ نزول قرآن شریف میں نسبت عیسیٰ علیہ السلام یہود کے دوا اعتقاد تھے۔ بعض عیسیٰ علیہ السلام کو یوسف کا بیٹا جانتے تھے اور بعض ناجائز فطری برخلاف ان کے نصاریٰ بعض عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا اور بعض خود خدا اور بعض تثلیث پر یقین رکھتے تھے اور قرآن شریف نے ان کی تردید فرمائی۔ الغرض اگر عیسیٰ علیہ السلام یوسف کا بیٹا ہوتا تو قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ عیسیٰ کو ابن مریم علیہ السلام نہ فرماتا حالانکہ ہر قوم اور ہر مذہب میں ولد، والد کے نام سے ناخر دہوتا ہے۔

جس کو علم کنیت بھی کہتے ہیں۔ پس جب واقعہ عیسیٰ علیہ السلام میں کہیں بھی یوسف کے نام پر عیسیٰ علیہ السلام نہیں پکارا گیا تو بیٹا کیونکر ہو سکتا ہے۔

وجہ دوم..... قرآن شریف سے ثابت ہے کہ مریم علیہ السلام کو پروردگار نے بذریعہ فرشتہ خبر دی کہ تم کو لڑکا پیدا ہوگا۔ میرے حکم سے خطاب اس کا صحیح ہے۔ علم اس کا عیسیٰ علیہ السلام، کنیت اس کی ابن مریم ہوگی۔ دیکھو یہی مضمون آیت ہذا سے لگتا ہے: ”اذ قالت الملكة يا مريم ان الله يبشرك بكلمة منه اسم المسيح عيسى ابن مريم (آل عمران: ۴۰)“ پس آیت ہذا سے تین امر ثابت ہوئے۔

امراول..... مریم علیہا السلام کو پہلے ہی اطلاع دے دی گئی۔

امردوم..... عیسیٰ علیہ السلام خدا کے حکم پر پیدا ہوئے ہیں یعنی بن باپ۔

امرسوم..... عیسیٰ علیہ السلام کا خطاب مسیح اور علم عیسیٰ اور کنیت ابن مریم ہے۔ یہ تینوں اسماء قبل از تولد خدا کی طرف سے ہیں۔ پس یوسف کا بیٹا کیونکر ہو سکتا ہے؟

وجہ سوم..... آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں یہودیوں نے سوال کیا تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام بن باپ کیونکر پیدا ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ آیت ہذا خدا نے ان کے اعتراض کو رد کیا: ”ب“ اگر یہ اعتراض کیا جاوے کہ آدم علیہ السلام بغیر والدہ پیدا ہوا ہے تو اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ عیسیٰ کی نسبت بحث والد کی طرف سے غلطی نہ والدہ کی طرف سے۔ اس اعتبار سے ”ان مثل عیسیٰ کمثل ادم“ غلطی کے لئے کافی جواب ہے۔ نیز سید مرحوم نے آدم علیہ السلام کا مٹی انسان غلطی پیدا کر کے لیا ہے مگر یہ صحیح نہیں کیونکہ جہاں پروردگار عام انسان کو خدا کرتا ہے وہاں مٹی آدم یا انسان کے لفظ سے پکارتا ہے دیکھو ثبوت اس کا فرض و حکم مگر یہود میں منسل بیان ہم نے کیا ہے۔

وجہ چہارم..... سید مرحوم نے اپنے دعوے کے ثبوت میں لکھا ہے کہ انجیل مٹی دلو کا نسب نامہ عیسیٰ علیہ السلام کا یوسف ابن یعقوب کے ساتھ ملتا ہے۔ مگر اس میں حضرت سید مرحوم نے بڑی غلطی کی اگر یہ نسب نامہ صحیح ہوتا تو زمانہ حضرت ﷺ میں جھگڑا کیوں کرتا۔ غلطی دیکھا مگر یہ نسب نامہ بالفرض مانا بھی جاوے تو وہ اختلاف جو کہ بعض یہودی عیسیٰ علیہ السلام کو ناجائز فطرتی سمجھتے ہیں۔ معاذ اللہ کیوں نہ مانا جاوے۔ الغرض یہ اعتقاد قرآن شریف کے رو سے صحیح نہیں۔

وجہ پنجم..... سید مرحوم نے یہ بھی اعتراض کیا ہے کہ عیسیٰ کے بن باپ پیدا ہونے میں کیا حکمت

اور کیا غرض ہے؟ مگر ہم کہتے ہیں کہ تمام نباتات و اشجار میں سے بذریعہ تخم یا شاخ لگانے سے پیدا ہوتے ہیں۔ برخلاف ان کے اقیموں بغیر بیج نمویوں کرتا ہے اور خدا نے اس کو برخلاف نباتات کے کیوں پیدا کیا۔ الغرض ایسے یہودہ اعتراض کئی ہو سکتے ہیں جن کا علم سوائے خالق حقیقی کے دوسرے کو نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ یہ اعتراض سرسید احمد کا قانون قدرت پر ہے نہ علماء مفسرین پر۔ وجہ ششم..... عیسیٰ علیہ السلام کا بن باپ تولد ہونا آیت مفصلہ ذیل سے بدیع امر ہے: ”قالت انسی یکون لی غلام ولم یمسسنی بشر ولم اک بغیا (مریم: ۲۰)“ آیت ہذا سے تین امر ثابت ہوتے ہیں۔

امراؤل..... زمانہ نزول قرآن شریف میں یہ اختلاف موجود تھا کہ بعض کہتے تھے کہ عیسیٰ علیہ السلام یوسف کا بیٹا ہے اور بعض ناجائز فطرتی سمجھتے تھے۔ لہذا پروردگار نے قول مریم علیہ السلام بیان فرمایا: ”لم یمسسنی بشر“ سے صاف نہ ہونے نکاح سے مراد ہے اور ”لم اک بغیبا“ سے بدکاری سے پاک ہونا مراد ہے۔

امردوم..... پروردگار نے قول مریم علیہ السلام مذکورہ کی تصدیق فرمائی: ”قال کذاک“ پھر اس کے بعد بن باپ ہونا عیسیٰ کی بابت کہا میرے اوپر پیدا کرنا آسان ہے ”قال ربک هو علی هین۔“

امرسوم..... مریم کو اپنی پہلی آیت کے جواب میں پروردگار نے پیدا ہونے عیسیٰ علیہ السلام کی علت بیان فرمائی: ”ولنجعله ایه للناس ورحمة منا وکان امرأ مقضیا“۔ ناظرین کو واضح رہے کہ بن باپ ہونے عیسیٰ علیہ السلام کی بابت تین وجہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہیں۔ وجہ اوّل..... عیسیٰ علیہ السلام نشان قادریت پروردگار کا ہے۔ وجہ دوم..... احسان مریم علیہ السلام پر جیسا کہ ”رحمة منا“ سے ظاہر ہے۔

وجہ سوم..... خدا کے علم میں یوں ہی ہونا تھا: ”وکان امرأ مقضیا“ پس ناظرین کو آیات مذکورہ بالا سے ثابت ہو گیا ہوگا کہ مریم علیہ السلام شیطان سے پاک ہے اور عیسیٰ علیہ السلام بن باپ اور مریم علیہا السلام پروردگار کی طرف سے احسان ہے اور تقدیر میں یوں ہی ہونا تھا۔ حقیقت میں تمام اعتراضات یہود و نصاریٰ بلکہ سرسید احمد خان کی آیات مذکورہ بالا سے ہی تردید ہوتے ہیں۔ افسوس! اگر ہم ان آیات سورت مریم کو پورا بیان کرتے۔ قبل اور مابعد کے ساتھ تو بہت بڑا ناظرین کو فائدہ پہنچتا مگر طوالت کے خوف سے یہاں نہیں بیان کرتے۔ کتاب میں حسب موقعہ ہر ایک واقعہ کو بیان کیا جائے گا۔

سر سید احمد خان نے عیسیٰ علیہ السلام کو یوسف کا بیٹا بنانے کے واسطے تاویلیں کیں مگر آیت: ”لَمْ يَمْسَسْنِي بَشَرٌ وَلَمْ اَكْ بَغِيًّا“ کے بیان کرنے پر کافی تحویلات آپ کا نگ ہو گیا۔ اس آیت پر آپ یہ لکھتے ہیں۔

سب سے زیادہ غور لائق لفظ ”لَمْ يَمْسَسْنِي وَبَشَرٌ وَلَمْ اَكْ بَغِيًّا“ ہے۔ بلاشبہ یہ دونوں کلمات نہایت صحیح ہیں اور جس زمانہ میں بشارت ہوئی اس زمانہ میں بلاشبہ حضرت مریم علیہ السلام کو کسی مرد نے نہیں چھوا تھا۔ بلکہ غالباً خطبہ بھی یوسف کے ساتھ نہ ہوا تھا۔ مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کے بعد بھی امر واقعہ نہیں ہوا۔ ناظرین کو واضح رہے کہ سر سید احمد خان مرحوم کے مذکورہ بالا عبارت پر بحث کرتے ہیں۔ سید مرحوم کا یہ اعتقاد کہ جب یہ آیت ”لَمْ يَمْسَسْنِي“ الخ آئی ہے تو اس کے بعد خطبہ ہوا۔ یہ بات مریم کا یوسف سے خطبہ ہوا آٹھ دلیلوں سے بالکل غلط ہے۔

دلیل اول..... ابتداء نزول قرآن شریف میں یوسف کے خطبہ کا یہودیوں میں اختلاف موجود تھا۔ قرآن شریف نے اس اعتقاد کی تردید فرمائی ہے۔ اس واسطے قرآن شریف کا نام فرقان ہے بلکہ خدا تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ اکثر یہودیوں کے اختلاف کو قرآن شریف بیان فرماتا ہے: ”اِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ اَنْ يَقْصَ عَلٰى بَنِي اِسْرَآئِيْلَ اَكْثَرَ الَّذِي هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ“ چونکہ مریم و یوسف کے خطبہ کا اختلاف نزول قرآن شریف سے پہلے ہی تھا اور قرآن شریف میں بیان ان کی تردید کے لئے نازل ہوا ہے لہذا سر سید احمد مرحوم کا قول مذکورہ بالا غلط ثابت ہوا۔

دلیل دوم..... کسی عورت کو جس طرح کہ مریم کو بیٹا پیدا ہونے کی بشارت دی گئی ہے۔ پہلے نہیں دی گئی۔ لہذا ثابت ہوا کہ بن باپ ہی بیٹا پیدا ہوا تھا۔

دلیل سوم..... پروردگار فرماتا ہے کہ میرے پر بن باپ بیٹا پیدا کرنا آسان ہے۔

دلیل چہارم..... عیسیٰ علیہ السلام کا بن باپ پیدا ہونا خدا کی قدرت کا نشان ہے۔

دلیل پنجم..... خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام بن باپ پیدا ہونا میری طرف سے مریم علیہا السلام پر مہربانی ہے جیسا کہ ”وَرَحْمَةً مِّنَا“ سے ظاہر ہے۔

دلیل ششم..... پروردگار خود فرماتا ہے کہ ازل میں یوں ہی ہوتا تھا جیسا کہ ”وَكُنَّا اَمْرًا مَّقْضٰیًا“ سے ظاہر ہے۔

دلیل ہفتم..... مریم علیہ السلام کے ذکر کے قبل یحییٰ کے تولد کا ذکر ہے جو کہ عیسیٰ علیہ السلام کی

پیدائش بن باپ سے اس کی پیدائش کم نہیں کیونکہ بچی کے والد اور والدہ دونوں ناقابل اولاد تھے۔ حالانکہ عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ تو قابل تولید تھی مگر اس میں ہماری اطلاع غلطی ہے کہ بچی کی پیدائش کو ہم قدرت سے مانیں اور عیسیٰ علیہ السلام کے بن باپ ہونے میں کیا مشکل ہے۔

دلیل ہشتم..... سرسید صاحب مرحوم نے جو بحث عیسیٰ علیہ السلام پر یوسف کے بیٹا ہونے پر کی ہے محض فضول اور لغو ہے کیونکہ مریم علیہ السلام آزاد شدہ تھیں۔ جس کو ہمارے ملک میں آج کل تارک بولا جاتا ہے۔ جو زمانہ حال میں بعض خاندانوں ہندو اور مسلمانوں میں لڑکیوں کا تارک بٹھانا رواج موجود ہے۔ گو یا یہ رواج اس کے قریب قریب ہے اور یہودیوں میں اس سے بھی بڑھ کر تھا۔ پس جب مریم علیہا السلام کو والدین نے آزاد کر دیا تو پھر وہ والدین مریم علیہا السلام یوسف کے ساتھ کیونکر خطبہ کر سکتے تھے حالانکہ یہودیوں میں رواج تھا کہ جو آزاد کیا جاتا تھا۔ پھر وہ تمام عمر بیت المقدس میں ہی اپنی عمر عبادت میں بسر کرتا تھا۔ تا یہ کہ وہ شادی کر کے صاحب اولاد ہو۔ اسی واسطے تو مریم علیہا السلام کو بہتان لگائے گئے تھے کہ باوجود آزاد ہونے کے اس نے بیٹا جنا۔ برخلاف ان کے جو معتقد مریم علیہا السلام ہوئے۔ انہوں نے یہ غضب کیا کہ بعض عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا بنا بیٹھے کیونکہ ان کا کوئی باپ نہ تھا اور بعض عیسیٰ علیہ السلام کو خدا بنا بیٹھے کیونکہ جب خدا کا بیٹا ہوا محاذ اللہ تو خدا کے ملک کا وارث ہوا۔ پس اس اعتبار سے وہ خدا کہنے لگے اور بعض نصاریٰ تین خدا بنا بیٹھے کیونکہ جب خدا محاذ اللہ مریم علیہا السلام کا خادم ہوا اور عیسیٰ علیہ السلام بیٹا ہوا تو ہر ایک خدا کی کا حصہ دار ہوا۔ لہذا اللہ تعالیٰ انہیں مذکورہ بالا اعتقاد کے لئے پروردگار نے تمام ائمہ مریم علیہا السلام بیان کیا تھا۔

نمبر..... عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر نہیں چڑھائے گئے بلکہ سولی پر چڑھائے گئے۔ لیکن اپنی طبیعت سے مرے۔ یہ اعتقاد سید مرحوم کا اکل غلط ہے۔ ناظرین اس بحث کی فرض مجسم کریں جو میں ملاحظہ فرمائیں۔ ہم نے اعتقاد مذکور کی اسچے مقام پر پوری تردید کر دی ہے۔ اس مقام پر اتمام ناظرین کے ذہن نہیں کرانا چاہتے ہیں کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام سولی دیے جاتے تو پھر طبیعت موت سے مرے تو پروردگار ”وماصلوہ وماقتلوہ“ نہ فرماتا۔ سید مرحوم نے ”وماصلوہ“ پر یہ تاویل فرمائی ہے کہ بعض یہود اہل کفر کہتے تھے کہ پہلے عیسیٰ علیہ السلام سنگسار کر کے پھر سولی دیئے گئے پھر قتل کئے گئے۔ لہذا ان دونوں اعتقادوں کی تردید کے لئے خدا تعالیٰ نے ”وماصلوہ وماقتلوہ“ فرمایا۔ لیکن تعجب ہے سید مرحوم کی تاویل پر کئی از شے منکر الوجہ ہوتی ہے نہ لگی

بعض اشیاء خدا کے کلام سے تو پہ منہموم ہے کہ نہ سولی دیئے گئے اور نہ قتل کئے گئے۔ معاذ اللہ اگر عیسیٰ علیہ السلام سولی دیئے جاتے بزم سید مرحوم صاحب تو کیا خدا تعالیٰ یہ عبادت نہ بنا سکتے تھے کہ عیسیٰ سولی دیا گیا لیکن سولی پر فوت نہیں ہوا اور اپنی طبیعت سے مر گیا اور فلاں جگہ اس کی قبر ہے۔ حالانکہ یہ اعتقاد کسی یہود اور نصاریٰ کا بھی نہیں اور نہ کسی انجیل میں لکھا ہے اور نہ قرآن شریف میں عیسیٰ کی قبر کا کہیں پتا لگایا۔ لہذا یہ اعتقاد سید مرحوم کا گویا بہارِ دانش ہے۔

معجزات..... عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام بلکہ تمام پیغمبروں کے صحیح نہیں۔ سید مرحوم نے اپنی تفسیر میں زیادہ تر آیت مفصلہ ذیل پر بحث کی ہے۔ آیت ”آتینا عیسیٰ ابن مریم البينات“ آیت ہذا پر بحث کرتے کرتے آخر سید مرحوم نے یہ نتیجہ نکالا کہ لفظ آیات یا بینات دونوں کے ایک ہی معنی ہیں۔ کیونکہ آیات موصوف ہے اور بینات صفت پر جہاں لفظ صفت بینات کا ہے وہاں موصوف اس کا مقدر ہے۔ لفظ آیت کا معنی لغوی نشان آپ نے ثابت کیا ہے۔ ان دونوں امر مذکورہ بالا میں ہم کو بھی کوئی انکار نہیں مگر انکار اس بات میں ہے کہ سید مرحوم نے آیت یا بینات کا معنی صرف احکام ہی لئے ہیں۔ حالانکہ لفظ آیت کا معنی قرآن مجید میں تین ثابت ہوتے ہیں۔ اول حکم، دوم نشان، سوم معجزہ۔ لیکن سید مرحوم نے چونکہ کل معجزات کی نفی کی ہے لہذا انہوں نے دو معنی لفظ آیت کے طرف توجہ ہی نہیں فرمائی ہے۔ نہ تو لغوی معنی لفظ آیت کا لیا اور نہ لفظ آیت کا معنی معجزہ ثابت کیا۔ پس ہم پہلے بیان کرنے اپنے ثبوت کے سر سید مرحوم کی عبارت کو ناظرین کے لئے لکھتے ہیں۔

عبارت سر سید صاحب۔ پس جہاں قرآن شریف میں اس لفظ کے معنی آیت یا آیات یا بینات یا آیات بینات کا استعمال خدا کی جانب سے ہوا ہے۔ اس سے ہمیشہ وہ احکام یا نصائح اور مواضع مراد ہیں جو خدا تعالیٰ نے بذریعہ اپنے کلام یا وحی کے اپنے انبیاء پر نازل فرمائی ہیں۔ آخر سید مرحوم لکھتے ہیں کہ ہم آیات بینات سے جہاں کہ وہ خدا کی طرف سے بولا گیا ہے وہ چیز مراد نہیں لیتے جس کو لوگ معجزہ یا معجزات کہتے ہیں۔ ہم اس بحث کو دو قسم پر بیان کرتے ہیں۔

قسم اول..... تحقیق معنی لفظ آیت، قسم دوم ثبوت وجود معجزات۔

قسم اول..... ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ لفظ آیت کا معنی قرآن شریف سے تین ثابت ہوتے ہیں کہ اول حکم، دوم نشان، سوم معجزہ۔ لفظ آیت حکم رکھو: ”یٰٰھل الکتاب لم تکفرون بالایات

اللہ وانتم تشہدون (آل عمران: ۷۰) ”اے اہل کتاب کیوں کفر کرتے ہو ساتھ کھانا
 اللہ کے اور حالانکہ تم گواہ ہو۔“ یہ آیت جس کا ہم نے ترجمہ کیا ہے سورت آل عمران رکوع ۷ کی
 ہے۔ اس ماقبل عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت اور ابراہیم علیہ السلام کی نسبت جھگڑا ہو چکا تھا اور یہودی
 اور نصاریٰ کہتے تھے کہ ہم ابراہیمی مذہب ہیں حالانکہ یہودی عزیر کو خدا کا بیٹا اور نصاریٰ عیسیٰ کو خدا
 کا بیٹا اور بعض خدا بعض تثلیث کو مانتے تھے۔ لہذا پروردگار نے اہل کتاب کو مخاطب کر کے فرمایا
 ”اہل الکتاب لم تکفرون بایات اللہ وانتم تشہدون“ یعنی دونوں فریق اہل کتاب
 یہودی اور نصاریٰ توریت اور انجیل میں پڑھتے ہیں کہ اللہ ایک ہے۔ پھر خدا کے ساتھ شریک
 لاتے ہیں اور قرآن شریف کو منزل من اللہ اور محمد ﷺ کو رسول نہیں سمجھتے۔ پس ناظرین اس میں
 سوائے حکم کے دوسرا نہیں بن سکتا۔ دیکھو۔ ایضاً سورت بلد: ”ثم کان من الذین امنوا
 وتواصوا بالصبر وتواصوا بالمرحمہ واولئک اصحاب المیمنۃ والذین کفروا
 بایتنا ہم اصحاب المشئمۃ (البلد: ۱۷، ۱۸، ۱۹)“ آیت ہذا سے بھی صاف ثابت ہے کہ
 لفظ آیت بمعنی حکم ہے۔ کیونکہ ایمان لانا اور ایک دوسرے کو نصیحت کرنا اور ایک دوسرے پر رحم کرنا
 جو کہ پہلی آیت میں گزرا ہے بلاشبہ یا احکام ہیں۔ پھر مابعد کی آیت میں جو کہ ”والذین کفروا
 بایتنا ہم اصحاب المشئمۃ“ آیت ہذا میں جو لفظ آیت کا ہے ذرا بھی شبہ نہیں ہو سکتا کہ لفظ
 آیت معنی حکم نہ ہو۔

ایضاً ”هو الذی بعث فی الامم رسولاً منهم یتلوا علیہم آیاتہ
 (الجمعه: ۲)“ آیت ہذا میں جو لفظ آیت کا معنی حکم ہیں کیونکہ ”یتلوا علیہم“ سے صاف ظاہر
 ہے کہ لفظ آیت کا معنی حکم ہے نہ نشان اور نہ معجزہ۔

دوم..... لفظ آیت بمعنی نشان دیکھو: ”وتصریف الریاح ولسحاب المسخر بین السماء
 الارض لاینت لقوم یعقلون (البقرہ: ۱۶۴)“ آیت ہذا میں پروردگار نے اپنے دلائل
 الوہیت کے وہ بیان کئے ہیں جو کہ طاقت البشریت سے باہر ہیں۔ یعنی ہوا کا چلانا اور بادلوں کا
 زمین اور آسمان کے درمیان بغیر واسطہ کے ہائل کرنا بلاشبہ عقلمندوں کے واسطے الوہیت کے نشان
 ہیں۔ کون کہہ سکتا ہے کہ آیت مذکورہ میں لفظ آیت بمعنی نشان نہیں۔ ”ایضاً دیکھو ان اول بیت
 وضع للناس للذی ببکۃ مبادکما وهدی للعالمین۔ فیہ ایت بینات مقام
 ابراہیم (آل عمران: ۹۶، ۹۷)“

ناظرین غور کریں کہ آیت ہذا میں دو لفظ جتنے بیت اور مقام ایسے صریح ہیں جس سے ذرا بھی شبہ نہیں ہو سکتا کہ یہ دو الفاظ سے خانہ کعبہ کی عمارت و دیواریں مراد ہیں۔ پس جب یہ ثابت ہوا کہ آیت مذکورہ میں خانہ کعبہ کا بیان ہے جس کو ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام نے عبادت کے لئے خدا کے حکم سے تیار کیا تھا۔ پھر بلاشبہ لفظ آیات بینات کا معنی نشان ہوا کسی وجہ سے حکم کا معنی نہیں بن سکتا۔ بلکہ نشان سے حجر اسود جو کہ کعبہ شرقی و شمالی کو نہ میں لگا ہے اور حاجی لوگ اس کو تبر بوسہ بھی لیا کرتے ہیں، مراد ہے۔ سید مرحوم صاحب نے بھی اس نشان کو اپنی تفسیر نقشہ کعبۃ اللہ میں لکھا ہے۔ مقام ابراہیم علیہ السلام عام لوگوں کے نزدیک وہ پتھر ہے جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کھڑے ہو کر کعبہ کی دیوار چنی تھی۔ پس سر سید مرحوم کی مذکورہ بالا عبارت میری تحقیق کو ثابت کرتی ہے کہ لفظ آیت مذکورہ موقعہ پر بمعنی نشان ہے نہ حکم۔

ایضاً ”الم تلك ايات الكتاب الحكيم ايضاً۔ الر تلك ايت الكتب وقران مبين (سورۃ الحجرات: ۱)“ ﴿یہ بمعنی نشانیاں ہیں۔ کتاب کی یعنی قرآن بیان کرنے والے کی۔﴾ پس ثابت ہوا کہ پروردگار نے الر کو نشان فرمایا۔ کون کہہ سکتا ہے کہ عبارت مذکورہ قرآن میں لفظ آیت بمعنی نشان نہیں فرمایا۔ کون کہہ سکتا ہے کہ اس مقام لفظ آیت کا معنی حکم نکلتا ہے۔

سوم..... لفظ آیت بمعنی معجزہ دیکھو پروردگار۔ قول فرعون کا بیان کرتا ہے۔ ”قال ان كنت جئت بايت فات بها ان كنت من الصادقين (الاعراف: ۱۰۶)“ ﴿کہا فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو اگر ہیں تو آیا ساتھ نشانی یعنی معجزہ کے پس لے آؤ اس کو اگر ہیں تو بچوں سے۔﴾ پس موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے سوال معجزہ پر اپنا عصا ڈال دیا پھر وہ عصا اڑ دھا بن گیا۔ پھر ہاتھ اپنا نکالا پھر وہ سفید تہج خیز ہو گیا واسطے دیکھنے والوں کے دیکھو: ”فالقي عصاه فاذا هي ثعبان مبين۔ ونزع يده فاذا هي بيضاء للنظرين (الاعراف: ۱۰۸، ۱۰۷)“

پہلی آیت سے صاف ثابت ہے کہ موسیٰ علیہ السلام سے فرعون نے معجزہ طلب کیا اور دوسری آیت سے صاف ثابت ہے کہ جو فرعون نے معجزہ طلب کیا تھا اس کو موسیٰ علیہ السلام نے پورا کیا۔ پھر بعد اس واقعہ کے پروردگار نے وہ بیان شروع فرمایا ہے جو فرعون نے معجزہ دیکھ کر کہا: ”قال الملاء من قوم فرعون ان هذا الساحر عليم يريد ان يخرجكم من ارضكم فماذا تاملون (الاعراف: ۱۰۹، ۱۱۰)“ ﴿کہا فرعون نے قوم کے سرداروں سے تحقیق یہ یعنی موسیٰ علیہ السلام جادوگر ہے بڑا دانا چاہتا ہے کہ نکال دے تم کو زمین تمہاری سے۔ پس کیا حکم

کرتے ہوئے مجھ کو۔ پھر فرعون کے سرداروں کا خدا تعالیٰ جواب بیان کرتا ہے جو کہ انہوں
فرعون کے مشورہ پر دیا تھا: ”قالو ارجه واخاه وارسل في المداائن حاشرين۔ ياتوك
بكل ساحر عليم (الاعراف: ۱۱۱، ۱۱۲)“

﴿کہا فرعون کے سرداروں نے اس کو اور اس کے بھائی کو مہلت دے اور سچے شہروں
کے اکٹھا کرنے والے جتنے چوکیدار آویں حیرے پاس ہر جادوگر دانا کو، آخر جادوگر بلا لئے گئے﴾
انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کی طرح لالچی اور رسیوں کے سانپ بنائے مگر موسیٰ علیہ السلام کا عصا
اڑوہا بن کر ان کو کھا گیا۔ جب ساحروں نے کہا کہ ہم ایمان لائے۔ ساتھ رب العالمین کے جو
رب موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کا ہے۔ بلاشبہ یہ معجزہ مذکورہ بالا میں جو لفظ آیت آیا ہے
۔ اس کے معنی اس مقام پر حکم نہیں ہو سکتا۔ صرف نشان بھی نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اعلانیہ طرز مباحثہ سے
معجزہ ہی ثابت ہوتا ہے۔

ایضاً: ”وماتلك بيمينك يا موسى۔ قال هي عصاي اتوكؤا عليها و
اهش بها على غنمي ولي فيها مارب اخرى۔ قال القها يا موسى فاذا هي حية
تسفع۔ قال خذها ولا تخف۔ سنعيد لها سيرتها الاولى۔ واضم يدك الى
جناحك تخرج بيضاء من غير سوء اية اخرى (طہ: ۱۹ تا ۲۲)“

ارباب بصیرت پر مخفی نہ رہے کہ آیات مذکورہ بالا سورۃ مریم پہلی آیت جو کہ سورۃ
اعراف کی جس میں معجزہ لفظ آیت کا معنی نکالا تھا۔ اس کی مصدقہ ہیں کہ لفظ آیت بمعنی معجزہ ہے
اور آیات ہذا سے آٹھ امر ثابت ہوتے ہیں۔ اول! عصا موسیٰ علیہ السلام کا لکڑی ثابت ہونا۔
دوم! اس کا اڑوہا بننا۔ سوم! پھر اصلی حالت پر عود کرنا۔ چہارم! اس سے موسیٰ علیہ السلام کا ڈرنا۔
پنجم! پروردگار کا موسیٰ علیہ السلام کو تسلی دینا۔ ششم! دست مبارک موسیٰ علیہ السلام کا سفید تعجب خیز
ہونا۔ ہفتم! اود معجزہ کا موسیٰ علیہ السلام کو دیا جانا۔ ہشتم! لفظ آیات کا معجزہ پر اطلاق ہونا خدا کی طرف
سے ہے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ لفظ آیت اس مقام پر معجزہ پر خدا کی طرف سے اطلاق نہیں ہوتا۔ کون
کہہ سکتا ہے کہ لفظ آیت سے حکم یا نشان کا معنی نکلا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ سید مرحوم کو دھوکہ ہوا جو
انہوں نے لفظ آیت کا معنی صرف حکم پر ہی عمل کیا ہے نہیں، معجزات پیغمبروں کے قرآن شریف
سے ثابت ہیں۔ چنانچہ یہی ثبوت مذکورہ جو کہ خدا نے موسیٰ علیہ السلام کو سکھایا ہے مگر علماء اس کے ہم
وجود معجزہ کا قرآن شریف سے کرتے ہیں۔ انشاء اللہ!

قسم دوم ثبوت معجزہ

قرآن شریف سے معجزات کا وجود بلاشبہ ثابت ہے۔ اگرچہ ہم مذکورہ بالا آیت سے وجود معجزہ ثابت کر چکے ہیں۔ تاہم اسی آیت میں پھر بحث کرتے ہیں۔ دیکھو: ”وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يَا مُوسَى“ اور کیا ہے یہ بیچ ہاتھ تیرے کے اے موسیٰ علیہ السلام؟ یہ پروردگار نے موسیٰ علیہ السلام کو کیا کہا کہ وہ تو عالم الغیب ہے۔ اس لئے کہ پروردگار نے موسیٰ علیہ السلام کے عصا کو اڑدھا یا نانا تھا اور انسانی فطرت کا خاصہ ہے کہ وہ سانپ یا اڑدھا سے ڈرتا ہے۔ سو اس لئے عالم الغیب کو موسیٰ علیہ السلام کے ذہن نشین کرنا منظور تھا کہ یہ لکڑی تمہاری ہے۔ پھر ہم اسی بحث کو لکھتے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے خدا تعالیٰ کو جواب دیا کہ یہ عصا ہے۔ جیسا کہ پروردگار موسیٰ علیہ السلام کا قول بیان فرماتا ہے۔ دیکھو: ”قَالَ هِيَ عَصَايَ“ آخر پروردگار نے فرمایا کہ ڈال اس کو: ”قَالَ الْقَهْ يَا مُوسَى“ پھر پروردگار خود فرماتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے عصا ڈال دیا۔ پھر ناگہاں عصا موسیٰ علیہ السلام اڑدھا دوڑنے والا دیکھو آیت ہذا: ”فَالْقَهَا فَإِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْفَى“ ناظرین اب کون کہہ سکتا ہے کہ عصا لکڑی نہیں ہوتی اور کون کہہ سکتا ہے کہ حیہ کے معنی سانپ نہیں۔ کون کہہ سکتا ہے کہ تسع سے مراد حرکت کرنا یا دوڑنا امر نہیں۔ پھر معجزات سے انکار کرنا تو علانیہ قرآن شریف کا انکار کرنا ہوا۔ اب ہم ید بیضا کی تعریف نہیں کرتے جو کہ مابعد مضمون مذکورہ بالا کے ہے۔ ناظرین خود ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ اب ہم ایک اور نظیر ثبوت معجزات پیش کرتے ہیں: ”وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنِ آدَمَ بِالْحَقِّ۔ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتَقَبَّلَ مِنْ اِحْدِهِمَا وَلَمْ يَتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ (المائدہ: ۶۷)“

ارباب بصیرت پر مخفی نہ رہے کہ آیت ہذا سے چار امر ثابت ہوئے ہیں۔

امر اول آنحضرت ﷺ کو حکم ہوا کہ قصہ دونوں بیٹوں آدم کا مخالفین کو سنا۔

امر دوم یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ قصہ دونوں بیٹوں کا تھا۔

امر سوم یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے قربانی دی۔

امر چہارم یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ایک کی قربانی جناب الہی میں قبول ہوئی اور دوسرے کی

قبول نہ ہوئی۔ نتیجہ بحث ہذا کا یہ ہے کہ جس کی قربانی قبول ہوئی۔ اس کا وہ قبول ہونا ہی معجزہ

ہے۔ اول یہ قول جناب اللہ ہے۔ پس اس آیت ہذا سے یہ بھی ثابت ہوا کہ معجزہ کا رواج آدم

علیہ السلام سے ہی شروع ہے۔ لہذا آنحضرت ﷺ کو مخالفین اہل کتاب اور کفار اسی قدیمہ رواج

مشہورہ کی وجہ سے معجزہ طلب کرتے تھے۔ چنانچہ پروردگار ان کا قول بیان فرماتا ہے: ”قلوا لو اوتی مثل ما اوتی موسیٰ (القصص: ۴۸) ﴿﴾ کہا انہوں نے یعنی مخالفوں کیوں نہیں دیا گیا یہ پیغمبر نے رسول اللہ ﷺ مثل اس کے جو دیا گیا موسیٰ نے معجزہ ﴿﴾ اب قابل غور یہ بات ہے کہ انہوں نے معجزہ رسول اللہ ﷺ سے طلب کیا۔ اگر معجزہ پیغمبروں کا قدیمی فعل نہ ہوتا تو وہ آنحضرت ﷺ کیوں طلب کرتے۔ نہیں ضرور رواج قدیم تھا۔ دیکھو ما قبل کی آیت کا جواب: ”اولم یکفروا بما اوتی موسیٰ من قبل (الینشأ)“ ﴿﴾ کیا نہ کفر کرتے تھے ساتھ اس چیز کے کہ دیا گیا تھا موسیٰ علیہ السلام نے معجزہ پہلے اس سے ﴿﴾ مابعد اس کے پروردگار پہلی آیت کی تفسیر کرتا ہے۔ ان کا قول بیان کر کے: ”قلوا اسحران تظاہر (الینشأ)“ ﴿﴾ کہتے تھے یہ دونوں جادو ہیں ایک دوسرے کا مددگار ﴿﴾ یعنی عصاء موسیٰ وید موسیٰ اس کے بعد پروردگار ان کا قول بیان فرماتا ہے جو انہوں نے موسیٰ کے دو معجزے دیکھ کر کہا تھا: ”وقالوا اننا بكل کفرون (ایضاً)“ ﴿﴾ اور کہتے تھے ہم ساتھ ایک کے یعنی معجزہ موسیٰ کے کافر ہیں یعنی انکار کرنے والے۔ ﴿﴾

ناظرین! یہاں تک آیات مذکورہ بالا میں بیان ہے جنہوں نے موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ دیکھ کر انکار کر دیا تھا۔ اگر معجزہ کا وجود قدیم سے نہ ہوتا تو نہ وہ رسول اللہ ﷺ سے معجزہ طلب کرتے اور نہ یہ واقعہ موسیٰ علیہ السلام کا جو کہ تمثیلاً بیان ہوا ہے، پروردگار بیان فرماتا۔ اب یہ امر بحث طلب ہے کہ پہلی آیت میں مخالفوں کا آنحضرت ﷺ پر معجزہ دکھلانے کا سوال تھا اور معجزہ قدیم سے پیغمبروں کا شیعہ تھا۔ آنحضرت ﷺ نے ان کے سوال کو پورا کیا۔ بلاشبہ آنحضرت نے بموجب حکم باری تعالیٰ ان کے سوال کو پہنے معجزہ کا دکھانا دکھلایا۔ وہ معجزہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ بلاشبہ امی یعنی ان پڑھ تھے۔ اس زمانہ میں شاعروں کا زور تھا۔ چونکہ ہر زمانہ میں جو پیغمبر ہوتا رہا۔ موافق رواج قوم یا یوں کہو کہ جو اس زمانہ میں لوگ کسی ایک امر کے مدعی ہوتے تھے اور اپنے دعوے میں خدا کے ساتھ شرک کرتے تھے۔ ان کی تردید کے لئے پیغمبر کو پروردگار ان سے بڑھ کر فضیلت بخشا ہے۔ مثلاً موسیٰ علیہ السلام کے وقت ساحروں کا زور تھا۔ پروردگار نے موسیٰ علیہ السلام کو دو معجزے عطاء کئے۔ پہنے عصاء وید بیضا۔ جن سے انہوں نے ساحروں کو مغلوب کیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پروردگار نے یہ خواص بخشا کہ سخت بیماروں کو اچھا کرتے تھے۔ بے علاج ادویہ۔ بلکہ مردوں کو زندہ کرتے تھے۔ علی ہذا زمانہ آنحضرت ﷺ میں شاعروں کا زور تھا۔

ان کے عاجز کرنے کے لئے ایسے ٹنڈر کی ضرورت تھی کہ بغیر پڑھے ایسا کلام سناوے جس سے شاعر عاجز ہوں اور شرک و کفر سے نجات پائیں۔ اگرچہ دوسرے معجزے بھی اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو بخشے تھے۔ جیسا کہ شق القمر سے ظاہر ہے۔ تاہم شاعروں کا عاجز کرنا اہم معجزہ تھا۔ ناظرین بھول نہ جاویں مخالفوں کے معجزہ طلب کرنے پر آنحضرت ﷺ نے قرآن بتانے کا معجزہ مخالفین کو حکم باری تعالیٰ بخش کیا۔ دیکھو: ”قل فاتوا الكتاب من عند الله هو اهدى اتبعه ان كنت صادقين (القصاص: ۴۹)۔“ ﴿کہہ دے اے محمد مخالفوں کو پس لاؤ تم جیسے یہود و نصاریٰ سے ایک کتاب اللہ کی طرف سے جو کہ وہ کتاب بہت ہدایت کرنے والی ہو یعنی راہ مستقیم کی ان دونوں سے یعنی توریت و انجیل سے﴾

یہ کیوں کہا کہ قرآن شریف و انجیل سے اہدٰی ہے اور وہ دونوں کتابیں بوجہ تحریف یہود و نصاریٰ اہدٰی نہ رہی تھیں۔ بیرونی کروں میں اس کی جیسے مقولہ آنحضرت ﷺ اگر ہوتم سچ نبی اپنے دعوے شاعری میں۔ داؤد کو پروردگار نے تین معجزے دیئے۔ ایک پہاڑوں کا داؤد کے کہنے پر تسبیح کرنا۔ دوم جانوروں کا ان کے کہنے پر تسبیح پڑھنا۔ سوم لوہا کا داؤد کے ہاتھ میں مثل موم ہونا۔ اور پھر داؤد علیہ السلام کا زرہ بنانا۔ دیکھو: ”ولقد ایتنا داؤد منا فضلا۔ یا جبال اوبسی معه والطیر والناله الحديد۔ ان اعمل سابغات وقد فی السور دواعملوا صالحا (سبا: ۱۰، ۱۱)۔“ ﴿اور البتہ تحقیق دی ہم نے داؤد کو اپنی طرف سے بزرگی جیسے کہا اللہ تعالیٰ نے اے پہاڑ اور جانوروں کو تسبیح کرو ساتھ اس کے جیسے داؤد کے۔ اور نرم کیا ہم نے واسطے اس کے جیسے داؤد کے ہر طرح کا لوہا۔ اس لئے کہ بتائیں زرہیں پوری۔ اور امر کیا ہم نے داؤد کو اندازہ رکھ کر ایک دوسری کندھی کے پروانے میں اور عمل کراؤ جھے﴾ ایضاً۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو تین معجزے دیئے گئے۔

اول! ہوا جو بموجب حکم سلیمان علیہ السلام کے ان کے تخت کو جہاں چاہیں لے جاتی تھی۔ دوم! تانبے کا پانی ہو جانا حکم سلیمان علیہ السلام سے۔ سوم! جنوں کا مطیع ہونا۔ دیکھو: ”ولسلیمان الريح غدوها شهر ورواها شهر واسلنا له عين القطر ومن الجن من يعمل بين يديه باذن ربه ومن يوزغ منهم من امرنا نذقه من عذاب السعير (سبا: ۱۲)۔“ ﴿اور واسطے سلیمان کے تالاب کیا ہوا کو صبح کی سیر اس کی ایک مہینہ تھا اور شام کی سیر اس کی ایک مہینہ تھا اور بہا یا ہم نے واسطے اس کے جیسے سلیمان کے چشمہ گلے ہوئے

تانبے کا اور تالچ کیا جنوں میں سے واسطے سلیمان کے اور جو کوئی بے فرمانی کرے ان میں سے جتنے جنوں سے سلیمان کے حکم ہمارے سے چکھاویں گے ہم اس کو جتنے بے فرمان کو عذاب دوزخ سے اور سلیمان نے فرمان جنوں کو خود ہی عذاب فرما دیا کرتا تھا۔ ﴿

الغرض وجود معجزات کا قرآن شریف سے ثابت ہے۔ جو لوگ ان کے منکر ہیں۔ حقیقت میں ان کو علم قرآن ہرگز نہیں۔ اعتقاد نمبر ۴ میں سرسید مرحوم کے نزدیک فرشتوں کا کوئی وجود نہیں۔ انہوں نے اپنی تفسیر میں بحث فرشتوں میں آخر یہ اعتقاد اپنا ظاہر کیا ہے ان سب باتوں سے یعنی مذکورہ بالا بحث سے صاف پایا جاتا ہے کہ فرشتوں کے نام یہودیوں کے مقرر کئے ہوئے ہیں جو مختلف قوائے کی تعبیر کرنے کو انہوں نے رکھ لئے تھے۔ مگر یہ اعتقاد قرآن کے رو سے ہرگز صحیح نہیں۔ خاکسار نہیں بلکہ قرآن شریف سے ثابت ہے۔ بلکہ فرشتوں کے انکار سے مسلمان ہو ہی نہیں سکتا۔ دیکھو: ”لیس البران تولو ادجوہکم قبل المشرق والمغرب ولكن البر من امن بالله واليوم الآخر والملئكة والكتاب والنبین (البقرہ: ۱۷۷)“

آیت ہذا سے چار امر ثابت ہوتے ہیں۔ امر اول نماز۔ صرف نماز نجات کے لئے کافی نہیں تا وقتیکہ مفصلہ ذیل اشیاء پر ایمان نہ لاویں وہ یہ ہیں۔ اول خدا کو وحدہ لا شریک سمجھیں۔ دوم قیامت۔ سوم فرشتے۔ چہارم نبی۔ پنجم آسمانی کتابیں۔ امر دوم آیت مذکورہ سے خدا تعالیٰ نے فرشتوں کا وجود ثابت کیا ہے۔ معاذ اللہ اگر فرشتوں کا وجود نہ ہوتا جیسا کہ سرسید مرحوم صاحب اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ یہ حکم نہ فرماتا جو کہ ایمان لانا آخر فرشتوں پر آیت مذکورہ میں گزرا ہے۔ امر سوم آیت مذکورہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ پہلے لوگوں میں سے بھی بعض ایسے تھے جو کہ فرشتوں سے انکار کرتے تھے۔ لہذا پروردگار نے آیت مذکورہ میں ایمان لانا فرشتوں پر فرمایا۔ امر چہارم۔ مقدس کتابیں توریت و انجیل جو کہ زمانہ حال میں بھی موجود ہیں ان میں بھی فرشتوں کا وجود ثابت ہے۔ خلاصہ بحث ہذا کا یہ ہوا کہ وجود فرشتوں کا کلام الہی سے ثابت ہے۔ بلکہ قرآن شریف میں فرشتوں کا صاحب پروں کا ثابت ہے۔ دیکھو: ”الحمد لله فاطر السموات والارض جاعل الملئكة رسلاولى اجنحة مثنى وثلاث وربع۔ يزيد في الخلق ما يشاء ان الله على كل شى قدير (فاطر: ۱)“

مذکورہ آیت سے ایضاً پانچ امر ثابت ہوتے ہیں اول! فرشتوں کا وجود۔ دوم! پیغام کے لئے فرشتوں کا ایلیٰ ہونا۔ سوم! اور فرشتوں کا صاحب پر ہونا۔ تین تین چار چار۔ چہارم! اس

سے بھی زیادہ۔ حدیثوں میں جبرائیل کے چھ سو پر بیان ہوئے ہیں۔ پنجم! سید مرحوم کی طرح پہلے بھی لوگ فرشتوں کے انکاری تھے لہذا اللہ تعالیٰ نے جو ”ان اللہ علی کل شیء قدیر“ فرمایا یہ ”جوامع الکم“ اسی مقام پر آیا کرتا ہے۔ جہاں یہ گمان مخالف کر سکتا ہے کہ یہ کام کیوں اور کس طرح ہو سکتا ہے۔ الغرض اختلافات قدیمہ سے فرشتوں کا اختلاف بھی تھا۔ بلکہ اہم امر نزول قرآن شریف کا ساتھ مسئلہ اختلافی ثبوت کرنا تھا۔ مسئلہ اول لوگ تو حید پر قائم نہ رہے تھے۔ جیسا کہ کافر بت پرست تھے۔ یہودی عزیر کو خدا کا بیٹا جانتے تھے اور نصاریٰ بعض عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا اور بعض تثلیث کو مانتے تھے۔

مسئلہ دوم..... مختلف فیہ بعض فرشتوں سے سید مرحوم کی طرح انکار کرتے تھے۔ اور بعض فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں جانتے تھے اور کہتے تھے کہ خدا جنوں کے ساتھ اپنی بیٹیوں کے ناطہ کرتا ہے۔ معاذ اللہ چنانچہ یہی اعتقاد سورت الصفات رکوع ۴ میں اسی باطل خیال پر خدا تعالیٰ آنحضرت ﷺ کو فرماتا ہے۔ دیکھو: ”فاستفتہم الربک البنات ولہم البنون۔ ام خلقنا الملائکۃ انا ثاوہم شاهدون (الصافات: ۱۵۰، ۱۴۹) کلاخ۔ ایضاً وجعلو ابینہ و بین الجنۃ نسباً (الصافات: ۱۵۸)“

مسئلہ سوم..... مختلف فیہ آسمانی کتابوں پر اکثر لوگ یقین نہیں رکھتے تھے۔ جیسا کہ یہود انجیل اور قرآن کے منکر ہیں۔

مسئلہ چہارم..... مختلف فیہ پیغمبروں کی رسالت سے بھی اکثر انکار کرتے تھے۔ جیسا کہ عیسیٰ علیہ السلام و محمد ﷺ سے یہودی و نصاریٰ اور مشرک انکاری ہیں۔

مسئلہ پنجم..... مختلف فیہ بعض لوگ دہریہ زمانہ قدیم میں بھی موجود تھے جو کہ تدبیر کے قائل اور تقدیر کے منکر ہیں۔ چنانچہ آج کل یہی اسی اعتقاد کے دہریہ کم و بیش موجود ہیں۔ فرعون کا بھی یہی اعتقاد تھا: ”فما بال القرون الا ولی (طہ: ۵۱) قال فمن ربکما یا موسیٰ (طہ: ۴۹)“

مسئلہ ششم..... مختلف فیہ قیامت تھا بعض یہود اعتقاد رکھتے تھے کہ عذاب قیامت چند روز ہوگا۔ دیکھو اللہ تعالیٰ ان کا قول بیان فرماتا ہے: ”وقالو الن تمسنا النار الا یا ما معدودۃ (البقرہ: ۸۰)“ اور بعض یہود اعتقاد رکھتے تھے کہ قیامت نہ ہوگی: ”یا ایہا الذین امنوا لاتتولوا قومًا غضب اللہ علیہم قدیثسوا من الاخرۃ کما یئس الکفار من اصحاب القبور (سورہ متحنہ: ۱۳)“

مسئلہ ہفتم..... مختلف فیہ کفار بعض تو بھٹ من القبور کے منکر تھے۔ جیسا کہ مذکورہ بالا آیت سے ثابت ہے اور بعض کفار حضور ﷺ کو استہزاء یا تمجید کہا کرتے تھے کہ جب ہو جاویں گے ہم ہڈیاں گلی ہوئی کیا ہم پھر جاویں گے پہلی حالت میں۔ دیکھو یہی قول ان کا اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے:

”يقولون ء انالمر دودون في الحافره اذا كنا عظاما نخره (النازعات: ۱۱، ۱۰)“

اور فرعون کا قصہ بھی تمثیلاً انہیں کو سنانا ہے کہ فرعون ہی تمہاری طرح اعتقاد رکھتا تھا۔ آخر اس اعتقاد کے بدلے فرق ہوا۔ ناظرین دیکھو سورت نازعات میں۔ پس یہی وجہ کامل ہے کہ ان سات مسئلہ مختلف فیہ کے یقین کرنے کو ایمان مفصل کہتے ہیں۔ لہذا مسلمانوں میں ان کا جاننا اور یقین کرنا فرض ہے اور جو کوئی نہ جانے یا یقین نہ کرے اس کو بھی پہلے یہی پڑھاتے ہیں۔ اگر وہ پڑھ لے اور دل سے یقین بھی کر لے تو اسی کا نام مسلمان ہے اور وہ ایمان مفصل عربی عبارت میں یہ ہے:

امنت بالله وملئكته وكتبه ورسله واليوم الآخر والقدر خيره وشره من الله تعالى والبعث بعد الموت“

پس نتیجہ بحث ہذا کا یہ ہوا کہ وجود ملائکہ کا قرآن شریف سے ثابت ہے۔ گو سید مرحوم نے مخالفوں کی تردید کی ہوگی تاہم مرحوم سید کا یہ اعتقاد صحیح نہیں۔

اعتقاد نمبر ۵..... سید مرحوم نے اپنی تفسیر میں انہیں اور جنوں سے بھی انکار ظاہر کیا ہے۔ مگر یہ اعتقاد بھی قرآن شریف یسعون سے صحیح نہیں۔ بلکہ قرآن شریف میں جنوں کا وجود ثابت ہے اور جن قرآن پڑھتے رہے اور حضرت ﷺ سے سنتے رہے۔ دیکھو: ”وإذ نصرنا إليك نفر من الجن يسمعون القرآن فلما حضروه قالوا أنصتوا فلما قضى ولوالی قومهم منذرين (احقاف: ۲۹)“

”اے اور جس وقت کہ پھر لائے ہم طرف تیری جماعت جنوں میں سے سنتے تھے قرآن پس جب حاضر ہوئے اس کو یعنی حضرت کہنے لگے ۲۹ آہں میں چپ رہو۔ جب تمام ہوا پڑھنا پھر گئے طرف قوم اپنی کی ڈراتے ہوئے کہ ایسا پورہ دگار نے سورت اہل میں ایک جن کا نام بھی فرمایا ہے جو کہ سلیمان علیہ السلام کے مصاحبوں میں تھا۔ دیکھو: ”قال عفريت من الجن انسا اتيك به قبل ان تقوم من مقامك وانسى عليه لقوى امين (الہل: ۳۹)“

”کہا ایک دیونے جنوں میں سے میں نے آؤں گا تمہارے پاس اس کو جتنے تخت بقیس کو پہلے اس سے کہ کھڑے ہو تم جگہ اپنی سے اور بے شک اوپر اس کے یعنی تخت لانے کے البتہ قوی امین ہوں یعنی کوئی خیانت نہ کروں گا۔“

پس ثابت ہوا کہ وجود جنوں کا قرآن مجید سے ثابت ہے۔ اگر کوئی معترض یہ اعتراض کرے کہ وجود فرشتوں اور جنوں کا ہمیں نظر کیوں نہیں آتا۔ تو ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ عالم دنیا میں ایسی بہت سی اشیاء ہیں جن کا وجود بھی محسوس ہا نظر نہیں ہوتا۔ مثلاً ہوا جب تیز ہوتی ہے تو درخت توڑ دیتی ہے۔ مکان گرا دیتی ہے۔ مگر کوئی کہہ سکتا ہے کہ جسم ہوا کا اتنا لمبا ہے یا اتنا چوڑا یا سرخ یا سیاہ رنگ ہوتا ہے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ اگر کوئی معترض یہ کہے کہ ہوا کا فعل تو محسوس ہوتا ہے۔ تو ہم اس کے جواب میں کہہ سکتے ہیں کہ فرشتوں کا فعل یا وجود کا مس کرنا پیغمبروں کا ہی خاصہ ہے۔ وہ ان کے وجود کو دیکھتے ہیں اور ان کی آواز سنتے ہیں۔ لہذا منزلہ کتابوں میں فرشتوں اور جنوں کا جسم اور فعل بلکہ نام موجود ہے۔ جیسا کہ ہم قرآن شریف سے ثابت کر چکے ہیں۔ اصل میں ایسے سوالات کرنے محض فضول ہیں۔ انسانی عقل محدود ہے۔ عقل اس کا سلسلہ تمام قانون قدرت کو کیونکر سمجھ سکتا ہے۔ حالانکہ انسان کو اپنے بدن کی بھی پوری کیفیت معلوم نہیں۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ میرے اسے لڑکے یا لڑکیاں ہوں گی۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ روح جو بول رہی ہے۔ اس کی کیا صورت یا کیا رنگ ہے۔ پس جب اپنے بدن کی کیفیت ہی معلوم نہ ہوئی تو فرشتوں اور جنوں کی کیفیت کیونکر حاصل کر سکتا ہے۔ البتہ جن کو اللہ تعالیٰ ان کے سمجھنے کا علم دے دے وہ بے شک سمجھ سکتے ہیں۔ دور نہ جاسیے انسان باوجود دعوتی عقل بعض باتوں میں حیوان سے بھی پیچھے ہے۔ دیکھو حیوان اپنے مادہ جابلہ کو سمجھ سکتا ہے۔ پھر اس کے نزدیک نہیں کرتا۔ مگر انسان کو یہ سمجھ اللہ تعالیٰ نے نہیں دی۔ پس ثابت ہوا کہ فرشتوں اور جنوں کا دیکھنا پیغمبروں کا خاصہ ہے۔ چونکہ انہیں بھی فرقہ جنوں میں سے ہے لہذا اس کے قبول کے لئے علیحدہ دلیل پیش کرنی بہ فائدہ ہے۔

اعتقاد نمبر ۶..... سرسید مرحوم بہشت اور دوزخ سے بھی انکاری ہیں۔ وہ اپنی تفسیر میں بحث کرتے کرتے ہوئے اخیر میں یہ لکھتے ہیں۔ ”پس یہ مسئلہ کہ بہشت اور دوزخ دونوں بالفضل مخلوق و موجود ہیں۔ قرآن سے ثابت نہیں۔“

یہ اعتقاد سرسید مرحوم کا قرآن کی رو سے محض غلط ہے۔ کیونکہ قرآن میں دونوں کا وجود خدا تعالیٰ ثابت کرتا ہے۔ دیکھو: ”ولمن خاف مقام ربه جنتان۔ فبأی الاء ربکما تکذبن۔ ذواتا افسان فیہما عینان تجربین فیہما من کل فلکھة زوجان۔ متکفین علی فرش بطانئہما من استبرق۔ وجنا الجنئین دان (الرحمن: ۶ تا ۱۰)“ اور واسطے

اس شخص کے ڈرتا ہے آگے پروردگار کے کھڑا ہونے سے دو بہشت ہیں۔ پس ساتھ کون سی نعمت پروردگار اپنے کے جھلاتے ہو۔ وہ نو بہشت شاخوں والے ہیں۔ بیچ ان دونوں کے چشمے چلتے ہیں۔ بیچ ان دونوں کے ہر میوہ سے دو قسمیں ہیں۔ نکیہ کئے ہوئے اور فرشتوں کے کہ استرا ان کے تافے کے ہیں۔ اور میوے دونوں بہشت کے نزدیک ہیں۔ کچھ ایسا ثبوت وجود دوزخ ناظرین کو یاد رہے۔ پہلے لوگوں میں سے بھی ایسے تھے جو کہ سرسید مرحوم کی طرح دوزخ بہشت سے انکاری تھے۔ لہذا پروردگار نے ”قبای الاء ربکما تکذبین“ بہشت کے منکروں کے لئے فرمایا اور دیکھیں دوزخ کے منکروں میں سے بڑا منکر اس زمانہ میں ولید بن مغیرہ تھا۔ کافروں نے مشورہ کر کے کہا کہ یہ محمد کہتا ہے کہ یہ قرآن خدا کی کلام ہے۔ تو سن اس کو پھر انصاف کر۔ کیا یہ خدا کی کلام ہے یا نہ پس جب حضرت نے سنایا تب ولید بن مغیرہ کہنے لگا۔ یہ جادو ہے نقل کیا جاتا ہے نہیں، یہ قرآن مگر قول آدمی کا یعنی خدا کا کلام نہیں۔ دیکھو خدا تعالیٰ بھی مذکورہ بالا قول بیان فرماتا ہے: ”فَقَالَ اِنْ هَذَا اِلَّا سِحْرٌ یُّوْثَرُ اِنْ هَذَا اِقْوَالُ الْبَشَرِ (المعثر: ۲۵، ۲۶)“ اس قول ولید بن مغیرہ کے جواب پر پروردگار نے یہ فرمایا ”صالیہ سقر“ پھر ولید بن مغیرہ نے سقر پر بھی استہزاء کی۔ لہذا پروردگار نے فرمایا: ”وَمَا اَدْرَاکَ مَا سَقَرٌ لَا یَبْقٰی وَلَا تَذَرُ لَوْ اِحْدٰی لِلْبَشَرِ عَلَیْهَا تِسْعَةُ عَشْرِ (المعثر: ۲۷، ۲۹)“ پھر کہا ولید ابن مغیرہ نے نہیں یہ قرآن مگر جادو قدیمہ نہیں۔ یہ قرآن مگر قول آدمی کا، جواب باری تعالیٰ شتابی داخل کروں گا اس کو بیٹھنے ولید بن مغیرہ کو دوزخ میں ”پھر کہا اللہ تعالیٰ نے“ اور کہا جانے تو کیا دوزخ ”پھر اللہ تعالیٰ نے خود دوزخ کی تعریف بیان فرمائی نہیں باقی رکھتی اور نہیں چھوڑتی۔ ساڑھ دینے والی ہے چہرے کو۔ اوپر اس کے یعنی دوزخ کے انیس فرشتے ہیں۔ پھر ولید ابن مغیرہ نے انیس فرشتے پر بھی استہزاء کی کہ ہم تو بہت آدمی ہیں۔ انیس فرشتے ہماری طاقت کے آگے کیا کر سکتے ہیں۔ الغرض دور تک یہی جھگڑا دوزخ کا چلا جاتا ہے۔ مگر ہماری گفتگو اس میں تھی کہ سرسید مرحوم نے جو یہ کہا کہ وجود دوزخ اور بہشت کا قرآن شریف سے ثابت نہیں۔ یہ قول ان کا ہم نے قرآن شریف کے رو سے غلط ثابت کیا۔ یہ نہیں معلوم ہو سکتا کہ سرسید مرحوم نے منزل آخر کو نہیں دیکھا کیونکہ انہوں نے یہ تمام بحث پہلی ہی سپارہ میں ہی کی ہے۔ یا کہ دانستہ دیدہ انہوں نے انکار کیا ہے۔ بہر حال ہم ان کے حق میں دعا کرتے ہیں کہ خدا ان کو بخشے کیونکہ اکثر تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ تفسیر سید مرحوم نے اپنے وہم میں مخالفین کی تردید کے لئے بنائی ہے۔

اعتقاد نمبر ۱..... سید مرحوم کے نزدیک قرآن شریف کی سورتوں کے نام نہ تو خدا تعالیٰ نے رکھے ہیں اور نہ رسول نے بلکہ علماء نے خود بنائے ہیں۔ مگر یہ اعتقاد سید مرحوم کا بھی صحیح نہیں۔ ہم اپنے دعوے کو آخر میں بیان کریں گے۔ پہلے ہم سید مرحوم کا اعتقاد لکھتے ہیں جو کہ انہوں نے اپنی تفسیر میں تحریر کیا ہے۔ وہ عبارت سید مرحوم کی یہ ہے: ”الم یعنی سورت بقرہ سورت ان سورتوں میں سے ہے جن کو خدا نے ان کے نام سے موسوم کیا ہے۔ یہ حروف مقطعات ان سورتوں کے نام ہیں۔ پھر لکھتے ہیں علماء اسلام نے رفع التباس کے لئے ان سورتوں کے نام کے ساتھ جن کے متحد نام تھے۔ یا جن میں حروف مقطعات زیادہ تھے۔ یا کسی سورت کے اہم مضمون پر زیادہ وضاحت سے اشارہ کرنے کی غرض سے اور نیز ان سورتوں کے لئے جو کسی نام سے موسوم نہ تھیں۔ اسے یہودی قاعدہ کے مطابق اسی سورت میں سے کوئی لفظ اس سورت کی طرف اشارہ کرنے کے لئے منتخب کیا۔ جو رفتہ رفتہ بطور ان سورتوں کے نام کے مقصد ہونے لگے۔ مگر درحقیقت وہ الفاظ ہیں جو علماء نے ان سورتوں کی طرف اشارہ کرنے کے لئے اختیار کر لئے ہیں۔“ پھر لکھتے ہیں ”الم“ جو اس سورت کا نام ہے (یعنی بقرہ کا) اس سورت کا نام مبتداء ہے اور ذلک مبتداء ثانی ہے اور الکتاب اس کی خبر ہے اور یہ مبتداء وغیرہ مل کر خبر ہیں۔ یعنی ”الم“ کا اسم ذلک الکتاب پر محمول ہے۔“

ناظرین! کو سید مرحوم کی عبارت سے ثابت ہو گیا ہوگا کہ ان کے نزدیک سورتوں کے نام علماء نے یہودیوں کی طرح اپنی طرف سے اختیار کئے ہیں اور سید مرحوم کے نزدیک ان سورتیں ہیں جن پر حروف مقطعات ”الم“ آیا ہے۔ یعنی ”الم“ ان کا نام ہے۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ یہ حروف مقطعات ”الم“ ان سورتوں کے نام نہیں۔ اس بحث میں سید مرحوم نے سات غلطیاں کی ہیں۔

غلطی اول..... حروف مقطعات کو سورت کا نام لکھا۔ حالانکہ مقطعات کا لفظی معنی خود دلالت کرتا ہے کہ سورت کے ساتھ ان کو ہرگز کوئی تعلق نہیں۔ اسی وجہ سے ان کو حروف مقطعات بھی کہا جاتا ہے۔ پس جب ”الم“ مقطعات ہوئے تو سورت کا اسم کیوں کر بن سکتے ہیں۔

غلطی دوم..... ”الم“ تین حروف ہیں۔ ہر ایک جدا حرف ہے اور ہر ایک علیحدہ اسم ہے۔ مثلاً الف ایک اسم ہے۔ لام ایک اسم ہے۔ میم ایک اسم ہے۔ پھر یہ تین اسم ہوئے۔ پھر تین اسموں کا ایک سمجھنا علانیہ غلط ہے۔

غلطی سوم..... تمام قرآن شریف میں اَتیس سورتیں ہیں۔ جن پر حروف مقطعات ”الم“ آئے ہیں۔ اگر ہم سید مرحوم کے لکھے پر ہی یقین کریں کہ یہ سورتوں کے نام ہیں۔ تو یہ مشکل ہے کہ مخالفین کہیں گے کہ قرآن اچھی خدا کی کلام ہے کہ اَتیس سورتوں کے نام ایک ہی رکھ دیا۔ کیا خدا تعالیٰ کو کوئی دوسرا نام رکھنا بھی نہیں آتا۔ معاذ اللہ

غلطی چہارم..... لفظ ذ اسم اشارہ واحد مذکر غائب ہے۔ مشار الیہ اس کا مائل ہوتا ہے۔ اپنے مابعد الکتاب کو بتایا ہے۔

غلطی پنجم..... سورتوں کے نام حضرت ﷺ کے زمانہ میں ہی رکھے گئے تھے۔ یہ ہم نہیں کہہ سکتے کہ حضرت ﷺ نے خود رکھے یا وحی جبرائیل علیہ السلام نے بتلائے۔ بہر حال حضرت کے زمانہ میں بھی نام سورتوں کے جو کچھ آج کل مشہور ہیں، لئے جاتے تھے۔ اور منزل میں بھی حضرت ﷺ کے زمانہ میں ہی بنی ہیں۔ دیکھو بخاری کتاب فضائل القرآن باب انزل القرآن علی سبعہ احراف عن عمر ابن الخطاب سے حدیث مروی ہے کہ ہشام ابن حکیم نے صبح کی نماز میں سورت فرقان پڑھی۔ اختلاف قرأت کے ساتھ پھر اصحابوں میں جھگڑا پڑ گیا۔ آخر حضرت ﷺ کے پاس جھگڑا پیش کیا گیا۔ حضرت ﷺ نے ہشام ابن حکیم کو فرمایا کہ سورت فرقان پڑھ تبہ بحث ہذا کا یہ ہوا کہ اگر اس وقت سورتوں کے نام مقرر نہ ہوتے تو آنحضرت ﷺ ہشام ابن حکیم کو کیوں فرماتے کہ سورت فرقان پڑھ۔ پس ثابت ہوا کہ سورتوں کے نام زمانہ حضرت ﷺ میں مقرر ہو چکے تھے۔

غلطی ششم..... سید مرحوم نے حروف مقطعات ”الم“ کو مبتداء پایا اور ذلک مبتداء ثانی اور الکتاب اس کی خبر جب حروف ”الم“ مقطعات ہوئے۔ یعنی ان کو مہارت سے کوئی تعلق ہی نہ ہوا تو ”الم“ مبتداء کیوں کہ بن سکتا ہے اور ذلک مبتداء ثانی کیونکر ہو سکتا ہے۔ پھر الکتاب اس کی خبر کسی صورت میں نہیں بن سکتی۔ سید مرحوم نے یہ سوچا کہ مبتداء اور خبر میں اسناد ہوتا ہے۔ حالانکہ کوئی اسناد نہیں۔

غلطی ہفتم..... حروف مقطعات ”الم“ حالانکہ اَتیس سورتوں پر آئے ہیں مگر ”ذلک الکتاب لاریب فیہ“ اسوا بقر کے کسی اور سورت پر اَتیس سورتوں میں نہیں لکھے گئے۔ پس اگر یہ تمام سورتیں صحرا الضمون ہوئیں جیسا کہ سید مرحوم نے وہم کیا ہے تو ”ذلک الکتاب لاریب فیہ“ کا لانا بھی ضروری ہوتا۔ چونکہ ”الم“ حروف مقطعات ہی ہیں نہ اسم سورتوں کے۔ لہذا پروردگار نے باقی سورتوں ”الم“ والی میں ”ذلک الکتاب لاریب فیہ“ نہ فرمایا۔

اعتقاد نمبر ۷..... سید مرحوم نے حروف مقطعات ”الم“ کی غرض بیان فرمائی ہے۔ ہم طوالت کے لئے جمید عبارت نہیں لکھتے۔ صرف خلاصہ ان کی عبارت کا ناظرین کو دکھاتے ہیں۔ وہ یہ ہے۔ ”آپ نے (الف) سے مراد امر بالمعروف لیا ہے۔ (لام) سے مراد لیل و نہار لیا ہے۔ (م) سے مراد موت و حیات لیا ہے۔ مگر یہ استنباط سید مرحوم کا صحیح نہیں۔ کیوں کہ صورت روم، سورت لقمان، سورت عنکبوت، سورت بقرہ پر حالانکہ یہی حروف مقطعات موجود ہیں۔ مگر ان میں کوئی احکام امر بالمعروف نہیں بلکہ صرف توحید کا بیان ہے۔ لہذا سید مرحوم کا یہ استنباط بھی صحیح نہیں۔ اب یہاں سورت بقرہ پر پانچ سوالات پیدا ہوتے ہیں۔

سوال اول..... سورت بقرہ پر حروف مقطعات ”الم“ کس غرض کے لئے آئے۔

سوال دوم..... لفظ اسم اشارہ کا مشار الیہ کون ہے۔

سوال سوم..... ”ذلک الکتاب لا ریب فیہ“ کس سے مراد ہے۔

سوال چہارم..... ”ہدے للمعتقین“ کس کی صفت ہے۔

سوال پنجم..... سورت بقرہ بعد فاتحہ کے کس غرض سے لائی گئی۔ جتنے ان میں کیا ارتباط ہے۔

جواب سوال اول..... ”الم“ یاد رہے کہ جن سورتوں میں یہ حروف آئے ہیں۔ سب میں تین غرضیں ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ زمانہ نزول قرآن شریف میں تین گروہ تھے۔ بت پرست، موسائی، عیسائی۔ پھر موسائی عزیز کو خدا کا بیٹا جانتے تھے۔ اور احکام اسلام میں کئی طرح کے اختلاف کرتے تھے۔ رشوت کی وجہ سے جھوٹے فتوے دیا کرتے تھے۔ اور نصاریٰ بعض عیسائی علیہ السلام کو خدا کا بیٹا اور بعض خود خدا اور بعض مسیح پر یقین رکھتے تھے۔ چونکہ یہ تینوں فریق توحید پر قائم نہ تھے۔ لہذا محمد رسول اللہ اور قرآن شریف کی ضرورت ہوئی۔ چنانچہ یہی صلت پروردگار نے:

”لَمْ یَكُنِ الذِّیْنِ کُفَرُوا مِنْ اَهْلِ الْکُتُبِ وَالْمُشْرِکِیْنَ مِنْهُمْ حَتّٰی تَاْتِیَ الْبَیِّنَةُ (البینۃ: ۱)“ میں نزول قرآن شریف کے بیان فرمائی۔ پس آنحضرت ﷺ تینوں فریق

شرک موسائی، عیسائی کو ہدایت توحید فرمانے لگے۔ تو ہر سہ فریق نے حضور ﷺ کی تکذیب کی۔

یہودی کہتے تھے کہ یہ قرآن پہلی کہانیاں ہیں۔ بت پرست کہتے تھے کہ یہ ساحر ہے۔ الغرض بت

پرست ہو۔ موسائی ہو۔ عیسائی اپنے اپنے اعتقاد سے باز نہ آئے۔ گو آہستہ آہستہ تینوں فریقوں

میں سے بہت سے ایمان بھی لے آئے تاہم آج تک وہی فریق موجود ہیں۔ ناظرین! کو یہ ثابت

ہو گیا ہوگا کہ تین امروں کا محال فیقن مذکورہ بالا کو ماننا پروردگار کا اصل مقصد تھا۔ وہ تین امر یہ ہیں۔

امراقول اللہ ایک ہے۔

امردوم قرآن شریف منزل من اللہ ہے۔

امرسوم یہ پیغمبر رسول اللہ ﷺ ہے۔ پس جن سورتوں میں انہی تینوں امور مذکورہ بالا کی مخالفوں کی منانے کی ضرورت تھی۔ ان سب سورتوں میں حروف مقطعات ”الم“ آئے ہیں۔ جو کہ الف سے مراد: ”واللہم اللہ واحد“ ہے۔ جن میں وہ تینوں فریق اختلاف کرتے تھے اور لام سے مراد ہذا کتاب ”من لدن“ ہے۔ جس کی نسبت وہ تینوں فریق اختلاف کرتے تھے۔ اور میم سے مراد ”محمد رسول اللہ“ ہیں۔

خلاصہ مضمون مذکورہ بالا کا یہ ہوا۔ اللہ ایک ہے۔ قرآن شریف سچ ہے۔ محمد برحق ہے۔ جو مراد حروف مقطعات ”الم“ کی ہم نے بیان کی۔ وہ بعینہ سورت بقرہ کی آیات مفصلہ ذیل سے ناظرین دیکھ سکتے ہیں۔ دیکھو الف، کا مصداق آیت ”واللہم اللہ واحد“ (بقرہ: ۱۶۳) لام، کا مصدقہ آیت: ”الکتاب لاریب فیہ ایضاً ولقد انزلنا الیک آیات بینات“ میم، کا مصدقہ آیت: ”انا ارسلک بالحق بشیرا ونذیرا ایضاً وانک لمن المرسلین“ (بقرہ: ۲۲)

سوال دوم ذاء اسم اشارہ کا مشار الیہ کون ہے۔

جواب یہ بات مسلم الثبوت ہے کہ ہر ایک سورت ایک کتاب ہے۔ اور یہ بھی بلاشبہ تسلیم ہے کہ سورت فاتحہ جمالی قرآن شریف ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ سورت فاتحہ کا طرز کلام ایسا ہے کہ گویا بندہ کی کلام ہے مثلاً: ”ایاک نعبد وایاک نستعین“ سے بلاشبہ یہ شک ضرور پڑتا ہے کہ یہ کلام خدا کا نہیں بلکہ بندہ کا ہے۔ گو صاحب علم سمجھتے ہیں کہ پروردگار نے طریقہ یاد کرنے اپنے کا سکھایا ہے۔ اور قل اس میں مقدر ہے لیکن ناواقفوں اور مخالفوں کو کہ جس طرح کہ زمانہ حال میں فاتحہ کی نسبت شک پڑتے ہیں۔ اسی طرح زمانہ نزول قرآن شریف میں بھی مخالف کہا کرتے تھے۔ لہذا شروع سورت بقرہ میں پروردگار نے اسم اشارہ بیان فرمایا ہے جس کا مشار الیہ وہی کتاب سورت فاتحہ ہے۔ جس میں مخالفوں کو کلام الہی ہونے میں شک تھا۔ اس کی تصدیق کے لئے اسم اشارہ لانا ضروری تھا تا کہ سورت فاتحہ اور سورت بقرہ میں ارتباط پیدا ہو لہذا باقی سورتوں میں حروف مقطعات ”الم“ والی پر یہ طرز اختیار نہیں کی گئی۔

سوال سوم ”الکتاب لاریب فیہ“ کس سے معاد ہے۔

جواب..... وہی کتاب جس میں مخالفین یہود و نصاریٰ شک کرتے تھے اور اب مخالفین کلام بندہ سمجھتے ہیں۔ الغرض خدا تعالیٰ اس کو قرآن فرماتا ہے۔ دیکھو: ”وَلَقَدْ آتَيْنَا سَبْعَ مِنَ الْمَثَانِ وَالْقُرْآنَ الْعَظِيمَ“

سوال چہارم..... ”ہدی للمتقین“ کس کی صفت ہے۔

جواب..... وہی کتاب سورت فاتحہ کی صفت ہے جس میں مخالفین کا اعتراض تھا۔

سوال پنجم..... سورت فاتحہ اور بقرہ میں کیا ارتباط ہے۔

جواب..... سورت فاتحہ میں تین گروہ کے علاوہ دلائل توحید کے بیان ہے۔ مثلاً ”انعمت“ جو پیغمبروں اور نیک لوگوں سے مراد ہے اور ”مغضوب“ جو یہودیوں یا وہ لوگ جن پر واقعی عذاب وارد ہوا تھا۔ مثل قوم تبع۔ اس ثمودی قوم سے لوط مراد ہیں۔ سوم ”ضال“ جو کہ نصاریٰ یا فاسق قاجر عاصم معتد سے مراد ہیں۔ پس مضمون سورت فاتحہ سے چار امر ثابت ہوئے۔ ایک توحید اور تین گروہ انہیں چار امور اجمالی کی سورت بقرہ میں تفسیر ہے۔ دیکھو پروردگار نے اوّل رکوع میں ”مومنون“ کی تعریف فرمائی۔ اس کے بعد کافروں کی اور رکوع دوم میں منافقوں کا حال بیان کیا۔ رکوع سوئم میں اپنی الوہیت اور وحدانیت کے دلائل بیان فرمائے۔ پس اسی ارتباط کی وجہ سے سورت بقرہ بعد فاتحہ کے اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی اور اسی وجہ سے ”ذلک الکتاب لاریب فیہ ہدی للمتقین“ سورت بقرہ فرمایا اور باقی تین جن حروف پر مقطعات ”الم“ آئے تھے۔ ”ذلک الکتاب لاریب فیہ“ نہ فرمایا۔ مرزا قادیانی! ہم نے یہ جتنے ورق سیاہ کر دیئے ہیں۔ یہ سب آپ کی خاطر ہی کئے ہیں کیونکہ آپ نے سید مرحوم کے اصولوں کو پکڑ کر اپنا دعویٰ اقرائی بنا بیٹھے۔ پس ہم اصل کتاب شروع کرتے ہیں۔

فیصلہ قرآنی تکذیب قادیانی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله الذی یصورکم فی الارحام کیف یشاء والصلوة والسلام

علی رسولہ المجتبیٰ . اما بعد!

احقر العباد وحکیم حافظ محمد الدین صانہ اللہ تعالیٰ عن المکتروہات الدنیا والدین۔ ناظرین کی خدمت میں التماس کرتا ہوں کہ حقیقت قصہ مسیح ابن مریم علیہ السلام کا موقوف ہے۔ علم نزول قرآن پر، لہذا ہم پہلی وجہ نزول قرآن شریف بیان کرتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ زمانہ آنحضرت علیہ السلام

میں تین فریق تھے۔ اول کافر، دوم نصاریٰ، سوم یہود۔ پھر کافر بھی مختلف اعتقاد کے تھے۔ بت پرست، کوکب پرست، حیوان پرست۔ چنانچہ یہی فریق آج کل بھی کم و بیش موجود ہیں۔ فریق دوم، نصاریٰ اس کے تین فریق تھے۔ ایک وہ جو عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا سمجھتے تھے۔ دوم وہ جو عیسیٰ علیہ السلام کو فطر خدا کا بیٹا سمجھتے تھے۔ سوم وہ جو تثلیث کو مانتے تھے۔ فرقہ سوم یہود تھے۔ یہ نہایت ہی مختلف اعتقاد کے تھے۔ بعض عزیر کو خدا کا بیٹا جانتے تھے۔ بعض عالموں اور درویشوں کو خدا بنا بیٹھے تھے۔ بعض قیامت عذاب کو چند روز یقین کرتے تھے۔ نماز، روزہ، حج وغیرہ احکام اسلام میں کئی طرح کے افتراء کرتے تھے۔ ایک رحم کے دو بچوں کو بعض کے لئے حرام اور بعض کے لئے حلال جانتے تھے۔ شہور حرام کو بدل دیتے تھے اور رشوت لے کر جموئے فتوے دیتے تھے۔ حتیٰ کہ عیسیٰ علیہ السلام کو ولد الزنا اور مریم علیہا السلام کو زانیہ یقین کرتے تھے۔ حالانکہ عیسیٰ علیہ السلام تردید اختلاف مذکورہ بالا کے واسطے خدا کی طرف سے رسول تھے: ”و رسولا الی بنی اسرائیل“ لیکن یہود نے بجائے رسالت ماننے کے قتل کرانے اور پھانسی چڑھانے کی تدبیریں کیں۔ مگر ان کی تدبیریں کارگر نہ ہوئیں۔ نہ پھانسی دیئے گئے۔ نہ قتل کئے گئے۔ چنانچہ ہم عنقریب اس بحث کو غرض مکر یہود میں بیان کریں گے۔

وجہ نزول قرآن

الغرض ناظرین کو مذکورہ بالا مضمون سے ثابت ہو گیا ہوگا کہ ہر سہ فریق میں سے یعنی کافر۔ نصاریٰ اور یہود کوئی بھی توحید پر ثابت قدم نہ تھا۔ یہی وجہ نزول قرآن شریف کی ہوئی: ”لم یکن الذین کفرو وأمن اهل الكتاب والمشرکین منفکین حتی تاتنی ہم البینة رسول من اللہ یقلوا صحفًا مطهرہ فیہا کتب قیم (البینہ: ۳ تا ۱۱)“

پس جب آنحضرت ﷺ دعوت اسلام صراطِ استقیم ہر سہ فریق مذکورہ بالا کو کرنے لگے تب حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی طرح طرح کے الزام دینے لگے۔ مثلاً مفتری۔ شاعر۔ مجنون۔ کذاب اور آنحضرت ﷺ کو یہود اور نصاریٰ طرح طرح کے سوالات بھی کرنے لگے۔ مثلاً یہود عیسیٰ علیہ السلام ناجائز فطرتی اور بعض مقتول بیان کرتے تھے۔ اور برخلاف ان کے نصاریٰ بعض عیسیٰ علیہ السلام کو خدا اور خدا کا بیٹا اور بعض تثلیث کا اعتقاد کا اظہار کرتے تھے۔ چونکہ یہ دونوں فریق افراط و تفریط میں غرق تھے۔ کیونکہ نہ تو عیسیٰ علیہ السلام ناجائز فطرتی اور نہ مصلوب اور نہ مقتول ہوئے تھے اور نہ عیسیٰ علیہ السلام خدا تھا اور نہ خدا کا بیٹا اور نہ تین خدا تھے۔ جیسا کہ بعض نصاریٰ کا اعتقاد تھا۔ محاذ اللہ منہا۔ پس یہی اختلاف مذکورہ بالا کی وجہ سے قصہ عیسیٰ علیہ السلام

قرآن شریف میں مختلف مقامات پر مختلف اغراض کے لئے خدا تعالیٰ نے بیان فرمایا۔ جن اغراض کی فہرست ہم ناظرین کو دکھلا چکے ہیں۔

اختلاف عقائد

الفرض چونکہ سب اعتقادات یہود اور نصاریٰ محض بہتان تھے۔ لہذا پروردگار نے کسی جگہ اعتقاد یہود اور کسی جگہ نصاریٰ کی تردید فرمائی۔ جو لوگ مذکورہ بالا اغراض کا علم نہیں رکھتے ان کو شکوک باطلہ یہودیہ یا نصاریہ پیدا ہوتے ہیں۔ چنانچہ مرزا قادیانی اسی یہودی اعتقاد کو پکڑ کر کلمات ناشائستہ بہتانیدہ تاویلہ افتراسیہ خود غرضیہ خیالیہ و ہمیہ نسبت عیسیٰ علیہ السلام اپنی کتابوں میں شائع کرتے ہیں۔ چنانچہ عیسیٰ علیہ السلام کو شرابی، زانی، فاحشہ عورتوں کا مال کھانے والا حتیٰ کہ ناجائز فطرتی بھی اپنے قلم سے لکھتے ہیں۔ نعوذ باللہ منہا۔

حصہ اول! اغراض قرآنی متعلقہ حضرت مریم علیہا السلام کے بیان میں فصل اول
غرض اول..... حقیقت پیدائش مریم علیہا السلام میں۔

سوال..... بجناب باری تعالیٰ والدہ مریم علیہا السلام: ”اذ قالت امراة عمران رب انی نذرت لك مافی بطنی محررا فتقبل منی انك انت السميع العليم۔ فلما وضعتها قالت رب انی وضعتها انثی (آل عمران: ۳۶، ۴۰)“ جس وقت کہا یوی عمران کی نے اے رب میرے تحقیق میں نے نذر کیا واسطے تیرے جو کچھ بیچ پیٹ میرے کے ہے۔ پس قبول کر مجھ سے بے شک تو سننے والا جاننے والا ہے۔ پس جب جناس کو کہ اے میرے تحقیق میں نے جناس کو لڑکی۔ ﴿

جواب..... باری تعالیٰ آیت: ”والله اعلم بما وضعت“ ﴿ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو کچھ جناس ﴿ اظہار والدہ مریم علیہا السلام آیت: ”ولینس الذکر کالانثی وانی سمعتها مریم“ ﴿ اور نہیں مرد مانند عورت کے امر تحقیق میں نے نام رکھا اس کا مریم ﴿ دعا والدہ مریم علیہا السلام وقت آزادی مریم علیہا السلام: ”وانسی اعیذھا بک وذریئھا من الشیطان الرجیم“ ﴿ اور بے شک میں نے پناہ دی اس کو ساتھ تیرے اور اولاد اس کی کو شیطان راندے ہوئے سے ﴿

جواب..... باری تعالیٰ آیت: ”فتقبلھا ربھا بقبول حسن وانبتھا نباتا حسنا“ ﴿ پس قبول کیا اس کو رب اس کے ساتھ قبول اچھے کے اور اگایا اس کو اگانا خوب اچھا۔ ﴿ غرض دوم..... حقیقت پرورش مریم علیہا السلام کے بیان میں: ”وکفلھا زکریا“ ﴿ اور سوچ

دی وہ زکریا علیہ السلام کو ﴿

بیان حال احسانات باری تعالیٰ ”وجد عندھا رزقا“ ﴿پایا نزدیک اس کے رزق﴾ خبر سوال تجبانہ زکریا علیہ السلام: ”قال یا مریم انی لك هذا“ ﴿اے مریم کہاں سے آیا واسطے تیرے یہ رزق﴾۔

جواب مریم علیہا السلام: ”قالت هو من عند اللہ ان اللہ یرزق من یشاء بغیر حساب (ایضاً)“ ﴿کہا مریم علیہا السلام نے وہ نزدیک اللہ سے تحقیق اللہ رزق دیتا ہے جس کو چاہتا ہے بے شمار﴾ یہی سبب ہے واسطے اولاد کے دعائاً مکننا زکریا علیہ السلام کا: ”هنا لك دعا زکریا ربہ (آل عمران: ۳۸)“ ﴿اس جگہ پکارا زکریا علیہ السلام نے پروردگار کو اپنے﴾۔ اے ارباب بصیرت آج کل جو لوگ مثلاً مرزا قادیانی بن باپ تولد ہونا عیسیٰ علیہ السلام کا محال جانتے ہیں۔ حقیقت میں یہ قول یہود کا تھا۔ جس کو پروردگار نے زکریا علیہ السلام کی نظیر دے کر تردید فرمائی۔ کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ تندرست جوان تھی۔ لیکن یحییٰ کے والدین دونوں قابل اولاد نہ تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قول زکریا علیہ السلام کا بیان فرمایا: ”قال رب انی یكون لى غلام وقد بلغنى الکبر و امرأتى عاقر (آل عمران: ۴۰)“ ﴿کہا اے رب میرے کیونکر ہو گا واسطے میرے لڑکا اور تحقیق پہنچا ہے مجھ پر بڑھا ہوا پاپا اور بیوی میری بانجھ ہے﴾۔

جواب ”قال کذا لك قال ربك هو على هین وقد خلقتک من قبل ولم تک شیئاً (مریم: ۹)“ ﴿کہا اسی طرح رب تیرے رب نے وہ اوپر میرے آسان ہے اور تحقیق پیدا کیا میں نے پہلے اس سے بے شک نہ تھا تو کچھ﴾۔

افسوس یحییٰ علیہ السلام بغیر قابلیت والدین خدا تعالیٰ کی قادریت سے پیدا ہوا اور مرزا قادیانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جس کے والدہ تو صحیح المزاج تھی۔ بن باپ ہونا نہیں مانتے بلکہ حکم باری تعالیٰ: ”یفعل ما یشاء“ جو کہ دعویٰ قادریت ایزدی ہے۔ چھوڑ دیتے ہیں۔ افسوس پھر افسوس آپ نے سمجھا بھی نہیں۔ یہ سب آیات مذکورہ بالا سورت آل عمران اور سورت مریم کی ہیں۔

غرض سوم تہمت یہود کے بیان میں

مرزا قادیانی کی طرح یہود بھی مریم علیہا السلام کو بدکار جانتے تھے۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ یہود کا قول بیان کرتا ہے: ”قالوا یا مریم لقد جئت شیئاً فریاً، یا اخت هرون ماکان ابوک امراً سوء و ملکانت امک بغیا (مریم: ۲۷، ۲۸)“ ﴿کہا انہوں نے اے مریم البتہ

تحقیق لائی تو ایک چیز عجیب اے بہن ہارون کی نہ تھا باپ تیرا برا اور نہ تھی ماں تیری بدکار کہ ہم بریت مریم علیہا السلام دوسرے موقع پر دکھا دیں گے۔ یہاں صرف بہتان یہود اور مرزا قادیانی کا دکھانا مقصود ہے۔

غرض چہارم..... بریت مریم علیہا السلام کے بیان میں۔

یہاں مریم علیہا السلام کا قول اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے: ”اُنْیَ یَکُونُ لِی غَلامٌ وَلَمْ یَمْسَسْنِی بَشَرٌ وَلَمْ اَکْ بَغِیًّا (مریم: ۲۰)“ ﴿کیونکر ہوگا واسطے میرے لڑکا اور نہیں ہاتھ لگایا مجھ کو کسی آدمی نے اور نہیں میں بدکار کہ آیت ہذا سے صاف دوا مر ثابت ہوتے ہیں کہ نہ یوسف سے نکاح ہوا اور نہ کسی کے ساتھ بدکاری کی۔ معاذ اللہ! مرزا قادیانی یہود کی طرح دونوں عیب لگاتے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ مذکورہ مریم علیہا السلام کی تصدیق کرتا ہے: ”کَذَٰلِکَ قَالَ رَبِّکَ هُوَ عَلٰی هٰتٰنِ، وَلِنَجْعَلْہٗ اٰیۃً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِنَّا وَکَانَ اَمْرًا مَّقْضٰی (مریم: ۲۱)“ ﴿کہا اسی طرح، کہا پروردگار تیرے نے وہ اوپر میرے آسان ہے اور تاکہ کریں ہم اس کو نشان واسطے لوگوں کے اور مہربانی اپنی طرف سے اور ہے کام مقرر کیا ہوا۔﴾ آیت مذکورہ بالا سے چار امر ثابت ہوئے۔ اول! کسی آدمی نے مریم کو وس نہیں کیا اور نہ مریم علیہا السلام بدکار ہے۔ دوم! اللہ تعالیٰ پر بغیر باپ بیٹا پیدا کرنا آسان ہے۔ سوم! عیسیٰ علیہ السلام اس کی قادریت کا نشان ہے۔ چہارم! علم ازل میں یوں ہی ہوتا تھا۔ اے ناظرین مرزا قادیانی اعتقاد میں یہودیوں سے کم نہیں۔ مذکورہ بالا آیت سورت مریم کی ہیں۔

غرض پنجم اوصاف مریم علیہا السلام کے بیان میں

”وَإِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِکَةُ یَا مَرْیَمُ إِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰکَ وَطَهَّرَکَ وَاصْطَفٰکَ عَلٰی نِسَآءِ الْعٰلَمِیْنَ (آل عمران: ۴۲)“ ﴿جس وقت کہا فرشتوں نے اے مریم تحقیق اللہ نے برگزیدہ کیا تجھ کو اور پاک کیا تجھ کو اور برگزیدہ کیا تجھ کو اور عورتوں عالمین کے﴾ اے ارباب بصیرت آیت ہذا میں مریم علیہا السلام کو خدا تعالیٰ نے دو فضیلتیں بخشی ہیں۔ ایک! پاکیزگی یعنی پاک دامن، دوم! برگزیدگی تمام عورات عالمین سے۔ یہ دونوں خطاب کسی عورت کو خدا تعالیٰ کی طرف سے اور انعام اور خوش خبری نہیں ملی۔ ہائے افسوس خدا تعالیٰ جس کی یہ فضیلت بیان فرما دے اور مرزا قادیانی اس پر تہمت لگا دیں۔ سوائے خلل دماغ یا بے علمی کے اور کچھ نہیں۔

غرض ششم بشارت تولد عیسیٰ علیہ السلام کے بیان میں

”وَإِذْ کَرَّمْنَا کِتَابَ مَرْیَمَ إِذَا نَتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَکَانًا شَرًّا

قیاء فاتخذت من دونهم حجابا فارسلنا الیہا روحا فتمثل لہا بشرا سویا، قالت انی اعوذ بالرحمن منك ان كنت تقیاء، قال انما انا رسول ربك لا هب لك غلاما زکیا (مریم: ۱۶ تا ۱۹) ﴿اور یاد کر سچ کتاب کے مریم علیہا السلام کو جب جا پڑی لوگوں اپنے سے مکان شرقی میں پس پکڑ اورے ان سے وہ پس پہنچایا ہم نے طرف اس کے روح اپنے کو یعنی فرشتہ پس صورت پکڑی واسطے آدمی تندرست کے کہنے کی تحقیق میں پناہ مانگتی ہوں تجھ سے اگرچہ تو پرہیزگار۔ کہنے لگا سوائے اس کے نہیں میں بھیجا ہوا ہوں رب تیرے کا تاکہ بخش جاؤں تجھ کو لڑکا پاکیزہ﴾ اے ناظرین! یہاں بھی بہتان مرزا سیہ سے مریم علیہا السلام پاک ہیں۔

فصل دوم..... اغراض قرآنی متعلقہ عیسیٰ علیہ السلام کے بیان میں

غرض اول کیفیت تولد عیسیٰ علیہ السلام کے بیان میں

”فحملته فانتبذت به مکانا قصیاء فاجاءها المخاض الی جذع النخلة قالت یالیتنی مت قبل هذا وکنت نسیاء منسیا . فنادها من تحتها الا تحزنی قد جعل ربك تحتک سریا . وهزی الیک بذجع النخلة تساقط علیک رطبا جنیا (مریم: ۲۲ تا ۲۵) ﴿پس حاملہ ہو گئی ساتھ اس کے پس جا پڑی ساتھ اس کے مکان دور میں پس لے آیا اس کو دروازہ کی طرف رخنے درخت خرما کے کہا اے کاش کہ میں مر گئی ہوتی پہلے اس سے اور ہوتی بھولی بھولائی پس پکارا اس کو پیچھے اس کے سے یہ کہ مت غم کھا تحقیق کر دیا رب تیرے نے نیچے تیرے چشمہ اور ہلائخ کھجور کے کو طرف اپنی ڈالے گی اوپر تیرے کھجور تازی۔﴾

اے ارباب بصیرت مانگیں کی دو آیتوں سے آپ کو ثابت ہو گیا ہوگا کہ دو احسان یعنی تازہ خرما اور چشمہ آب بھی طاقت بشری اور مرزا قادیانی کے علم سے بعید ہیں۔ اگر خرما تازہ اور چشمہ احسان الہی مانا جاوے تو تولد عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ ماننے میں کیا مشکل ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام کو بن باپ اور رفیع الی السماء بحمد عصری نہ مانا جاوے تو دو مشکل پیش آتی ہیں۔ ایک تو تمام معجزوں کا انکار کرنا پڑے گا۔ جیسا کہ کھجور اور چشمہ کا یہاں خدا تعالیٰ بیان فرماتا ہے۔ یا اور مقامات میں معجزے پیغمبروں کے بیان فرمائے ہیں۔ جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کا دریائے نیل سے عبور کرنا اور فرعون کا غرق ہونا اور موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا اڑدھان بننا ہاتھ مبارک کا سفید ہونا پتھر سے بارہ چشموں کا کلنا ابراہیم علیہ السلام کے وجود کا آتش نمرودی کو سرد کرنا سلیمان علیہ السلام کے مصاحبوں سے ایک شخص کا بقیس کو طرفہ العین میں لانا۔ صالح کی

اوشی کا معہ بچہ پیدا ہوا۔ کشف سے حضرت خضر علیہ السلام کا کشتی کو سوراخ کرنا اور لڑکے کو قتل کر ڈالنا۔ سلیمان علیہ السلام کا غیر جنس جانوروں سے کلام کرنا۔ لشکر جن طیور کا بھرتی کرنا اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا شق اقرار کرنا۔ معراج بحسد عصری کرنا۔ ان تمام مذکورہ معجزوں سے انکار کرنا پڑے گا تو پھر قرآن کا کیسا حصہ رہا۔

مشکل دوم..... اگر عیسیٰ علیہ السلام کو بن باپ اور رفیع الی السماء بحسد عصری اور مریم علیہا السلام کو بے عیب پاک دامن نہ سمجھاوے تو یہودیوں اور مسلمانوں میں کوئی فرق نہیں رہتا اور نہ مباہلہ سورۃ آل عمران کا کوئی فائدہ۔

غرض دوم اوصاف عیسیٰ علیہ السلام کے بیان میں

”اذ قالت الملكة يا مريم ان الله يبشرك بكلمة منه المسيح غيسى ابن مريم وجيها فى الدنيا والاخرة ومن المقربين ويكلم الناس فى المهد وكهلا ومن الصالحين ويعلم الكتاب والحكمة والتوراة والانجيل ورسولا الى بنى اسرائيل (آل عمران: ۴۵ تا ۴۹)“ جس وقت کہا فرشتوں نے اے مریم علیہا السلام اللہ بشارت دیتا ہے تجھ کو ساتھ ایک بیٹے کے اپنی طرف سے نام اس کا مسیح عیسیٰ علیہ السلام بیٹا مریم کا آبرو والا بیچ دنیا اور آخرت کے اور مقربوں میں سے ہے اور کلام کرے گا لوگوں سے بیچ جمولے کے بچنے طفولیت میں اور صالحین سے ہے اور سکھا دے گا اس کو لکھنا اور حکمت پہننے خواص الانبیاء اور تورات اور انجیل و رسول طرف بنی اسرائیل کے۔

اے ارباب بصیرت یہ اوصاف حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم علیہا السلام کے ہیں کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ آیات قرآنی نہیں کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ اوصاف جلیلہ نہیں؟ پس جب مرزا قادیانی ان اوصاف حمیدہ کو چھوڑ کر بہتان شراب، ناجائز فطرتی، فاحشہ غورتوں کے مال کھانے والا، یہودیوں کی طرح لگاتے ہیں۔ تو آپ خود سوچ سکتے ہیں کہ مرزا قادیانی کو قرآن شریف کے معانی سے کہاں تک واقفیت ہے۔ کیا ایسے کلمات کہنے والا دعوے اسلام میں صادق ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

غرض سوم! دعوت عیسیٰ علیہ السلام کے بیان میں

جب عیسیٰ علیہ السلام مامور بدعوت اسلام ہوئے۔ جب بنی اسرائیل کو دعوت اسلام کرنے لگے: ”انى قد جئتكم بایة من ربكم انى اخلق لكم من الطين كهيئة الطير فانفخ فيه فيكون طيرا باذن الله وابرى الاكمه والابرص امى الموتى

بإذن الله وانبئكم بما تاكلون وماتد خرون في بيوتكم ان في ذلك لاية لكم ان كنتم مومنين، ومصداقالمابين يدي من التورات ولاحل لكم بعض الذي حرم عليكم وحثكم باية من ربكم فاتقوا الله، واطيعون، ان الله ربي وربكم فاعبدوه، هذا صراط مستقيم (آل عمران: ۴۹ تا ۵۱)“

﴿تحقیق آیا ہوں تمہارے پاس ساتھ نشانی رب تمہارے کی، یہ کہ میں بتاتا ہوں واسطے تمہارے مٹی سے مثل صورت جانور کی۔ پس پھونکتا ہوں میں بیج اس کے پس ہو جاتا ہے جانور ساتھ اذن اللہ کے اور اچھا کرتا ہوں مادر زاد اندھے اور سخت برص کو اور زندہ کرتا ہوں مردے کو حکم اللہ سے اور خبر دیتا ہوں تم کو ساتھ اس چیز کے جو کھاتے ہو تم جو کچھ ذخیرہ کرتے ہو تم بیج اپنے گھروں کے تحقیق بیج اس کے البتہ نشانی ہے واسطے تمہارے اگر ہو تم ایمان لانے والے۔ اور بیج کرنے والا ہوں اس چیز کو جو آگے میرے ہے تورات سے اور تاکہ حلال کروں میں واسطے تمہارے بعض وہ چیز کہ حرام کی گئی ہے اور پر تمہارے اور لایا ہوں میں پاس تمہارے نشانی رب تمہارے سے پس ڈرو اللہ سے اور کہا مانو میرا بے شک اللہ رب میرا ہے اور رب تمہارا پس عبادت کرو اس کی یہی راہ سیدھی ہے۔﴾

اے ناظرین دعوی دعوت حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر غور فرمادیں جو کہ خدا تعالیٰ حال دعوت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قرآن شریف میں بیان فرماتا ہے۔ پھر مرزا قادیانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں یہودیوں کی طرح کلمات ناشائستہ فرماتے ہیں دیکھیں انکار قرآن نہیں تو کیا ہے؟

غرض چہارم! امداد انصار کے بیان میں

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب یہود کو دعوت راہ مستقیم کی تو یہود نے ان کی تکذیب کی تب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انصار سے امداد طلب کی: ”فلما احس عیسی منہم الکفر قال من انصاری الی اللہ، قال الحواریون نحن انصار اللہ، امنا باللہ اشهد باننا مسلمون، ربنا! امنا بما انزلت واتبعنا الرسول فلکتبنا مع شاہدین (آل عمران: ۵۲ تا ۵۳)“ ﴿پس جب دیکھا عیسیٰ علیہ السلام نے ان سے انکار کہا کون ہے مدد دینے والا مجھ کو طرف اللہ کی کہا حواریوں نے ہم ہیں مدد دینے والے اللہ کی ایمان لائے، ہم ساتھ اللہ کے اور تو گواہ ہو ساتھ اس کے کہ ہم مسلمان ہیں۔ اے پروردگار ہمارے ایمان لائے ہم ساتھ اس چیز کے جو اتاری تو نے اور پیروی کی ہم نے رسول کی پس لکھ ہم کو ساتھ شاہدوں کے۔﴾

آیت ہذا سے مابعد کی آیت میں اللہ تعالیٰ مکر یہود بیان فرماتا ہے جس کے معنے مرزا قادیانی کو غفل و ماغ اور بے علمی کی وجہ سے منشاء قرآن شریف کے مطابق سمجھ میں نہیں آئے۔ اس بحث کو ہم دوسری جگہ مکر یہود میں دکھلاتے ہیں۔

غرض پنجم۔ مکر یہود کے بیان میں

غرض ہذا میں تین امور بحث طلب ہیں۔ جب تک ان کا علم نہ ہو قرآن شریف کا مطلب حل نہیں ہو سکتا۔ وہ امر یہ ہیں۔

امراؤل..... زمانہ نزول قرآن میں لوگوں کے اعتقاد عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت کیا تھے۔

امردوم..... قرآن شریف میں قصہ عیسیٰ علیہ السلام کیوں آیا۔

امرسوم..... ذکر مکر یہود سورہ آل عمران میں کیوں آیا۔

امراؤل..... زمانہ نزول قرآن شریف میں لوگوں کے تین فریق تھے۔ بت پرست، مویہود،

عیسائی۔ پھر بت پرست مختلف اعتقاد کے تھے۔ جیسا کہ ہم مقدمہ میں ذکر کر چکے ہیں کہ بت

پرست عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت کچھ بحث نہ کرتے تھے۔ دوم موسائی ان کے بھی مختلف فریق تھے۔

بعض عزیز علیہ السلام کو خدا کا بیٹا جانتے تھے۔ بعض درویشوں کو خدا بنا بیٹھے تھے۔ بعض اپنے آپ کو

خدا کے دوست یا بیٹے سمجھتے تھے۔ الغرض یہود کے بے تعدا فریق تھے۔ جیسا کہ قرآن شریف میں

آیا ہے: ”ان هذ القرآن يقص على بنى اسرائيل اكثر الذی هم فيه يختلفون

(النمل: ۷۶)“ ﴿بے شک یہ قرآن بیان فرماتا ہے اوپر بنی اسرائیل کے اکثر اس چیز کا کہ وہ بیچ

اس کے اختلاف کرتے ہیں۔﴾ اور عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت تہمت فطرت ناجائز و بدکاری لگاتے

تھے۔ جس کو ہم غرض سوم تہمت یہود میں بیان کر چکے ہیں۔ اور بعض مقتول اور بعض مصلوب ہوا

بھی یقین کرتے تھے۔ سوم عیسائی ان کے بھی بہت فریق تھے۔ ایک وہ جو عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا

بیٹا جانتے تھے۔ دوسرے وہ جو عیسیٰ علیہ السلام کو خدا ہی مانتے تھے۔ تیسرے وہ جو تثلیث کے قائل

تھے۔ چوتھے وہ جو عیسیٰ علیہ السلام کو یوسف بن یعقوب کا بیٹا سمجھتے تھے۔ پانچویں وہ جو مریم علیہا

السلام کا باپ مہلی سمجھتے تھے۔ چھٹے وہ جو مریم علیہا السلام کا باپ عمران سمجھتے تھے۔ لیکن قرآن مجید

عمران ہی کو ثابت کرتا ہے۔ پس ناظرین کو دو امر ثابت ہو گئے ہوں گے۔ اول یہ کہ ہر سہ فریق

مشرک، یہود، نصاریٰ توحید پر کوئی بھی ثابت قدم نہ تھا۔ دوم اصل واقعہ عیسیٰ علیہ السلام میں کئی

طرح کے اختلافات کئے ہوئے تھے۔ جن کی تردید میں اللہ تعالیٰ نے واقعہ عیسیٰ علیہ السلام کی

اصلیت بیان فرماوے۔ یہی وجہ نزول قرآن شریف ہے۔ ”لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ، مُنْفَكِينَ حَتَّى تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ، رَسُولٌ مِنَ اللَّهِ يَتْلُو صُحُفًا مُطَهَّرَةً فِيهَا كُتِبَ قِيمَةُ (البیتہ: ۳۱)“ نہ تھے وہ لوگ جو کافر ہوئے اہل کتاب سے اور مشرک باز رہنے والے یہاں تک کہ سوائے اس کے پاس دلیل روشن پیغمبر خدا کی طرف سے پڑھتا ہو صحیفہ پاکیزہ نہج ان کے کتابیں قائم کرنے والی دین کو۔ ﴿

اب رہا مردوم۔ قصہ عیسیٰ علیہ السلام قرآن مجید میں کیوں آیا۔ اس کی وجہ اختلاف مذکورہ بالا ہے۔ امر سوم ذکر مکر یہود سورۃ آل عمران میں کیوں آیا ہے۔ اس کی وجہ یہی کہ تمام اعتقادات باطلہ یہود و نصاریٰ جو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور مریم علیہا السلام کی نسبت رکھتے تھے۔ سورۃ آل عمران میں صفت حی القیوم اپنی بیان کی جو یہ صفت نہ ہی عیسیٰ علیہ السلام کو اور نہ ہی مریم علیہا السلام کو حاصل تھی۔ پس ثابت ہو گیا کہ ہر سہ اشخاص بندگان خدا میں سے تھے۔ اس کے بعد قرآن شریف کی تعریف فرمائی کہ یہ مصدق ہے تورات اور انجیل کا اور ساتھ ہی فرمایا کہ یہ فرقان ہے۔ یعنی فرق کرنے والا تحریفوں کا جو یہود و نصاریٰ نے تورات اور انجیل میں کی ہوئی تھی۔ اس کے بعد فرمایا بے شک جو لوگ منکر ہوئے ساتھ حکم اللہ کے ان کے لئے عذاب سخت ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی بات آسمان زمین کی مخفی نہیں۔ اس کے بعد فرمایا اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جو تمہاری صورتیں بناتا ہے بیچ رحم کے۔ جس طرح چاہتا ہے۔ یہ اشارہ ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف۔ یہ دونوں قومیں یہود و نصاریٰ افراط اور تفریط کرتی تھیں۔ یعنی یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ناجائز فطرتی اور مریم علیہا السلام کو بدکار سمجھتے تھے اور بعض نصاریٰ بہ خلاف ان کے عیسیٰ علیہ السلام کو خدا اور کوئی خدا کا بیٹا۔ کوئی تثلیث کو ماننا تھا۔ نتیجہ بحث ہذا کا یہ ہوا کہ خدا تعالیٰ جس طرح چاہتا ہے رحم میں صورت دے دیتا ہے بن باپ یا باپ ہر طرح سے قادر ہے نہ عیسیٰ علیہ السلام ناجائز فطرتی ہے اور نہ اس کا باپ یوسف ہے۔ علیٰ ہذا تین رکوع آل عمران تک مختلف طرح پر تردید یہود اور نصاریٰ بیان فرمائی ہے اور رکوع چہارم میں پروردگار نے اصل واقعہ عیسیٰ علیہ السلام و مریم شروع فرمایا۔ اس پر جس طرح تاریخ بیان کی جاتی۔ فرمایا کہ بے شک اللہ نے آدم علیہ السلام اور نوح اور آل ابراہیم اور آل عمران کو تمام لوگوں پر برگزیدہ کیا۔

ارباب بصیرت پر مخفی نہ رہے کہ اول آدم علیہ السلام جد پیغمبران تھے۔ اس کے بعد نوح علیہ السلام اس کے بعد ابراہیم علیہ السلام بعدہ جتنے پیغمبر ہوئے آل ابراہیم سے ہوئے اور اس

کے بعد آل عمران کو بیان فرمایا۔ عمران نام ہے والد مریم علیہ السلام کا جس کو بعض یہودی و نصاریٰ ہیلی بھی سمجھتے ہیں جو آج کل بھی مریم علیہا السلام کے باپ کا نام ہیلی مشہور ہے۔ ایک اختلاف تو اللہ تعالیٰ نے نام والد مریم عمران کے نام سے رد کیا۔ اس کے بعد والدہ مریم علیہا السلام کا قول فرمایا اور اس میں تمام کیفیت نذر ماننے والدہ مریم کی جو کچھ کہ جواب و سوال اس وقت ہوئے تھے۔ معہ قبول نذر بیان فرمائی۔ اس کے بعد مریم علیہا السلام کی پرورش کا حال جو کہ ذکر یا علیہ السلام کفیل ہوا تھا۔ بیان فرمایا۔ نیز تولد یحییٰ کی بھی پوری کیفیت بیان فرمائی جو کہ عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے کم نہیں۔ اس کے بعد رکوع پنجم میں مریم علیہا السلام کی تعریف شروع فرمائی اس کے بعد اپنے مامور آنحضرت ﷺ کی تصدیق بیان فرمائی: ”ذالك من انباء الغيب نوحيه اليك (آل عمران: ۴۴)“

اس کے بعد وہ زمانہ بیان فرمایا جس وقت مریم علیہا السلام کو بذریعہ وحی تولد عیسیٰ علیہ السلام کی خبر دی گئی تھی۔ اس کے بعد عیسیٰ علیہ السلام کے اوصاف بیان فرمائے۔ اس کے بعد دعوت بنی اسرائیل کی تکذیب دیکھو تو انصار سے مدد طلب کی۔ نیز انصار کی مدد کا حال بیان کیا۔ آخر اس آیت کے بیان فرمایا کہ یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کرانے کی تدبیریں کیں مگر میں بہتر تدبیریں کرنے والا ہوں۔ اس کے بعد رکوع ششم آل عمران میں وہ خبر دی جو کہ مکر یہود کے وقت پروردگار نے عیسیٰ علیہ السلام کو فرمائی تھی جس سے رفع الی السماء بحمد غفری ثابت ہوتا ہے۔ جو غفریب ہم انشاء اللہ ناظرین کو دکھائیں گے۔ اس کے بعد پھر مامور آنحضرت ﷺ کی تصدیق فرمائی: ”ذالك نقلوه عليكم من الايات والذکر الحکیم (آل عمران: ۵۸)“ اس کے بعد بیان فرمایا کہ پیدائش عیسیٰ علیہ السلام میرے نزدیک مثل بابا آدم علیہ السلام کے ہے۔

ارباب بصیرت پر مخفی نہ رہے کہ بعض لوگوں نے آدم علیہ السلام کے معنی عام انسان کے لئے ہیں۔ مگر وہ صحیح نہیں۔ اس لئے کہ جہاں ذکر انسان کا قرآن میں آتا ہے۔ وہاں لفظ انسان سے پروردگار یاد فرماتا ہے۔ یہ لفظ آدم علیہ السلام سے: ”فاما الانسان اذا ما ابتلاه (الفجر: ۱۵) یا ایہا الانسان ما غرک (انفطار: ۶) هل اثنی علی الانسان حين من الدهر انا خلقنا الانسان من نطفة (الدھر: ۲۱) ان الانسان لفی خسر (عصر: ۲) ان الانسان لربه لکنود (عادیات: ۶)“

الغرض تمام قرآن میں پروردگار نے انسان کا لفظ عام آدمی کے واسطے بیان فرمایا اور لفظ آدم تمام قرآن میں بابا آدم کے واسطے استعمال کیا۔ اب ہم اس دعوے کو قرآن شریف سے ثابت کر کے دکھاتے ہیں کہ لفظ آدم علیہ السلام مخصوص ہی ساتھ بابا آدم علیہ السلام کے ہے۔ دیکھو قول اللہ تعالیٰ کا: ”ان الله اصطفى آدم“ اسی صورت اسی قصہ عیسیٰ علیہ السلام میں بیان فرماتا ہے۔ سورہ آل عمران: ”وعلم ادم الاسماء ايضاً قال يادم ايضاً واذ قلنا للملائكة اسجدوا لادم فسجدوا“ ايضاً وقلنا يادم اسكن ايضاً فتلقى ادم من ربه ايضاً يابنى ادم قد انزلنا عليك ايضاً يابنى ادم لا يفتننك الشيطان ايضاً يابنى ادم خذوا ازينتكم ايضاً يابنى ادم اما ياتينكم ايضاً ولقد عهدنا الى ادم ايضاً يادم ان هذا“

یہ تمام مثالیں اسم آدم علیہ السلام کی جو قرآن شریف میں اللہ نے بیان کی ہیں۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ خدا نے لفظ آدم کے لئے مذکورہ بالا مقامات میں بیان نہیں فرمایا۔ پس ثابت ہوا کہ جن لوگوں نے: ”ان مثل عيسى عند الله كمثل ادم“ سے عام آدمی یا انسان نطفی خلقت سے مراد لیا ہے انہوں نے علانیہ غلطی ہی نہیں کی بلکہ تکفیر کی۔ کیونکہ ان کو اس غلطی پر یہ بھی کہنا پڑا کہ عیسیٰ علیہ السلام بن باپ نہیں بلکہ یوسف کا بیٹا ہے۔ معاذ اللہ۔ اب ہم پھر بحث وہی پہلی ناظرین کو دکھاتے ہیں: ”ان مثل عيسى“ کے بعد پروردگار نے فرمایا: ”الحق من ربك فلا تكونن من المعتزين (آل عمران: ۶۰)“

ناظرین! الحق کا لفظ لام جنس کا ہے جس سے مراد تمام قصہ عیسیٰ علیہ السلام جو بیان ہوا ہے حق اور سچ ہے۔ یعنی عیسیٰ علیہ السلام پیغمبر بن باپ پیغمبروں کے دکھانے والا نہ مقتول ہوا نہ مصلوب ہوا۔ لیکن یہود نے بھی مرزا قادیانی کی طرح انکار کیا۔ لہذا اس آیت کے بعد حکم مباہلہ ہوا۔ لیکن انہوں نے مباہلہ نہ مانا۔ پھر اس کے بعد پروردگار نے آنحضرت ﷺ کو حکم فرمایا کہ کہہ دے مخالفوں کو کہ اگر اصل واقعہ عیسیٰ علیہ السلام نہیں مانتے اور اپنے اختلاف کو نہیں چھوڑتے اور مباہلہ کی طرف نہ آئے۔ اس کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حق میں جھگڑنے لگے۔ کیونکہ یہود اپنے آپ کو ابراہیمی مذہب پر سمجھتے تھے۔ علی ہذا عیسائی۔ اس کے جواب میں پروردگار نے فرمایا کہ ابراہیم نہ مذہب یہودی پر ہے نہ نصاریٰ پر۔ اس کے بعد جھگڑا اکی طرح ہوتا ہوتا۔ دس رکوع آل عمران تک چلا جاتا ہے۔ اس کے پروردگار مسلمانوں کو مخاطب کر کے احکام بیان فرماتا

ہے۔ الغرض منجملہ اختلافات یہود و نصاریٰ میں مقتول و مصلوب ہونا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جو کہ فی الحقیقت خلاف اصل بلکہ جھوٹ تھا۔ خدا تعالیٰ نے بیان فرمایا۔ اب ہم پہلے ثبوت دینے اختلاف جھوٹ یہود و نصاریٰ کی قرآن شریف کا خلاصہ مضمون جو کہ ماقبل مکر یہود کے ہے۔ بیان کرتے ہیں پروردگار قرآن شریف میں عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت جو کہ وہ یہود کو کرتے تھے۔ اسی طرح بیان فرمائی ہے۔ بے شک میں لایا ہوں تمہارے پاس نشان پیغمبری کی رب تمہارے سے۔ وہ نشان ہے۔ بے شک میں پیدا کرتا ہوں واسطے تمہارے مٹی سے مثل صورت جانور کی پس پھونکتا ہوں میں بچ اس کے یعنی روح پس جب ہو جائے گا جانور خدا کے حکم سے (نشان یعنی معجزہ) اور اچھا کرتا ہوں۔ ماورزاد اندھوں کو اور سخت برص کو۔ بے شک زندہ کرتا ہوں مردوں کو خدا کے حکم سے اور خبر دیتا ہوں تم کو تمہاری اور جو کچھ کہ ذخیرہ کرتے ہو تم گھروں میں۔ آخر عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا بے شک بچ مذکورہ معجزوں کے ضرور نشانی ہے واسطے تمہارے (یعنی نشانی پیغمبری میری کی) اگر تم ایمان لانے والے یعنی میری پیغمبری پر۔ اس کے بعد عیسیٰ علیہ السلام نے کہا بے شک میں تصدیق کرنے والا ہوں۔ تو رات کا اور میں پیغمبر اس لئے ہوا ہوں تاکہ حلال کروں واسطے تمہارے بعض اس چیز کا جو حرام کی گئی ہیں اور تمہارے یعنی یہودی شریعت میں بوجہ بے فرمانی۔ ان کی کے خدا تعالیٰ نے احکام سخت کئے ہوئے تھے۔

جیسا کہ سورۃ الانعام میں خدا فرماتا ہے: ”ذلک جزینا ہم ببغیم وانا لصادقون (الانعام: ۱۶۶)“ اسی طرح سورۃ نساء میں: ”والخذنا منہم میثاقا علیہم فیما لقضہم میثاقہم وکفرہم بایات اللہ (النساء: ۱۵۵: ۱۵۴)“

اس کے بعد عیسیٰ علیہ السلام نے کہا میں لایا ہوں تمہارے پاس حکم رب تمہارے کے پس ڈرو اللہ سے اور میرا کہا مانو۔ اس واسطے بے شک اللہ میرا اور رب تمہارا ہے۔ یعنی عبادت اس کی کرو عیسیٰ علیہ السلام نے یہ کیوں نہ کہا کہ بعض یہود عزیر کو خدا کا بیٹا بعض درویشوں کو خدا بناتے تھے۔ اس کے بعد کہا یہی صراط مستقیم ہے۔ ناظرین یہ جو مذکور ہوا ہے پروردگار نے حال دعوت عیسیٰ علیہ السلام بیان فرمایا۔ اس کے بعد خدا تعالیٰ وہ خبر بیان فرماتا ہے جو یہود کے انکار کی تھی:

”فلما احسن عیسیٰ منہم الکفر (آل عمران: ۵۲)“

یعنی انکار پیغمبری عیسیٰ علیہ السلام اس کے بعد عیسیٰ علیہ السلام نے کہا انصار کو کون مدد دینے والا ہے مجھ کو طرف اللہ کی۔ الغرض انصار نے اقرار کیا کہ ہم مددگار ہیں اور ایمان لانے

والے ہیں خدا پر اور تیری پیغمبری پر۔ اس کے بعد پروردگار وہ خبر بیان فرماتا ہے کہ جو یہود نے عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کرانے کے لئے تجویز کی تھی۔ اب ہم تجویز یہود بیان کرتے ہیں۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہدایت راہ مستقیم سے یہود نے انکار کیا۔ تب علماء یہود نے اس وقت کے بادشاہ کو کہا عیسیٰ علیہ السلام ناجائز فطرتی، کذاب دعویٰ پیغمبری کرتا ہے اور احکام تورات کو چھوڑتا ہے۔ پس بادشاہ نے عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دینے کا حکم دیا۔ لیکن پروردگار نے عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیا اور عیسیٰ علیہ السلام کے شبہ میں ایک اور شخص پکڑا گیا اور وہ سولی بھی دیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ آج بعض نصاریٰ بھی عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دیئے جانے کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ کیونکہ ان کی انجیلوں میں لکھا ہے۔ لیکن ساتھ ہی یہ اختلاف بھی لکھا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام سولی پر فوت نہیں ہوئے بلکہ عیسیٰ علیہ السلام سولی پر بے ہوش ہو گئے اور میرعاد مقررہ پر سولی سے اتار لئے گئے۔ تب ان کو دفن کیا گیا حسب حکم بادشاہ کے پھر حواریوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو رات کے وقت قبر سے نکال لیا۔ پھر وہ اپنی طبعی موت سے مرے۔ مگر اس اعتقاد نصاریٰ پر تین اعتراض ہیں۔ اول اگر فی الواقع عیسیٰ علیہ السلام سولی دیئے گئے ہوتے تو خدا تعالیٰ: ”وما صلبوه“ کیوں فرماتا۔ دوم ذکر مکر یہود میں کیوں فرمایا اور مرجانے اور دفن کا کیوں نہ فرمایا۔ پس ثابت ہوا کہ مرزا قادیانی و مرشد (سر سید احمد علی گڑھی) مرزا قادیانی جس کی کتابوں سے مرزا قادیانی نے اپنا مذہب خود تراش کیا ہے۔ غرض قصہ عیسیٰ علیہ السلام سے بلکہ قرآن شریف سے یقیناً ناواقف ہیں۔ اب ہم دلائل نہ مرنے والے عیسیٰ علیہ السلام کے اور بحمد عصری آسمان پر چڑھائے جانے کے ناظرین کو دکھاتے ہیں۔ وہ دلائل یہ ہیں۔

دلیل اول..... رکوع چہارم آل عمران جس میں قصہ عیسیٰ علیہ السلام شروع ہوتا ہے رکوع چہم تک جہاں قصہ عیسیٰ علیہ السلام کا ختم ہوتا ہے تمام وقف کافی ہیں۔ کافی وہ وقف ہوتا ہے جس کے ماقبل اور مابعد کا مضمون ملتا ہو۔ علی ہذا وقف: ”ومکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین (آل عمران: ۵۳)“ پر وقف کافی ہے۔

دلیل دوم..... مکر یہود کے بعد اللہ تعالیٰ دعویٰ خیر الماکرین کا فرماتا ہے: ”واللہ خیر الماکرین“ اگر عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دیئے جانے یا مرجانے کا یقین کیا جائے تو دعویٰ ایزدی واللہ خیر الماکرین کا کوئی معنی نہیں۔ (کیونکہ دشمنوں کی مراد تو خدا کے مارنے سے برائی۔ دشمنوں نے نہ مارا تو۔ نعوذ باللہ)

دلیل سوم..... جہاں آیت: ”واللہ خیر الملکین“ فتم ہوتی ہے اور آیت: ”اذ قال اللہ“ شروع ہوتی ہے۔ کوئی عطف نہیں بلکہ اذ (کیونکہ دشمنوں کی مراد تو خدا کے کارنے سے برآئی۔ دشمنوں نے نہ مارا تو۔ نعوذ اللہ! ظریفہ ہے۔ جس کا ظرف وہ وقت ہے جب اللہ نے عیسیٰ علیہ السلام کو مکرم یہود سے بچا لیا۔

دلیل چہارم..... آیت: ”اذ قال اللہ یاعیسیٰ“ میں آنحضرت ﷺ کو مکرم یہود کی خبر دی ہے۔ یعنی ہذا: ”واللہ خیر الملکین“ کی تفسیر ہے۔

دلیل پنجم..... ”انی متوفیک“ جو ایک جملہ خبریہ ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ معنی اس کے اٹھانے کے ہیں۔ کیونکہ خدا نے آگے کسی پیغمبر کے مرنے کی اطلاع نہیں دی۔
دلیل ششم..... ”ورافعک“ میں وادعطف تفسیری ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں۔ یعنی اٹھالینے والا تجھ کو۔

دلیل ہفتم..... ”ورافعک“ میں کاف خطاب کا ہے۔ خطاب جسم مع الروح کو ہوتا ہے نہ صرف روح کو دیکھو مثال قرآنی والدہ عیسیٰ علیہ السلام: ”یا مریم ان اللہ اصطفک وطہرک وادعطفک (آل عمران: ۴۲) اسی طرح: ”اذ اوحینا الی امک مایوحی“
دلیل ہشتم..... کلمہ الی سے ثابت ہوتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ خدا تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھا لئے ورنہ الی کی ضرورت نہ تھی۔

دلیل نہم..... و مطہرک اس میں دو دلیلیں ہیں۔ اٹھالینے کی اول مطہرک کے اس مقام پر بچالینے کے ہیں۔ نہ پلیدی سے پاک کرنے کے۔ دوم کاف خطاب کا ہے۔ جسم مع الروح کے واسطے ہوتا ہے۔

دلیل دہم..... ”من الذین کفروا“ میں من نعتیہ ہے الذی موصولہ ہے کفر واسے۔ وہ یہود مراد ہیں جنہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مکر یعنی تدبیر پھانسی کی کرائی تھی۔ ایضاً دیکھو: ”وجاعل الذین اتبعوک، فوق الذین کفروا الی یوم القیمۃ (آل عمران: ۵۵)“

آیت ہذا سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہی آسمانوں پر ہیں اور پھر آئیں گے۔ کیونکہ آیت ہذا میں اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کو خوشخبری دیتا ہے کہ تیری پیروی کرنے والے لوگ تیرے مخالفوں پر قیامت تک غالب رہیں گے۔ اگر زندہ آسمان پر نہ چڑھائے جاتے تو آیت ہذا سے خوشخبری دینے کا کوئی معنی نہیں ضرور ہی آویں گے۔ تصدیق آیت ہذا

دیکھو: ”وانہ لعلم للساعة، فلا تمترن بها واتبعون (الزخرف ۶۱)“ لہذا پروردگار نے پہلی آیت میں قیامت کا لفظ فرمایا۔

دلیل یازدہم..... عطف ثم۔ یہ عطف تراخی کا ہے جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ پروردگار نے خبر مکر یہود اور دعویٰ: ”اللہ خیر الما کرین“ سے ختم فرمایا اور وہ یہود جو آنحضرت ﷺ کے ساتھ دربارہ مقتول و مصلوب عیسیٰ علیہ السلام کے جھگڑا کرتے تھے۔ ان کو مخاطب کر کے فرمایا ہے: ”ثم الی مرجعکم فاحکم بینکم فیما کنتم فیہ تختلفون (آل عمران: ۵۵)“ آیت ہذا میں سب ضمیر مخاطب کے ہیں۔ اس سے ذرہ بھی شبہ نہیں ہو سکتا کہ آیت جس میں ہم بحث کر رہے ہیں۔ وہ یہودی مخاطب ہیں جو آنحضرت ﷺ کے ساتھ مقتول یا مصلوب ہونے عیسیٰ علیہ السلام کے بارہ میں جھگڑا کرتے تھے۔

دلیل دوازدہم.....: ”فیما کنتم فیہ تختلفون“ آیت ہذا میں فیہ جو ضمیر ہے مرجع اس کا مکر یہود ہے اور تختلفون سے صاف ثابت ہے کہ یہود نے اپنا اختلاف جو کہ وہ بعض مقتول ہونا عیسیٰ علیہ السلام کا اور بعض مصلوب ہونا یقینی امر جانتے تھے۔ اس اعتقاد سے باز نہ آئے۔

دلیل سیزدہم..... ”فاما الذین کفروا“ سے صاف ثابت ہے کہ جو لوگ بعد سمجھانے آنحضرت ﷺ کے اپنے اعتقاد سے باز نہ آئے۔ ان کے لئے وعدہ عذاب کا پروردگار نے فرمایا۔ جیسے کہ آیت ہذا ”فاعذبہم عذابا شدید“

دلیل چہار دہم..... ”واما الذین امنوا“ سے مراد ایمان لانا اس بات پر کہ عیسیٰ علیہ السلام نہ مقتول ہوئے نہ مصلوب۔

دلیل پانزدہم.....: ”فمن حاجک فیہ الخ“ آیت ہذا میں کوئی فرق نہیں اور نہ کوئی آیت ہذا کا فائدہ ہے۔ (معاذ اللہ)

دلیل شانزدہم.....: ”فمن حاجک فیہ“ آیت ہذا مباہلہ کی آیت ہے اور فیر کا ضمیر کا مرجع وہی اختلاف مکر یہود وغیرہ ہے۔ اگر یہود اپنے اعتقاد مقتول اور مصلوب سے باز آتے اور عیسیٰ علیہ السلام کو بن باپ سمجھتے تو مباہلہ کی ضرورت نہ تھی۔

دلیل ہفدہم.....: ”ان هذا الہو القصاص الحق“ اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ وہ سچے قسے ہیں ﴿

آیت ہذا مابعد تمام واقعات تردید اختلاف یہود و نصاریٰ جو کہ نسبت عیسیٰ علیہ السلام

اور مریم علیہا السلام کرتے تھے۔ بطور فیصلہ کلی مقولہ منجانب باری تعالیٰ بیان ہوا ہے۔ یعنی عیسیٰ علیہ السلام بن باپ اور مریم علیہا السلام مس شیطان سے پاک ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام نہ مقتول ہوئے اور نہ مصلوب۔ بلکہ بحسد عصری آسمان پر چڑھائے گئے۔ اگر عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دیا جانا یا قتل کیا جانا یا یوسف بن یعقوب کا بیٹا قرار دینا صحیح ہوتا تو آیت: ”ان هذا القصص الحق“ کا کوئی معنی نہ ہوتا۔ کیونکہ ہذا کا مشارالیه اور صوحا مرجع وہی بیان جو رکوع سوم سورہ آل عمران سے شروع ہو کر رکوع ششم تک یعنی آیت ہذا جس میں ہم بحث کر رہے ہیں۔ ختم ہوا ہے۔ حق اور سچ ہے۔

دلیل ہیر دھم.....: ”وما قتلوه وما صلبوه الخ“ پروردگار فرماتا۔
دلیل نور دھم.....: ”بل رفعه الله“ اگر عیسیٰ علیہ السلام کو بحسد عصری ”رفع الی السماء“ نہ سمجھا جاوے تو آیت ہذا کا کوئی معنی نہیں۔

دلیل بستم.....: ”وان من اهل الكتاب الا ليقمنن به من قبل موته (النساء: ۱۵۹)“ اگر عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمان پر نہ سمجھا جاوے تو آیت ہذا کا کوئی معنی نہیں۔

دلیل بست دھم.....: ”واذکففت بنی اسرائیل عنک (المائدہ: ۱۱۰)“ آیت ہذا میں دو دلیلیں ہیں۔ ایک عیسیٰ علیہ السلام مکر یہود سے بچ گئے۔ دوم زندہ ہیں۔ کیونکہ خدا ”عنک“ فرماتا ہے۔ کاف خطاب۔ جسم مع الروح کے واسطے استعمال ہوتا ہے۔ نہ صرف روح کے۔

دلیل بست و دوم.....: ”وانه لعلم للساعة فلا تمترون بها واتبعون (الزمر: ۶۱)“ آیت ہذا سے تین امر ثابت ہوتے ہیں۔ اول عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر ہیں۔ دوم ان کا پھر آنا قیامت کی نشانی ہے۔ سوم زمانہ آنحضرت ﷺ کے یہود عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ اور پھر آنے پر مرزا قادیانی کی طرح انکار کرتے تھے۔ لہذا پروردگار نے ”فلا تمترون بها“ فرمایا۔ ضمیر بہا کا مرجع علامت ہے نہ نفس عیسیٰ علیہ السلام۔

دلیل بست سوم.....: ”وجعلناها وابنها لیت للعالمین (الانبیاء: ۹۱)“ سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام بن باپ پیدا ہوا۔ اور زندہ آسمانوں پر ہے ورنہ آیت ہذا کا کوئی معنی نہیں۔

توفی کی بحث

اب ہم لفظ ”متوفی“ پر بحث کرتے ہیں جس کے معنی مرزا قادیانی فوت ہونا عیسیٰ علیہ السلام کا سمجھتے ہیں۔ لفظ ”متوفی“ کے بہت معنی ہیں۔ جیسا کہ: ”قل یتوفکم ملک الموت الذی الخ والذین یتوفون منکم ویزون ازواجاً (البقرہ: ۲۳۳)“ ان دونوں مقامات پر

صاف موت کا معنی ہے۔ ایضاً: ”وہو الذی یتوفکم باللیل ویعلم ماجرحتم بالنهار (الانعام: ۶۰)“ آیت ہذا سے ثابت ہے کہ لفظ توفیٰ نیند کے معنی پر آیا ہے۔ ایضاً: ”فان شہدوا فامسکوهن فی البیوت حتی یتوفهن الموت (النساء: ۱۵)“ آیت ہذا میں صاف ثابت ہوتا ہے کہ لفظ ”توفیٰ“ پورا لینے پر بولا گیا ہے جو حقیقی معنی ہیں۔ اگر موت کا معنی لیا جاوے تو لفظ موت لفظاً موجود ہے اور اگر ایک ہی معنی دونوں کا سمجھا جاوے تو بلاغت کے برخلاف ہے کیونکہ تکرار آتا ہے۔ الغرض توفیٰ کے تین معنی ثابت ہوئے۔ پورا لینا حقیقتاً موت مجازاً نیند مجازاً۔ اب ہم آیت مکر یہود بیان کرتے ہیں۔ ”ومکروا“ معنی اس کے یہ ہیں اور تدبیر کی انہوں نے یعنی یہود نے قتل کرانے یا سولی چڑھانے عیسیٰ علیہ السلام کی۔ ”وکر اللہ“ اس کا معنی یہ ہے اور تدبیر کی اللہ نے عیسیٰ علیہ السلام کے بچاؤ کی۔ ”واللہ خیر الماکرین“ اور اللہ بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔ اس کے بعد آیت یہ ہے۔ ”اذ قال اللہ یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک الیّ ومطہرک الخ“

چونکہ متوفی کا معنی مارنے والا بھی ہے۔ لہذا پروردگار نے اس ابہام کو وادعطف تفسیری سے رفع کیا۔ جس کے یہ معنی ہیں بخنے اٹھانے والا ہوں تجھ کو۔ اور ”ومطہرک“ کے معنی اس مقام پر پہنچانے کے ہیں جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”واذ کففت بنی اسرائیل ایضاً من الذین کفروا (المائدہ: ۱۱۰)“ اس سے ثابت ہوا کہ حقیقت میں آیت: ”اذ قال اللہ یا عیسیٰ“ تفسیر ہے آیت قبل: ”ومکروا وکر اللہ، واللہ خیر الماکرین“ کی۔ یاد رہے کہ مرزا قادیانی نے اپنی تحریروں میں لفظ ”توفیٰ“ پر بحث کرتے ہوئے یہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ صحیح بخاری میں ابن عباس کا مذہب متوفیٰ بمعنی مہتیک ہے۔ بے شک یہ ٹھیک ہے۔ مگر گفتگو اس میں ہے کہ اپنی تفسیر میں انہوں نے لکھا ہے کہ: ”متوفیک ورافعک“ میں تقدیم و تاخیر ہے۔ کیونکہ حرف واو مطلق جمع کے لئے آتا ہے۔ ترتیب کے لئے نہیں۔ چنانچہ مختصر معانی و مطول وغیرہ کتب میں لکھا گیا ہے۔ پس ابن عباس کا مذہب متوفیک بمعنی مہتیک درست ہوا کیونکہ خدا صبح کو آسمان پر سے نازل کر کے وفات دے گا۔ ابن عباس کا مذہب دربارہ نزول صبح از آسمان مرزا قادیانی کی تمام قلعی کو کھول دیتا ہے جس سے ان کی تمام شخی کر کری ہو جاتی ہے۔ اگر کوئی جاہل یوں کہنے لگے کہ خدا کو کیا ضرورت پڑی تھی کہ تقدیم و تاخیر سے دھوکہ دیا جاتا ہے۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ دھوکہ صرف انہیں ہوتا ہے جو اصول عربیت سے ناواقف ہیں۔ کیونکہ قرآن مجید میں اس کی کئی مثالیں ہیں۔ دیکھو مریم

علیہا السلام کو حکم ہوتا ہے: ”واسجدی وارکعی“ پھر دوسری جگہ فرماتا ہے: ”نموت ونحیی“ حالانکہ قیاس ہر دو مثالوں میں برخلاف تھا۔ واضح رہے کہ اس قسم کا تقدم و تاخر بھی کئی فوائد پر مشتمل ہوتا ہے۔ علم بلاغت والے جانیں۔ مرزا قادیانی کو کیا خبر لیکن مرزا قادیانی بوجہ بے علمی اپنی کے لفظ ”متونی“ کا معنی مارنے والا عیسیٰ علیہ السلام کا لے کر دعویٰ مسیح موعود کا بنا بیٹھے۔ تب اس میں مرزا قادیانی کو یہ مشکل درپیش ہوئی کہ عیسیٰ علیہ السلام کی قبر بھی کہیں تلاش کی جاوے تو بہتر ہے۔ عرصہ دراز تک آپ کو یہ تلاش دامن گیر رہی آخر آپ کو کہیں سے سراغ ملا کہ کشمیر میں ایک قبر بنام یوز آسف یعنی بکمان مرزا قادیانی یسوع مشہور ہے۔ اس پر آپ کو موقع مل گیا کہ اسی قبر کو عیسیٰ علیہ السلام کی قبر مشتہر کیا جائے۔ چنانچہ اس بہتان کو شائع بھی کر دیا۔ افسوس جب کوئی انسان جھوٹا دعویٰ عدالت میں دائر کرتا ہے تب اس کو کئی جھوٹی شہادتیں اور مواقع بنانے ہی پڑتے ہیں۔ مرزا قادیانی آپ کی تحریک ایک میری نظر سے گزری ہے۔ جس میں ایک شخص مخاطب تھا۔ اس تحریر میں آپ نے اس کو لکھا ہے کہ اگر تم عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ قرآن شریف سے ثابت کر دو تو میرے سب دعوے باطل ہو جائیں گے۔ لہذا خاکسار عرض کرتا ہے کہ اب آپ مشتہر کر دیں کہ میرے سب دعوے باطل ہیں۔ دیکھو مرزا قادیانی: ”ویل لكل افاک اثم یسمع آیات اللہ“

تتلی علیہم ثم یصر مستکبرا کان لم یسمعها فبشره بعذاب الیم (الجماعۃ: ۸۷)

ہم اب حواریوں کو مخاطب کرتے ہیں۔ مرزا قادیانی کے حواریوں میں حکیم مولوی نور الدین صاحب ہیں۔ انہوں نے دعویٰ حواریت مرزا قادیانی میں دو غلطیاں کی ہیں۔ اول لفظ ”حواری“ عبرانی ہے۔ معنی اس کا دھوبی ہے۔ بے شک دھوبی نہیں۔ لہذا حکیم صاحب کا یہ دعویٰ صحیح نہیں۔ دوم مرزا قادیانی عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم نہیں جو حکیم صاحب ان کے حواری بن سکیں۔ صرف دعویٰ ہی دعویٰ ہے۔ ثبوت نہیں۔ کیا کوئی آج کل عیسائی مذہب اختیار کرے تو حواری بن سکتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ جو لوگ زمانہ موجودگی عیسیٰ علیہ السلام میں ان پر ایمان لائے تھے۔ ان کو بھی حواری نہیں کہا جاتا تھا۔ بلکہ حواری وہی دھوبی تھے جو پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے اور عیسیٰ علیہ السلام کو اسلام میں مدد دی ان کا خطاب ہے۔ ہم اس خطاب کو قرآن شریف سے ثابت کرتے ہیں۔ دو حواری عیسیٰ علیہ السلام نے شہر اظاہر میں توحید پھیلانے کے لئے بھیجے: ”اذا رسلنا الیہم اثنین فکذبوہما (طہ: ۱۳)“ لیکن شہر والوں نے اس کی تکذیب کی۔ پھر تیسرا حواری بھیجا گیا۔ ”فعرزنا بثالث“ خلاصہ بحث ہذا کا یہ ہے کہ ایک آدمی اس شہر

میں اول اول حواریوں کی تلقین سے خدا پر ایمان لایا جس کی خبر اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں بیان فرمائی ہے۔ دیکھو آیت ہذا: ”وجاء من اقصى المدينة رجل يسع قال يقوم اتبعوا المرسلين الخ (طہین: ۲۰)“ مگر اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو ایمان لانے والے پر بھی لفظ حواری استعمال نہیں کیا۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حواری وہی دھوبی تھے نہ پچھلے جوادول حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے اور تو حید پھیلانے میں مدد دی۔ پس ثابت ہوا کہ نہ مرزا قادیانی عیسیٰ علیہ السلام ہیں نہ حکیم صاحب حواریت کا کوئی استحقاق رکھتے ہیں۔ بلکہ بخیال خود وہ مسیح ہیں اور حکیم صاحب حواری نیز حکیم صاحب بخیال خود گروپ انصار مرزا قادیانی اور مہاجرین بھی ہیں لیکن مرزا قادیانی اور انصار کی برکت سے اسلام کو یہ فائدہ تو بے شک ہوا کہ پندتوں اور عیسائیوں نے اسلام اور بزرگان اسلام کی اپنی تصانیف میں سخت جھوٹ لکھیں اور گالیاں دیں۔ میرے محسن حکیم صاحب دیکھو خدا تعالیٰ کیا فرماتا ہے: ”ومن اظلم فممن افتري على الله كذبا. اوقال اوحى الى ولم يوح اليه شئ ومن قال سائل مثل ما نزل الله (الانعام: ۹۳) میرے محسن حکیم صاحب دعویٰ حواریت تو آپ کسی طرح کر ہی نہیں سکتے۔ رہا دعوے انصاریت لیکن وہ بھی صحیح نہیں اس لئے کہ لفظ انصار جہاں قرآن شریف میں آتا ہے وہاں مراد ان لوگوں سے ہوتی ہے جو کہ وہ پہلے کافر تھے پھر وہ ایمان لائے۔ خدا اور رسول پر پھر انہوں نے پیغمبر صاحب کو مدد دی تو حید پھیلانے میں۔ کس طرح کی مدد یا تو تلوار سے مخالفوں کو مارا یا مالی مدد دی۔ پھر کرب جبکہ حضرت ﷺ پر نہایت تنگی کا وقت تھا۔ دیکھئے آیت: ”لقد تاب الله على النبی والمہاجرین والانصار الذین اتبعوه فی ساعة العسرة من بعد ملاکاد یزیغ قلوب فریق منهم ثم تاب علیہم (التوبہ: ۱۱۷)“ چونکہ آپ مسلمان ہی پیدا ہوئے ہیں۔ کیونکہ آپ کے والدین مسلمان خاندانی تھے۔ پھر آپ نے کوئی مدد فی سبیل اللہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ کو مالی یا بدنی نہیں دی۔ پس ثابت ہوا کہ آپ کا دعوے انصاریت بھی غلط ہے۔ حکیم صاحب نے دعویٰ مہاجریت میں بھی دو غلطیاں کی ہیں۔ اول مہاجر اصطلاح اسلام یا یوں کہو کہ قرآن شریف میں ان شخصوں پر بولا جاتا ہے جنہوں نے پیغمبر صاحب ﷺ کے ساتھ مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کو ہجرت کی تھی۔ غلطی دوم جنہوں نے ہجرت آنحضرت ﷺ کے ساتھ مکہ معظمہ سے مدینہ کی طرف کی ان کو اصحاب بھی بولا جاتا ہے۔ نہ تو حکیم صاحب نے حضرت کے ساتھ ہجرت کی۔ نہ اصحابی کا خطاب پایا نہ پہلے سے مکہ معظمہ کے رہنے والوں کی طرح کافر تھے۔ بلکہ قدیمی مسلمان خاندان

شہر بھیرہ کے باشندے نہ مکہ کے پر جموں سے قادیان میں آنا پہلا ہجرت اصحاب کے ساتھ کیا مشابہت رکھتا ہے۔ دیکھو تعریف مہاجرین کی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”والذین امنوا من بعد حاجر و او جاهد و امعکم فاولئک منکم (الانفال: ۷۵)“ کیا کوئی بوالہوس اپنا نام احمد یا محمد مشہور کرے تو وہ پیغمبر ہو سکتا ہے۔ کیا حکیم نام رکھنے سے حکمت آ سکتی ہے۔ کیا مولوی نام رکھنے سے علم پڑھا سکتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔

پس ثابت ہوا کہ نہ حکیم صاحب معانی قرآن شریف سمجھتے ہیں اور نہ آپ کے پیر مرشد اور دیکھئے شروع قرآن میں پروردگار فرماتا ہے: ”ایک نعبد و ایک نستعین“ اگر ہر دو صاحب ”ایک نعبد و ایک نستعین“ کے معانی سمجھے تو مرزا قادیانی دعاوی افتراء کرتے اور نہ حکیم دعوے حواریت انصاریت، مہاجریت: ”تعالیٰ عما یقولون“ کوئی شک نہیں کہ آیات ہذا حکیم صاحب و مرزا قادیانی کے حسب حال ہیں: ”اتامرون الناس بالبر و تنسون انفسکم و انتم تتلون الکتاب افلا تعقلون (البقرہ: ۱۷۷)“ ”ایضاً: ”ولا تلبسوا الحق بالباطل و تکتُموا الحق انتم تعلمون (البقرہ: ۴۲)“

نوٹ: یاد رہے کہ ہم نے اس غرض کے متعلق آیات بلکہ تمام اغراض کے متعلقہ آیات کل بیان نہیں کئے۔ صرف بطور نمونہ دکھائے ہیں۔ اگر ایک غرض کی تمام آیات اور تفصیل بھی پوری کی جائے ہو جب منشاء قرآن شریف کے تو ایک غرض سے ہی کتاب بنتی ہے۔

غرض ششم اختلافات یہودی القتل والصلب کے بیان میں

ناظرین! گو غرض پنجم مکر یہود میں عیسیٰ علیہ السلام کا رفع الی السماء بخشد عصری ثابت کر چکے ہیں۔ مگر یہ نہیں دکھلایا کہ دوسری جگہ قرآن شریف میں پارہ ۶ سورہ نساء رکوع اول میں: ”وما قتلوه و ما صلبوه“ خدا تعالیٰ نے کیوں فرمایا ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ زمانہ آنحضرت ﷺ یہود مختلف اعتقاد رکھتے تھے۔ بعض یقین رکھتے تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مقتول ہوئے اور اور بعض یقین رکھتے تھے کہ مصلوب ہوئے ہیں۔ شروع رکوع میں اللہ تعالیٰ آنحضرت ﷺ کو متنبہ کرتا ہے کہ یہود تم کو سوال کرتے ہیں یہ کہ اتارے تو کتاب آسمان سے پس تحقیق سوال کیا گیا۔ موسیٰ علیہ السلام تیرے سوال سے زیادہ۔ یعنی یہودیوں سوال کرتے تھے کہ دکھاؤ ہم کو اللہ رو برو: ”یسئلون اهل الکتاب ان تنزل علیہم کتابا من السماء فقد سالوا موسیٰ اکبر من ذلك..... الخ (النساء: ۱۵۳)“

اب ناظرین کو خلاصہ مضمون رکوع ہذا دکھاتے ہیں تاکہ: ”وما قتلوه و ماصلبوه“ کا مطلب حل ہو جاوے۔ وہ خلاصہ مطلب یہ ہے کہ یہودی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو سوال کرتے تھے کہ تو خدا ہم کو ظاہر دکھا دے تو پھر ہم ایمان لائیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس سوال کو قبول کیا اور چند آدمی یہودیوں کے منتخب کر لئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ خدا کے دیکھنے کے لئے کوہ طور پر گئے۔ یہ مفصل قصہ سورۃ اعراف میں ہے۔ پھر وہ تجلی باری تعالیٰ سے بے ہوش ہو گئے۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے ہوش میں آئے۔ لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام پر پھر بھی ایمان نہ لائے۔ پھر خدا تعالیٰ نے ان پر پہاڑ طور کو اٹھا کر گرانے لگا۔ تب انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے التجا کی کہ اگر یہ پہاڑ رک جاوے تو ہم تم پر ایمان لے آئیں گے۔ علیٰ ہذا کئی ایک عہد ہلکیاں اسی قسم کی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ یہودیوں نے کی تھیں۔ پس اسی واسطے اس رکوع میں پروردگار نے علت بیان فرمائی ہے کہ یہودی یہوفا قوم ہے۔ اس واسطے ان پر احکام شرعی سخت کئے گئے۔ پھر ان کی بے وفائیاں اور عیوب متعدد میں سے وہ عیب عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں بیان فرمائے۔

عیب اول: ”وبکفرهم وقولهم علیٰ مریم بہتاناً عظیماً (النساء: ۱۵۶)“ اے ناظرین آپ کو یاد رہے کہ یہودیوں کے عیوب میں اے اللہ تعالیٰ نے ایک عیب بیان فرمایا ہے جس کو مرزا قادیانی نے یہودیوں کی طرح قائم رکھا ہوا ہے۔

عیب دوم یہود کہتے تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ہم نے قتل کرایا۔ چنانچہ یہی اعتقاد ان کا اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے: ”وقولهم انا قتلنا المسیح عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ (النساء: ۱۵۷)“ یہ اعتقاد یہود کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں تھا۔ چونکہ یہ اعتقاد صحیح نہ تھا لہذا پروردگار نے رد اعتقاد مذکورہ بالا پر یہ آیت فرمادی: ”وما قتلوه و ماصلبوه ولكن شبه لهم وان الذين اختلفوا فيه لفي شك منه، ما لهم به من علم الا اتباع الظن وما قتلوه يقيناً بل رفعه الله وكان الله عزيزاً حكيماً (النساء: ۱۵۸)“

آیت ہذا سے یہ امور ثابت ہوتے ہیں۔ اول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مارا نہیں گیا۔ دوم مصلوب بھی نہیں ہوا۔ سوم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے شک میں کوئی اور شخص پکڑا گیا۔ چہارم جو لوگ مارے جانے یا قتل ہو جانے کا یقین کرتے ہیں۔ وہ تابع ظن کے ہیں یعنی ان کے پاس کوئی سند نہیں اگر ہے تو وہ غلط ہے۔ پنجم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پروردگار نے اپنی طرف اٹھا لیا ہے۔ ششم: ”وكان الله عزيزاً حكيماً“ یہ آیت جوامع الکلم اس مقام پر آیا کرتی ہے

جہاں انسان یہ گمان کر سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے ایسا حکم کس واسطے بھیجا ہے۔ یا ایسا کیوں کیا ہے۔ یہی اعتراض بل رفیعہ اللہ میں ہو سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر زندہ کیوں اٹھالیا تو اس کے جواب میں یہ جوامع الکلم آیا ہے کہ خدا تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔ چڑھانے یا اٹھانے کی وہی حکمت جانتا ہے۔ اے ناظرین! اب آپ کو ثابت ہو گیا ہوگا کہ واقعی اعتقاد مرزا قادیانی اور یہود میں کوئی فرق نہیں: ”ویل یومئذ للکاذبین“

غرض ہفتم مباہلہ مخالفین کے بیان میں

ایک امر بحث طلب ہے جب تک اس امر کا بیان نہ کیا جاوے تب تک غرض مباہلہ معلوم نہیں ہو سکتی۔ وہ یہ ہے مباہلہ کیوں ہوا۔ اس لئے کہ یہود بعض کہتے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مصلوب اور بعض کہتے تھے مقتول ہوئے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ناجائز فطرتی ہونے پر کامل یقین تھا۔ برخلاف یہود کے نصاریٰ بعض حضرات عیسیٰ علیہ السلام کو خود خدا اور بعض خدا کا بیٹا اور بعض تثلیث کو مانتے تھے۔ علیٰ ہذا یہود بعض عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا جانتے تھے اور بعض درویشوں کو ارباب بنا بیٹھے تھے۔ چونکہ غایۃ الغایۃ کتاب الہامی کا توحید سے ثابت کرنا تھا اور یہ دونوں قومیں کفر پر ثابت قدم نہیں لہذا پروردگار نے حضرت محمد ﷺ کو مامور کر کے دونوں قوموں کی تردید اعتقاد کے لئے مبعوث کیا۔ لیکن انہوں نے اپنے اپنے اعتقادات باطلہ کو نہ چھوڑا بلکہ کذاب مفتری شاعر مجنوں کا خطاب دیا۔ چونکہ آنحضرت ﷺ امی تھے۔ لہذا علماء یہود اور نصاریٰ نے اپنا اپنا اعتقاد مذکورہ بالا اظہار کیا۔ چونکہ یہ سب اعتقادات برخلاف اصلیت اور برخلاف توحید تھے۔ لہذا آنحضرت ﷺ نے ان کے اعتقاد کو رد کیا۔ تب یہود اور نصاریٰ عالموں نے مشورہ کر کے اصلیت قصہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بحث کی۔ جو سوالات دونوں قوموں نے آنحضرت ﷺ پر جس جس بارہ میں کئے۔ ان کے جواب میں پروردگار نے بذریعہ وحی جبرائیل علیہ السلام نازل فرمائے۔ مگر پھر بھی انہوں نے حق کو اختیار نہ کیا۔ جتنے یہود بہتان سے باز نہ آئے اور نصاریٰ اپنے اعتقاد سے باز نہ آئے۔ ہر دو فریق اپنے اعتقاد افراط اور تفریط میں قائم رہے۔ لہذا پروردگار نے حکم مباہلہ کا آنحضرت ﷺ کو ارشاد فرمایا: ”فمن حاجک فیہ من بعد ماجاءک من العلم فقل تعالوا ندع ابناءنا و ابناءکم و نساؤنا و نساؤکم و انفسنا و انفسکم ثم نبنتل فنجعل لعنة الله على الکاذبین (آل عمران: ۶۱)“ لیکن مخالفین نے مباہلہ کو بھی اختیار نہ کیا اور ساتھ ہی پروردگار نے قصہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصدیق فرمائی اور معبود واحد کی تصدیق کی۔ چنانچہ میرے مضمون مذکورہ بالا کی آیت ہذا صدق ہے: ”ان هذا لہو القصص

الحق ومانن الہ الا اللہ، وان اللہ لہو العزیز الحکیم، فان تولوا فان اللہ علیم بالمفسدین (آل عمران: ۶۲، ۶۳) جب دونوں قوموں نے مہلہ کو اختیار نہ کیا اور اپنے اعتقادات باطلہ سے بھی باز نہ آئے۔ تب اللہ نے یہ فرمایا: ”قل یا اہل الکتاب نعالو الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئاً ولا یخذ بعضنا بعضاً ارباباً من دون اللہ، فان تولوا فقلو الشہد و ابانا مسلمون (آل عمران: ۶۴)“ یہی جھگڑا مختلف صورتوں میں دور تک چلا جاتا ہے۔ پس نتیجہ بحث ہذا کا یہ ہوا کہ دونوں قومیں یہود اور نصاریٰ نے اپنے اپنے اعتقادات باطلہ کو نہ چھوڑا۔ جس طرح مرزا قادیانی اب یہودیوں کی طرح اعتقاد نہیں چھوڑتے۔

غرض ہشتم اختلافات اعتقادات نصاریٰ بحق عیسیٰ علیہ السلام کے بیان میں اے ناظرین! یہاں آیت میں اعتقاد و نصاریٰ و روادعتقاد بیان کئے جاتے ہیں۔

اول..... وہ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا جانتے تھے: ”وقالت النصارى المسيح ابن الله (التوبہ: ۳۰)“ جواب: ”ذلك قولهم بافواہم“

دوم..... جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا جانتے ہیں: ”لقد كفر الذين قالوا ان الله هو المسيح ابن مريم (المائدہ: ۷۲)“ جواب: ”ما المسيح ابن مريم الا رسول قد خلت من قبل الرسل (المائدہ: ۷۵)“

سوم..... اعتقاد تثلیث: ”لقد كفر الذين قالوا ان الله ثالث ثلثة (المائدہ: ۷۳)“ جواب: ”لا تقولوا ثلثة“

غرض نہم احسان باری تعالیٰ کے بیان میں

”اذ قال الله يا عيسى ابن مريم اذكر نعمتي عليك وعلى والدتك اذا ايدتك بروح القدس، يكلم الناس فى المهد وكهلا و اذ علمتک الكتاب والحكمة والتوراة والانجيل و اذ تخلق من الطين كهية الطير باذنى فتنفخ فيها فتكون طيرا باذنى و تیرى الاکمه والابرص باذنى، و اذ اخرج الموتى باذنى و اذ کففت بنى اسرائيل عنک اذ جئتہم بالبینات فقلل الذين کفروا منهم ما هذا الا سحر مبين (المائدہ: ۱۱۰)“

اے ارباب بصیرت مذکورہ بالا آیات سے آپ کو ثابت ہو گیا ہوگا کہ تمام معجزے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صحیح ہیں۔ کیونکہ اس موقع پر بطور احسان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو

مخاطب کر کے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ نیز ایک ان احسانوں میں سے احسان بندہ رکھنے بنی اسرائیل کا بیان فرمایا جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ مصلوب ہوئے اور نہ مقتول ہوئے۔ ”واذا كففت بنی اسرائیل عنك اذ جنتهم بالبینات فقال الذین كفروا منهم ان هذا الا سحر مبین“ آیت ہذا سے تین امر ثابت ہوئے اول مکر یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا نے بچایا۔ دوم حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو مجھڑے دکھائے۔ سوم یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مجھڑوں کو سحر کہا۔ یہی عقیدہ تمام تہنیفات مرزا قادیانی میں پایا جاتا ہے۔ پھر ناظرین غور فرما سکتے ہیں کیا اعتقاد مرزا قادیانی اور یہود میں کچھ فرق ہے؟ بے شک مرزا قادیانی کو اگر علم ہوتا تو یہ دعوے ہرگز نہ کرتے۔

غرض وہم..... سوال باری تعالیٰ بروز قیامت

”واذا قال الله يا عيسى ابن مريم ائت قل للناس اتخذوني وامی الهین“ اور جب کہے گا اللہ اے عیسیٰ بیٹے مریم کے کیا تو نے کہا تھا لوگوں کو پکڑو مجھ کو اور ماں میری کو دو معبود۔ ”من دون الله، قال سبحانه ما یكون لی ان اقول ما لیس لی بحق، ان كنت قلته“ سو اللہ کے کہے گا پاکی تجھ کو نہیں واسطے میرے یہ کہ کہوں میں وہ چیز کہ نہیں واسطے میرے لائق۔ ”فقد علمته، تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسک انک انت علم الغیوب“ اگر میں نے کہا ہو گا یہ ان کو بس تحقیق جانتا ہو گا تو اس کو جانتا ہے تو جو کچھ خیال میرے کے اور۔ ”ما دمت فیہم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم وانت علی کل شیء شہید (المائدہ: ۱۱۷، ۱۱۸)“ اس کے یہ کہ عبادت کرو اللہ کو پروردگار میرے کو اور پروردگار اپنے کو اور نہیں او پر ان کے شاہد جب تک رہا میں سچ ان کے جب اٹھالیا تو نے مجھ کو تو ہے نگہبان او پر ان کے۔

ناظرین پر غفی نہ رہے کہ مذکورہ بالا آیات جو کہ بطرز سوال و جواب یعنی سوال باری تعالیٰ اور جواب حضرت عیسیٰ علیہ السلام مذکور ہوئے ہیں۔ ان میں تین امر بحث طلب ہیں۔
 اعراض اول..... اسی رکوع سورۃ مائدہ میں یہ سوال جواب کیوں ہوئے۔
 امر دوم..... پروردگار نے عیسیٰ علیہ السلام کو شروع میں یہ کیوں فرمایا تو نے کہا تھا لوگوں کو پکڑو مجھ کو اور والدہ میری کو دو معبود سو اللہ کے۔

امر سوم..... مضمون سوال جواب باری تعالیٰ کی غرض کیا ہے۔ اگر ہم ان کو مفصلاً بیان کریں تو یہ بھی ایک کتاب بن جائے گی۔ لہذا صرف لفظ ”توفیتی“ کا مطلب ناظرین کو دکھاتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ

معنی ”توفیعی“ کا اگر اس جگہ میں اٹھالینا عیسیٰ علیہ السلام کا بحدہ غصہ نہ ہوتا تو ضرور لفظ موت کا بیان استعمال ہوتا۔ اس لئے کہ یہ لفظ مشتبہ المعنی تھا۔ جیسا کہ ہم اسی لفظ کو بہت معنوں کے لئے قرآن شریف میں غرض پنجم مکر یہود میں مفصلاً دکھا چکے ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ ”توفیعی“ کا معنی قصہ عیسیٰ علیہ السلام میں فوت ہونے کا نہیں۔ معاذ اللہ فوت ہونا عیسیٰ علیہ السلام کا یہودیوں کا اعتقاد تھا۔ نہ اہل اسلام کا۔ دوم رکوع ۱۶ جس میں ہم بحث کر رہے ہیں اور رکوع ۱۵ جو ماقبل ۱۶ کے ہے۔ اس میں پروردگار نے اپنے تمام احسانات جو عیسیٰ علیہ السلام پر کئے ہوئے تھے۔ بیان فرمائے۔ منجملہ احسانات میں سے ایک احسان عیسیٰ علیہ السلام کا مکر یہود سے بچنا ہے۔ ”اذ کففت بنی اسرائیل عنک“ پس آیت ہذا سے بھی ثابت ہوا کہ توفیعی کا معنی اٹھالینے کے ہیں۔ کیونکہ رکوع ۱۵ جہاں ختم ہوتا ہے اور رکوع ۱۶ شروع ہوتا ہے۔ وہاں وقف کافی ہے۔ یعنی مضمون ماقبل اور مابعد کا ملتا ہے۔

حصہ دوم تکذیب قادیانی

فصل اول..... مسیح موعود بننے کی خود غرضیوں میں

خود غرضی اول دعویٰ مسیحیت میں۔ مرزا قادیانی نے دعویٰ مسیحیت میں چار غلطیاں کی ہیں۔ غلطی اول..... مسیح کا لفظ عبرانی ہے۔ معنی اس کا جس کے ہاتھ لگانے سے لاعلاج مریض اچھے ہوں یا مردے زندہ ہوں۔ یہ اوصاف عیسیٰ علیہ السلام کے قرآن شریف سے ثابت ہوتے ہیں: ”وابری الاکھ والابرص واحیى الموتى باذن الله (آل عمران: ۴۹)“ پس قرآن شریف سے مسیح کا صحیح معنی یہی ثابت ہوا جو ہم نے بیان کیا ہے۔ نہ سیاحت جو کہ مرزا قادیانی نے سمجھے ہیں۔ قرآن شریف سے ثابت نہیں اور نہ ہی سیاحت موصوف کے لئے صفت ہے۔ جبکہ مرزا قادیانی میں مسیحیت کے اوصاف نہیں تو دعویٰ کیونکر کر سکتے ہیں۔ اب ہم اسم مسیح کی غرض بیان کرتے ہیں۔ وہ یہ ہے زمانہ مسیح میں طبیبوں کا بوزور تھا۔ اور اپنے علم و تجربات کا ان کو نہایت گھمنڈ تھا۔ حتیٰ کہ صفات الوہیت کو دعویٰ طلب سے چھوڑتے جاتے تھے۔ چونکہ پروردگار کو اپنی قدرت کاملہ کا اظہار اور طبیبوں کو عاجز کرنا منظور تھا لہذا خدا تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو دو خواص برخلاف فطرت انسانی کے بخشے۔ اول بن باپ پیدا ہونا۔ دوم شفا بے علاج ادویہ ہونا۔ یہ دونوں خواص طبیبوں کے نزدیک غیر ممکن تھے۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی فطرت میں ممکن کیا اور فرمایا کہ یہ میری قدرت کا نشان ہے۔ جیسا کہ: ”وجعلناها وابنها اية للعالمین (الانبیاء: ۹۱)“ سے ثابت ہے۔

علیٰ ہذا موافق ضرورت زمانہ کے ہر پیغمبر کو خواص جدا جدا دیئے گئے۔ جیسا کہ زمانہ موسیٰ میں ساحروں کا زور تھا۔ ان کے عاجز کرنے کے لئے خواص ید بیضا اور عصا حضرت موسیٰ کو خدا تعالیٰ نے عطا فرمایا اور ساحران کو عاجز کیا۔ دیکھو: ”فغلبوه هنالك وانقلبوا صاغرين والقی السحرة ساجدين قالوا من رب العالمین۔ رب موسیٰ وهارون (الاعراف: ۱۲۹)“ اور زمانہ آنحضرت ﷺ میں شاعروں کا زور تھا اور ان کے عاجز کرنے کے لئے حضرت رسول اللہ ﷺ امی خدا نے پیدا کئے جو ایک بڑے تعجب کی بات تھی۔ اس پر بھی مخالف شک کرنے لگے۔ جیسا کہ آیت ہذا سے ثابت ہوتا ہے: ”وقال الذین کفروا ان هذا الا فلک ن افتراه واعانہ علیہ قوم اخرون (الفرقان: ۴)“ فرمان واضح ہو کہ یہ قول اللہ تعالیٰ نے کفار کا بیان فرمایا ہے۔ یہودی برخلاف کفار کے کہتے تھے کہ یہ قرآن کہانیاں ہیں پہلوں کی۔ جیسا کہ پروردگار یہود کا قول بیان فرماتا ہے: ”واذا تتلی علیہم ایتاتنا قالوا قد سمعنا لونیشاء لقلنا مثل هذا الا اساطیر الاولین (الانفال: ۳۱)“ لیکن یہود کے رد میں پروردگار نے قرآن شریف میں بہت جگہ فرمایا ہے کہ ایک سورت لاؤ مثل اس کی۔ دس سورتیں لاؤ مثل اس کے۔ آخر یہ فرمایا کہ کہہ دے اے محمد ﷺ یہود کو کہ اگر اکٹھے ہوئیں تمام آدمی اور تمام جن اس غرض سے کہ بناویں مثل اس قرآن کی۔ نہ بنا سکیں گے مثل اس قرآن کے۔ بے شک اگرچہ ہودیں بعض ان کے واسطے بعض کے پروردگار۔ پھر کفار اور یہود تہمت شاعری کی آنحضرت ﷺ کو دینے لگے۔ اس کے جواب میں پروردگار نے تردید فرمائی کہ ہم نے اس محمد ﷺ کو شعر نہیں سکھایا اور نہ لائق ہے واسطے اس کے شعر کرے۔ نہیں وہ قرآن مگر فصاحت ظاہر: ”وما علمناه الشعر وما ينبغي له ان هو الا نکر وقرآن مبین (یس: ۶۹)“ ارباب بصیرت پر مخفی نہ رہے کہ معجزہ اور خواص میں صرف لفظی فرق ہے۔ مثلاً اگر امر غیر ممکن یعنی خارق عادت و پیغمبر سے صادر ہو تو اس کا نام معجزہ ہے۔ اور اگر وہی کسی ولی اللہ سے ظاہر ہو تو اس کا نام کرامت ہے۔ اگر یہی فعل حکیم سے صادر ہو تو اس کا نام حکمت ہے۔ اگر یہی فعل عام آدمی سے صادر ہو تو اس کا نام دانائی ہے۔ اگر یہی فعل کسی مخالف شرع سے صادر ہو تو اس کا نام استدرراج ہے یا سحر۔ پس جو لوگ معجزوں کے منکر ہیں۔ حقیقت میں ان کو علم خواص الاشیاء کا نہیں۔ جب اختلاف فطرت ہم مشاہدہ سے دیکھ رہے ہیں۔ پھر معجزہ سے انکار کرنا علانیہ فلتی ہے۔ اب ہم اختلاف فطرتی بالمشاہدہ بیان کرتے ہیں مثلاً سنگ مقناطیس کا حدید کو جذب کرنا بوٹی لا جوئی کا سیاہ مرد سے

مرحمانہ۔ مچلی کا خشکی میں مرنے کا اسم الفار کا حیوانات کے لئے قاتل ہوتا۔ تریاق کا رفع سم کے لئے مفید ہوتا۔ تمباکو ہر میٹھ کا منقسط ہوتا۔ حب الملوک کا مسہل ہوتا۔ ایون کا قابض ہوتا۔ پانیکا مرو آتش کا محرق ہوتا۔ ایمنوں کا بغیر حج کے نہو کرنا۔ طوعاینا کا کلام کرنا۔ عورت کا بے ریش مرد کا ریش دار ہونا۔ حیوان مذکور کا اپنے مادہ حاملہ کا تمیز کرنا۔ انسان کا تمیز نہ کرنا یہ سب بدیہی دلائل نقاذت فطرتی ہیں۔ اسی کا نام ہے۔ ”خاتمة الشی لیوجد فیہ ولا یوجد فی غیرہ“ پس ثابت ہوا کہ مردوں کا زندہ کرنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خاصہ تھا اور اژدھا عصا کا بنانا بدیہی کرنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خاصہ تھا۔ اور شق القمر و مغراج بحسد عصری کرنا حضرت محمد ﷺ کا خاصہ تھا۔ یہ حکمت اللہ کا درجہ ہے۔ ”ان اللہ علی کل شیء قدير“

غلطی دوم..... مرزا قادیانی مسیح اسم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قبل از تولد خدا تعالیٰ کی طرف سے عطاء ہوا ہے۔ دیکھو آیت ہذا: ”یا مریم ان اللہ یبشرك بکلمة منه سمہ المسیح عیسیٰ ابن مریم (آل عمران: ۴۵)“

اور ساتھ ہی یہ صفات بھی خدا تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں بیان فرمائے ہیں۔ عزت والا دنیا و آخرت میں۔ مقرب تولد کے روز ہی بائیس کرنے والا۔ نیکو کار و ائف خواص الاشیاء۔ ثورات اور انجیل کو بغیر پڑھے پڑھنے والا پیغمبر بنی اسرائیل کا۔ خدا کے اذن سے جانور پیدا کرنے والا۔ ماورزادہ ہونے کو اچھا کرنے والا۔ سخت برص کو اچھا کرنے والا۔ بفضل اللہ مردوں کو زندہ کرنے والا۔ بفضل کھائی گئی چیزوں کا پتہ لانے والا۔ بفضل پوشیدہ چیزوں کو بتانے والا۔ مرزا قادیانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے یہ صفات عطاء فرمائی ہیں۔ اسی واسطے نام مسیح رکھا ہے۔ جو اسم ہائے ہونے کی دلیل ہے۔ آپ کا نام غلام احمد ہے۔ کیا آپ کے نام کوئی سورۃ ہے۔ کیا آپ کی والدہ کے نام کوئی سورۃ ہے۔ کیا آپ کی والدہ ماجدہ کی قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے تعریف کی ہے۔ ہم اس لئے پوچھتے ہیں کہ حضرت مریم علیہا السلام کی خدا تعالیٰ نے تعریف کی ہے۔ تعریف بھی ایسی کی کہ کسی اور پیغمبر کی والدہ یا بیوی کی نہیں کی۔ دیکھئے آیت ہذا: ”واذا قالت الملائكة یا مریم ان اللہ اصطفک وطهرک علی نساء العالمین (آل عمران: ۴۲)“ پس ثابت ہوا کہ آپ ہی اپنا نام رکھنے والے ہو۔ لیکن اپنے آپ نام رکھنے سے صفات نام کا دعویٰ نہیں ہو سکتا۔ ہم اس مسئلہ کو مثیلاً سمجھتے ہیں۔ مثلاً ایک بواہوں اپنا نام و اسرائل مشہور کرتا ہے۔ مگر نام و اسرائل سے اختیار اصل و اسرائل کے ہرگز حاصل نہیں کر سکتا۔ علی

ہذا! مرزا قادیانی دعویٰ مسیح سے صفات کے مدعی مسیح نہیں ہو سکتے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے: ”ورسئولا الی بنی اسرائیل (آل عمران: ۴۹)“ بلکہ مسلمانوں کو خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ کہو ایمان لائے ساتھ اللہ کے اور جو کچھ اتاری گئی طرف ہمارے اور جو کچھ اتاری گئی طرف ابراہیم علیہ السلام کے اور اسماعیل علیہ السلام اور اسحاق علیہ السلام اور اولاد اس کی کے اور جو کچھ دے گئے موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام اور جو کچھ دی گئی پیغمبروں کو پروردگار اپنے سے اور کہو نہیں جدائی ڈالنے درمیان کسی کے ان میں سے اور کہو ہم واسطے ان کے فرمانبردار ہیں۔ دیکھو آیت ہذا: ”قولوا امنا باللہ وما انزل الینا وما انزل الی ابراہیم واسمعیل واسحق و یعقوب والاسباط وما اوتی موسیٰ وعیسیٰ وما اوتی النبیون من ربہم لانفرق بین احد منهم ونحن لہ مسلمون (البقرہ: ۱۳۶)“

خلاصہ آیت کا یہ ہے کہ ایمان اللہ کے ساتھ لایا جاوے پھر قرآن شریف کے ساتھ۔ پھر جو کچھ دے گئے تمام پیغمبر علیہم الصلوٰۃ والسلام اور کسی پیغمبر میں فرق بھی نہ کیا جاوے۔ سب کی اطاعت یکساں کی جاوے۔ مرزا قادیانی کیا اس آیت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور مریم علیہا السلام پر بہتان لگانے کا حکم ہے جو آپ لگاتے ہیں؟

غلطی سوم..... مرزا قادیانی کو کوئی مشابہت مسیح ابن مریم علیہ السلام کے ساتھ نہیں جتنے نہ تو آپ قوم یہود میں سے ہیں۔ نہ آپ کا نام خدا کی طرف سے مسیح عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم ہے۔ بلکہ نام غلام احمد ہے۔ غرض آپ کا دعویٰ قرآن شریف سے ہرگز سچا نہیں لہذا آیت ہذا کے آپ مصداق ہیں۔ ”ویل یومئذ للمکذبین“

غلطی چہارم..... مرزا قادیانی! عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں خدا تعالیٰ فرمایا ہے۔ دیکھو آیت ہذا: ”ان هو الا عبدنا نعمنہ وجعلناہ مثل ابنی اسرائیل، ولونشاء لجعلنا منکم ملائکة فی الارض یخلقون۔ وانه لعلم للساعة فلا تمترون۔ بها اتبعون هذا صراط مستقیم (الزمر: ۵۹، ۶۱)“ آیت ہذا سے پانچ امور ثابت ہوتے ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان۔ یادگار بنی اسرائیل۔ صفات ملائکہ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پھر آنا نشان قیامت ہے۔ اس زمانہ کے یہود پیغمبری کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پھر آنے کی نسبت مرزا قادیانی کی طرح منکر تھے۔ لہذا پروردگار نے: ”وانہ لعلم للساعة“ کے ساتھ: ”فلا تمترون بها“ بھی فرمایا۔ جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ آنے

پر یقین رکھتے تھے۔ لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پھر آنا ضمیر بہا سے ثابت ہوتا ہے۔ ناظرین کو مطلع رہے کہ ضمیر بہا کا مرجع علامت ہے نہ نفس عیسیٰ۔ یہی دلیل قوی ہے۔ پھر آنے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر لہذا پروردگار نے بعد اس کے: ”ہذا صراط مستقیم“ فرمایا۔ ناظرین غور کرو پھر غور کرو۔ مرزا قادیانی کے حق میں نہ تو خدا تعالیٰ نے انعام کا وعدہ کیا۔ نہ نمونہ واسطے بنی اسرائیل کے ہوئے اور نہ فرشتوں کی سی صفات دیئے گئے۔ نہ آپ کا آنا قیامت کا نشان ہوا اور نہ عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم کی طرح خطاب کلمۃ اللہ و روح اللہ و مسیح عطاء ہوئے۔ تو پھر آپ کا دعویٰ کیونکر صحیح ہو سکتا ہے؟ ایضاً عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے نہیں کوئی اہل کتاب مگر ضرور ایمان لاوے گا۔ عیسیٰ علیہ السلام سے نقل کرنے اس کے کے: ”وان من اهل الكتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ (النساء: ۱۵۹)“

مرزا قادیانی اپنے گریبان میں منہ ڈالو۔ آپ کے دعویٰ مسیحیت پر ابھی تک کوئی اہل کتاب بلکہ مسلمان بھی ایمان نہیں لائے۔ تقریباً آپ کی عمر ۶۰ یا ۷۰ سال کی ہوگی۔ نہ تو قیامت آئی نہ آپ پر کوئی ایمان لایا۔ بلکہ جب سے جناب کا دعویٰ مسیح موعود ہوا ہے تب سے طاعون آپ کی برکت کا نشان ہے۔ اور جو آپ کے الہاموں نے مسلمانوں کو فائدہ دیا ہے۔ خصوصاً الہام عبداللہ آتھم و لکھرام وہ تو اظہر من الشمس ہے۔ ناظرین کو مفصلاً سمجھایا جاتا ہے کہ جس روز عبداللہ آتھم تاریخ الہامی مرزا قادیانی فوت نہ ہوا۔ ہر شہر میں پادریوں اور پنڈتوں نے اسلام پرخت ناجائز الفاظ استعمال کئے۔ خصوصاً گوجرانوالہ میں تو ایک مثل مرزا قادیانی بنا کر منہ سیاہ کیا اور اس کی پیشانی پر سفید حروف میں مرزا قادیانی تحریر کیا۔ پھر اس کو گدھے پر لٹے منہ چڑھا کر تمام بازاروں میں باجوں کے ساتھ پھرایا۔ دوسرا الہام مرزا قادیانی لکھرام کی بابت اس الہام کا مسلمانوں کو یہ فائدہ ہوا کہ ہزاروں مسلمان بعوض لکھرام ناحق شہید ہو گئے اور مسلمان اور پیغمبر صاحب و اہل پیغمبر صاحب پرخت ناجائز جھوکی گئی اور ہندوؤں اور عیسائیوں اور مسلمانوں میں سخت تفرقہ پڑ گیا جس کی بناء پر روز بروز ترقی پر ہے۔ دیکھو تصنیف امہات المؤمنین اور تکذیب احمدیہ مؤلفہ لکھرام۔ ارباب بصیرت پر مخفی نہ رہے کہ بطفیل مرزا قادیانی اسلام اور مسلمانوں کو اس قدر ضعف پہنچا ہے جس کو قلم تحریر نہیں کر سکتا۔ لیکن پادریوں اور پنڈتوں کو واضح رہے کہ اسلام اور مسلمانوں کا یہ ہرگز منشاء نہیں جو مرزا قادیانی کہتے ہیں۔ اگر قصور ہے تو مرزا قادیانی کا نہ مسلمانوں اور اسلام کا۔ کیونکہ مسلمان مولویوں نے تو مرزا قادیانی پر کفر کے فتوے دیئے ہوئے ہیں۔ مرزا قادیانی جی! اپنے گریبان میں منہ ڈالو۔ آپ کو کیا استحقاق ہے مسیحیت سے؟ آپ کے

دوست اور امان پر مرید حتیٰ کہ رشتہ دار جو کئی سال سے آپ کے جان فدا و مرضوں میں مبتلا ہیں۔ ایک تو ان کا پاؤں نہیں چلتا۔ دوسرا ایک آنکھ کی بصارت نہیں۔ جناب سے اتنے عرصہ میں ایک مرض بھی رفع نہ ہوئی۔ پھر افسوس ہے آپ کے دعویٰ مسیحیت پر اب آپ کو مناسب ہے کہ نفس امارہ کے برخلاف چلیں اور اپنی غلطیوں کا اقرار کر کے مستہتر کریں۔ میں صرف آپ کے دوزخ کے بچاؤ کے لئے کہتا ہوں۔ دیکھیں اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے حق میں کیا فرماتا ہے۔ ”ویل لكل افاک اثیم . یسمع ایات اللہ تقتلی علیہ ثم یصر مستکبرا کأن لم یسمعها فبشرہ بعذاب الیم (الجبائیہ: ۸۰، ۷۹)“ ”ویل یومئذ للمکذبین“

خود غرضی دوم..... دعویٰ مہدویت مرزا قادیانی میں تین سوال پیدا ہوئے ہیں۔ اول اس وقت تین مدعی مہدی اور بھی سنے جاتے ہیں۔ مہدی سوڈان۔ مہدی کابل۔ مہدی کوسٹہ۔ چوتھا دعویٰ جناب کا ہے۔ نہ معلوم آپ سچے ہیں یا وہ۔ دوم۔ مرزا قادیانی کے معاچار دعوے ہیں۔ مسیحیت۔ مہدویت۔ امامیت۔ مجددیت۔ لیکن اس سے پہلے کسی نبی اور رسول نے نہیں کئے۔ سوم مرزا قادیانی کا بروزی طور پر رسولی دعوے بھی ہے اور ساتھ ہی قرآن شریف کا حوالہ دیتے ہیں۔ دیکھو: ”ومبشرا برسول یاتنی من بعد اسمہ احمد“ اسم احمد سے مرزا قادیانی اپنا اسم مبارک نکالتے ہیں۔ لیکن اس میں مرزا قادیانی نے تین غلطیاں کی ہیں۔ اول یہ کہ مرزا قادیانی کا نام غلام احمد ہے نہ کہ احمد۔ دوم مرزا قادیانی نے ماقبل اور مابعد آیت کا چھوڑ دیا اس لئے کہ دعویٰ میں نقص آتا تھا۔ ناظرین پر مخفی نہ رہے کہ یہ بحث جو ہم بیان کر رہے ہیں۔ سورۃ القف پارہ۔ ۲۸ میں مذکور ہے۔ شروع سورۃ ہذا میں پروردگار مسلمانوں کو فرماتا ہے کہ جو بات تم نہیں جانتے اس کا دعویٰ نہ کرو۔ دعویٰ کرنا بہت بری بات ہے نزدیک اللہ کے۔ اور بعد اس کے پروردگار نے قوم موسیٰ علیہ السلام کا حال تمثیلاً بیان فرمایا کہ قوم موسیٰ علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کو ایذا دینی شروع کی تھی۔ بعض اس ایذا کے پروردگار نے قوم موسیٰ کو ایذا دی۔ یہ مفصل قصہ سورۃ اعراف وماندہ وبقرہ میں ہے۔ پھر اس کے بعد پروردگار نے عیسیٰ علیہ السلام کی تمثیل بیان فرمائی کہ بنی اسرائیل نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تکذیب کی۔ حالانکہ عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو سمجھا رہے تھے کہ میں رسول اللہ کا ہوں۔ طرف تمہارے، ماننے والا ہوں واسطے اس چیز کے جو آگے میرے ہے تو رات سے اور خوشخبری دینے والا ہوں ساتھ اس پیغمبر کے جو آوے گا پیچھے میرے جو نام اس کا احمد ہے۔ پس جب آیا ان کے پاس پیغمبر ساتھ ظاہر دلیلوں کے کہا انہوں نے یہ جادو ظاہر ہے۔ دیکھو آیت ہذا: ”وان قال عیسیٰ ابن مریم یا بنی اسرائیل انی رسول

اللہ الیکم محمد قال ما بین یدی من التوراة ومبشرا برسول یاتنی من بعدی
اسمہ احمد (القف: ۶)“

ناظرین! یہ آیت خدا تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کا قول بیان کر رہا ہے کہ اس طرح عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو کہا۔ لیکن انکار عیسیٰ علیہ السلام کی قوم کا سورہ مائدہ میں بیان ہے۔ یہ صرف مسلمانوں کو تہذیب سکھانے کے لئے خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اپنے پیغمبر کا انکار اور دعویٰ بے جا جس کا علم نہ ہونہ کیا کریں۔ مابعد کی آیت میں پروردگار یہودیوں کو جو عیسائی مذہب رکھتے تھے۔ ضمیر غائب کے ساتھ تمہارا یاد دلاتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے خبر دی تھی کہ میرے بعد پیغمبر احمد آئے گا جو کہ وہ محمد رسول اللہ ﷺ سے مراد ہے اور مابعد کی آیت کے حصہ میں اللہ تعالیٰ نصاریوں کو فرماتا ہے کہ جب پیغمبر احمد صلعم ان کے پاس احکام قرآن شریف لایا تو انہوں نے کہا کہ یہ سحر ظاہر ہے۔ یہ کیوں کہا۔ اس لئے کہ محمد ﷺ اسی تھے۔ باوجود اسی ہونے کے احکام قرآن شریف سناتے تھے۔ تو پیغمبر انکار پیغمبری آنحضرت ﷺ کو تہمت سحر کی دیتے تھے۔ دیکھو آیت ہذا: ”فلما جاءهم بالبینات قالوا هذا سحر مبین“ آیت ہذا کی مابعد کی آیات پروردگار نے اس تہمت سحر کی تردید فرمائی اور اپنے مامور محمد ﷺ کی تصدیق فرمائی کئی ایک مثالوں میں۔ پس ثابت ہوا کہ اسم احمد سے مراد غلام احمد قادیانی نہیں ہے۔ ”ویل یومئذ للمکذبین“

غلطی سوم..... مرزا قادیانی اسم احمد، لیس، ط، منزل، مدثر حضرت ﷺ کے خدا کی طرف سے اسم خطابی ہیں۔ جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم کے ہیں۔ روح اللہ۔ کلمۃ اللہ۔ روح القدس۔ مسیح۔ فرماویں آپ غلام احمد کو اڑا کر احمد کے مدعی بن بیٹھے۔ ایسے جھوٹے دعوے یہودی عالم کرتے تھے۔ دیکھو آیت ہذا: ”ویقولون ومن عند اللہ وما هو من عند اللہ، ویقولون علی اللہ الکذب وهم یعلمون (ال عمران: ۷۸)“

خود غرضی سوم دعوے امامت میں

مرزا قادیانی نے دعویٰ امامیت تو کیا مگر غلط، کیونکہ امام کا معنی قرآن بھی ہے۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے: ”فہی امام مبین“ پھر مرزا قادیانی قرآن کس طرح بن سکتے ہیں۔ دوم امام بمعنی پیغمبر بھی آیا ہے جیسا کہ: ”یوم فلا یدعو کل اناس بامامہم“ سے پیغمبر مراد ہے۔ بے شک مرزا قادیانی نے پیغمبری کا دعویٰ کیا مگر کوئی کتاب الہامی یعنی اسلامی کتاب نہیں لائے۔ لہذا دعویٰ صحیح نہیں۔ سوم بے شک نماز پڑ جانے والے کو بھی امام کہا جاتا ہے۔ اگر ان معنوں سے مرزا قادیانی امام ہیں تو بھی صحیح نہیں کیونکہ مرزا قادیانی تو کبھی جماعت کراتے ہی نہیں تھے۔ بلکہ

مرزا قادیانی کا امام مولوی عبدالکریم ہے لہذا بہت مناسب ہے کہ دعوے لامیت کو مولوی عبدالکریم کے حوالے کریں۔ چہارم ایک امام اور بھی ہوتا ہے جس کو مجتہد بھی کہتے ہیں۔ جیسا کہ امام اعظمؒ۔ امام ابوحنیفہؒ۔ امام شافعیؒ۔ امام مالکؒ۔ امام احمد بن حنبلؒ۔ چونکہ مرزا قادیانی نے بجز فساد کے شریعت محمدی میں کوئی اجتہاد نہیں کیا صرف دعویٰ ہی دعویٰ ہے۔ پس ثابت ہوا کہ تمام دعوے مرزا قادیانی کے چھوٹے ہیں۔ دعویٰ سچا وہ ہوتا ہے جس کو خدا سچا فرماوے۔ آؤ سچا مدعی دکھائیں:

”یسین . والقرآن الحکیم . انک لمن المرسلین (یسین: ۳۱)“

خود غرضی چہارم الہام دعائے بد میں

اے ناظرین! دشمن کی بددعا سے اگر خدا تعالیٰ اپنا قانون قدرت بدلنے لگتا تو جہاں فنا ہو جاتا۔ یہ مرزا قادیانی کے خلل دماغی کا نتیجہ ہے جو کہ وہ اپنے ناحق کو بددعائیں دیتے ہیں۔ افسوس کہ مرزا قادیانی خود غرضی کی وجہ سے حکم قرآن شریف کو بھول جاتے ہیں: ”والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین (آل عمران: ۱۳۳)“ مرزا قادیانی کا فریب باطل لغو الہاموں سے اپنا اعمال نامہ کیوں خراب کر رہے ہیں۔ خدا تعالیٰ اپنا قانون قدرت نہیں بدلتا: ”ویدع الانسان بالبشر دعاءه بالخیر وکان الانسان عجولا (بنی اسرائیل: ۱۱)“

خود غرضی پنجم طاعون میں

مرزا قادیانی کا دعویٰ ہے کہ طاعون اس لئے ہندوستان و پنجاب میں پڑا کہ لوگ مجھے مسح موعود نہیں مانتے۔ اس دعویٰ میں مرزا قادیانی نے تین، چار غلطیاں کی ہیں۔

غلطی اول مرزا قادیانی کا دعویٰ قرآن شریف سے ثابت نہیں ہوتا بلکہ وحی خود حکم: ”واطیعوا اللہ واطیعوا الرسول“ کے برخلاف کر رہے ہیں۔

غلطی دوم ہر بیماری کے لئے اسباب قدرتی ہوتے ہیں۔ جبکہ وہ دیہات ہندوستان و پنجاب میں ایسے ہیں جہاں طاعون کا نام و نشان بھی ابھی تک نہیں ہوا اور انشاء اللہ بعض گاؤں ایسے محفوظ رہیں گے جو وہاں طاعون نہ ہوگا۔

غلطی سوم مرزا قادیانی ہندوستان اور پنجاب میں ہزاروں گاؤں ایسے بھی موجود ہیں جو مرزا قادیانی کے نام و نشان سے بھی واقف نہیں لیکن طاعون سے تباہ اور ویران ہو گئے ہیں۔ مرزا قادیانی سے پوچھتے ہیں کہ ان کی کیا خطا ہے۔ مرزا قادیانی نے اپنی تحریروں میں اپنے مریدوں کے محفوظ رہنے کی پیشگوئی کی ہے۔ حالانکہ ہر ایک شہر میں جہاں طاعون پڑا ہے۔ مرزائی لوگ بھی اس کا شکار ہو چکے ہیں۔ غالباً مرزا قادیانی اس کی وجہ تلاویں گے کہ وہ لوگ خالص الایمان نہیں

تھے۔ جیسا کہ وہ خود اس پیش گوئی میں بطور حفظ ماقدم لکھ چکے ہیں۔ افسوس الغرض بیماری طاعون کے اصل اسباب سادی اور ارضی ہیں گو بعد اس کے کرم پیدا ہو جاتے ہیں۔ مرزا قادیانی کی بددعا کا کوئی اثر نہیں۔ افسوس مرزا قادیانی خود غرضی کی وجہ سے دعوے قادریت خدا تعالیٰ کو بھی بھول گئے: ”ان الله يفعل ما يريد۔ انه فعال لما يريد“

خود غرضی ششم وجہ تسمیہ دارالامان قادیان کے بیان میں

افسوس مرزا قادیانی نے یہ نہ سوچا کہ دارالامان کن معنوں میں بن سکتا ہے۔ موت حیات اور تکلیفات کا سلسلہ بدستور ہے۔ الغرض دارالامان اسم باقی نہیں۔ اے مرزا قادیانی اور دارالحرم ہے۔ وہ جس کو پروردگار نے دارالامان کے لفظ سے یاد فرمایا ہے۔ دیکھو: ”واذجعلنا البيت مشابه للناس وامننا (البقرہ: ۱۲۵)“ ایضاً: ”ولامین البيت الحرام۔“

خود غرضی ہفتم اشاعت اشتہارات کے بیان میں

ہم اس کی تفصیل نہیں کرتے ناظرین خود غور فرما سکتے ہیں کہ اشاعت اشتہارات سوائے شہرت مرزا قادیانی کے مخلوق کو کیا فائدہ پہنچا سکتے ہیں؟

خود غرضی ہشتم چندہ مینار کے بیان میں

اے ارباب بصیرت مرزا قادیانی نے مسیح موعود کی تصدیق من گھڑت میں صرف اپنے آپ کو مصداق دوزخ کا نہیں بتایا۔ بلکہ مینار دینے والوں کو بھی ساتھ ہی زمرہ مبذین سے بنایا: ”وات ذا القربی حقہ والمسکین وابن لسبیل ولا تذرت بذیرا ان المبذین۔ کانوا اخوان الشیاطین وکان الشیطان لوبہ کفورا (بنی اسرائیل: ۲۶، ۲۷)“ اے مرزا قادیانی خدا کا حکم اول قراتوں بعد مسکینوں بعد مسافروں کو خرچ کرنا فرماتا ہے۔ جناب کے قراتیوں کی زمین بلکہ مکان بھی ان کے ڈپٹی مرزا عظیم بیگ مرحوم کے پاس رہن و بیع ہیں۔ اگر آپ خود غرض نہ ہوتے تو پہلے آپ قراتیوں پر احسان اور مروت فرماتے۔ یعنی آپ کے کذب و دعویٰ پر دلیل کافی ہے۔

خود غرضی نہم تصانیف کے بیان میں

اے ارباب بصیرت جائے غور ہے کہ احکام شرعی کے لئے مسلمانوں کو قرآن شریف حدیث فقہ کافی نہیں؟ پھر مرزا قادیانی کی تصنیف کی غرض وجہ معاش نہیں تو کیا ہے؟ بلکہ مرزا قادیانی بوجہ تصنیف خود حکم آیت کے مصداق ہیں: ”ومن لم یحکم ما انزل الله فالنک هم الکافرون (المائدہ: ۴۴)“

خود غرضی و ہم تجارت تصاویر کے بیان میں

اے مسلمانو! پروردگار نے قرآن مجید کو رفع شرک کے واسطے نزول فرمایا ہے۔ جا بجا قرآن شریف رفع شرک پر زور دیتا ہے۔ بلکہ سب گناہوں سے بڑا گناہ شرک ہے۔ کیا تصویر مرزا قادیانی بت۔ سوانح یغوث۔ سر سے آپ لوگ کم سمجھتے ہیں۔ مرزا قادیانی اور مرزا کے تصاویر پرستوں سے پوچھتا ہوں کہ سوائے مشرک بنانے کے تصویر مرزا قادیانی کیا فائدہ دیتی ہے؟ افسوس اگر مرزا قادیانی کو علم قرآن شریف ہوتا تو بذرِ ریعہ تصویر اپنی کے لوگوں کو مشرک نہ کرتے۔ دیکھو اللہ تعالیٰ کیا فرماتا ہے: ”یایہا الناس ضرب مثل فاستمعوا للہ ان الذین تدعون من دون اللہ لن یخلقوا ذبابا ولو اجتمعوا لہ، وان یسلبہم الذباب شیئا لایستنقذوہ منہ ضعف الطالب والمطلوب (الحج: ۷۳)“ اے مسلمانو! اللہ تعالیٰ کو خلوص دل سے ایک جانو۔ خود مرزا قادیانی یا تصویر مرزا قادیانی نہ ایک مکھی پیدا کر سکتے ہیں اور نہ وہ مکھی خدا کی پیدا کی ہوئی کوئی ان کی چیز لے جاوے تو چھڑا سکتے ہیں۔

خود غرضی یا زہم کالج کاویانی کے بیان میں

صاحب بصیرت پر کیفیت کالج قادیانی مخفی نہیں۔ علاوہ تشہیر مذہب اختراعیہ۔ افترا سیہ۔ مرزائیہ کی تخم ریزی کی بناء ہے۔ اے اہل اسلام خود غرض عالم اور درویش خدا کیوں کہوں؟ کیونکہ یہ دونوں لوگوں کا مال کئی باطل طریقوں سے کھاتے ہیں۔ دیکھو خدا تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے: ”یایہا الذین امنوا ان کثیرا من الاحبار والرهبان لیاکلون اموال الناس بالباطل ویصدون عن سبیل اللہ (التوبہ: ۳۴)“

خود غرضی دوازہم اتہام مریم علیہا السلام کے بیان میں

مرزا قادیانی مریم علیہا السلام کو اپنی قلم سے یہودیوں کی طرح لکھتے ہیں کہ: ”مس شیطان سے پاک نہیں۔“ دیکھو مقدرِ خلاصہ تکذیب میں۔ اور خدا تعالیٰ مریم علیہا السلام کے بارے میں فرمایا ہے برگزیدہ کیا تم کو اور پاک کیا تم کو جہان کی عورتوں پر۔ دیکھو آیت ہذا ”واذ قالہ الملائکۃ یا مریم ان اللہ اصطفک ومطہرک واصطفک علی نساء العالمین (آل عمران: ۴۲)“ ناظرین! کیا مسلمانوں کا یہی اعتقاد ہے جس طرح مرزا قادیانی تحریر کرتے ہیں؟

خود غرضی سیزدہم الہام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بیان میں

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مرزا قادیانی پیغمبر نہیں مانتے۔ ایک راست باز آدمی لکھتے

ہیں وہ بھی ٹیک باطنی کے لفظ سے نہ دلی اعتقاد ہے، اپنے رسالہ میں یہ بھی فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور اس کی والدہ مس شیطان سے پاک نہیں۔ اور رفع السماء نہیں مانتے۔ بلکہ فوت ہو کر کشمیر میں مدفون قرار دیتے ہیں۔ یہی تمام اعتقادات یہود کے تھے۔ ان کی تردید ہم غرض پنجم، ششم حصہ اول میں بیان کر چکے ہیں۔ یہ اعتقاد تو مرزا قادیانی کا ہے اور خدا تعالیٰ: ”وجیہا فی الدنیا والآخرۃ ومن المقربین (آل عمران: ۴۵)“ ایضاً ”ورسولا الی بنی اسرائیل (آل عمران: ۴۹)“ فرماتا ہے۔

فصل دوم..... مسیح موعود کی بے علمی کے بیان میں

مرزا قادیانی رسالہ دافع البلاء ورق اخیر جس پر کوئی نمبر نہیں دیا۔ متضاد کلمات اوصاف نسبت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بیان فرماتے ہیں۔ جس کے پڑھنے سے ناظرین خود سمجھ سکتے ہیں کہ مرزا قادیانی کو علاوہ بے علمی کے غفل دماغ بھی ہے۔ وہ متضاد کلمات بہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہیں راست باز آدمی ہے۔ مگر راست بازی بھی غلطی طور پر نہ یقینی۔ شرابی۔ فاحشہ عورتوں کا مال کھانے والا۔ بے تعلق عورتوں سے تعلق رکھتا تھا۔ الغرض مثل شیطان سے خالی نہیں۔ یہ کلمات تمام مرزا قادیانی کی عبارت رسالہ دافع البلاء کا خلاصہ ہے اور ساتھ ان بہتانوں کے یہ آیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت تحریر فرماتے ہیں: ”وجیہا فی الدنیا والآخرۃ ومن المقربین (آل عمران: ۴۵)“ ارباب بصیرت غور فرماویں افراط اور تفریط عبارت مرزا قادیانی سے غفل دماغ اور بے علمی آپ کو ثابت ہوگی۔ ایک طرف تو بہتانات مرزا قادیانی ہیں اور دوسری طرف شہادت باری تعالیٰ کی ہے۔ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ وہ: ”وجیہا فی الدنیا والآخرۃ ومن مقربین“ فرماتا ہے۔ اگر مرزا قادیانی کو جیسا اور مقرب کے معنی آتے ہیں تو بہتان مذکورہ بالا نہ لگاتے۔ اے مرزا قادیانی مقرب کے معنی رسول کے ہیں۔ جیسا کہ شروع سورۃ واقعہ میں: ”اصحاب المیمنة واصحاب المشقة (الواقعہ: ۸۰، ۸۱)“ اور مقربوں کی تقسیم سے صاف پیغمبری کے معنی ثابت ہوتے ہیں۔ ایضاً: ”ورسولا الی بنی اسرائیل“ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ مضمون بندے کی غلطی سے دوسرے نمبر میں دکھاتے ہیں۔

بے علمی دوم مسیح موعود از مضمون بندی قرآن شریف

ناظرین! کو ہم مرزا قادیانی کے متضاد تحریری بے علمی اول اور خلاصہ ترکیب میں دکھا

چکے ہیں۔ جس آیت کے حوالہ سے مرزا قادیانی کے نقطہ میں بے علمی ثابت کر چکے ہیں۔ اسی آیت سے مگر ہم مضمون بندی میں غلطی نکالتے ہیں۔ وہ آیت یہ ہے: ”وجيها في الدنيا والاخرة ومن المقربين“ ختم آیت ہذا پر آپ گول (لا) دائرہ کا نشان اور اس پر لا کا نشان ہے۔ یہ ”لا“ کا نشان دلالت کرتا ہے نہ ختم ہونے معنوں پر۔ اگر مرزا قادیانی کو علم ہوتا تو باقی صفات حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائے تھے اور باقی صفات یہ ہے: ”يَكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَمِنَ الصَّالِحِينَ (آل عمران: ۴۶)“ ایضاً ”وَيُعَلِّمُهُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَاتِ وَالْإِنْجِيلَ وَرَسُولًا إِلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ (آل عمران: ۴۸، ۴۹)“ یہاں تمام صفات ختم ہوتے ہیں۔

بے علمی سوم مسیح موعود اور قوائد قرأت

جس آیت میں ہم پہلے دو قسم کی بحث کر چکے ہیں۔ اسی آیت میں پھر مرزا قادیانی کی بے علمی قرأت میں دکھاتے ہیں۔ وہ آیت یہ ہے: ”وجيها في الدنيا والاخرة ومن المقربين“ ختم آیت پر جو نشان گول ”ہ“ دائرے کا ہے۔ جس نشان کو نشان آیت اور وقف بھی کہتے ہیں۔ یہ وقف اور اس کے مابعد کے وقف کا کافی دور تک چلے جاتے ہیں۔ کافی وہ وقت ہوتا ہے جہاں معنی ختم نہیں ہوتے۔ اگر مرزا قادیانی کو علم قرأت ہوتا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صفات جو کہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی تھیں۔ تحریر کرتے۔ حضرت مرزا قادیانی کو مناسب ہے کہ پہلے دعویٰ مسیحیت کے علم قرآن سیکھیں۔ بعد اس کے استحقاق مسیحیت قرآن سے بیان کریں۔ ورنہ حیف ہے ایسے کذب دعوے پر کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے: ”فَنَجْعَلُ الْعَنَةَ اللَّهُ عَلَى الْكَافِرِينَ (آل عمران: ۶۱)“

فائدہ: رفع شکوک عوام الناس کے بیان میں

عام لوگوں کا خیال ہے کہ مرزا قادیانی کے کئی عالم مرید ہیں۔ اگر فی الواقع مرزا قادیانی مسیح موعود نہ ہوتا تو مولوی مرید کیوں ہوتے۔

جواب..... مولویوں کے مرید ہونے سے دعوے مسیح موعود کوئی قرآنی ثبوت نہیں۔

ناظرین! دیکھ رہے ہیں کہ آج کل بعض مسلمان خود غرض عیسائی وار یہ ہو جاتے ہیں اور بعض ہندو عیسائی ہو رہے ہیں۔ غلط ہذا کئی ایک مولوی خود غرض اور کئی بے علم اپنی بے علمی کی وجہ سے مرید مرزا قادیانی ہو رہے ہیں۔ لیکن جانے غور یہ ہے کہ دعویٰ مذکورہ بالا کی ہم قرآن شریف

سے تردید کر چکے ہیں اور ایسے عالموں کے حق میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے: ”یٰٰایہا الذین امنوا ان کثیرا من الاحبار والربیان بکالیکلون اموال الناس بالباطل ویصدون عن سبیل اللہ (التوبہ: ۳۴)“ پس خود غرض مولویوں اور بے علم لوگوں کا مرید ہونا دعویٰ مسیحیت کا کوئی ثبوت نہیں۔ دیکھو حکیم مولوی نور الدین صاحب بھیروی جو کہ بڑے حواری مرزا قادیانی کے ہیں۔ خاکسار نے ان کو سوال کیا کہ آپ مرزا قادیانی کو کس ثبوت سے مسیح موعود سمجھتے ہیں۔

جواب حکیم صاحب..... مرزا قادیانی کو اہلام ہوتے ہیں۔

خاکسار..... الہام مسیحیت کی کوئی دلیل نہیں؟ اکثر لوگوں کی خواہیں بعض سچی اور بعض جھوٹی ہوتی ہیں۔ کئی الہام مرزا قادیانی کا ہم سنتے ہیں۔ کوئی اور دلیل جناب مسیحیت کی فرمادیں۔ حکیم صاحب مجھ کو قرآن شریف نہ آتا تھا۔ خصوصاً سورہٴ نجم۔ اگر ہم اب سورہٴ نجم کو ۱۰۰ عالم میں بیان کریں تو دنگ ہو جائیں۔

خاکسار..... حضرت یہ تو کوئی مسیحیت نہیں۔ واقف قرآن ہندو ہو یا عیسائی سمجھا سکتا ہے جناب کوئی اور دلیل فرمادیں۔ حکیم صاحب کسوف اور خسوف رمضان شریف میں مہدویت مرزا قادیانی کا نشان ہے۔

خاکسار..... ممکن ہے کہ خدا کی زمین پر کوئی اور مہدی پیدا ہو گیا ہو۔ جناب کوئی اور دلیل فرمادیں۔ حکیم صاحب..... میں مرزا قادیانی کا عاشق ہوں۔

خاکسار..... حضرت میں نے اپنا اور آپ کا وقت ضائع کیا۔ عشق تو مرض ہے۔ میں دلیل مسیحیت پوچھتا ہوں۔

پس خاکسار یہ عرض کر کے رخصت ہوا۔ پس ناظرین کو ثابت ہو گیا ہوگا کہ مولوی مرید مرزا قادیانی کے بھی دعوے مسیحیت اور مہدویت کا کوئی ثبوت نہیں رکھتے۔

اعلان

چونکہ ہم دعاوی مرزا غلام احمد قادیانی کی تکذیب قرآن شریف سے ثابت کر چکے ہیں لہذا مرزا قادیانی کو مناسب ہے کہ دلائل استحقاق دعاوی قرآن شریف سے بیان کریں ورنہ عقیدہ یہودیہ، خیالیہ، وہمیہ، افترا سیئہ اخترا سیئہ، خود غرضیہ، بہتان پی سے توہر کریں: ”وما ہونی القرآن حق، وما علینا الا البلاغ“ فقط!

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الحمد لله الذي جعل القرآن الكريم
موسمًا من موسمي الدنيا والآخرة

حقیقت مرزا



حضرت مولانا محمد یعسوب رحمانی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

برادران اسلام! صدمہ اور افسوس کی جگہ ہے کہ دشمنان اسلام آج اسلام کی فتح کئی کے لئے کس طرح اور کیسی کیسی ان تھک اور طبع کوششیں کر رہے ہیں۔ اس کے خلاف ہمارے بھائی مسلمان ہیں کہ خواب غفلت کی گہری غیند سو رہے ہیں۔ نہ ان کو اس کا خیال ہے کہ کتنے قیمتی بچے ہمارے عیسائیوں کے شکار ہوئے اور کتنے جاہل مسلمان آریہ کے دام ترویر میں پھنسے۔ کتنے بے خبر مسلمان قادیانیوں کے پرفریب جال میں آکر محسوس کی غلامی کو چھوڑ کر مرزا قادیانی کے غلام بنے۔

مسلمانو! خواب غفلت سے بیدار ہو اور کربانہو اور اسلام کی خدمت کرو متعدد انجمن دارالتبلیغ قائم کرو۔ اور مبلغین ایسے علماء ربانی رکھے جائیں جو مذہب باطلہ کا تقریراً و تحریراً کریں اور مختلف زبانوں میں اسی کی اشاعت کریں اور اسلام کی سچی تعلیم پیش کریں۔

ان دشمنان اسلام کی سعی کو ملاحظہ فرمائیے۔ عیسائیوں کو دیکھئے کہ لاکھوں بلکہ کروڑوں روپے صرف کر کے طمع اور لالچ دے کر جاہل اور مفلس مسلمان اور ان بچوں کے اور عورتوں کو عیسائی بنا رہے ہیں۔ حالانکہ جن کے مذہب کا اصل اصول حقیقت (یعنی تین خدا) اور کفارہ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام باوجود معصوم اور نبی ہونے کے اپنی گناہ گارامت کے عوض صلیب دیئے جائیں۔ جس سے ان کی امت ہمیشہ کے لئے جہنم سے آزاد ہو کر جو چاہے کرے۔ نہ قیامت کا باز پرس۔ نہ جہنم کا ڈر) ہوا ایسے عقیدے کے لوگ اسلام اور مسلمانوں اور خالص توحید پرستوں پر حملہ کریں۔ یہ ہمارے اسلام کی سچی تعلیم سے غفلت کا نتیجہ ہے۔

اسی طرح ہمارے پڑوسی آریہ ہیں جن کی بے اعتناء شرانگیزی نظر کیجئے۔ کہیں اپنا کالج بنا کر فن مناظرہ کی تعلیم دیتے ہیں اور اس کے ساتھ قرآن مجید پر اعتراض کرنا سکھاتے ہیں۔ اور روپے صرف کر کے تبلیغ کے ذریعہ سے جاہل مسلمانوں کو شرمی کرتے ہیں۔ خدا کی شان نظر آتی ہے کہ جن کے مذہب کا بانی دیا نند سرتی اپنی معتمد کتاب ستیا رتھ پرکاش میں یہ لکھا ”۳۷ سوال الہیورا پنے بھگتوں کے پاپ معاف کرتا ہے یا نہیں؟ جواب نہیں۔ کیونکہ اگر وہ پاپ معاف کرے تو اس کا انصاف جاتا رہے اور تمام انسان سخت پائی ہو جائیں۔“

(ستیا رتھ پرکاش باب ساتواں ص ۷۳۹ مطبوعہ حجاب شریعتی آریہ پرتی ندی سہاگپور)

اس مذہب کے دوسرے دوسروں کو شرمی کریں۔ نہایت افسوس جن کا الہیورا پنے بھگتوں

یعنی بزرگوں کے پاپ کو معاف نہیں کر سکتا اور معاف کرنے سے بے انصاف ہو جاتا ہے۔ یعنی پاپی ہو جاتا ہے۔ وہ دوسروں کو سدھی کر کے اس کے پہلے پاپ یعنی گناہ کو ایسا شور سے معاف کر اکر ایسا شوریٰ کو پاپی ٹھہراتا ہے۔

پھر تھوڑی دیر کے لئے مرزائیوں پر نظر ڈالئے اور ان کے جوش اور سرگرمی کو عیضوں کو دیکھئے۔ اپنا کالج قائم کر کے انگریزی تعلیم کے ساتھ اپنے جدید مذہب کی تعلیم دیتے ہیں۔ قرآن مجید کا اپنے خیال خام کے موافق انگریزی ترجمہ کر کے اس کی اشاعت کرتے ہیں اور صرف کثیر کر کے یارپ وغیرہ میں اپنے جال پھیلاتے ہیں اور لوگوں کو دھوکہ دے کر تبلیغ اسلام کے بہانے سے روپے وصول کرتے ہیں۔ حالانکہ ان کے جدید نبی مرزا قادیانی کے ایسے عقیدے اور اقوال ہیں۔ جو ہرگز کسی مسلمان کے نہیں ہو سکتے۔ اس جگہ میں مختصر مرزا قادیانی کے اقوال ان کی کتابوں کے حوالہ سے لکھتا ہوں۔

..... مرزا قادیانی خدا بھی ہیں اور اس کے بیٹے بھی اور انہوں نے نیا آسمان اور نئی زمین بنائی۔

”خدا قادیان میں نازل ہوگا“ (تذکرہ ص ۷۷ صفحہ ۳۴)

اس ولدی (اے میرے بیٹے من) (البحر فی حصول ص ۳۹)

”میں نے خواب میں دیکھا کہ میں بحمد اللہ ہوں۔ میں نے یقین کر لیا کہ میں وحی ہوں۔ اسی حال میں (جبکہ میں بحمد خدا تھا) میں نے اپنے دل میں کہا کہ ہم کوئی نیا کلام دنیا کا بناویں۔ یعنی نیا آسمان اور نئی زمین بنادیں۔ جس میں نے پہلے آسمان اور زمین اجمالی شکل میں بنائی۔ جن میں کوئی تفریق اور ترتیب نہ تھی۔ پھر میں نے اس میں جدائی کر دی اور جو ترتیب درست تھی۔ اس کے موافق ان کو مرتب کر دیا اور اس وقت اپنے آپ کو ایسا پاتا تھا۔ گویا میں ایسا کرنے پر قادر ہوں۔ پھر میں نے دریا (یعنی احرار) آسمان علیا اور میں نے کہا: ”انما زیننا السماء الدنيا بمصابیح“ پھر میں نے کہا ہم انسان کو کٹی سے بنا دیں گے۔“

(”آئینہ کلمات اسلام“ ص ۱۲۳ ص ۱۵۵ خزائن ص ۵۱۵)

..... ”مرزا قادیانی نے اہل دنیا کی تنگی و بدی لکھی اور خدا سے اس پر سرخ روشنائی سے دھجلا بھی کرا لیا۔“

”ایک میرے قلم عبد اللہ نام پٹاری خوش گوشت ریاست پٹیلہ کے دیکھتے ہوئے اور ان کی نظر کے سامنے یہ نشان الٰہی ظاہر ہوا کہ اول مجھ کو کھٹی غور پر دکھایا گیا کہ میں نے بہت سے احکام قتلاء و قہر کے اہل دنیا کی تنگی و بدی کے متعلق اور تیرا پتے لئے اور اپنے دوستوں کے

لئے لکھے ہیں۔ اور پھر تمثیل کے طور پر میں نے خدائے تعالیٰ کو دیکھا اور وہ کاغذ جناب باری کے آگے رکھ دیا کہ اس پر دستخط کر دیں۔ مطلب یہ تھا کہ سب باتیں جن کے ہونے کے لئے میں نے ارادہ کیا ہے۔ ہو جائیں۔ سو خدائے تعالیٰ نے سرخی کی سیاہی سے دستخط کر دیئے اور قلم کے نوک پر جو سرخی زیادہ تھی اس کو جھاڑا۔ اور معاً چھانٹنے کے ساتھ ہی اس سرخی کے قطرے میرے کپڑوں اور عبداللہ کے کپڑوں پر پڑے اور چونکہ کشفی حالت میں انسان بیداری سے حصہ رکھتا ہے اس لئے مجھے جبکہ ان قطروں سے جو خدائے تعالیٰ کے ہاتھ سے گرے۔ اطلاع ہوئی۔ ساتھ ہی میں نے چشم خود ان قطروں کو بھی دیکھا اور میں رقت دل کے ساتھ اس قصے کو میاں عبداللہ کے پاس بیان کر رہا تھا کہ اتنے میں اس نے بھی وہ تہتر قطرے کپڑوں پر پڑے ہوئے دیکھ لئے اور کوئی ایسی چیز ہمارے پاس موجود نہ تھی جس سے اس سرخی کے گرنے کا کوئی احتمال ہوتا اور یہ وہی سرخی تھی جو خدائے تعالیٰ نے اپنے قلم سے جھاڑی تھی۔ اب تک بعض کپڑے میاں عبداللہ کے پاس موجود ہیں جن پر وہ بہت سی سرخی پڑی تھی اور میاں عبداللہ زندہ موجود ہیں۔ وہ اس کیفیت کو حلفاً بیان کر سکتے ہیں کہ کیونکر خارق عادت اور اعجازی طور پر امر تھا۔“ (تزیان القلوب ص ۳۳، خزائن ج ۵ ص ۱۹)

ناظرین! یہ ہے مرزائیوں کے جدید نبی کا معجزہ اور ان کے خدا کے معجزہ خیز کرشمہ۔ معلوم ہوتا ہے کہ خدا کی بارگاہ بھی کسی کلکٹر وغیرہ کا اجلاس تھا جس میں پیشکار بن کر مرزا قادیانی درخواست ساتھ لیکر منظوری کے دستخط کرانے کو تشریف لے گئے اور حاکم بھی معاذ اللہ! ایسے تمیزدار کہ قلم جھاڑ کر سرخی سے اس کے کپڑے تہتر کر دیئے پھر پیش کار پر جلدی سے دستخط کرانے کا رنج ہوا مگر عبداللہ بے چارے کا کیا قصور تھا۔ ”تعالی اللہ عن ذالک علواً کبیراً“ خدا تعالیٰ ایسے خرافات سے بہت برتر ہے۔

اس پر بھی مولوی ثناء اللہ نے جب عبداللہ سے حلفاً پوچھا تو اس نے حلف سے انکار کر دیا۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔ ”۲۷ نومبر ۱۹۱۶ء کو اس میاں عبداللہ گواہ نے ہمارے سامنے اس کشف پر قسم کھانے سے انکار کر دیا۔“ (حاشیہ عقائد مرزا ص ۵)

۳..... مرزا قادیانی کا دعویٰ نبوت و رسالت

”ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں۔ خدا تعالیٰ جس کے ساتھ ایسا مکالمہ اور مخاطبہ کرے کہ جو بلحاظ کیفیت و کیفیت دوسروں سے بہت بڑھ کر ہو اور اس میں پیشین گوئیاں بھی کثرت سے ہوں اسے نبی کہتے ہیں اور یہ تعریف ہم پر صادق آتی ہے پس ہم نبی ہیں۔ ہم پر کئی سالوں سے وحی نازل ہو رہی ہے اور اللہ تعالیٰ کے کئی نسان اس کے صدق کے گواہی دے چکے ہیں۔ اس

لئے ہم نبی ہیں۔“ (اخبار ہدایت دیان مورخہ ۵ مارچ ۱۹۰۸ء ص ۲ کالم)

۴..... جو مرزا قادیانی کو نہیں مانتا وہ خدا اور رسول کو نہیں مانتا

اس لئے وہ مومن نہیں ہے۔ ”جو مجھے نہیں مانتا وہ خدا اور رسول کو بھی نہیں مانتا کیونکہ میری نسبت خدا اور رسول کی پیش گوئی موجود ہے۔ یعنی رسول کریم ﷺ نے خبر دی تھی کہ آخری زمانہ میں میری امت میں بھی مسیح موعود آئے گا اور خدا نے میری سچائی کی گواہی کے لئے تین لاکھ سے زیادہ آسمانی نشان ظاہر کئے۔ اب جو شخص خدا اور رسول کے بیان کو نہیں مانتا اور قرآن کی تکذیب کرتا ہے اور عہد اخذ تعالیٰ کی نشانیوں کو رد کرتا ہے۔ تو وہ مومن کیونکر ہو سکتا ہے۔“

(حقیقت الوحی ص ۱۶۳، ۱۶۴ خزائن ج ۲۲ ص ۱۶۸)

مرزا یثوخذے دل سے سوچو اور بتاؤ کہ وہ کون سی آیت کلام مجید کی مسیح موعود کے بارہ میں ہے کہ جس کی تکذیب سے مسلمان کافر ہو جائے اور جو مرزا قادیانی نے کسی آیت کو کھینچ تان کر اپنے اوپر منطبق کیا ہو تو ان کے من گھڑت معنی کے انکار سے کوئی کیونکر کافر ہو سکتا ہے۔ اور دکھاؤ کہ کون سی صحیح حدیث آنحضرت ﷺ کی ہے جس میں یہ پیش گوئی ہے کہ مسیح ابن مریم علیہ السلام موعود اپنی امت میں آئے گا اور پھر وہ حدیث بھی متواتر ہونی چاہئے۔ جس کا منکر کافر ہو۔ میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ تم اسے ہرگز نہیں دکھا سکتے اور اسے بھی دیکھو کہ تمہاری تاویل ظلی و بردوزی و امتی نبی کیسی بے معنی ہے۔ جبکہ مرزا قادیانی مستقل نبوت اور رسالت کا دعویٰ کر رہے ہیں۔ مسلمانوں متوجہ ہو کر سنو۔ معجزات انبیاء علیہم السلام کے دعویٰ کے گواہ ہوتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کے معجزات جو لوگوں نے جمع کئے ہیں۔ وہ بمشکل تین ہزار ہوتے ہیں اور جدید نبی اپنی زبان سے اپنے نشان یعنی معجزات کا تین لاکھ سے زیادہ ہونا بیان کرتے ہیں۔ زیادتی کو چھوڑ کر صرف تین لاکھ کو لو تو مرزا قادیانی آنحضرت ﷺ سے سو گنا بڑھ گئے۔ مرزا یثو کیا اب بھی امتی نبی کہو گے؟ ہرگز نہیں۔

مرزا قادیانی اور قرآن

مرزا قادیانی اور قرآن کے معنی صحابہ اور تمام امت محمدیہ کے خلاف بیان کئے۔ قرآن مجید میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ پیش گوئی کی تھی: ”مبشر آبرسول یأتی من بعدی اسمہ احمد“ ہمیں بشارت دینے والا ہوں ایک رسول کی کہ جو میرے بعد آنے والا ہے نام اس کا احمد ہوگا۔ ﴿

صحابہ کرامؓ کے زمانہ سے آج چودہ سو برس تک تمام مسلمان یہ سمجھتے آئے اور لکھتے

آئے ہیں کہ یہ پیش گوئی آنحضرت ﷺ پر پوری ہوئی اور آپ کا نام احمد ہے لیکن مرزا قادیانی غلام احمد ہو کر یہ لکھتے ہیں کہ: ”وہ احمد میں ہوں۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے میرے حق میں بشارت دی تھی۔“ (ازلہ ابلاہام ص ۷۳، خزائن ج ۳ ص ۲۶۲)

ناظرین! انصاف سے دیکھیں کہ کس قدر گستاخی مرزا قادیانی نے کی کہ غلامی کا دعویٰ کرتے ہوئے اپنے آقا کی جگہ پر عاصیانہ بقعہ کرنا چاہا! ”ان هذا لعنتی عجیب۔“

اس جگہ میں نے صرف پانچ عقیدے مرزا قادیانی کے ان کی کتابوں سے دکھائے اور ایسے سنگٹروں عقیدے ان کے ہیں جو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ہیں۔ اس کے علاوہ انبیاء کی تنقیص اور توہین ان کا شیوہ ہے۔ واضح ابلاہام عیسائیوں سے مخاطب ہو کر مرزا قادیانی یوں کہتے ہیں۔

”اے عیسائی مشر یوارینا اسح مت کہو۔ دیکھو کہ آج تم میں ایک ہے جو اس سچ سے بڑھ کر ہے۔“ (واضح ابلاہام ص ۱۱۲، خزائن ج ۳ ص ۲۳۲)

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو
اس سے بھر نظام احمد ہے

(واضح ابلاہام ص ۱۱۲، خزائن ج ۳ ص ۲۳۲)

اور مرزا قادیانی نے اسی پر بس نہ کیا بلکہ سید المرسلین قائم العین کی شان میں گستاخی کی اور ان کے عظیم الشان مجرور قرآن مجید کی تہذیب (بے مثل اور بے نظیر ہونے) کو توڑنا چاہا۔ چنانچہ مرزا قادیانی نے ایک کتاب لکھی ہے۔ جس کا نام ”مجاز احمدی“ رکھا ہے اور اس میں ایک عقیدہ پیش کیا ہے۔ جس کا نام عقیدہ ”مجاز احمدی“ ہے اس میں مشر مرزا قادیانی کے ترجمہ ہے۔

خسف القصور والمنصور وان لسی
غسل القصور وان المنصور لسان التکبر

اس کے لئے چاند کے خورق کا نشان ظاہر ہوا اور میرے لئے چاند اور سورج دونوں کا اب کیا تو انکار کرے گا۔ (مجاز احمدی ص ۱۱۲، خزائن ج ۳ ص ۱۸۳)

ناظرین! انصاف سے دیکھئے کہ مرزا قادیانی نے آنحضرت ﷺ کے لئے چاند گرہن کا مجرور لکھا اور اپنے لئے چاند گرہن اور سورج گرہن کا مجرور جو بیز کرتے ہوئے اپنے مخاطب یعنی مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ اب بھی تو انکار کرے گا۔ اب میں یہاں یہ دکھانا نہیں چاہتا کہ حقیقت میں خورق آنحضرت ﷺ کا مجرور تھا یا نہیں۔ صرف یہ دکھانا ہوں کہ مرزا قادیانی حضور ﷺ کی

شان میں کیسی بے ادبی اور گستاخی کرتے ہیں۔ ترجمہ میں آپ کے لئے ”ان کے لئے“ نہیں لکھتے بلکہ ”اس کے لئے“ لکھتے ہیں اور آپ کی شان پر اپنی شان کو بڑھا کر مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ جس کا ایک نشان ظاہر ہوا اس پر تو ایمان لاتے ہو اور اس کے دو نشان یکے बाद نگرے ظاہر ہوئے ہوں اس سے انکار کرتے ہو۔

اب اس کو بھی دیکھئے کہ مرزا قادیانی قرآن مجید کی تحدی کو کس طرح نعوذ باللہ باطل کرتے ہیں۔ ذیل میں معائن کے ترجمہ کے لکھتا ہوں۔

وكان كلام معجزا ياله

كذلك لس قول على الكل يبهر

اور اس کے معجزات میں سے مجراں کلام بھی تھا۔ اسی طرح مجھ کو کلام دیا گیا جو سب پر غالب ہے۔“ (۱۸۳ احمدی ص ۹۷، خزائن ص ۱۸۳)

ناظرین! مرزا قادیانی کی گستاخی کو دیکھئے۔ پھر حضور کی شان میں ”اس کے“ لکھا اور کہتے ہیں کہ جس طرح حضور ﷺ کے مجراں کلام قرآن مجید تھا اسی طرح میرے لئے یہ قصیدہ افلاک ہے۔

قرآن کیا بلکہ تمام الہیاء کے مجراں کلام ہوں تو مرزا قادیانی کا مجراں کلام سب پر غالب ہے۔ نعوذ بالله من ذلك الهفوات۔ ہمارے محرم جناب مولانا قسیم حسین صاحب تھرم بھی مسکری (جو علامہ فضل علی کے بڑے لایع ہیں۔ جن کی ادبی قابلیت تمام صوبہ بہار میں مسلم ہے۔ عربی کے مستند شاعر ہیں) آپ کا کلام بغایت کلام فصحاء عرب کی یاد دلاتا ہے۔ چنانچہ مولانا محمد رفیع نے مرزا قادیانی کے اس مصنوعی اعجاز کو دوطرفہ پر باطل کیا ہے اور دونوں کو دو حصوں میں لکھا ہے۔ پہلے حصہ کا نام ابطال اعجاز مرزا حصہ اول ہے۔ اس میں نحو کی تمہید ہے جس میں قرآن مجید کا سچا اور واقعی معجزہ دکھاتے ہوئے مرزا قادیانی کا معجزہ ظاہر کر کے پھر اس کے قصیدہ افلاک پر یہ کی تمہید کی ہے اور اسی طرح پر ان کے افلاک کی نقلی کھول دی اور اس کی صحتی، نجومی، باطنی، عروضی اور توفیقی کی غلطیاں دکھائی ہیں اور سر قلمت مزید بے آں ہیں۔

چنانچہ مرزا قادیانی کے قصیدے کے پانچ سو تیس (۵۳۲) قصیدہ ہیں اور غلطیوں کی تعداد بھی پانچ سو تیس (۵۳۲) ہی ہے۔ تقریباً کوئی شعر ان کا غلطی سے خالی نہیں ہے۔ قصیدہ کیا ہے چوتھی ہجرا کتاب ہے اور یہ حصہ اول ابطال اعجاز مرزا اس کا ۱۳۳۳ میں شائع ہوا ہے۔ اسے رجسٹری کر کے خلیفہ قادیان مرزا محمود کی خدمت میں بھیجا گیا۔ اب ۱۳۳۲ء ہے کسی نے مرزا قادیانی کے اشعار سے ایک غلطی کو بھی نہ اٹھایا۔ دوسرے حصہ ابطال اعجاز کی تمہید میں

مرزا قادیانی کے تینتیس (۳۳) جھوٹ گنائے ہیں اور یہ دکھایا گیا ہے کہ کن وجہ سے مولانا کا قصیدہ مرزا قادیانی کے مصنوعی معجزہ پر فائق ہے۔ اس کے بعد چھ سو سترہ (۶۱۷) اشعار کا قصیدہ عربیہ مع ترجمہ کے پیش کیا گیا ہے۔ جو ۱۳۳ھ میں چھپ کر شائع ہوا ہے۔ اسے بھی مرزا محمود خلیفہ قادیان کے پاس بھیجا گیا۔ اب تقریباً چھ سال ہوئے۔ اس پر بھی کسی نے کچھ نہ لکھا۔ چونکہ یہ دونوں حصے ضخیم ہو گئے اور لوگ پورا دیکھنے سے گھبراتے ہیں اور ان لوگوں کی ہمتیں بھی قاصر ہیں۔ اس لئے میں یہاں پہلے چند موٹی موٹی غلطیاں مرزا قادیانی کے قصیدہ اعجازیہ کی دکھاتا ہوں۔ پھر چند اشعار مرزا قادیانی کے اور اپنے مع ترجمہ مقابلہ سے لکھتا ہوں۔ حضرات علماء کرام اور ناظرین عظام انصاف سے اسے دیکھیں اور مرزا قادیانی کے اعجاز کی داد دیں مرزائی بھائیوں سے گزارش ہے کہ میری دردمندی اور یہی خواہی پر نظر فرما کر ٹھنڈے دل سے اسے دیکھیں اور غور کریں:

میرے دل کو دیکھ کر میری وفا کو دیکھ کر
بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر

مرزا قادیانی کے قصیدہ اعجازیہ میں نحوی ادبی غلطی

۱..... مرزا قادیانی پیر مہر علی شاہ صاحب ساکن گوڑہ علاقہ پنجاب پر اپنے قصیدہ میں اظہار رنج و عتاب کرتے ہوئے گوڑہ کی زمین پر لعنت کرتے ہیں۔ مرزا قادیانی کا شعر معدان کے ترجمہ کے یہ ہے: ”فقلت لك الويلات يا ارض جولد پس میں نے کہا اے گوڑہ کی زمین تجھ پر لعنت ہو۔“
”لعنت بملعون فانك قد مر (اعجاز احمدی ص ۷۵، خزائن ج ۱۹ ص ۱۸۸) تو ملعون کے سبب سے ملعون ہو گئی۔ پس تو قیامت کو ہلاکت میں پڑے گی۔“

عربی زبان میں ارض کا لفظ مونث ہے دیکھو۔ سورہ ق (والارض مددناھا والقینا فیھا رواسی وانبثنا فیھا من کل زوج بھیج) اور مرزا قادیانی ارض کے لئے صیغہ مذکر لائے ہیں۔ تو اس کی مثال یہ ہوئی اور اس کی باری آئی اور مان گیا۔
ناظرین! یہ ہے نئے نبی کا انوکھا معجزہ

۲..... ۳۸ ”هناك دعوار بأكريما مؤيدا وقالوا احللنا ارض رجز فنصبر“

(اعجاز احمدی ص ۳۲، خزائن ج ۱۹ ص ۱۵۳)

ارض رجز اضافت موصوف کی صفت کی طرف ہے اور یہ فصیح کلام میں نہیں آتا اور ممنوع ہے۔ البتہ کوفیوں نے اسے جائز کہا ہے۔ جیسے صلوٰۃ الا اولی مگر اس جگہ یہ بھی صحیح نہیں۔ کیونکہ صفت موصوف میں مطابقت چاہئے۔ ارض مونث ہے اور خبر مذکر اس لئے کوفیوں کے

موافق بھی ارض رجز غلط ہے۔ گویا ”یوں ہوا ناشپاتی کی درخت۔“

۲۸.....۳ ”فصاروا بملل الرماح دريه . ويعلمها احمد على المدبر“

(اعجاز احمدی ص ۴۱، خزائن ج ۱۹ ص ۱۵۳)

یعلمہا میں ضمیر مونث مفعول ہے۔ اس کا مرجع کیا ہے اور جو پہلے مضمون کی طرف پھرتی ہو تو مذکر چاہئے۔ قائدہ یہی ہے اس لئے یہ غلط ہے۔

۵۰.....۴ وقيل لاملاہ الكتاب كمثلہ

قول کا صلہ لام کے ساتھ آتا ہے۔ لیکن لام مقولہ پر نہیں لاتے بلکہ جس کو کہتے ہیں۔ اس پر لاتے ہیں۔ دیکھو قرآن مجید: ”واذ قلنا للملئكة اسجدوا وقلنا لهم کونوا قردة خاسئين“ اس لئے غلط ہوا مرزا قادیانی یوں ہی کہہ دیتے: ”وقيل له امل الكتاب كمثلہ“ ایسی غلطیاں مرزا قادیانی کے قصدے میں سینکڑوں ہیں۔ نمونہ کے طور پر میں نے صرف چار دکھائے۔ جسے دیکھنا ہو وہ ابطال اعجاز حصہ اول دیکھے۔

مرزا قادیانی کے قصیدے میں قافیہ کی غلطیاں

عیب اجارہ

۱۶۹..... ولا تحسب الدنيا كناتف ناطفی ائدری بلیل مسيرة كيف تصبیح

(اعجاز احمدی ص ۵۴، خزائن ج ۱۹ ص ۱۶۶)

مرزا قادیانی کے قصیدے کا قافیہ عمر مدثر وغیرہ ہے۔ اور آخر حرف ”را“ ہے۔ اس شعر میں ”را“ کو حرف بعید الخرج سے بدل کر حا کر دیا۔ اس غلطی اور عیب کو علم القوانی میں عیب اجارہ کہتے ہیں۔ اس سے تعجب اور پرہیز کرنا شعراء کے لئے ضروری اور فرض ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے حالی کی مشہور مناجات ہے۔ جس کا پہلا شعر یہ ہے۔

خاصہ خاصان رسل وقت دعا ہے

امت پہ تیری آ کے عجب وقت پڑا ہے

اس کا قافیہ دعا، پڑا، سدا، گدا، ہے۔ اب اگر شاعر کسی شعر میں آتے ہیں، جاتے ہیں،

کہہ دے تو کس قدر برا معلوم ہوگا۔

عیب اصراف

یعنی شعر کے آخر حرف کو جو پیش ہے وہ زبر سے بدل دیا۔ جیسے عمر مذکر ہے۔ اسے مجرا

مرزا قادیانی نے صرف دعوے شکر کہہ کر اپنا بتایا۔ اور یہ بھی عربی میں شعر کا صلہ علی نہیں آتا۔ بلکہ باکے ساتھ آتا ہے۔ شعراء یہ کہتے ہیں۔ آج ہے عجب رات ہر باجہ!

۲۰..... وکان طوی کشحا علی مستکنۃ۔ (اعجاز احمدی ص ۴۱، خزائن ج ۱۹ ص ۱۵۲)

اُسوں مرزا قادیانی نے کہاں کہاں اپنا دست دراز کیا۔ ”لسان العرب“ (یہ لغت کی مشہور کتاب ہے) میں مستکنہ کی لغت میں عہدہ بن الطیب کا شعر اس طرح نقل کیا ہے۔

وکان طوی کشحا علی مستکنۃ۔ فلا ہوا بدها ولم یتحمم۔
مرزا قادیانی نے مصرعہ اولیٰ پورا چاہا۔ شاہاش! مرزا جہن کند۔

۱۵۴..... بلیل کموج البحر ارخی سدولہ تجلی وادری کل من کان ببصر
(اعجاز احمدی ص ۵۶، خزائن ج ۱۹ ص ۱۶۷)

امراء القیس صاحب مقلدہ والے کا شعر اس طرح ہے:

ولیل کموج البحر ارخی سدولہ۔ علی بانواع الہوم لیبتلے!
مرزا قادیانی نے ”و“ کی جگہ ”ہا“ لکھ کر ایک حرف بدل کر اُس المال کی صورت مسخ کر دی۔ اس پر بھی ہا لگانے سے کلام مہمل ہو گیا۔ بلیل اگر مصرعہ سابقہ (فجاء بحلیل الوری بغرز) کے جام کے متعلق ہے۔ تو معنی یہ ہوئے کہ قرآن مجید فتوح باللہ تاریکی کو لایا۔ یہ ہے مرزا قادیانی کا مجزہ اور اسی عجز پر دعویٰ ہے کہ قرآن کے اعجاز پر ان کا مجزہ غالب ہے۔ شرم، شرم، شرم۔ ناظرین کل قیامت میں مرزا قادیانی کا دامن ہوگا اور ان شعراء کا ہاتھ اور بھی سرتے ہیں۔ اس مختصر تحریر میں کہاں تک لکھوں۔

مرزا قادیانی کا جھوٹ

۲۸۳..... ولو کنت کذابا لکما ہوزعمہم لقد کنت من دھراموت واقبر
(اعجاز احمدی ص ۶۵، خزائن ج ۱۹ ص ۱۷۷)

ترجمہ مرزا قادیانی: ”اور اگر میں جھوٹا ہوتا۔ جیسا کہ ان کا گمان ہے۔ تو میں ایک مدت سے مرا ہوتا اور قبر میں داخل ہوتا۔“

ناظرین! انصاف سے بتائیے کہ آج دنیا میں جھوٹوں کو بیش و آرام ہے۔ یا فوری تباہ و ہلاک ہو جاتے ہیں۔ مرزا قادیانی نے تو نبوت کا دعویٰ کیا۔ طاحدہ یورپ خدا کا انکار کرتے ہیں اور پھر بھی دنیا میں جین کر رہے ہیں اور قرآن مجید میں آنحضرت ﷺ کو حکم ہوتا ہے: ”امہلہم ان کیدی میتن“ کافروں کو مہلت دیجئے۔ میں جلد باز نہیں۔ میرا داؤ گہرا ہے۔

ناظرین! غور فرمائیں کہ جب کافروں کو مہلت ملی تو جھوٹے اگر جھوٹ بول کر کچھ دن زندہ رہیں تو کیا تعجب ہے۔

۶۹۲..... فان اك كذابا فكذبي يلبیدی نی وان اك من ربی فمالك تهجر
(اعجاز احمدی ص ۶۶، خزائن ج ۱۹ ص ۱۷۸)

ترجمہ مرزا قادیانی: ”اور اگر میں جھوٹا ہوں تو میرا جھوٹ مجھے ہلاک کرے گا اور اگر میں خدا کی طرف سے ہوں پس کیوں تو بے ہودہ گوئی کرتا ہے۔“
کس کو جھوٹ ہلاک کرتا ہے۔ یہ مرزا قادیانی نے لوگوں کی چشم بصیرت پر خاک ڈالنا چاہا ہے۔ اگر جھوٹے ہلاک ہوا کرتے تو آج دنیا میں جھوٹ کا وجود نہ ہوتا۔ یہ مرزا قادیانی تو طبعی عمر کو بھی نہیں پہنچے تھے۔ جو مرے بہت جھوٹے دنیا میں موجود ہیں اور ہوئے جو اپنی پوری عمر گزار کر یہاں سے رخصت ہوئے۔ ناظرین یہ ہے جدید نبی کا سیاہ جھوٹ۔

۲۹۸..... ۳ تھام قتالی واجتنب ماصنعتہ وانا اذا اجلنا فانك مدبر
(اعجاز احمدی ص ۶۶، خزائن ج ۱۹ ص ۱۷۸)

ترجمہ مرزا قادیانی: ”میری جنگ سے تو پرہیز کر اور اپنے بد کاموں سے الگ ہو جا اور جب ہم میدان میں آئے تو بھاگ جائے گا۔“
ناظرین! مرزا قادیانی مناظرہ میں ہمیشہ بھاگتے رہے۔ لاہور میں جب پیر مہر علی شاہ (جن کا ذکر اوپر ہوا ہے) نے مرزا قادیانی کو دعوت مناظرہ دیا اور فریقین نے تاریخ وغیرہ مقرر کی۔ جب تاریخ مقررہ پر شاہ صاحب لاہور پہنچے تو مرزا قادیانی غدار، تارو یا گیا۔ مرزا قادیانی کے مریدین نے منت سماجت کی لیکن مرزا قادیانی ایسی چکی لگائی کہ ”باید و شاید۔“ ملاحظہ ہو اخبار انجم مورخہ ۳۱ رمضان ۱۳۱۳ھ اور ایسا ایک ہی مرتبہ نہیں ہوا۔ مولوی ثناء اللہ صاحب بھی حسب وعدہ مرزا قادیانی قادیان تشریف لے گئے۔ مرزا قادیانی کو بلایا گیا مگر یہ کب آنے والے تھے۔ حیلہ و حوالہ کر کے نکل گئے اور اپنی چار دیواری سے باہر تشریف نہ لائے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے۔

(الہامات مرزا ص ۱۲۳ تا ۱۲۹)

یہ ہیں مرزا قادیانی کے فرار اور بد بودار جھوٹ تعجب تو اس جرأت پر ہوتا ہے کہ پیر مہر علی شاہ صاحب اور مولوی ثناء اللہ صاحب کی زندگی ہی میں مرزا قادیانی جھوٹ کی اشاعت کر کے چلتے ہوئے۔ سچ ہے ”دروغ گوید بدوئے ایشان۔“ اور مرزا قادیانی نے بقول خود اپنی موت سے ثابت کر دیا کہ جھوٹے سچے کی زندگی میں اس طرح مرتے ہیں۔

۴۰۰.....۴ وقد قيل منكم ياتين امامكم

وذلك في القرآن نبأ مكرر

(اعجاز احمدی ص ۵۵، خزائن ج ۱۹ ص ۱۸۸)

ترجمہ مرزا قادیانی: ”اور تم سن چکے کہ تمہارا امام تم میں سے ہی آئے گا اور یہ خبر تو قرآن میں کئی مرتبہ آچکی ہے۔ مرزائی صاحبان بتائیں کہ یہ آیت قرآن میں کہاں ہے: ”یاتین امامکم منکم“ اور دعویٰ بھی مکرر ہے اور اگر نہیں ہے اور ضرور نہیں ہے تو میں آپ کو از روئے خیر خواہی کہتا ہوں کہ ایسے مفتری علی اللہ پرایمان لانے سے توبہ کیجئے: ”اللہم اھد قومی فاتھم لایعملون“ ناظرین! یہ ہیں چودھویں صدی کے مسیح موعود کے سیاہ اور بد بودار جھوٹ اور خدا پر افتراء نعوذ باللہ من ہذا الخرافات! صرف قصیدے میں مرزا قادیانی کے اور بہت جھوٹ ہیں۔ لیکن اس مختصر میں کہاں تک گنواؤں اور آپ کے قیمتی وقت کو برباد کروں۔ ”ابطال اعجاز مرزا حصہ دوم“

”ناظرین کرام! میں نے اس کی تمہید میں سولہ وجوہات لکھے ہیں۔ جن کی بناء پر ہمارا قصیدہ مرزا قادیانی کے قصیدہ اعجازیہ پر فائق ہے۔ اس سے پہلے مرزا قادیانی کا وہ شعر لکھ چکا ہوں کہ جس میں مرزا قادیانی نے اپنے معجزانہ کلام یعنی قصیدہ کو تمام کلام معجز نظام پر غالب کہا ہے اور اسی پر بس نہیں کیا۔ (ضمیمہ نزول مسیح ص ۳۶، خزائن ج ۱۹ ص ۱۴۶) میں لکھتے ہیں: ”سو میں نے دعا کی کہ اے خدائے قدیر مجھے نشان کے طور پر توفیق دے کہ ایسا قصیدہ بناؤں اور وہ دعا میری منظور ہو گئی اور روح القدس سے ایک خارق عادت کی مجھے تائید ملی اور وہ قصیدہ پانچ دن میں ہی میں نے ختم کر لیا۔“

ناظرین مرزا قادیانی کے اقوال سے یہاں چند باتیں معلوم ہوں۔

۱..... مرزا قادیانی کا قصیدہ تمام معجزانہ کلام پر غالب ہے۔

۲..... مرزا قادیانی نے خدا سے دعا کی اور دعا ان کی مقبول ہوئی اور روح القدس سے خارق عادت کی تائید بھی ملی۔

۳..... ان کے دعویٰ نبوت کی صداقت کے لئے یہ قصیدہ عظیم الشان ہے۔

ناظرین اب آپ کو تعجب ہوگا کہ: ”بدان شورا شوری این بے شک“ پھر اس قصیدے میں سینکڑوں غلطیاں اس کے سوا سرقات اور جھوٹ کیوں لکھے گئے۔ مگر مجھے کچھ تعجب نہیں کیونکہ یہ انوکھا اعجاز ہے۔ چودھویں صدی کے مسیح موعود اور مہدی مسعود (مجون مرکب کا) جیسی ان کے کرامیہ کی نبوت ویسا عاریت کا خدا اور بھائے روح القدس تھے۔ ویسا ہی معجزہ بھی: ”ما قدر اللہ حق قدرہ۔“

مرزا قادیانی نے اپنے قصیدہ میں حسن مطلع کا کوئی لحاظ نہیں کیا۔ حالانکہ عرب کی

عادتِ قدیم اور جدید بھی تھیں اور ہے کہ وہ ابتداء سے قصیدہ کو مرغوب اور خوش کن اور شیعہ الفاظ اور مضامین و لہجہ سے مزین کرتے ہیں اور علم بیان میں اس کو حسنِ مطلع کہا جاتا ہے۔ جس میں تغزل ہوتا ہے اور محسوس و غریب کی دل فریب باتیں ہوتی ہیں۔ جس کی وجہ سے مخاطب کو اس کی طرف رغبت ہوتی ہے اور ہر تن گوش بن کر اس کے سننے کا بے حد مشتاق ہوتا ہے۔ عربی کے تمام مشہور قصیدے اسی طرز پر لکھے گئے ہیں۔ اہل عرب اس کو کمالِ عظیم شمار کرتے ہیں۔ عرب عربا سے لے کر مولدین کی قصایدِ ملاحظہ فرمائیں جس قدر اعلیٰ درجہ کے قصیدے ہیں۔ کوئی اس سے خالی نہیں۔ مرزا قادیانی نے اس کا خیال ہی نہ کیا اور صدرِ قصیدے میں واقعہ کو الفاظِ شیعہ سے لکھ مارا۔ جس سے فطرتِ سلیمہ نفرت کرتی ہے۔ مثلاً مرزا قادیانی نے اپنے قصیدہ کو ان الفاظ سے شروع کیا:

”دفعا مدمر وار داک خلیل واغر اکموغر“ (اعجازِ احمدی ص ۳۹، خزائن ج ۱۹ ص ۱۵۰)

جس کے معنی ہوئے زخمی کو مارا۔ ہلاک شدہ ہلاک کیا۔ برا ہیئتہ کیا۔ غصہ دلانے والا۔ ناظرین دیکھئے اور غور فرمائیے کہ جب قصیدے کے اول شعر میں چھ الفاظِ شیعہ موجود ہیں تو حسنِ مطلع کا کیا ذکر اور اسی پر مرزا قادیانی کی بدزبانی کو تمام قصیدہ میں قیاس کیجئے:

قیاس کن ز گلستانِ لبھار اور۔ اور صدرِ قصیدہ میں اس قسم کے الفاظِ معیوب شمار کئے جاتے ہیں۔ کما بین فی موضعہ

بخلاف اس کے بھرا اللہ ہمارا قصیدہ نہایت دلچسپ اور تغزل پر مبنی ہے۔ جن حضرات کو ادب کا مذاق اور اشعارِ عربیہ کا ذوقِ سلیم ہے۔ وہ اس کے دل فریب مضامین کی داد دیتے ہوئے ہمارے قصیدہ کو مرزا قادیانی کے مصنوعی مجرہ پر فوقیت دیں گے۔ ناظرین ترجمہ کی طرف بھی توجہ مبذول رہے۔ مرزا قادیانی نے اپنے قصیدہ کا ترجمہ لفظی کیا ہے اور ہمارے قصیدہ کا مطلب سلیس اردو میں ہے۔ اب میں دونوں قصیدوں کو مع ترجمہ کے پیش کرتا ہوں۔

مرزا قادیانی کے اشعار	مولوی صاحب کے اشعار
(۱) ایلا رض مدقندفک مدمر وار داک ضلیل واغر اک موغر	الاهل رسول من سعاد یشیر بانجاز وعدکا دبالیاس ینذر
زمین ایک ہلاک شدہ نے تیری خوشگئی کی حالت میں تجھے ہلاک کیا اور سخت گمراہ کرنے والے نے تجھے مارا اور ایک غصہ دلانے والے نے تجھے برا ہیئتہ کیا۔ (اعجازِ احمدی ص ۳۹، خزائن ج ۱۹ ص ۱۵۰)	کیا محبوبہ کا کوئی ایسا قاصد ہے جو اس کی وعدہ کی مسرت بخش خبر دے۔ جس کی ناکامی کا خوف ڈراتا ہے

<p>(۲) كعوت كنوبيا مسدوبا صيبى الذى تنجلى عنه الخطوب وتدحر كيا بندہ عشق کی حاجتیں کبھی پوری ہوں گی اور کیا اس کی مصیبتیں کبھی دور ہوں گی۔</p>	<p>(۲) كعوت كنوبيا مسدوبا صيبى الذى كعوت غدير اخذا لا يعذر تو نے ایک جموں نے مفد میرے شکار کو ہلایا جس کا پکڑنا عاب کی پھلی کی طرح بڑا کام نہیں۔ (ایضاً)</p>
<p>امال التار يخ الغرام نه ايت ومال دياحى الصبب صح فلسفر کیا محبت کی مصیبتوں کی کوئی انتہا ہے اور کیا عاشق کی تیرہ جی کے لئے صبح ہے۔</p>	<p>(۳) وجاءك وصجى ناصحين كا خوة يقولون لاتبغوا هوے وتصبروا اور میرے دوست تیرے پاس آئے جو بھائیوں کی طرح نصیحت کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہوا وہوس کی طرف میل مت کرو اور صبر کرو۔ (ایضاً)</p>
<p>فوادت مالها نغم اليه بالها معنى وقلبي لم يزل يتفطر اعلل نفسى بالرسول وانثى لاعلم حقاً انه متعذر محبوبہ کے فراق سے سخت مصیبت میں ہوں اور ہمیشہ شکستہ خاطر رہتا ہوں۔ معشوقہ کے قاصد کی آمد سے میں اپنے جی کو بہلاتا ہوں۔ حالانکہ مجھے یقین ہے کہ یہ امر دشوار ہے یعنی کہ محبوبہ قاصد بھیجے۔</p>	<p>(۴) افطل اسراكم اسارى تعصب يريدون يعوى كذئب ويختر فجافا بذئب بعد جهدا ذابهم ولغنى ثناء الله منه تظهر یعنی تم میں سے وہ لوگ جو تعصب کے قیدی ہے انہوں نے چاہا کہ ایسا شخص تلاش کریں جو بھیڑیے کی طرح چیخے اور فریب کرے پھر بہت کوشش کے بعد ایک بھیڑیے کو لائے اور مراد ہماری اس سے ثناء اللہ ہے اور ہم ظاہر کرتے ہیں۔ (اعجاز احمدی ص ۳۹، خزائن ج ۱۹ ص ۱۵۰، ۱۵۱)</p>

ناظرین میں نے مشتے نمونہ از خردوارے دونوں قصیدے کے پانچ پانچ شعر مقابلہ سے
نقل کر کے آپ کو دکھائے ہیں۔ اب آپ خود غور کریں اور انصاف سے دیکھیں کہ ہمارا قصیدہ کس
قدر مرزا قادیانی کے مصنوعی اعجاز سے بلند اور بالاتر ہے۔ اور چونکہ مرزا قادیانی کے قصیدے میں
تہذیب (صدر قصیدے کو شیعہ الفاظ سے فراق و وصال کے مضامین سے مزید کرنا) نہیں ہے تو

محسن بحاص تشییب سے مطلب کی طرف گریز کرنا کہاں سے آئے اور محاسن شعر یہ میں سے ہے۔
اس کے خلاف ہمارے قصیدے میں حسن ظن اس خوبی سے آیا ہے جسے ماہرین فن ادب سمجھ کر داد
دیں گے۔ ناظرین کرام چلتے چلاتے چار شعر اور سن لیجئے۔

۱..... عجبت لہا تدری بحالی وباللقا۔ معشوقہ سے تعجب ہے کہ وہ میرے حال
سے واقف ہے اور وصل۔

تواعدنی تتری وفی الحال تعذر۔ کے وعدے بار بار کرتی ہے اور فوراً نکر
جاتی ہے۔

۲..... وتزعم ان الوصل عیب یشیہا اور کہتی ہے کہ اصل اسے بدنام کر دے گا
وتوصل غیرى خفیة ثم تنکرا اور اغیار سے پوشیدہ ملتی ہے۔ پھر انکار کر جاتی
ہے۔

۳..... واعجب من هذانبوة شاعر اور اس سے بھی عجیب تر اس شاعر کی نبوت ہے
یرى الشعر اعجازا وبالنظم یفخر جس کو شعر اور نظم پر فخر ہے اور اس کو معجزہ
سمجھتا ہے۔

۴..... الم یدران اللہ نزه رسلہ کیا اس احمق کو اس کی بھی خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے
رسولوں کو۔

عن الشعر فی التنزیل جاء یکرر شعر کوئی کی آلودگی سے پاک اور صاف رکھا
ہے۔ علم تو قرآن میں کئی جگہ ہے۔

اب آخر میں اتناں ہے کہ ہلکا عیب بھی قصیدہ کو اعلیٰ پایہ سے گرادیتا ہے۔ چہ جائیکہ
معجزہ اس کی تو بڑی شان ہے اور کسی عیب کا تحمل نہیں ہو سکتا۔ الخ!

(نوٹ) مولانا سید غنیمت حسین موگیریؒ کے مرزا قادیانی کے جواب میں قصیدہ کے
دونوں حصے (ابطال اعجاز مرزا، حصہ اول، حصہ دوم) انشاء اللہ العزیز! عنقریب احتساب
قادیانیت کی کسی آنے والی جلد میں یکجا شائع ہوں گے۔ ثم انشاء اللہ! (مرتب)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي بَعَثَنَا
مَعَ رَسُولِهِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَعَ الْوَحْيِ الْكَافِي

الكلام الفصيح

في تحقيق الحيات المسيح

(الملقب به اسم تاريخي)

البواب ترويد غلام احمد قادياني ١٩٣٠ء



حضرت مولانا سيد محمد عرب مكي

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله رب العالمین والعاقبة للمتقین والصلوة والسلام علی
اشرف خلائقہ خاتم النبیین سیدنا محمد ﷺ وعلی آلہ واصحابہ
اجمعین . اما بعد!

اہل اسلام پر مخفی نہیں کہ اسلام اور مسلمانوں کو اس فرقہ قادیانیہ سے جس قدر مضرتیں پہنچیں ہیں وہ عرصہ تیرہ سو سال میں کسی فرقہ سے نہیں پہنچیں۔ وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے بھیس میں غلامانِ محمّد ﷺ کو کفر و گمراہی کی تبلیغ کرتے ہیں اور صراطِ المستقیم سے بہکا کے قعرِ مذلت میں لے جانے کی سعی کرتے ہیں۔ اس لئے ہر ذی علم فرقہ اہل سنت والجماعت کا فرض ہے کہ وہ ہر پہلو سے اور ہر کوشش سے اپنے سیدھے سادھے مسلمان بھائیوں کو اس فرقہ احمدیہ، مرزائیہ، قادیانیہ کے پھندے سے بچائے اور ان کے تزویر سے رہائی دینے کی سعی و کوشش کرے اور اس فرقے کے پوست کندہ حالات مسلمانوں کے سامنے رکھ کر بتلا دے کہ اہل اسلام کے عقائد و خیالات ایسے نہیں ہو سکتے اور اسلامی دلائل کے تحت جو شبہات انہوں نے پیدا کئے ہیں۔ ان کے منصفانہ جوابات سے بھولے بھالے اور سیدھے سادھے مسلمانوں کو مطلع کر دے۔ اسی فرض کو محسوس کرتے ہوئے یہ تعنیف عمل میں آئی ہے۔ امید ہے کہ اہل انصاف اس رسالہ کو نظر غور سے ملاحظہ کریں گے۔ و ماتوفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب!

العاجز محمد امجدی غفر عنہ تزل دارجلنگ

مورخہ یکم جمادی الاخر ۱۳۴۹ھ

مرزا غلام احمد کے الہامات کا ذبہ و مذہب قادیان کے مختصر حالات

رہبر قادیان مرزا غلام احمد قادیانی کی پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں ہوئی۔ مولوی گل علی شاہ سے نحو اور منطق اور حکمت وغیرہ علوم مروجہ حاصل کیا اور اپنے والد مرزا غلام مرتضیٰ کے ساتھ انگریزی عدالتوں میں اپنے اجداد کے بعض دیہات کو دوبارہ لینے کے لئے مقدمات میں مشغول رہے اور زمینداری کی نگرانی میں لگے رہے اور ان چند سال انگریزی ملازمت میں بھی بسر ہوئے۔ ان کے والد کے مرنے سے قبل ان کو تھوڑی سی غنودگی ہو کر یہ الہام ہوا: ”والسماہ والطارق“ یعنی قسم ہے آسمان کی جو قضاء قدر کا مبداء ہے اور قسم ہے اس حادثے کی جو غروب کے بعد نازل ہوگا۔“ (حقیقت الوحی ص ۲۰۹، جزائن ج ۲۲ ص ۲۱۸)

اور ان کو سمجھایا گیا کہ یہ الہام بطور عزا پر سی خدا کی طرف وحی ہوا اور حادثہ یہ ہے کہ آج ہی تمہارے والد غروب آفتاب کے بعد فوت ہو جائیں گے جب ان کو اپنے والد کی وفات کے نسبت یہ الہام ہوا اور دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ بعض وجوہ آمدنی والد کی زندگی سے وابستہ ہیں۔ پھر نہ معلوم کیا کیا ابتلاء پیش آئے۔ اس وقت یہ دوسرا الہام مرزا قادیانی کو ہوا۔ (حقیقت الوحی ص ۲۱۰، خزائن ج ۲۲ ص ۲۱۰) ”الیس اللہ بکاف عبده“ یعنی کیا خدا اپنے بندے کو کافی نہیں ہے۔ پھر جب چودھویں صدی کا ظہور ہونے لگا تو خدا نے ان کو الہام کے ذریعہ سے خبر دی کہ تو اس صدی کا مجدد ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ الہام ہوا: ”الرحمن علم القرآن لتبذروا ما ما انذر ابناءہم، لتستبین سبیل المجرمین قل انی امرت وانا اول المومنین“ (حقیقت الوحی ص ۲۳۵، ۲۳۴، خزائن ج ۲۲ ص ۳۵۸، ۳۵۷)

”یعنی خدا نے تجھے قرآن سکھایا اور اس کے صحیح معنی تجھ پر کھول دیئے۔ یہ اس لئے ہوا کہ تو ان لوگوں کو برے انجام سے ڈرائے۔ جو باعث پشت در پشت کی غفلت اور نہ متوجہ کئے جانے کی غلطیوں میں پڑ گئے۔ اور تاکہ ان مجرموں کی راہ کھل جائے جو ہدایت پہنچنے کے بعد بھی راہ راست کو قبول کرنا نہیں چاہتے۔ ان کو کہہ دے کہ میں مامور من اللہ اور اول المومنین ہوں۔ گویا آپ سب سے پہلے مومن ہیں۔“

مگر الہامات میں جناب مرزا قادیانی کے والد و دادا کے مومن ہونے کا کہیں ثبوت نہیں پایا جاتا ہے لہذا معلوم نہیں وہ کیا تھے۔ جب کہ مرزا قادیانی اول المومنین بنے تو کیا ان سے قبل اور کوئی مومن نہ تھا؟ اس کے بعد مرزا قادیانی نے مسیحیت کا دعویٰ کیا اور اللہ پاک نے الہام میں اس کا نام عیسیٰ اور مسیح موعود رکھا جیسا کہ عبارت (حقیقت الوحی، ازالہ اوہام ص ۶۳۴، خزائن ج ۳ ص ۲۴۲) عبارت الہام یہ ہے: ”جعلناک المسیح ابن مریم“ ہم نے تجھے مسیح بن مریم بنایا اور پھر یہ الہام ہوا: ”الحمد لله الذی جعلک مسیح بن مریم“ (حقیقت الوحی ص ۸۸، خزائن ج ۲۲ ص ۹۱) ”انت شیخ المسیح الذی لا یضاع وقته کمثلک در لا یضاع“ (حقیقت الوحی ص ۹۰، خزائن ج ۲۲ ص ۹۳)

”یعنی خدا کی سب حمد ہے جس نے تجھ کو مسیح ابن مریم بنایا۔ تو وہ شیخ مسیح ہے جس کا وقت ضائع نہیں کیا جائے گا۔ تیرے جیسا موتی ضائع نہیں جاتا۔“ (اقول) مرزا قادیانی کے معتقدین ان کے نام کے ساتھ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لفظ بھی کہتے ہیں۔ مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ

میرے دل میں اس دعویٰ کی بنیاد حدیث نہیں۔ بلکہ قرآن اور وحی ہے جو مجھ پر نازل ہوئی۔ اقول کیا نبی آخر الزمان خاتم النبیین محمد ﷺ کا یہ مسئلہ اہل اسلام کے نزدیک معجزہ نہیں کہ قرآن کریم عربی زبان میں ان پر اترا اور ملک عرب میں اور وہ بھی عرب تھے۔ اگر یہ امر معلوم ہے تو پھر یہی قرآن مجید عربی اور عجمی النسل پر کیونکر اترا سکتا ہے؟ جن کی تعلیم بھی ہر طرح سے محدود ہو اور دوسرے حضرات اہل علم کو ہر طرح محتاج ہوں۔ قرآن مجید تو اس امی نبی کا معجزہ ہے جس نے بشر سے تعلیم حاصل نہیں کی۔ پھر مرزا قادیانی فرماتے ہیں: ”ہاں تائیدی طور پر ہم وہ حدیثیں پیش کرتے ہیں جو قرآن شریف کے مطابق ہیں اور میرے وحی کی معارض نہیں۔“

(اعجاز احمدی ص ۳۰، خزائن ج ۱۹ ص ۱۴۰)

اقول لازم تو یہ تھا کہ ان پر وحی ان کی زبان میں ہوتی جس کو وہ جانتے تھے۔ یعنی پنجابی زبان میں۔ حالانکہ مرزا قادیانی کی کتاب (حقیقت الوحی ص ۳۰۳، خزائن ج ۲۲ ص ۳۱۶) سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو انگریزی میں بھی وحی ہوئی ہے اور وہ یہ ہے:

I love you. I am with you. yes, i an, happy life of pain. I shall help you. I can, what i will do. We can, what we will do. God is coming by His army. He is with you to kill enemy. The days shall come when God shall help you. Glory be to the Lord. God maker of earth and heaven.

ترجمہ: وحی انگریزی (حقیقت الوحی ص ۳۰۳، خزائن ج ۲۲ ص ۳۱۷) ”میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ ہاں میں خوش ہوں۔ زندگی دکھ کی (یعنی موجودہ زندگی تمہاری تکالیف کی زندگی ہے) میں تمہاری مدد کروں گا۔ میں کر سکتا ہوں جو چاہوں گا۔ ہم کر سکتے ہیں جو چاہیں گے۔ خدا تمہاری طرف ایک لشکر کے ساتھ چلا آتا ہے۔ وہ دشمن کو ہلاک کرنے کے لئے تمہارے ساتھ ہے۔ وہ دن آتے ہیں کہ خدا تمہاری مدد کرے گا۔ خدائے ذوالجلال آفرینندہ زمین و آسمان ہے۔“ حضرات ناظرین مقام غور ہے کہ مرزا قادیانی کس قدر لغو و افتراء باری تعالیٰ کی طرف منسوب کر رہے ہیں ”اللهم احفظنا من شرور انفسنا“ (اقول) جتنے نبی و رسول تشریف لائے ہر ایک پر خدائے تعالیٰ نے ان کی زبان میں

کتاب یا صحیفہ اتارے تاکہ وہ کسی بشر کے محتاج نہ ہوں۔ مگر مرزا قادیانی کی وحی باوجود ادعائے نبوت اس کے برعکس ہے۔ مرزا قادیانی فرماتے ہیں کہ یہ بات صحیح نہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھائے گئے اور وہ زندہ ہیں۔ وہ اپنے قول کی تائید میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب عزیز اور قرآن مجید میں ان کو متوفیوں کی جماعت میں داخل کر چکا ہے اور سارے قرآن مجید میں ایک دفعہ بھی ان کی خارق عادت زندگی اور ان کے دوبارہ آنے کا ذکر نہیں کیا۔ بلکہ ان کو صرف فوت شدہ کہہ کر چپ ہو گیا۔ لہذا ان کا زندہ بحسدہ العصری ہونا اور پھر دوبارہ کسی وقت دنیا میں آنا نہ صرف اپنے ہی الہام کی رو سے خلاف واقع سمجھتا ہوں بلکہ اس خیال حیات مسیح کو نصوصِ بینہ قطعیہ قرآن مجید کی رو سے لغو اور باطل جانتا ہوں اور نہ کوئی حدیث صحیح مرفوع متصل موجود ہے جس نے متوفی کے لفظ کی کوئی مخالفتانہ تفسیر کر کے مسیح کی حیات جسمانی پر گواہی دی ہو۔ بلکہ بخاری میں بجائے ان باتوں کے: ”اما کم منکم“ لکھا ہے اور حضرت مسیح کی وفات کی شہادت دی ہے۔ اس زمانہ میں باری تعالیٰ نے چودھویں صدی کے سرے پر مجھے مبعوث فرما کر اس پیشین گوئی کی معقولیت کو بھی کھول دیا اور ظاہر ہے جیسا کہ ایلیا نبی کا دوبارہ دنیا میں آنا ملا کی نبی کی کتاب میں لکھا گیا تھا۔ پس میں جو نزول مسیح کے معنی کرتا ہوں۔ وہ نئے معنی نہیں ہیں بلکہ وہی معنی ہیں جو حضرت مسیح علیہ السلام کی زبان سے پہلے نکل چکے ہیں۔ کیونکہ نزول مسیح ابن مریم علیہ السلام کا مقدمہ نزول ایلیا نبی کے مقدسے سے بالکل ہم شکل ہے۔ پس جس حالت میں آج تک یہودیوں کی یہ تمنا پوری نہیں ہوئی کہ ایلیا نبی آسمان سے اترے اور اسی وجہ سے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے منکر رہے۔ تو مولویان اسلام کی تمنا کیونکر پوری ہو سکتی ہے۔ ہمارے مخالف اپنی جہالت سے عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کو حقیقی طور پر انتظار کرتے ہیں اور ہم بروزی طور پر۔ ہم مانتے ہیں کہ نزول مسیح کی پیشین گوئی ہو گئی۔ مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ جب تک مجھے خدا نے اس طرف توجہ نہ دی اور بار بار نہ سمجھایا کہ تو مسیح موعود ہے اور عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گیا ہے۔ جب تک میں اسی عقیدہ پر قائم تھا جو اور مسلمانوں کا عقیدہ ہے۔ اسی وجہ سے کمال سادگی سے میں نے حضرت مسیح علیہ السلام کے دوبارہ آنے کی نسبت براہین احمدیہ میں لکھا ہے کہ جب خدا نے مجھ پر اصل حقیقت کھول دی تو میں اس عقیدہ سے باز آیا۔ میں نے بجز کمال یقین کے جو میرے دل میں محیط ہو گیا اور مجھے نور سے بھر دیا۔ اسی رسمی عقیدہ کو نہ چھوڑا۔ حالانکہ اسی براہین احمدیہ میں میرا نام عیسیٰ رکھا گیا تھا اور مجھے خاتم الخلفاء ٹھہرایا گیا تھا اور میری نسبت کہا گیا تھا کہ تو ہی کسر صلیب کرے گا اور مجھ سے بتلایا تھا کہ تیری خبر قرآن

اور حدیث میں موجود ہے اور تو ہی اس آیت کے مصداق ہے: ”هو الذی ارسل رسولہ بالہدی و دین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ“ تاہم یہ الہام جو براہین احمدیہ میں کھلے طرز پر درج تھا۔ خدا کی حکمت عملی نے میری نظر سے پوشیدہ رکھا اور اسی کتاب میں عیسیٰ علیہ السلام کے آمد ثانی کا عقیدہ لکھ دیا اور قریباً بارہ برس تک اس رسمی عقیدہ پر جمارہا۔ جب وہ وقت آ گیا کہ مجھ پر اصل حقیقت کھول دی جائے۔ تب تو اتر سے اس بارہ میں الہامات شروع ہوئے کہ تو ہی مسیح موعود ہے اور مجھے حکم ہوا: ”فاصدع بعبادہ مر“ یعنی جو تجھے حکم ہوتا ہے وہ کھول کر لوگوں کو سنا دے اور یہ بھی کہ مہدی آخر الزمان میں ہی ہوں۔

ابن مریم ہوں مگر آیا نہیں میں چرخ سے

نیز مہدی ہوں مگر بے تیغ اور بے کارزار

انتہی ملتقطاً من تصانیف القادیانی

(اقول) مرزا قادیانی نے اپنے مقابلہ کے لئے دجال کی بھی ایجاد کی۔ ان کا بیان ہے کہ حدیثوں میں دو قسم کے صفات دجال معبود کے بیان فرمائے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ وہ نبوت کا دعویٰ کرے گا اور دوسرا یہ کہ وہ خدائی کا دعویٰ کرے گا۔ ان دونوں باتوں میں اگر حقیقت پر عمل کیا جائے تو کسی طرح تطبیق ممکن نہیں۔ کیونکہ نبوت کا دعویٰ اس بات کو مستلزم ہے کہ شخص مدعی آپ ہی خدا کا قائل ہو اور خدائی کا دعویٰ اس بات کو چاہتا ہے کہ شخص مدعی آپ ہی خدا بن بیٹھے اور کسی دوسرے خدا کا قائل نہ ہو۔ پس یہ دونوں دعوے ایک شخص سے کیونکر ہو سکتے ہیں؟ مرزا قادیانی لکھتے ہیں کہ دجال ایک شخص کا نام نہیں۔ بلکہ وہ دجال کے معنی دجال سے اس طرح لیتے ہیں کہ لغت عرب کی رو سے دجال اس گروہ کو کہتے ہیں جو اپنے تئیں امین اور متدین ظاہر کرے اور دراصل نہ امین ہو نہ متدین۔ بلکہ اس کی ہر ایک بات میں دھوکہ اور فریب دہی ہو۔ سو یہ صفت عیسائیوں کی اس گروہ میں ہے جو باوری کہلاتے ہیں۔ یہ گروہ چونکہ اصل آسمانی انجیل کو گم کر کے محرف اور مغشوش مضمون بنام نیا ترجمہ انجیل کے دنیا میں پھیلاتا ہے۔ یہ فعل امر دوسرے لفظوں میں گویا نبوت کا دعویٰ ہے۔ کیونکہ انہوں نے جعل سازی سے نبوت کے منصب کو اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے۔ جو چاہتے ہیں ترجمہ کے بہانے سے لکھ دیتے ہیں اور پھر اس کو خدا کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ یہ طریق ان کا نبوت کے دعویٰ کے مشابہہ ہے اور اس دام میں عیسائی گرفتار ہیں اور دجال کا دوسرا گروہ جن کے افعال خدائی کا دعویٰ سے مشابہہ ہیں۔ یورپ کے فلاسفوں اور لوگوں

کے ایجاد کرنے والوں کا گروہ ہے جنہوں نے اسباب و علل کے پیدا کرنے کے لئے اپنی کوششوں کو انتہاء تک پہنچا دیا ہے اور بہت سی کامیابیوں کی وجہ سے آخر اس ردی اعتقاد تک پہنچ گئے ہیں کہ خدا کی قدرت اور اس پر ایمان رکھنا کچھ چیز نہیں ہے اور وہ رات دن اس تلاش میں لگے ہوئے ہیں کہ خود ہی کسی طرح اس راز کے مالک ہو جائیں کہ جب چاہیں پانی برسائیں اور جب چاہیں کسی کے گھر میں اولاد پیدا کر دیں اور جب چاہیں کسی کو عقیم بنا دیں۔ پس کچھ شک نہیں کہ یہ طریق دوسرے لفظوں میں خدائی کا دعویٰ ہے اور اس گروہ کے تابع اکثر یورپ کے خواہن عیسائی ہیں۔ غرضیکہ دراصل یہی لوگ دجال ہیں۔

(اقول) مرزا قادیانی نے جب نبی ہونے کا دعویٰ کیا اور اپنے آپ کو عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام قرار دیا تو اس کی ضرورت محسوس ہوئی کہ اپنے مقابلہ میں دجال کا آنا بھی ضروری ہے۔ لہذا دجال کے لئے بھی تاویلیں بنالیں اور پھر ایک دجال نہیں بلکہ کئی ایک دجال ٹھہرائے۔ وہ خود کہیں معنوی عیسیٰ علیہ السلام بن رہے ہیں اور کہیں موسیٰ علیہ السلام اور کہیں تمام انبیاء عظام کا اپنے آپ کو مظہر اتم قرار دے رہے ہیں۔ جو رسالہ کتاب (حقیقت الوحی ص ۷۳، خزائن ج ۲۲ ص ۷۶ حاشیہ) سے معلوم ہوتا ہے۔

گاہ عیسیٰ گاہ موسیٰ گاہ فخر الانبیاء

گاہ ابن اللہ گاہ خود خدا خواہ شدن

نسبت فخر غلامی مرید مرزا

میرزا ایک غلام بیوفا خواہ شدنگان

افسوس کہ دنیا سے علم و اہل انصاف انھ گئے ان کے متبعین معتقدین اور الہ پر ایمان لانے والوں میں کوئی ایسا نہیں کہ کم سے کم ان کے اقوال پر غور کرتا۔

دجال کی آمد اور اس کے کوائف

ہم مسلمانوں کا متفقہ عقیدہ ہے کہ قیامت کے قریب دجال خروج کرے گا۔ اس کا کھٹنا اور آنا حق ہے۔ سنی و شیعہ کی تمام کتب عقائد میں دجال کا آنا تسلیم کیا گیا ہے۔ دجال ایک آدمی عجیب الخلق ہے۔ ایک آنکھ سے کانا۔ سرخ چشم۔ اس کے بال کثرت سے اور گھونگھروالے ہوں گے۔ جیسا کہ بخاری و مسلم و ابوداؤد وغیرہ نے مختلف صحابہ سے روایتیں کی ہیں اور ابوداؤد نے عبادہ ابن صامتؓ سے جو دجال کا پست قد ہونا روایت کیا ہے۔ یہ عظیم الخلق ہونے کے منافی نہیں ہو

سکتا ہے کہ ٹھکانا بھی ہو اور موٹا تازہ بھی ہو اور اس کی سواری میں سفید گدھا ہوگا۔ جیسا کہ یحییٰ نے ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے۔ مشکوٰۃ میں اسماء بنت یزیدؓ سے مروی ہے کہ دجال کے نکلنے سے تین برس پہلے لوگ قحط میں مبتلا ہوں گے۔ پہلے سال تہائی حصہ مینہ اور روئیدگی ہوگی اور دوسرے سال دو تہائی کم ہوگی اور تیسرے سال کچھ بھی مینہ نہیں برے گا اور کچھ روئیدگی نہیں ہوگی۔ اور تمام حیوانات اور چوپائے ہلاک ہو جائیں گے۔ اس وقت دجال خراسان سے ظاہر ہوگا۔ جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے روایت کی ہے کہ سحر اور شعبہؓ اس کے ساتھ ہوں گے۔ اس کے حکم میں ہوں گے حتیٰ کہ جب ایک شخص کو کہے گا کہ اگر تو چاہے تو میں تیرے والدین کو زندہ کر دوں تو تو اس وقت مجھ کو رب جانے گا؟ اس وقت شیاطین اس کے ماں باپ کی صورت بن جائیں گے اور اس کو کہیں گے کہ اے فرزند! اس کی متابعت کر کہ یہ پیدا کرنے والا ہے۔ اس سبب سے بہت خلق اس کی متابعت کر کے کافر ہو جائے گی۔ مگر جن کو اللہ تعالیٰ بچائے۔ بخاری و مسلم نے حذیفہؓ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس کے ساتھ ایک بہشت اور ایک دوزخ یا ایک پانی اور ایک آگ ہوگی جس کو وہ بہشت یا پانی دکھائے گا۔ وہ حقیقت میں دوزخ یا آگ ہوگی اور جس کو وہ دوزخ یا آگ دکھائے گا وہ بہشت یا شیریں پانی ہوگا۔ اتنی

اگر کوئی مومن گرفتار اس کا ہوگا تو جانے گا کہ وہ کافر ہے خدا نہیں ہے۔ اس لئے کہ خدا بشر کا سا جسم نہیں رکھتا اور کا نا نہیں۔ بخاری و مسلم نے ابو سعید خدریؓ سے روایت کی ہے کہ اسی انکار پر دجال ایک مومن پر گزیدہ کو قتل کر کے پھر زندہ کرے گا۔ مگر وہ مردہ با خدا اس کی خدائی کا اعتراف نہ کرے گا۔ یہی کہنا رہے گا کہ تو وہی مسیح کذاب ہے جس کی خبر ہم کو محمد ﷺ نے دی ہے اور یہ بھی بخاری و مسلم میں ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ دجال مشرق کی طرف سے خروج کر کے مدینہ منورہ کی طرف متوجہ ہوگا اور کوہ احد کے پیچھے اترے گا۔ ملائکہ اس کو شام کی طرف متوجہ کریں گے اور شام ہی کی طرف روانہ ہوگا۔ نو اس بن سمانؓ سے مسلم نے ایک طویل حدیث میں روایت کیا ہے کہ ہنوز دجال بدماں اپنے شغل میں مصروف ہوگا کہ دفعۃً اللہ تبارک و تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھیجے گا اور وہ نزدیک منارہ سفید جانب شرقی دمشق کے اتریں گے اور پھر دجال کی طلب میں روانہ ہوں گے۔ باب لد (جو ایک موضع ہے ولایت شام سے) میں پہنچ کر اس کو قتل کریں گے اور ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بیت المقدس میں اتریں گے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اردن میں اور ایک روایت میں ہے کہ مسلمانوں کے کیمپ میں اتریں گے۔ ان روایات

میں کوئی منافات نہیں۔ اس لئے کہ بیت المقدس دمشق کی شرقی جانب ہے اور مسلمانوں کا کیمپ وہیں ہوگا اور اردن نواح بیت المقدس کا نام ہے۔ کمانی الصحاح وغیرہ اور بیت المقدس اس میں داخل ہے اور بیت المقدس میں اگرچہ منارہ نہیں ہے لیکن یہ ضرور ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اترنے سے پہلے بنے گا۔ صحیح مسلم میں ہے کہ وہ بعد میں اترنے ان کے زمین پر سات برس ٹھہریں گے اور ابن جوزیؒ نے عبد اللہ بن عمرؓ سے کتاب الوفا میں روایت کی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر اتریں گے اور ۳۵ برس تک زندہ رہیں گے پھر وفات پائیں گے اور قبر مبارک رسول اللہ ﷺ میں دفن ہوں گے۔

علماء نے دونوں روایتوں کی تطبیق میں گفتگو کی ہے کہ بعض علماء نے کہا ہے کہ حضور ﷺ کے اس قول میں: ”الا انه لانبی بعدی“ کی دلیل ہے۔ اس مطلب پر کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب اتریں گے تو امت محمدیہ میں سے ایک حاکم ہو کر اتریں گے۔ لوگوں کو شریعت محمدی کی طرف بلائیں گے۔ نبی صاحب شریعت ہو کر نہیں اتریں گے۔ میرے نزدیک اس میں کوئی منافات نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی ہو کر اتریں اور محمد رسول ﷺ کی شرع کے احکام بیان کرنے میں ان کے تابع ہوں۔ گویا احکام ان کی وحی کے ذریعہ سے پہنچیں اور: ”الا انه لانبی بعدی“ کے معنی یوں کہے جائیں گے کہ نیا کوئی نبی ﷺ کے بعد پیدا نہ ہوگا۔ اس لئے کہ آنحضرت ﷺ خاتم پیغمبران ہیں۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اس موقع پر اپنے رسالہ الخطاب الملع میں بہت اچھی تقریر فرمائی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تابع شرع محمدی ہو کر تشریف لانا یقینی ہے۔ اس میں نہ ختم نبوت میں قدر لازم آتا ہے نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نبوت سے معزول ہونا لازم آتا ہے۔ کیونکہ وہ اس وقت نبی بھی ہوں گے اور تابع دوسرے نبی یعنی ہمارے حضور ﷺ کے بھی ہوں گے۔ جس طرح حضرت ہارون علیہ السلام خود بھی نبی تھے اور شریعت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تابع تھے۔ پھر بھی تابع ہونے سے معزول ہونا لازم نہیں آیا۔ البتہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس وقت صاحب شریعت مستقل ہوتے تو حضور ﷺ کو اسی وقت نبوت عطاء ہوتی۔ پہلے زمانہ میں نبوت نہ مل چکتی تو حضور ﷺ پر نبوت کا ختم نہ ہونا بے شک لازم آتا۔ مگر جب ایسا نہیں ہے بلکہ ایک ایسے نبی جن کو حضور ﷺ کے زمانے سے پہلے نبوت مل چکی ہے۔ حضور ﷺ کے تابع شرع ہو کر آئیں گے تو اس صورت میں نہ حضور ﷺ کی ابدیت شریعت میں کوئی خلل ہوا اور نہ ختم نبوت میں کوئی قدر لازم آتا۔ اگر صرف اتباع کا نام معزولی ہے تو

حدیث صاف تصریح ہے: ”لو کان موسیٰ حیالاً واسعاً الاتباعی“ اس بناء پر معنی حدیث کے یہ ہونا چاہئے کہ اگر موسیٰ علیہ السلام میرے وقت میں زندہ ہوتے تو نبوت سے معزول ہو جاتے۔ پس یہی سوال ہم کرتے ہیں کہ اس صورت میں موسیٰ علیہ السلام کی کیا خطا تھی جو وہ نبوت سے معزول کر دیئے جاتے۔ اٹھی۔ مرزا قادیانی فرماتے ہیں کہ: ”میں مسیح ابن مریم ہوں۔“ (حقیقت الوحی ص ۸۸، ۸۹، خزائن ج ۳۲ ص ۹۱، ۹۲)

اصل عبارت یہ ہے: ”الحمد لله الذي جعلك المسيح ابن مريم لا يستل عما يفعل وهم يستلون“ یعنی اس خدا کی تعریف ہے جس نے تجھے مسیح ابن مریم بنایا۔ وہ اپنے کاموں سے پوچھا نہیں جاتا اور لوگ پوچھتے جاتے ہیں۔“

اہل اسلام پر مخفی نہ رہے کہ یہاں مرزا قادیانی مسیح ابن مریم ہونے کا صریح دعویٰ کر رہے ہیں اور یہ بھی معلوم ہو کہ حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے: ”من امر ربی“ جو دلیل قطعی سے ثابت ہے۔ لہذا مرزا قادیانی علیہ ما علیہ ابن غلام مرتضیٰ کسی نامعلوم نطفے سے پیدا ہوئے ہیں۔ اس لئے کہ باپ غلام مرتضیٰ سے صریح انکار کرتے ہوئے دعویٰ مسیح ابن مریم ہونے کا رکھتے ہیں۔ چونکہ شاید مرزا قادیانی بن غلام مرتضیٰ کو یہ معلوم نہ تھا کہ عرب کا یہ مقولہ ہے کہ: ”من ادعی الی اب غیرہ فهو ابن حرام“ یعنی جو اپنے باپ سے انکار کرے وہ ابن حرام ہے۔ یعنی حرام زادہ ہے: ”او من انکر نسب ابیہ فهو بن لقطۃ“ یہ دونوں مقولے عرب میں حرامی النسل کے لئے ضرب النثل ہیں۔ اس بارے میں چند احادیث بھی کتب احادیث میں وارد ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ جو اپنے کو غیر باپ کی طرف منسوب کرے وہ ملعون جہنمی ہے۔

الغرض مرزا غلام احمد قادیانی کتاب حقیقت الوحی وغیرہ میں کہتے ہیں کہ یہ بات صحیح نہیں کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام آسمان پر اٹھا لئے گئے اور وہ زندہ ہیں اور پھر لوٹ کر دنیا میں آئیں گے۔ کیونکہ اس زمانہ میں خدائے تعالیٰ نے چودھویں صدی کے سر پر مجھے مبعوث فرما کر اس پیشین گوئی کی معقولیت کو کھلی دیا اور ظاہر فرمایا کہ مسیح ابن مریم یعنی مسیح موعود تو ہی ہے۔

پھر مرزا غلام احمد قادیانی کہتے ہیں کہ ہرگز رُفِ جسمانی مسیح ابن مریم کا نہیں ہوا۔ ہاں ایک سو بیس برس کے بعد رُفِ روحانی ہوئی اور نہ صلیب کے دنوں میں رُفِ روحانی ہوئی۔ کیونکہ پیلاطس گورنر قیصر کے ہاتھ میں عیسیٰ علیہ السلام کے مار ڈالنے کی کارروائی تھی۔ اس کی بیوی نے

خواب دیکھا کہ اگر یہ شخص مر گیا تو پھر اس میں تمہاری جا ہی ہے۔ اس لئے اس نے اندرونی طور پر کوشش کر کے مسیح کو صلیبی موت سے بچا لیا اور اس زمانہ میں صلیب پر چڑھانے کا یہ دستور تھا کہ صلیب سے ملا کر ہاتھوں میں لوہے کی میخیں ٹھونک دیتے تھے اور تین دن تک اسی طرح لٹکا ہوا رہنے دیتے تھے۔ اس عرصہ بھوک اور پیاس کے صدمہ سے وہ شخص مر جاتا تھا۔ جس دن مسیح علیہ السلام کو صلیب کی سزا دی گئی۔ اس کے دوسرے دن یہودیوں کی عید تھی۔ تین گھڑی کے بعد گورنر کے اشارے پر مریدوں نے مسیح کو مرنے کے قبل صلیب سے اتار لیا اور چالیس دن تک علاج کئے جانے سے انہوں نے صلیب کے زخموں سے شفاء پائی اور ۸۷ برس زندہ رہے اور اپنے وطن سے پوشیدہ طور پر نکل کر ملکوں کی سیر کرتے ہوئے نصیبین میں آئے اور وہاں سے افغانستان پہنچے۔ اس کے بعد پنجاب میں آئے اور وہاں سے کشمیر چلے گئے اور بقیہ عمر سری نگر میں گزاری اور ایک سو پچیس برس کی عمر میں وہیں فوت ہوئے۔ محلہ خان یار کے قریب دفن کئے گئے اور اب تک قبر یوز آسف نبی کی قبر اور شہزادہ نبی کی قبر اور عیسیٰ نبی کی قبر مشہور ہے۔

فرقہ مرزا سیہ کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پہلی دلیل یہ آیت کریمہ ہے

”اذ قال الله يا عيسى اني متوفيك ورافعك الی ومطهرک من الذین

کفروا..... الخ“

یعنی جس وقت اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اے عیسیٰ میں تجھ کو لینے والا ہوں اور اٹھانے والا ہوں۔ تجھ کو اپنی طرف اور تجھ کو ان لوگوں سے پاک کرنے والا ہوں جو کافر ہوئے۔ یہ آیت صریح اس بات کی دلالت کرتی ہے کہ موت کے بعد ان کا رفع ہوگا۔ پس دو امر قابل تصریح ہیں۔ اول رفع، دوسرا واقعہ وفات۔ اللہ تعالیٰ کے بیان سے بخوبی ثابت ہے کہ موت اول ہے اور رفع بعد میں۔ اس صورت عام محاورہ قرآن کے لحاظ سے رفع روحانی مراد ہے نہ کہ جسمانی اور لفظ توفی قرآن کے محاورہ میں جب اس طرح مستعمل ہو کہ اس کا فاعل خدا یا ملائکہ ہوں تو صرف قبض روح کا فائدہ بخشتا ہے اور باستقراء قرآن ۲۳ مواقعوں سے ثابت ہے۔ اس لئے سوائے موت کے دوسرے معنی مراد لینا قرآن کے خلاف ہے اور موافق روایت بخاری کے جو ابن عباسؓ سے ”متوفیک“ کے معنی ممیک کے ثابت ہیں اور دوسرے مفسرین مثلاً صاحب کشاف و مدارک وغیرہ سے اسی کی تائید ہوتی ہے اور بعض علماء نے متوفیک کے معنی ممیک کے لئے کربارت قرآن میں تقدیم و تاخیر مانی ہے۔ یہ ان کی سخت غلطی ہے۔ تقدیم و تاخیر ماننے کی صورت میں حکم خداوندی

کے خلاف لازم آتا ہے۔ کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: ”اتبعوا ما انزل الیکم“ یعنی جو کچھ تمہاری طرف اتر رہا ہے اس کی اتباع کرو اور تقدیم و تاخیر کی حالت میں جو کچھ اللہ نے بھیجا ہے اس کی اتباع نہ ہوگی۔ بلکہ قرآن کو اپنی رائے کا متبع بنانا ٹھہرے گا اور موت کا حصر ذات باری تعالیٰ کے ساتھ لفظ انی سے ثابت ہے اور یہ لفظ اس پر گواہی دیتا ہے کہ یہود عیسیٰ علیہ السلام کو نہیں مار سکتے۔ اس جگہ موت کو اپنی ذات کی طرف نسبت کرنے سے مراد موت طبعی ہے۔ جس کی اسناد غیر کی طرف نہیں ہو سکتی۔ انتہی کلام المرزا غلام احمد علیہ ماعلیہ!

الجواب مرزائیوں کی پہلی دلیل کا جواب قاطع

اقول..... فرقہ مرزائیہ نے اس بحث میں دو باتیں پیش کی ہیں۔ اول لفظ رفع دوسرے تونی۔ پچھلے لفظ کے معنی حقیقی پورا لینے کے ہیں اور مجازاً موت اور نیند کے معنی میں بھی آتا ہے۔ جو لوگ اس کو موت کے معنی میں سمجھتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ”تونی“ اگرچہ باعتبار ترتیب ذکر کے رفع سے مقدم ہے۔ لیکن ترتیب وقوعی کے لحاظ سے مؤخر ہے اور او عطف کے لئے ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ وہ ترتیب وقوعی کو بیان کرے۔ جیسے اس جگہ: ”یا مریم اقمنتی لربک واسجدی وارکعی“ سجدہ کو رکوع سے پہلے بیان کیا۔ مگر وقوع کے لحاظ سے مقدم نہیں ہے اور جو نیند کے معنی میں لیتے ہیں۔ وہ متوفیک کے معنی یوں بیان کرتے ہیں کہ میں تجھ کو سوتے میں اٹھانے والا ہوں تاکہ تجھ کو خوف پیدا نہ ہو اور تو ایسی حالت میں بیدار ہو کہ آسمان پر امن و تقرب کے ساتھ موجود ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اکثر ایسے بندوں کو جن کو زمانہ آئندہ میں آنے کے لئے محفوظ رکھتا ہے۔ نیند کے ذریعہ سے ان کی حفاظت کرتا ہے۔ چنانچہ قرآن شریف میں یہ ثابت ہے کہ اصحاب کہف تین سو نو برس تک غار میں نیند کی وجہ سے محفوظ رہے: ”وبشوا فی کہفہم ثلاث مائۃ سنین وارادوا واتسعا“ اور حقیقی معنی کی تقدیر پر متوفیک سے یہ مراد ہوگی کہ تجھ کو روح اور جسد کے ساتھ آسمان پر اٹھالوں گا۔ اب یہ دیکھنا چاہئے کہ مرزائیوں کا استدلال آیت سے درست ہو سکتا ہے یا نہیں۔ یعنی موت اور قبض روح کے معنی اس آیت سے ثابت ہو سکتے ہیں یا نہیں۔ اہل دانش جانتے ہیں کہ معانی نصوص کے لگانے میں دو باتوں کا لحاظ ضرور ہوتا ہے اور موارد نصوص کا لحاظ کرنا پھر معانی کے ساتھ الفاظ کی مناسبت کا لحاظ کرنا ضرور ہے۔

پس ”انسی متوفیک“ سے موت کے معنی بغیر تقدیم و تاخیر کے لیں گے تو مناسب نہ ہوگا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ تو اس آیت کے ذریعے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تسلی دیتا ہے اور ظاہر

ہے کہ موت کی خبر دینے سے کسی کو تسلی حاصل نہیں ہو سکتی۔ ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اگر کسی کے دوست کو اپنے دشمنوں کے ہاتھ سے ہلاک کا خوف ہو اور وہ شخص اپنے دوست سے کہے کہ تم مت گھبراؤ میں تم کو مار کر تمہاری روح کو اپنے پاس بلند کر لوں گا۔ تو ایسی بات کہنے سے اس کو کیسے تسلی ہو سکتی ہے۔ بلکہ پریشانی اور بھی بڑھ جائے گی۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ توفی کے معنی موت کے لئے کر رفع کو روحانی قرار دینا بالکل سیاق کے مخالف ہے۔ کیونکہ آیت مذکور تسلی و اطمینان کے لئے نازل ہوئی ہے۔ اس لئے مقتضائے مقام یہ ہے کہ اس رفع سے ایسا رفع مراد لیا جائے جو باقی اہل جہنم میں عموماً نہ پایا جاتا ہو اور رفع روحانی تو تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور شہداء اولیاء اللہ میں پایا جاتا ہے۔ اس بناء پر ضرور ہے کہ توفی کے معنی موت کے سوا کوئی دوسرے لئے جائیں اور رفع کو رفع جسمانی قرار دیا جائے تاکہ اقتنان خداوندی کے لئے وجہ معقول پیدا ہو جائے۔ الفاظ قرآن کی ترکیب سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہاں رفع سے رفع روحانی مراد نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یا عیسیٰ اس قول میں خطاب عیسیٰ علیہ السلام سے ہے اور عیسیٰ روح مع الجسد کا نام ہے نہ صرف روح کا۔ تا صرف جسد کا۔ بعد اس کے فرمایا ہے: ”انسی متوفیک“ یہاں بھی کاف خطاب سے روح مع الجسد مراد ہے۔ بعد اس کے فرمایا: ”رافعک الی“..... ”روح مع الجسد مراد ہے۔ ورنہ یوں فرماتا۔ رافع روحک الی اورک کے ساتھ مقید کیا ہے۔ اس سے بھی رفع مع الجسد ہی سمجھا جاتا ہے اور جہاں رفع سے رفع روحانی مراد ہے۔ وہاں قرینہ پایا جاتا ہے۔ جیسے ”یرفع اللہ الذین امنوا منکم والذین اتوا العلم درجات“۔ ”اللہ اونچا کرتا ہے ان کے درجے کو جو تم میں ایمان رکھتے ہیں اور جان کہ وہاں قرآن رفع روحانی کے خلاف موجود ہیں اور وہ یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف خطاب ہے نہ روح کی طرف۔

اسی طرح اکابر علماء کرام جیسے امام فخر الدین رازیؒ اور جلال الدین سیوطیؒ وغیرہ نے نہایت تحقیق سے لفظ ”توفی“ کے معنی صاف کئے ہیں اور اس سے رفع جسمانی ثابت کیا ہے اور بعض مفسرین جیسے ابوالسود اور خازن وغیرہ نے رفع روحانی کو نصاریٰ کے معومات سے بیان کیا ہے اور ابوالسود نے کہا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع بغیر موت اور نیند کے ثابت ہے اور یہی قول حسن اور زید کا ہے اور طبرانی نے بھی اس کو اختیار کیا ہے اور یہی ابن عباسؓ سے صحت کو پہنچا ہے اور کاف خطاب وغیرہ ہمیں مجبور کرتے ہیں کہ یہی معنی مراد لئے جائیں اور یہی توفی کے معنی لغوی کے مناسب ہیں۔ جو پورا لینے کے معنی میں آیا ہے اور پورا لینا ضرور اسی میں ہے کہ

رفع جسمانی قرار دیا جائے اور اگر فرض کر لیا جائے کہ: ”انی متوفیک“ سے مراد موت ہی ہے تو یہ بھی رفع جسمانی کے مخالف نہیں۔ کیونکہ اس صورت میں ہم یہ کہیں گے کہ آیت میں تقدیم و تاخیر ہے اور بے شمار قرآن کی آیتیں ہیں جن میں معنی کی تقدیم و تاخیر الفاظ کے برخلاف ہے اور مخالفین کا کہنا کہ تقدیم و تاخیر کے ماننے میں قرآن کو غلط کرنا ہے۔ اس لئے کہ خدا موافق واقعہ کے بیان کرتا ہے۔ درست نہیں۔ دیکھو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”یمریم اقننتی لربک واسجدی وارکعی“ اس میں سجدہ کا ذکر پہلے ہے۔ حالانکہ پہلے رکوع مقصود ہے۔ تو معلوم ہوا کہ الفاظ کی تقدیم و تاخیر میں فصاحت و بلاغت کے خلاف نہیں۔ پس یہاں بھی رفع مقدمۃ المعنی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اکثر جگہ الفاظ کی تقدیم و تاخیر کی ہے اور موافق واقعہ کے الفاظ کو بیان نہیں کیا ہے۔ چنانچہ سورہ بقرہ میں ہے: ”وادخلوا الباب سجدا وقولوا حطة نغفر لکم“ یعنی دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہوا اور کہو گناہ اترے اور سورہ اعراف میں ہے: ”وقولوا حطة وادخلوا الباب سجدا“ کچھ آیت کی ترتیب کے خلاف ہے اور واقعہ ایک ہی ہے۔

پس جب کہ ”متوفیک“ کے معنی ”ممیتک“ کے لیں گے تو اسی کی یہی توجیہ ہو سکتی ہے کہ الفاظ میں تقدیم و تاخیر ہے اور اب رفع کے بعد موت قرار دی جائے گی۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو واقعہ صلیب سے قبل جسد غصری کے ساتھ آسمان پر اٹھالیا۔ پھر قرب قیامت میں ان کو زمین پر نازل کر کے مارے گا اور ابن عباسؓ نے ”متوفیک“ کے معنی میچک لئے ہیں۔ مگر انہوں نے یہ تصریح نہیں کی کہ اول حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو الہ نے مارا پھر رفع روحانی کی۔ حالانکہ ابو نعیم کی روایت کتاب الفتن میں اور اسحاق ابن بشر کی روایت درمنثور میں ہمارے مدعا کے موافق ہے اور فتح الباری اور تفسیر بخاری میں آیت: ”وان من اهل الکتاب الا لیؤمنن به قبل موتہ“ میں سند صحیح سے ابن عباسؓ سے ”ہو ضمیر قبل موتہ کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف پھرتی ہے اور اس کے خلاف پھیرنے کی تضعیف کی ہے۔ یعنی اہل کتاب حضرت مسیح علیہ السلام کے مرنے سے قبل ان پر ایمان لائیں گے اور یہ ذکر اس وقت کے ایمان کا ہے جب کہ زمانہ آخر میں مسیح علیہ السلام دنیا میں نزول فرمائیں گے اور مرزائی یہ جو کہتے ہیں کہ ”توفی“ قرآن میں استقرار کے ساتھ قبض روح کے معنی میں ۲۳ مواقع سے ثابت ہوتا ہے۔

پس ہو جب اس استقرار کے موت کے معنی میں لینا چاہئے اور دوسرے معنی میں لینا

قرآن کے خلاف ہے۔ (اقول) جواب اس کا یہ ہے کہ معنی مجازی ہے جو بغیر قرینہ کے مستعمل نہیں ہوتا۔ ”توفی“ اس معنی میں قرآن میں کہیں نہیں آیا۔ اس لئے اسے استقرار نہیں کہہ سکتے۔ قرینے کی مجبوری ہے اور اس آیت میں چونکہ قرینہ نہیں ہے۔ اس لئے حقیقی معنی میں لیا جائے گا اور یہ کوئی اعتراض کی بات نہیں۔

مرزائیوں کی دوسری دلیل قرآن پاک کی یہ آیت ہے

اللہ تعالیٰ سورۃ النساء میں فرماتا ہے: ”وقولہم انا قتلنا المسیح ابن مریم رسول اللہ وما قتلوه وما صلبوه ولكن شبه لهم وان الذين اختلفوا فیہ لفی شک منه مالہم بہ من علم الا اتباع الظن وما قتلوه یقینا بل رفعہ اللہ الیہ وكان اللہ عزیزا حکیمًا“

یعنی یہودیوں کا قول ہے کہ ہم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جو بغیر اللہ کا تھا مار ڈالا اور نہ اس کو مارا ہے اور نہ سولی پر چڑھایا ہے۔ لیکن مشتبہ کر دیا گیا۔ اس کے لئے جن لوگوں نے اختلاف کیا۔ اس معاملہ میں وہ اس جگہ شک میں پڑ گئے ان کو اس کی کچھ بھی خبر نہیں صرف گمان کرتے ہیں اور ان کو بے شک قتل نہیں بلکہ اللہ نے اپنی طرف اٹھالیا ہے۔

مرزائی کہتے ہیں کہ جب کہ تمام عوارض بشری مسیح میں پائے جاتے ہیں۔ تو پھر کون سا امر ان کو موت طبعی سے روک کر رفع روحانی سے رفع جسمی کی طرف منتقل کرتا ہے۔ یہود حضرت مسیح علیہ السلام کے مخالف ہو گئے تھے۔ خود تو ان کو قتل نہیں کر سکتے تھے اور روم کی سلطنت ان کے اختیار میں نہ تھی۔ اس لئے ان پر یہ الزام لگایا کہ بغاوت اور بادشاہی کا دعویٰ کرتا ہے اور اس الزام کا ثبوت دیا تاکہ ان کو صلیب کے ذریعہ سزا دی جائے۔ مارا جانا یہودیوں کے خیال میں بروے توریت مدعی کا ذب اور ملعون کے لئے مقرر تھا ورنہ قتل انبیاء اور اولیاء کے لئے علوم و ادراج اور درجات شہادت کا باعث ہے۔ اس لئے خدا نے مسیح علیہ السلام کی تشریہ صلیب کی موت سے کی۔ تاکہ یہودیوں کا زعم باطل ہو جائے اور یہ مراد نہ تھی کہ مسیح علیہ السلام کو کسی قسم کی موت واقع نہ ہوگی۔ صرف لعنت کی موت سے مسیح علیہ السلام کو بری کرنا مقصود تھا اور لفظ ”شبهہ لهم“ یہاں صرف یہ جتانے کیلئے ہے کہ حضرت مسیح محتول اور مصلوب کی طرح ہو گئے اور اصلی طور پر مصلوب اور مقتول نہیں ہوئے اور اس کلام سے خدا کی دو اغراض تھیں۔ ایک تو نصاریٰ کے کفارہ کا خیال باطل کرنا۔ دوسرے یہودیوں کا یہ فاسد عقیدہ باطل کرنا کہ جو مصلوب ہوتا ہے وہ ملعون ہوتا ہے۔

پس ”شبہ لہم“ کہہ کر دونوں گروہ کے خیالات کی تردید کر دی: ”وما قتلوه وما صلبوه“ میں یہ بات جتنا ہے کہ صلیب پر چڑھانے کا تو واقعہ ظہور میں آیا قبل واقع نہیں ہوا۔ پچھلا ”ما قتلوه“ تاکید کرتا ہے کہ وہ صلیب پر چڑھائے گئے مگر مرنے سے بچ گئے۔ لیکن اس واقعہ صلیب کی نفی ثابت نہیں ہوتی غرض اس سے یہودیوں کے خیال کا باطل کرنا تھا کہ نبی کاذب مقتول ہوتا ہے اور ”رفعه اللہ الیہ“ اس لئے بیان کیا کہ یہود کہا کرتے تھے کہ اس جسم کے مقتول کی روح شیطان کے پاس چلی جاتی ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ واقعہ صلیب کے بعد مسیح علیہ السلام کی روح میرے پاس چلی آئی تو اس سے رفع روحانی ثابت ہوتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک علو درجہ کا موجب ہے۔ چونکہ قرآن کو اہل کتاب کے خیالات فاسد کی تردید منظور تھی۔ اس لئے لفظ لفظ سے ان کے خیالات کو باطل کیا: ”السی ہناتم کلام المرزائیۃ نفلًا من کتاب حقیقت الوحی وغیرہ!“

الجواب مرزائیوں کی دوسری دلیل کا جواب

اقول: جواب اس کا یہ ہے کہ یہ آیت کریمہ صریحاً اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مع جسم کے اٹھائے گئے۔ اس آیت میں مرزائیوں کی تاویل کا میدان بالکل کوتاہ ہے۔ اس آیت سے اتنے امور ثابت ہوتے ہیں: (اولاً)..... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مقتول و مصلوب نہ ہونا۔ (ثانیاً)..... یہودیوں کو اس واقعہ میں حضرت مسیح علیہ السلام کے قتل و شاخت کی بابت شبہ پیدا ہو جانا اور ان کا شک میں پڑ جانا۔ (ثالثاً)..... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مع جسد کے آسمان پر اٹھایا جانا۔

مرزائیوں کو پہلے امر سے انکار ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ سولی چڑھائے گئے اور تین ساعت تک وہ اس پر آویزاں رہے۔ چونکہ سولی پر مرے تو نہیں بلکہ غش آ گیا تھا۔ معالجہ کے بعد صحت پا کر یہودیوں سے چھپ کر رہنے لگے اور پھر ہندوستان کی طرف چلے آئے۔ مگر قرآن مجید سے یہ مطلب کسی طرح سے ثابت نہیں ہو سکتا جو قرآن پر ایمان رکھتا ہے۔ اس کو مسیح کا صلیب پر چڑھنا مقبول نہ ہوگا اور نہ ایسا کسی مسلمان کو عقیدہ ہوگا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر چڑھائے گئے۔ ان کا یہ کہنا کہ صلیب دیا جانا یہودیوں کے نزدیک طعن کا موجب تھا۔ بالکل غلط اور لغو ہے۔ قرآن شریف سے ثابت ہے کہ انبیاء کا مقتول ہونا عار کا باعث نہیں ہے۔ کیونکہ توریت کے زمانہ میں بھی اکثر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام مقتول ہوئے ہیں۔ بلکہ اس سے بھی بدتر طور پر انبیاء کو بنی اسرائیل نے قتل کیا ہے اور یوں تو یہودیوں کے طعن سے اب تک حضرت مسیح علیہ السلام سبکدوش

نہیں ہوئے۔ حالانکہ آیت: ”انسی متوفیک“ ان کی تعلیم کے باب میں نازل ہوئی ہے اور تعلیم سوائے رفع جسمانی کے ممکن نہیں۔ مرزا قادیانی اپنی کتابوں میں یہ جو تحریر کرتے ہیں کہ مسیح صلیبی موت سے بچ کر اور صلیب کے زخموں سے شفاء پا کر ۸۷ برس زندہ رہے اور اپنے وطن سے پوشیدہ طور پر نکل کر ملکوں کی سیر کرتے ہوئے نصیحتیں میں آئے اور وہاں سے افغانستان پہنچے اور ایک مدت تک اس جگہ جو کہ نعمان کہلاتا ہے اس کے قریب سکونت پذیر رہے۔ اس کے بعد پنجاب میں آئے اور ہندوستان کا بھی سفر کیا اور غالباً بنارس اور نیپال میں بھی پہنچے۔ پھر پنجاب کی طرف لوٹ کر کشمیر کا قصد کیا اور کوہ سلیمان پر ایک مدت تک عبادت کرتے رہے اور وہیں رہے۔

اقول: یہ باتیں کسی طرح نقل و تصریح اور شرع سے ثابت نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حضرت مسیح علیہ السلام کے معاملے میں عزیز و حکیم فرمایا ہے۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ حضرت مسیح کو اتنی مصیبت اور تکلیف جھیلی پڑی کہ بے چارے دار پر چڑھے۔ زخموں کی تکلیف اٹھائی اور وطن چھوڑنا پڑا۔ اس سے موت ہزار درجہ بہتر واویلی ہے اور چالیس دن تک جراحات کی تکلیف اٹھانا موت سے سخت تر ہے۔ کیونکہ جان تھوڑی سی دیر میں نکل جاتی ہے اور یہ عجیب ہے کہ مرزا قادیانی پوری پیروی نہ تو قرآن کی کرتے ہیں نہ اناجیل کی اور نہ احادیث کی۔ کچھ واقعات اناجیل سے، کچھ قرآن سے اور کچھ احادیث سے لے کر اپنی رائے و مرضی کے موافق ایک فرضی سانچے میں ڈھال لیتے ہیں۔ جو کچھ انہوں نے بیان کیا ہے نہ وہ تمام و کمال اناجیل سے ملتا ہے۔ نہ قرآن و احادیث سے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کچھ ادھر سے لیتے ہیں۔ کچھ ادھر سے اس طرح اپنی تاویلات کو پھیلاتے ہیں۔ قرآن نے تو حضرت مسیح علیہ السلام کے مقتول اور مصلوب ہونے کی نفی کی ہے۔ واقعہ صلیب کا قرآن سے ثبوت کب پہنچتا ہے۔ خداوند کریم اس آیت سے دو چیزوں کی نفی کرتا ہے۔ ایک حضرت مسیح علیہ السلام کے قتل ہونے کی۔ دوسرے ان کو مصلوب ہونے کی۔ قتل عام ہے جو ہر طرح کی موت کو شامل ہے۔

پس قتل نے ہر طرح کی موت کی نفی کی۔ چونکہ پھر بھی شک باقی تھا کہ مقتول نہ ہوئے ہوں۔ مصلوب ہوئے ہوں اور ان کو صلیب پر چڑھانے کی سزا ملی ہو تو اللہ تعالیٰ نے اس سے بھی ان کی بریت ثابت کی: ”ماصلوبہ“ صاف پکار کر کہتا ہے کہ وہ صلیب کے صدمے سے ہر طرح امن میں رہے۔ سولی دینے کے لئے مرنا شرط نہیں۔ پس مرزا کا یہ کہنا کہ ”ماصلوبہ“ سے سولی پر چڑھنے کی نفی نہیں ہوتی بلکہ مرنے کی نفی ہوتی ہے۔ یہ کہنا بالکل لغت کے خلاف ہے۔ اگر ایسا ہوتا کہ دار چڑھا کر مرنے سے قتل اتار لئے جاتے اور ”ماصلوبہ“ سے صرف اس بات کی نفی مقصود

ہوتی کہ وہ دار پر مرنے نہیں پائے تو ”ماقلو“ کا لفظ بے جا ہوتا۔ کیونکہ دوسری قسم پر حضرت مسیح علیہ السلام کے مقتول ہونے کا شبہ اہل کتاب کے عقائد میں ہرگز نہیں اور اللہ تعالیٰ نے جو حضرت مسیح علیہ السلام کی نسبت: ”وجیہا فی الدنیا والاخرۃ“ فرمایا ہے۔ یہ دلیل ہے اس بات پر کہ ان کو دار پر نہیں چڑھایا گیا۔ اگر صرف دار پر چڑھائے جاتے تب بھی ان کی وجاہت جاتی رہتی اور جھوٹے الزام سے وجاہت میں فرق نہیں آسکتا۔

ہاں! الزام صحیح البتہ ذلت کا سبب ہے اور یہ کتنے بڑے گناہ کی بات ہے کہ نبی کو غیر وجیہ جانا جائے یا غلط طور پر خدا اس کو وجیہ فرمائے۔ اور فرمایا: ”مطہرک من الذین کفروا“ یعنی تجھ کو ان لوگوں سے پاک کرنے والا ہوں جو کافر ہوئے یہ بھی اس بات کی دلالت کرتا ہے کہ کفار کے نجس ہاتھ ان تک نہ پہنچے ورنہ تطہیر نہیں ہو سکتی اور تطہیر سے مراد یہ نہیں ہے کہ ان کو کفار کے الزام سے پاک کیا۔ کیونکہ الزامات کفار سے ان کو جھوٹے میں بولنے اور مردوں کو زندہ کرنے سے پاک کر دیا ہے۔ بلکہ یہاں تطہیر سے مراد یہودیوں کے مکروکید سے حفاظت جان کے موقع پر بچایا جاتا ہے اور یہ مراد نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہود کے خیالات فاسدانہ سے قرآن پاک نے تطہیر کی۔ کیونکہ قرآن شریف کی تطہیر کو یہود نہیں مانتے۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طہارت قرآن سے کیسے ثابت ہو سکتی ہے۔ بلکہ ماننا پڑے گا کہ تطہیر سے مراد قتل اور صلیب کے حادثے سے بچانے کا دوسرا امر یعنی یہود کے شبہ میں پڑ جانے کی نسبت جو تفصیل مرزائیوں نے لکھی ہے۔ اس پر دلائل اسلام سے کوئی دلیل نہیں۔ بلکہ انجیل اور اس کی تفاسیر کی باتیں درج کر دی ہیں اور ”مشبہ لہم“ سے یہ مراد نہیں ہے کہ یہودیوں کے سامنے کوئی دوسرا آدمی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صورت پر ہو گیا تھا اور انہوں نے اس کو سولی پر چڑھایا۔ کیونکہ اگر یہ جائز ٹھہرے کہ اللہ تعالیٰ ایک انسان کو دوسرے انسان کی صورت پر کر دیتا ہے تو اس سے سطحے کا دروازہ کھل جائے گا۔ اس لئے کہ ہم نے زید کو دیکھا۔

پس یہ خیال ہو سکتا ہے کہ شاید زید نہ ہو کوئی اور شخص ہو کہ اس کی صورت زید کی سی ہو۔ اس صورت میں نہ طلاق کا نہ نکاح کا نہ ملکیت کا اعتبار رہے گا۔ دوسری خرابی یہ ہے کہ اس سے تو اثر میں نقصان لازم آتا ہے۔ اس لئے کہ خبر متواتر سے علم کا فائدہ اس وقت حاصل ہوتا ہے کہ وہ محسوس پر متعین ہو اور جب کہ محسوسات میں یہ شبہ پڑ گیا تو متواترات پر بھی اعتبار نہ رہے گا اور اس سے تمام شرائع میں خرابی واقع ہو جائے گی اور اس سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نبوت پر طعن لازم آتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ صورت کے بدلنے سے اصول بگڑتا ہے۔ تو یہ صحیح نہیں۔ اس امر میں جو طریق بہت متکلمین کا مختار ہے یہ ہے کہ یہودیوں نے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو آسمان پر اٹھالیا۔ سرداران یہود کو عوام میں فتنہ پیدا ہونے کا خوف ہوا۔ اس لئے ایک آدمی کو پکڑ کر قتل کیا اور سولی دے دی اور لوگوں پر ظاہر کر دیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دے دی ہے۔ لوگ چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے چہرہ شناس نہ تھے۔ صرف نام ان کا سنتے تھے۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام لوگوں سے میل جول کم رکھتے تھے۔ اس لئے ان کو یقین آ گیا اور نصاریٰ کی طرف سے اگر اس بات کا دعویٰ پیش ہو کہ ہم کو اپنے بزرگوں سے تواتر کے ساتھ معلوم ہوا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بالضرور مصلوب ہوئے تو یہ خبر متواتر ان کی اس لئے نامعتبر ہے کہ اس کا تواتر تھوڑے سے آدمیوں پر مشتمی ہوتا ہے۔ جن کی نسبت کہہ سکتے ہیں کہ عجب نہیں۔ انہوں نے کذب پر اتفاق کر لیا ہو۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ”شبه لهم“ سے یہ مراد نہیں کہ کسی اور شخص کی صورت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سی ہو گئی۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ شبہ ڈالا گیا ان کے لئے۔ وہ شبہ یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر چڑھ گئے تو سرداران یہود نے دانستہ طور سے ایک غیر آدمی کو عوام کے دھوکا دہی کی غرض سے سولی دے دی۔ تیسری بات یعنی رفع جسمانی کے ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ اگر یہ مراد نہ لی جائے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل نہیں کیا ہے تو غور کرنا چاہئے کہ نہ صرف روح قتل ہوتی ہے نہ محض جسم بلکہ دونوں مقتول ہوتے ہیں اور اس کے بعد فرمایا کہ نہ ان کو صلیب دی ہے اور صلیب بھی روح مع الجسم کو دی جاتی ہے۔ نہ دونوں میں سے ایک ایک کو۔ بعد اس کے فرمایا: ”وما تقتلوه یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ“ یہاں بھی قتل کا محتاج روح و جسم کا مجموعہ ہے ان میں سے ہر ایک تھا اور ضارۃ مقتلہ و ماضیہ بل رفع اللہ کا مرجع ایک ہے۔ پس از روئے علم و انصاف ماننا پڑے گا مسیح علیہ السلام کو یہودیوں کے قتل کرنے اور صلیب دینے سے بچا کر آسمان پر اٹھالیا۔ فصاحت و بلاغت اور قواعد عربی اس بات کے تسلیم کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔ کیونکہ کلمہ بل کے اول میں جو کلام متضاد ہوتا ہے۔ وہ محقق میں کبھی جمع نہیں ہو سکتا۔

مرزا یوں کی تیسری دلیل جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں

”اذ قال اللہ یعیسیٰ ابن مریم اانت قلت للناس اتخذونی وامی

الہین من دون اللہ۔ قال سبحانک ما یكون لی ان اقول مالیس لی بحق۔ انکنت قلتہ فقد علمتہ تعلم مافی نفسی ولا اعلم مافی نفسک۔ انک انت علام الغیوب۔ ما قلت لهم الا ما مرتنی به ان اعبدوا اللہ ربی وربکم وکنت علیہم شہیداً ما دمت فیہم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم وانت علی کل شیء شہید۔ جس وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ کیا تو آدمیوں سے کہتا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو دو خدا، سوائے خدا کے سمجھو۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا: تیری ذات پاک ہے مجھ کو یہ لائق نہیں کہ وہ بات کہوں جو میرے لائق نہیں ہے۔ اگر میں نے کہا کہ تو وہ چیز جانتا ہے جو میرے نفس میں ہے۔ اور میں وہ نہیں جانتا ہوں جو خیرے نفس میں ہے۔ تحقیق تو غیب کا جاننے والا ہے۔ ان سے میں نے وہی کہا ہے جس کا تو نے مجھ کو حکم دیا تھا کہ اللہ تعالیٰ جو میرا اور تمہارا دونوں کا پروردگار ہے اور ان پر میں گواہ تھا جب تک ان میں تھا اور جب کہ تو نے مجھ کو موت دئی تو تو ان پر نگہبان ہے اور تو ہی سب پر گواہ ہے۔

اقول: ”آیت کریمہ میں لفظ ”توفیتی“ واقع ہے مرزائی اس کے معنی موت کے لیتے ہیں اور تائید اس کی بخاری شریف کی حدیث جو ابن عباسؓ سے حشر کے بارے میں مروی ہے۔ کرتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا: ”فاقول كما قال البعد الصالح وکنت علیہم شہیداً ما دمت فیہم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم“ یعنی میں کہوں گا جیسا کہ بندہ صالح یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ جب تک میں ان میں تھا۔ ان کے حال سے واقف تھا اور جب تو نے مجھ کو ان میں سے اٹھالیا تو تو ان کا نگہبان اور ان کے حال سے واقف ہے۔ مرزائی کہتے ہیں کہ یہ سوال وجواب عالم برزخ میں واقع ہوئے۔ اگر حشر میں ان کا واقع ہونا مانا جائے گا تو درست نہ ہوگا۔ کیونکہ ہمارے حضرت محمد ﷺ نے تو اپنا جواب لفظ مضارع کے ساتھ دیا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا لفظ ماضی کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام سے اول حساب لے کر اس کے بعد سرور کائنات بلائے جائیں گے تاکہ مسیح علیہ السلام کے مطابق جواب دیں اور ایسا کسی عالم نے نہیں کہا ہے اور نہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ (اتقی کلام المرزاہیۃ)

الجواب مرزائیوں کی تیسری دلیل کا جواب

اقول: مرزائیوں نے اس آیت سے استدلال غلط طور پر وجہ کیا ہے اور اس کے معنی موت کے لئے ہیں۔ جو نصوص صریحہ اور احادیث صحیحہ اور آئمہ سلف و خلف کے خلاف ہے۔ یہاں

بھی ”توفیقنی“ کے لغوی معنی مراد ہے۔ پورا لینا اور غرض اس سے آسان پراٹھا لینا ہے اور جو کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ کی حدیث سے: ”قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ“ ”میغہ ماضی کے ساتھ آیا ہے۔“ تو جواب اس کا یہ ہے کہ ”قَالَ“ کے ماضی ہونے سے استدلال کرنا محض ضعیف ہے۔ اول تو اس لئے کہ ماضی بمعنی مضارع بکثرت قرآن پاک میں وارد ہے۔ ”وَنَفَخَ فِي الصُّورِ“

وَأَشْرَقَتِ الْأَرْضُ وَوَضَعَ الْكِتَابَ جِی بِالْغَيْبِیْنِ۔ قَضَىٰ بَيْنَهُمْ وَغَیْرَ ذَلِكَ“

پس قال بمعنی یقول یعنی مضارع کے معنی میں ہے۔ چنانچہ شواہد اس کے صحیح بخاری میں بھی موجود ہیں۔ رہا یہ امر کہ ماضی سے کیوں تعبیر فرمایا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے جو اپنی حکایت بیان فرمائی کہ میں قیامت میں اس طرح کہوں گا۔ اس بیان سے پہلے صحابہؓ آیت سن چکے تھے: ”أَنْ تَعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ عَبْدُكَ“ پس مقتضی بلاغت کا ہوا کہ حکایت کے ماضی ہونے کا بمنزلہ محکی عنہ کے ماضی ہونے کے ٹھہرا کر میغہ ماضی استعمال فرمایا۔ یا یوں کہا جائے کہ قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول پہلے ہو چکے گا۔ پھر ہمارے حضور ﷺ کا یہ قول صادر ہوگا تو حضور کے قول کے وقت چونکہ وہ قول ماضی ہو چکا ہے اس لئے میغہ ماضی سے تعبیر فرمایا۔ اگر آیت مذکور میں: ”توفیقنی“ کے معنی موت کے لئے جائیں گے۔ تو بڑی غلطی و خرابی پڑ جائے گی۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی موت کا عقیدہ نصاریٰ میں مسیح کے مصلوب ہونے کے بعد پیدا ہوا ہے۔ اور یہ عقیدہ یہود سے نکلا ہے اور مرزا قادیانی کے زعم کے مطابق حضرت مسیح علیہ السلام واقعہ صلیب سے ۸۷ سال کے بعد مرے ہیں۔ کیونکہ ۳۰ برس کی عمر میں ان کو نبوت اور کار تلخ رسالت عنایت ہوا۔ تین برس تک تبلیغ فرمائی تھی کہ واقعہ صلیب پیش آیا۔ تو مرزائیوں کے عقیدہ کے موافق ”توفیقنی“ کے معنی ہوں گے کہ جب کہ تو نے مجھے واقعہ صلیب سے مار ڈالا تو ان پر تمہیں ان تھا۔ گویا حضرت مسیح علیہ السلام صلیب کے واقعہ سے مرے ہیں۔ ۸۷ برس کے بعد نہیں مرے ہیں۔

حضرت مسیح علیہ السلام کی الوہیت کا عقیدہ ان آدمیوں میں پیدا ہوا تھا۔ جو قبل واقعہ صلیب کے مسیح سے تعلیم حاصل کرتے تھے۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ مسیح علیہ السلام ملک شام سے نکل کر افغانستان اور پنجاب اور ہندوستان اور شہر بنارس اور نیپال اور کشمیر میں آ کر تبلیغ کرنے لگے تو یہاں کے رہنے والوں میں تو ذرا بھی نصرانیت کے آثار زمانہ قدیم میں نہیں تھے اور نہ اب تک نصرانیت کے آثار کچھ زیادہ ہیں۔ بلکہ ہندو مذہب کا غلبہ ہے اور نہ الوہیت کا عقیدہ رکھتے تھے۔ بلکہ بعد میں ہوئے تاکہ یہ سمجھ لیا جائے کہ مسیح کی موت کے بعد یہ لوگ الوہیت مسیح علیہ السلام کے

معتقد ہو گئے۔ یہ عقیدہ تو بلا دشنام کے آدمیوں میں تھا: ”ما دمت فیہم“ اور ”فلما توفیتنی“ بالکل باہم متصل ہیں۔ پس جب حضرت مسیح علیہ السلام ان میں تھے۔ وہ زمانہ صلیب کے واقعہ کا تھا۔ اس کے بعد مسیح علیہ السلام ان میں سے چلے آئے۔ پس یا تو موت کو صلیب کے ساتھ ہی ماننا پڑے گا یا: ”توفیتنی“ کے معنی موت کے نہ لئے جائیں گے۔

فرقہ مرزائیہ کی چوٹھی دلیل کہ توفی موت کے معنی میں ہے

مرزائی اپنے زعم باطل کے لئے احادیث و لغات سے استدلال کرتے ہیں۔ چنانچہ ابن سعد سے مروی ہے: ”ما توفی اللہ نبی الا لدفن حیث یقبض روحہ“ یعنی انبیاء جس مقام پر مرتے ہیں، وہیں دفن ہوتے ہیں۔“ اور ابن عباسؓ سے مروی ہے: ”ان النبی علیہ السلام بکی و بکی اصحابہ حین توفی سعد بن معاذ“ یعنی سعد بن معاذ جب مرے تو حضرت اور آپ کے اصحاب روئے۔

الجواب مرزائیوں کی چوٹھی دلیل کا جواب

جواب اس کا یہ ہے کہ ”توفی“ جب موت کے معنی میں آتا ہے۔ تو اس کے ساتھ قرینہ معنی موت کے لئے موجود ہوتا ہے۔ جیسا کہ احادیث مستدلہ مرزائیہ میں بعد لفظ ”توفی“ کے لفظ ”دفن“ اور لفظ ”بکی“ کا قرینہ موجود ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں جہاں جہاں یہ لفظ آیا ہے۔ وہاں کوئی ایسا قرینہ موجود نہیں ہے۔ اس لئے حقیقی معنی لینا ضرور ہے۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح مع الجسد کے اٹھائے گئے اور وفات نہیں پائی۔ اگر ”توفی“ بمعنی اخذ الی بالتمام کے ہو۔ جیسا کہ بہت سے مفسرین اس طرف گئے ہیں اور اس بناء پر ”توفی“ بمعین مفہوم رفع عیسیٰ مع الجسد والروح ہوگا۔ تب تو ظاہر ہے کہ کوئی اشکال نہیں اور اگر بمعنی وفات ہی لیا جائے تو ممکن ہے کہ قبل رفع تھوڑی دیر کے لئے آپ کو وفات دی گئی ہو اور پھر زندہ کر کے آسمان پر اٹھائے گئے ہوں۔ جیسا کہ بعض سلف اس کے بھی قائل ہوئے ہیں۔ چنانچہ: ”الثانی متوفیک ای ممیتک وهو مروی عن ابن عباس ومحمد بن اسحق قالوا والمعقود ان لا یصل اعداء ہ من الیہود الی قتله ثم انه بعد ذلك اکرمہ بان رفعہ الی السماء ثم اختلفوا علی ثلاثة اوجه احدھا قال وہب توفی ثلاث ساعات ثم رفع، ثانیہا قال محمد بن اسد ’ق توفی سبع ساعات ثم احياء اللہ تعالیٰ ورفعہ الثالث قال الربیع بن انس انه تعالیٰ توفاه حین رفعہ الی السماء“ بہر حال ممیتک کے ساتھ تفسیر کرنا بھی کسی طرح منکر رفع کو مفید نہیں اور نہ رفع جسمانی کے متناہی ہے۔

قبر یوز آسف کی تحقیق

اور مرزا قادیانی یہ کہتے ہیں کہ کشمیر میں ایک قبر ہے جسے یوز آسف نبی اور شہزادہ نبی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کہتے ہیں۔ یہ ان کی غلطی ہے۔ اس لئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام شہزادہ نہ تھے۔ پھر کس طرح شہزادہ مشہور ہو سکتے ہیں اور نہ یوز آسف اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک ہو سکتے ہیں۔ اس لئے کہ یوز آسف جمہور بن دیو جہاں بن ہوشنگ پرسیا تک بن گیومرز بن آدم اور بقولے ہوشنگ بن قرداء بن سیامک بن میث بن گیومرز بن آدم کا ہم عصر تھا اور اعلیٰ درجہ کے حکماء ایران سے ہوا ہے۔ اسی نے کواکب پرستی کا رواج دیا تھا اور کواکب پرستی کو معبود حقیقی کی عبادت سمجھتا تھا۔ جیسا کہ آثار الباقیہ اور دوسری کتب تواریخ میں مذکور ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسرائیلی تھے نہ ایرانی اور اس سے زمانہ دراز کے بعد گزرے ہیں: ”کما لا یخفی علی من بطالع کتب التواریخ“ دوسری بات یہ ہے، یوز آسف یوسف کا تغیر بلفظ عیسیٰ یا یسوع کا تغیر تلفظ کسی طرح نہیں ہو سکتا۔ عجب نہیں کہ کوئی صاحب یوسف ہوں ان کی قبر ہو۔ جس کو یوز آسف بھی کہنے لگے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے عقائد والہامات و پیشین گوئیوں پر نظر غور۔
مرزا غلام احمد قادیانی کے عقیدے سے انبیاء کی شان میں تنقیص لازم آتی ہے۔ ختم نبوت کا ابطال اور ضروریات دین کا انکار ہوتا ہے۔ جو درود و سلام قرآن مجید حضور انور ﷺ کے واسطے خاص کرتا ہے۔ وہ مرزا قادیانی کے نام کے ساتھ لکھا جاتا ہے اور آپ کے دوست رضی اللہ عنہم لکھے جاتے ہیں۔ کیونکہ مرزا قادیانی (ازالہ ادہام ص ۶۹۱، خزائن ج ۳ ص ۲۷۳) میں لکھ بیٹھے ہیں کہ: ”جو حق قرآن وحدیث (یا جوج ماجوج ابن مریم، دابۃ الارض، دجال، خرد جال وغیرہ) کا علم مجھے دیا گیا ہے وہ رسول خدا ﷺ کو نہیں تھا۔“ اور مرزا قادیانی یہ بھی کہتے ہیں کہ: ”میں حضرت امام حسینؑ سے بہتر ہوں۔“ (دافع البلاء ص ۱۳، خزائن ج ۸ ص ۲۳۳)

”حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے برتر ہوں۔“ (دافع البلاء ص ۱۳، خزائن ج ۸ ص ۲۳۳)

ان کی جماعت والوں کی تو یہاں تک تحریر ہے کہ اللہ تعالیٰ کو آسمان پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واسطے باورچی خانہ اور پانچخانہ بھی بنانا پڑا ہوگا۔ اس سے ان کی بہشت ہی میں بھیج دیا ہوتا کہ نجاری کا کام کرتے۔

حضرات ناظرین! یہ سوء ادیان مرزائیہ جماعت کی اللہ تبارک و تعالیٰ اور اس کے رسول کی شان میں ہیں۔ مرزا قادیانی اپنے تئیں کس صلیب کی پیشین گوئی کا مورد اس استدلال کی بناء پر قرار دیتے تھے کہ انہوں نے وفات مسیح کے مسئلہ پر روشنی ڈال کر عیسائیوں کے خدا کو مردہ ثابت کر دیا ہے۔

اقول..... اگر کبھی وجہ مرزا کے مامور من اللہ ہونے کی ہے تو پھر سرسید احمد خان کو اس پیشین گوئی کا مصداق کیوں نہ سمجھا جائے جو مرزا قادیانی سے بہت پہلے اس مسئلہ پر اپنی فطری قابلیت سے روشنی ڈال چکے ہیں۔ مرزا قادیانی نے اپنے خیال میں یورپ کی صلیب بھی تو زدی ہے اور اسلام کا پورا غلبہ کر دیا ہے اور قرآنی احکام یورپ کی عدالتوں میں نافذ کر دیئے ہیں۔ حالانکہ خود کیا جائے تو ان کے برعکس رہا سہا اقتدار بھی مسلمانوں کا یورپ ہضم کر کے اپنا مشن عیسائیت پھیلانے کا قائم کر چکا ہے اور صرف یورپ ہی نہیں بلکہ شاید ہی دنیا میں کوئی علاقہ ایسا ہوگا جس میں عیسائی مشینری نہ پہنچی ہو۔ برخلاف اس کے اسلام کا یورپ بھر میں باقاعدہ ایک مشن اب تک نہیں۔ پھر غلبہ کیسا۔ یورپ میں اس وقت جو کچھ اسلام پھیلا ہے۔ اول تو وہاں قبل ہی سے تبلیغی آثار اسلامی باقی تھے۔ اس کے علاوہ مسٹر امیر علی صاحب مرحوم کی چند معرکہ لاء آراء کتب تواریخ نے زیادہ توحید اسلام کو روشن کیا۔ جس کے باعث کچھ اور مسلمان ہوئے۔ مرزائیوں کا یہ دعویٰ کہ ان کے مشن نے یورپ میں تبلیغ اسلام کیا۔ اول تو حقیقی معنی میں ان کی یہ تبلیغ اسلام نہیں ہے۔ بلکہ یہ فرقہ بندی، نفاق و گمراہی کی شاخ ہے۔ کیونکہ اول اصول اسلام نبوت کا ماننا ہے۔ مگر مرزائی سرے سے نبوت و خاتم پیغمبران حضرت محمد ﷺ کے منکر ہیں۔

لہذا ان کی تبلیغ دیگر اقوام دہر سے زیادہ وقعت کی نگاہ سے نہیں دیکھی جاسکتی اور نہ ہی اس کو تبلیغ اسلام کہا جاسکتا ہے۔ کیونکہ ان کا مشن مرزا قادیانی کو نبی ماننا ہے۔ خاتم النبیین محمد ﷺ کے بعد کسی نبی کا مبعوث ماننا یہ اعتقاد کوفہ اہل اسلام کے نزدیک باعث انکار ختم نبوت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خواجہ کمال الدین وغیرہ نے مرزائیت کو چھپا کر خالص اہل سنت والجماعت کے مسلک و مشرب کی تبلیغ یورپ میں شروع کر دی ہے۔ لندن وغیرہ میں مرزائیت کا جنازہ نکل چکا ہے۔ جو باخبر حضرات پر مخفی نہیں۔ اقول مرزا قادیانی اور ان کے قبیحین نے صرف ایک مسئلہ وفات مسیح اور آمد مسیح پر زور خرچ کر دیا ہے اور اس ایک مسئلے کے متعلق کتابوں پر کتابیں، رسالوں پر رسالے

لکھے چلے جاتے ہیں اور باقی اجزاء اسلام کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ اگر انصاف پذیر دل نے کفرور کیا جائے تو سرسید قانون فطرت و نیچر کی حمایت میں مسیح علیہ السلام کو مارتے ہیں۔ مرزا قادیانی اس لئے ان کی ہلاکت کے درپے تھے کہ اسامی خالی ہو اور ہمیں گلے۔ مرزا قادیانی کو معلوم نہیں کیا لعل لگ گئے ہوئے تھے کہ اسلام کی حیات کا دار و مدار صرف ان کی ذات پر منحصر تھا جو آج تیرہ سو سال کے بعد پیدا ہوئے اور بقول مرزا قادیانی کے اللہ نے ان سے فرمایا کہ جس طرف تیرا منہ ہے اسی طرف میرا منہ ہے اور تو میری مراد ہے۔ (کتاب البریہ ص ۷۶، ۷۷، خزائن ج ۱۳ ص ۱۰۱، ۱۰۲) یہ نہایت گستاخانہ کلمات ہیں جو حقیقت الوحی وغیرہ میں موجود ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ تو قرآن مجید کو نور اور حیات بخش فرماتا ہے اور مرزائی اس کو مردہ تعلیمات اور بے اثر کلام قرار دیتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر قرآن مجید کی اور توہین نہیں ہو سکتی۔ یہ مسئلہ کہ مرزا قادیانی کے مانے پر نجات منحصر ہے۔ ایسا غیث ہے کہ اس سے ساری خدائی باطل ٹھہرتی ہے۔ کیونکہ ربوبیت باری تعالیٰ کے خلاف ہے۔ اس لئے کہ جس قدر کسی شے کی زیادہ ضرورت ہے۔ اسی قدر رب العالمین نے وہ چیز زیادہ عام کی ہے۔ تمام قوانین رحمت و مغفرت ایک مرزائی کے تابع ہوئے۔ خداوند عالم اور اسلام کی توہین اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے قرآن اور اسلام کی ہدایت کے مطابق عمل صالح کرنا اور بدی سے بچنا موجب نجات نہیں ہو سکتی ہے۔ تاؤتیکہ مرزا کو ساتھ ساتھ نبی نہ مانا جائے۔ مرزا قادیانی نے اہل اسلام پر سب سے زیادہ بڑھ کر ظلم یہ کیا ہے کہ انہوں نے اپنے مریدوں کو حکم عام دے دیا ہے اور تحریر کر گئے ہیں کہ وہ باقی تمام مسلمانوں کو مسلمان نہ سمجھیں اور نہ ان کے جنازے اور نماز وغیرہ میں شامل ہوں اور نہ انہیں السلام علیکم کہیں۔

جیسا کہ حقیقت الوحی اور ان کے خلیفہ کی کتاب انوار خلافت ص ۹۲ میں ہے۔ مرزا قادیانی کا الہام یہ ہے کہ: ”خدا مجھ سے ہے اور میں خدا سے ہوں۔“ (حقیقت الوحی ص ۷۴، خزائن ج ۲۲ ص ۷۷) ”اور اگر خدا مجھے پیدا نہ کرتا تو آسمان وزمین کو نہ پیدا کرتا۔“

(حقیقت الوحی ص ۹۹، خزائن ج ۲۲ ص ۱۰۲)

حالانکہ خاتم النبیین سرور کائنات محمد ﷺ کے حق میں بھی اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں فرمایا اور یہ جو مشہور ہے: ”لولاک لما خلقت الافلاک“ یہ حدیث موسومہ ہے۔ اسے حدیث قدسی

قرار دینا اور آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب کرنا صحیح نہیں۔ گو معتمد صحیح ہے۔ جیسا کہ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ نے تحفہ اثناء عشریہ وغیرہ میں تصریح کی ہے۔ پادریوں کی پہیلی ایک میں تین اور تین میں ایک کے حل کرنے میں اتنی دقت نہیں جتنی مشکل مرزا قادیانی کے معمار الہام ”اننت منی وانا منکم“ کے سلجھانے میں پیش آتی ہے۔ امور ان الہی مبعوث ہو کر ایک ہی مرکز پر ٹھہرتے ہیں اور لوگوں کو دائرہ ہدایت میں لاتے ہیں۔ کوئی ان میں سے اپنے نصب العین کو چھوڑتا ہوا نہیں دیکھا گیا۔

مرزا قادیانی کہیں عیسیٰ ہیں اور کہیں مثیل مسیح۔ کہیں مہدی ہیں کہیں کرشن، مرزائی اسلام نے لوگوں کے دلوں سے رہے سہے ایمان کی جڑ کھوکھلی کرنی شروع کر دی لا حول ولا قوۃ الا باللہ اس لئے کہ مرزا قادیانی کی پیشین گوئیاں اور الہامات پڑھ پڑھ کر غور پسند دل میں کیا یہ نہیں گزرتا ہوگا کہ جب اس ہوشیاری اور روشنی کے زمانہ میں اچھے اچھے نوجوانوں کی عقل مار کر معتقد بنانے والے اور کلمہ پڑھانے والے چالاک آدمی ہو گئے تو حضرت محمد ﷺ کے زمانے کے سیدھے سادے لوگوں کا پچھندے میں لے آنا کیا ہی مشکل ہوگا۔ ان کے معجزات و پیشین گوئیاں بھی ایسے وزن اور حقیقت کی ہوں گی۔

مرزا قادیانی نے بڑے شہدود سے دعویٰ کیا تھا کہ میرا ایک عورت (محمدی بیگم) سے نکاح ہونا ضرور ہے۔ جو آسمان پر ان سے پڑھا جا چکا ہے۔ مگر وہ بی بی باوجود ہزار کوششوں کے ان کے نکاح میں نہ آئیں۔ بلکہ اسی زمانہ میں ایک دوسرے شریف انسان کی بی بی ہوئیں۔ مرزا قادیانی نے جب دیکھا کہ اب آسمانی منکوحہ کے ملنے کی کوئی امید نہیں تب انہوں نے حقیقت الوحی میں لکھ دیا کہ خدا جس خبر اور عدے کو چاہے پورا کرے اور جس کو چاہے باطل کر دے۔ اس پیشین گوئی کے پورا ہونے سے قبل مرزا قادیانی نے ۲۶ ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ کو لاہور میں عارضہ ہیضہ یا دورہ گرہ سے انتقال کیا۔

(ازالہ اوہام وارتعین نمبر ۳۳ ج ۱ ص ۴۲۲) میں مرزا قادیانی کا الہام یہ ہے کہ میری عمر ۸۰ سال کی ہے۔ مرزا قادیانی کی سوانح عمری جو ان کے خاص مرید نے (مصل مصحف ج ۲ ص ۶۳۶) میں لکھی ہے۔ اس میں سال پیدائش ۱۸۳۹ء لکھا ہے۔ اس حساب سے مرزا قادیانی کی عمر ۶۹ یا ۶۸ سال ہوتی ہے اور قاضی فضل احمد نے اپنی کتاب کلمہ فضل رحمانی میں

قرآن کی آیت: ”الافى الفتنة سقطوا“ کے اعداد جمل سے ۱۶۵۹ء سال پیدائش نکالا ہے۔ اس حساب سے مرزا قادیانی کی عمر صرف ۶۷ سال کے قریب ہوتی ہے۔ جس پر مرزا قادیانی کو بھی اعتبار ہے۔ (برکات الدعائے ج ۳، خزائن ج ۶ ص ۳) پر بھی مرزا قادیانی نے اپنی عمر ۵۲ سال تحریر کی ہے۔ جو کہ ۱۸۹۳ء میں چھپی تھی۔ اس طرح سے بھی ان کی عمر ۶۷ سال کی بنتی ہے اور مرزا قادیانی کے الہام سے جو رجسٹری جائیداد مندرجہ کتاب فضل رحمانی میں مندرج ہے۔ ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنی عمر ۹۵ سال کی بڑی جدوجہد و تکرار و اصرار سے ہاتھ پائی کر کے ایک صاحب قبر کی دعا سے منظور کرائی تھی۔ مگر یہ سب باتیں لغو ثابت ہوئیں اور بہت سی پیشین گوئیاں مرزا قادیانی کی موت سے باطل ہو گئیں۔ مثلاً:

۱..... ”مولوی ثناء اللہ میری زندگی میں فوت نہ ہوا تو میں دجال اور کذاب ہوں۔“

(اشتہار مرزا قادیانی مورخہ ۱۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء، مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۵۷۸)

۲..... ”ڈاکٹر عبدالحکیم میری آنکھوں کے رو برد اصحاب فیل کی طرح پیست و نابود ہو جائے گا۔“
(تبرہ مورخہ ۵ نومبر ۱۹۰۷ء، مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۵۹۱)

۳..... ”عالم کباب کی پیدائش جس کے پیدا ہوتے ہی تمام عالم کے لئے تباہ ہو جانا تھا اور پھر مرزائیوں کی فتح اور خوشی ہونی تھی۔“
(الحکم ۱۰ جون ۱۹۰۸ء)

۴..... ”دو خواتین مبارکہ تیری نکاح میں آئیں گی۔ جن کو تو نصرت جہاں بیگم کے بعد پائے گا اور ان سے تیری نسل بکثرت ہوگی۔“

(اشتہار مرزا قادیانی مورخہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء، مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۱۰۲)

ان پیشین گوئیوں کے وقوع میں آنے سے بیشتر ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو چل دیئے۔ مرزا قادیانی کے اولد الہامات و پیشین گوئیاں بقدر ضرورت ان کے مصنفہ کتب سے نقل کئے گئے ہیں۔
نظر غور فرمائیں کہ مرزا نے علمائے اہل سنت والجماعت کو جن الفاظ میں اپنی زبان و تصانیف میں یاد کیا ہے۔ اس سے زیادہ گندے الفاظ سے کسی انسان کو میسر نہیں آ سکتے۔ چنانچہ ملاحظہ فرمائیے۔ اعجاز احمدی وغیرہ میں (۱) غیبیت (۲) شیطان (۳) مصل (۴) کذاب (۵) ناری (۶) غوی (۷) اجمل (۸) احمق (۹) شقی (۱۰) ذیب (۱۱) ملائین (۱۲) اشرار لام (۱۳) فنان (۱۴) دجال مفتری (۱۶) ادبаш بے ایمان (۱۷) بے حیا (۱۸) کلب وغیرہ وغیرہ جس کی انتہا نہیں۔

مرزا قادیانی کے کشفی حالات از کتاب حقیقت الوحی وغیرہ

مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ: ”ایک رات کشفی حالت میں میں نے دیکھا کہ ایک شخص جو فرشتہ معلوم ہوتا تھا۔ مگر خواب میں محسوس ہوا کہ اس کا نام شیر علی ہے۔ اس نے مجھ کو ایک جگہ لٹا کر میری آنکھیں نکالیں اور صاف کیں اور میل و کدورت ان میں سے پھینک دی اور ہر ایک بیماری اور کوتاہ بینی کا مادہ نکال دیا اور معصاف نور جو آنکھوں میں پہلے سے موجود تھا۔ مگر بعض مواد کے نیچے دبا ہوا تھا۔ اس کو ایک چمکتے ہوئے ستارے کی طرح بتا دیا ہے اور یہ عمل کر کے پھر فرشتہ غائب ہو گیا۔“

(تزیین القلوب ص ۹۵، خزائن ج ۱۵ ص ۳۵۲)

اور مرزا قادیانی اس کشفی حالت سے بیداری کی طرف منتقل ہو گئے اور کہتے ہیں کہ ایک بار مجھ پر کشفی طور پر دکھایا گیا کہ: ”میں نے بہت سے احکام قضاء و قدر کے اہل دنیا کی نیکی و بدی کے متعلق اور نیز اپنے لئے اور اپنے دوستوں کے لئے لکھے ہیں اور پھر تمثیل کے طور پر میں نے خدا کو دیکھا اور وہ کاغذ جناب باری تعالیٰ کے آگے رکھ دیا کہ وہ اس پر دستخط کر دے۔ سو خدا نے سرخی کی سیاہی سے دستخط کر دیئے اور قلم کی نوک پر جو سرخی زیادہ تھی۔ اس کو جھاڑ دیا۔ اس کے قطرے میرے کپڑوں پر پڑے جن کو میں نے بہ چشم خود دیکھا۔“

(حقیقت الوحی ص ۲۵۵، خزائن ج ۲۲ ص ۲۶۷)

دیگر مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ: ”میں نے عالم کشف میں دیکھا کہ میں نے بشیر داس کھتری کے نوشتہ قضا و قدر کی نصف قید کو اپنے قلم سے کاٹ دیا۔ مگر بری نہیں کیا۔“

(سراج منیر ص ۳۱، ۳۲، خزائن ج ۲۲ ص ۳۷)

”ایک بار کشف میں دیکھا کہ تو اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک ہی جوہر کے دو ٹکڑے ہیں۔“ (تذکرہ ص ۶ طبع سوم) ایک نبی کی شان اور یہ گندی نسبت ”لا حول ولا قوۃ الا باللہ“

دیگر قول مرزا کشفی الہام ”ایک بار حالت کشف میں اللہ کی روح ان پر غالب ہو گئی اور اس نے اپنے وجود میں مرزا قادیانی کو پنہاں کر لیا اور انہوں نے اس حالت میں دیکھا کہ وہ نئے نظام اور نئے آسمان اور نئی زمین کے پیدا کرنے پر قادر نہیں پھر انہوں نے آسمان دنیا کو پیدا کیا۔

الی آخرہ“ (تذکرہ ص ۱۸۹، ۱۹۰ طبع سوم)

مرزا قادیانی لکھتے ہیں کہ ایک بار مجھ کو خدا نے مخاطب کر کے فرمایا: ”یلاش“ خدا کا نام ہے۔ یہ ایک نیا الہامی نام ہے اور لفظ ہے کہ اب تک میں نے اس کو اس صورت پر قرآن وحدیث میں نہیں پایا اور نہ کسی لغت کی کتاب میں دیکھا۔ اس کے معنی مجھ پر یہ کھولے گئے کہ: ”یلا لا شریک“ (تذکرہ ص ۷۹ طبع سوم) ”الہام میں بار بار میرا نام ابراہیم رکھا ہے۔“ جیسا کہ (براہین احمدیہ ص ۵۶۱، خزائن ج ۱ ص ۶۷۰ حاشیہ در حاشیہ) میں الہام ہے: ”سلام علی ابراہیم صافیناہ..... الخ“

مرزا قادیانی کے لغوی خیالات و بے معنی دعویٰ

مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ: ”قرآن کریم میں مسیح کے جو معجزات ہیں وہ مسریرم ہیں۔“ (ازالہ ص ۷۵۰، خزائن ج ۳ ص ۵۰۴ طبع) مرزا قادیانی اپنی دعا کے ضمن میں خدا سے خطاب کرتے ہیں۔ ”تو نے ہی اس چودھویں صدی کے سر پر مجھے مبعوث کیا اور فرمایا کہ اٹھ کہ میں نے تجھے اس زمانہ میں اسلام کی صداقت پوری کرنے کے لئے اور اسلامی سچائیوں کو دنیا میں پھیلانے کے لئے اسلام کو زندہ اور قوی کرنے کے لئے چنا ہے اور تو نے ہی مجھ سے کہا کہ تو میری نظر میں منظور ہے۔ میں اپنے عرش پر تیری تعریف کرتا ہوں تو نے ہی مجھے فرمایا کہ تو وہ مسیح موعود ہے جس کے وقت کو ضائع نہیں کیا جائے گا اور تو نے ہی مجھے مخاطب کر کے کہا تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ میری توحید اور تفرید اور تو نے ہی مجھ سے فرمایا کہ تو میری درگاہ میں وجیہ ہے۔ (حقیقت الوحی ص ۸۰، خزائن ج ۲۲ ص ۷۰۶) میں نے اپنے لئے تجھے اختیار کر لیا۔ (حقیقت الوحی ص ۸۲، خزائن ج ۲۲ ص ۷۰۹) اقول خلاصہ کلام یہ ہے کہ مرزا قادیانی نے اول اول دعویٰ مجددیت کا کیا۔ پھر ظلی طور پر مسیح موعود ہوئے۔ پھر بروزی مسیح موعود بن گئے۔ جب ترقی ہوئی تو حضور اقدس ﷺ کے ظل ہو گئے۔ اسی اثناء میں مہدی، حکم، کاسر الصلیب، امام الزمان وغیرہ وغیرہ بنتے رہے۔ حتیٰ کہ کرشن ہونے سے بھی نہ چکے۔ شدہ شدہ ان کے لئے یہاں تک بڑھی کہ اصلی مسیح موعود ہو گئے۔ جب کہ دعویٰ بھی فیاضی کے ساتھ ان کی جماعت نے تسلیم کر لیا تو پھر حضرت مسیح سے بھی افضل ہونے کا دعویٰ کر دیا۔

مرزا قادیانی کا شعر ملاحظہ ہو:

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو
اس سے بہتر غلام احمد ہے

(دافع البلاء ص ۲۰، خزائن ج ۱۸ ص ۲۴۰)

جب خوش اعتقادوں نے اس پر بھی اف نہ کی تو مرزا قادیانی تھے آدمی ہوشیار۔ انہوں نے خیال کیا کہ جب مصدقین اس بری طرح اپنی عقلوں کو ہم اور ہمارے کلام پر ٹکار کر رہے ہیں تو اب کوئی کسراٹھار کھنے کی کوئی وجہ نہیں۔ چنانچہ انہوں ان کی ضرورت کے مطابق ان کو فوراً الہام ہوا: ”انت منہ بمنزلہ ولدی“ (حقیقت الہی ص ۸۶، خزائن ج ۲۳ ص ۸۹)

لڑکے بننے کے بعد اب خدائے تعالیٰ کے ہاں بے تکلف دوستی ہوتی ہے۔ چنانچہ اپنے رسالہ (ضرورت الہام ص ۱۳، خزائن ج ۱۳ ص ۲۸۳) میں لکھ دیا ہے کہ: ”خدا تعالیٰ اس عاجز سے بہت قریب ہو جاتا ہے اور کسی قدر پردہ اپنے روشن چہرہ سے اتار دیتا ہے اور میں اپنے تئیں ایسا پاتا ہوں کہ گویا مجھ سے ٹھٹھا کر رہا ہے۔“

اقول جب ٹھٹھے بازی کی نوبت پہنچ گئی تو اب برابر کی دوستی میں کیا شبہ رہا۔ اس کے بعد مرزا قادیانی عین خدا ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ الحکم مورخہ ۲۴ فروری ۱۹۰۵ء میں مرزا قادیانی کا الہام لکھا ہے: ”انما امرک اذا اردت شیئا ان تقول له کن فیکون“ اور (حقیقت الہی ص ۱۰۵، خزائن ج ۲۳ ص ۱۰۸) میں بھی ہے۔

اقول: مرتبہ: ”کن فیکون“ حاصل ہونے کے بعد ان میں اور خدائے تعالیٰ میں کیا

فرق رہا؟ نعوذ باللہ!

دیکھئے پیارے ناظرین سلسلہ کہاں سے شروع ہوا اور اس کا خاتمہ کہاں ہوا۔ پھر لطف یہ ہے کہ اس کے بعد مجددیت کے پردے کی آڑ لیتے رہے اور مثیل مسیح موعود اور مثیل مصطفیٰ ﷺ اپنے کو لکھتے رہے۔ غرض کہ مرزا قادیانی اپنی تحریرات کے بموجب خدا بھی تھے۔ خدا کی اولاد بھی تھے اور خدا کے دوست بھی تھے۔ کرشن بھی تھے۔ مہدی بھی تھے۔ مجدد بھی تھے۔ مسیح بھی تھے اور ظلی نبی بھی تھے اور نامعلوم کیا کیا تھے۔ ان پر ایمان لانا بھی فرض تھا۔ کیونکہ نبی تھے اور بالکل فرض نہ تھا۔ کیونکہ صرف مجدد تھے۔ غرض کہ مرزا قادیانی سب کچھ تھے اور کچھ نہ تھے۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ!

خاتم پیغمبران صلی اللہ علیہ وسلم ہیں

خاتم پیغمبران علیہ الصلوٰۃ والسلام باعتبار اہل ملت اسلام ایک سے زیادہ نہیں اور نہ

ہو سکتا ہے اور وہ صرف ذات پاک حضرت احمد مجتبیٰ محمد ﷺ کی ہے۔ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی یا رسول بحیثیت نبی یا رسالت نہ آیا اور نہ قیامت تک آئے گا۔ چنانچہ صحیح بخاری و مسلم میں ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میری اور پہلے انبیاء کی مثال ایک ایسے محل کی ہے کہ تمام مکان تیار ہوا۔ صرف اس میں ایک اینٹ کی کمی تھی۔ پھر اس محل کے گرد دیکھنے والے پھرنے لگے اور وہ اس دیوار کی خوبی سے تعجب کرتے تھے۔ مگر اس اینٹ کی جگہ خالی تھی۔ سو میں نے اس اینٹ کی جگہ جو خالی تھی بند کر دی۔ میرے ساتھ دیوار ختم ہو گئی اور میرے ساتھ رسول ختم کئے گئے اور ایک روایت میں ہے کہ وہ اینٹ میں ہوں اور میں ہی نیوں کا سلسلہ ختم کرنے والا ہوں اور بہت سی حدیثیں اس باب میں آئی ہیں۔

علامہ محدث قاضی عیاض (شفا شریف میں انہیں نقل کیا ہے بوجہ خوف تطویل صرف حوالہ پر اکتفا کیا گیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو نازل ہوں گے۔ وہ بھی بعنوان رسالت نازل نہ ہوں گے۔ بلکہ دین محمدی ﷺ کے تابع ہوں گے اور اسی دین محمدی کو رواج دیں گے۔ باوجودیکہ وہ نبی ہیں اور اپنی نبوت پر باقی ہیں اور اس سے کچھ نقصان نہیں ہوا اور نہ کوئی شریک آنحضرت ﷺ کا نبوت و رسالت میں ان کے زمانہ میں تھا اور آئندہ کوئی نیا نبی مبعوث ہو سکتا ہے اور یہ بات قرآن سے ثابت ہے۔ چنانچہ سورہ احزاب میں ہے: ”مَلَاكِنَ مُحَمَّدٍ اَبَا اَحَدٍ مِنْ رِجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ“

”اقول والخاتم اسم الة لما يختتم به كالطابع لما يطبع به فمعنى خاتم النبيين الذى ختم النبيون به وما له اخر النبيين وقال المبرد خاتم فعل مامن على فاعل وهو فى معنى ختم النبيين فالنبيون منصوب على انه مفعول به وليس بذاك وقرأ الجمهور وخاتم بكسر التاء على انه اسم فاعل اى الذى ختم النبيين والمراد به اخرهم. ايضاً وفى حرف ابن مسعود ولكن نبيا ختم النبيين والمراد بالنبي ما هو اعم من الرسول فيلزم من كونه صلى الله عليه واله وسلم ختم النبيين والمراد بكونه عليه اصوله والسلام ختمهم انقطاع حدوث وصف النبوة فى احد من الثقلين بعد تحليه عليه الصلوة والسلام بها فى هذه النشأة ولا يقدح فى ذلك ما اجتمعت الامة عليه

واشتهرت فيه الاخبار ولعلها بلغت مبلغ التواتر المعنوى ونطق به الكتاب على قول ووجب الايمان به واكفر منكر كالفلاسفة من نزول عيسى عليه السلام آخر الزمان لانه كان نبيا قبل تحلى نبينا ﷺ بالنبوة فى هذا النشأة ومثل هذا يقال فى بقاء الخضر عليه السلام على القول بنبوته وبقائه ثم انه عليه السلام حين ينزل باق على نبوته السابقة لم يعزل عنها بحال لكنه لا يتعبد بها لنسخها فى حقه وحق غيره وتكليفه باحكام هذه الشريعة اصلا وفرعا فلا يكون اليه عليه السلام وحى ولا نصب احكام بل يكون خليفة لرسول الله ﷺ وحاكما من حكام ملته بين امته بما علمه فى السماء قبل نزوله من شريعة عليه الصلوة والسلام كما فى بعض الآثار او ينظر فى الكتاب والسنة وهو عليه السلام لا يقصر عن رتبة الاجتهاد المؤدى الى استبناط ما يحتاج اليه ايام مكثه فى الارض من الاحكام وكسره الصليب وقتله الخنزير ووضعه الجزية وعدم قبولها مما علم من شريعتنا صوابيته فى قوله ﷺ ان عيسى ينزل حكما عدلا يكسر الصليب ويقتل الخنزير ويضع الجزية، كما فى الصحاح فتروله عليه السلام غاية لاقرار الكفار ببذل الجزية على تلك الاحوال ثم لا يقبل الا الاسلام لانسخ الها قاله شيخ الاسلام ابراهيم اللقانى فى هداية المريد الجوهرة التوحيد وقوله انه عليه السلام حين ينزل باق على نبوة السابقة لم يعزل عنها بحال لكنه لا يتعبد بها الخ احسن من قول الخفاجى الظاهر ان المراد من كونه على دين نبينا عليه الصلوة والسلام وكذا لم يتقدم لامام الصلوة مع المهدي ولا اظنه غنى بالانسلاخ عن وصف النبوة والرسالة عزله عن ذلك بحيث لا يصح اطلاق الرسول والنبي عليه السلام فمعاذ الله ان يعزل رسول اونبى عن الرسالة او النبوة بلا كانه لا تعقل ذلك لعله اراد انه لا يبقى له وصفات تبلغ الاحكام وحى كما كان له قبل الرفع فهو عليه السلام نبي رسول قبل الرفع وفى السماء وبعد النزول وبعد الموت ايضا وبقاء النبوة والرسالة بعد الموت فى

حقہ وحق غیرہ من الانبیاء والمرسلین علیہم السلام حقیقۃ مامذہب الیہ غیرواحد فان المتصف بہماوکذا بالایمان ہوالروح وہی باقیۃ لاتتغیر بموت البدن نعم ذہب الاشعری کماقال النفسی الی انہما بعد الموت باقیان حکماوماافادہ کلام اللقانی من انہ علیہ السلام یحکم بماعلم فی السماء قبل نزولہ من الشریعۃ قدافادہ السفارنبی فی البحور الزاخرۃ وهو الذی امیل لہ وامانہ یجتہد ناظرافی الکتاب والسنۃ فبعید وان کان علیہ السلام قد اوتی فوق ما اوتی مجتہدوالامم بما یتوقف علیہ الاجتہادبکثیرانقد ذہب معظم اہل العلم الی انہ حین ینزل یصلی وراء المہدی صلاۃ الفجر وذلك الوقت بضیق عن استنباط ماتضمنتہ تلك الصلوة من والاقوال والافعال من الکتاب والسنۃ علی الوجه المعروف نعم لا یبعدان یكون علیہ السلام قد علم فی السماء بصفاء وکل الی الاجتہاد والاخذ من الکتاب والسنۃ فی بعض اخروقبل انہ علیہ السلام یاخذ الاحکام من نبینا ﷺ شفاہا بعد نزولہ وهو فی قبرہ الشریف علیہ الصلوۃ والسلام واید بحديث ابی یعلی والذی نفسی بیہدہ لی نزلن عیسٰ ابن مریم ثم لکن قام علی قبری وقال یا محمد لا جیبٰنہ وجوز ان یكون ذلك بالاجتماع معہ علیہ الصلوۃ والسلام روحانیۃ ولا بدع فی ذلك فقد وقعت رؤیتہ ﷺ بعد وفاتہ بغير واحد من الکاملین من ہذہ الامۃ والاخذمنہ یقظۃ قال الشیخ سراج الدین بن الملقن فی طبقات الاولیاء قال الشیخ عبدالقادر الکیلانی قدس سرہ رايت رسول اللہ ﷺ قبل الظہر فقال لی یا بنی لم لاتتکلم النخ والروایۃ طویلۃ“

یعنی محمد ﷺ تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں۔ لیکن وہ خداوند تعالیٰ کے رسول اور سب نبیوں کی مہر ہیں کہ ان پر پیغمبری ختم ہوئی۔ ان کے بعد اور کوئی پیغمبر نہ ہوگا اور بہت سے احادیث بھی اس پر شاہد ہیں۔ مرزا قادیانی نے لاہور کے وعظ میں اپنے انتقال کے دن سے قبل اپنی نبوت کے ثبوت میں کہا تھا کہ کیا خدا بوڑھا ہو گیا ہے؟ مر گیا ہے؟ یا اس کے قویٰ محفل ہو گئے ہیں کہ وہ

اب حسب عادت سابقہ نبی پیدا نہیں کر سکتا؟ اقول بالفرض واقعہ یہ جیسا کہ مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ نبوت کا سلسلہ بند نہیں ہوا یا جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ ہر صدی میں ایک مجدد ہوگا۔ تو ان کے پہلے کتنے مجدد آئے اور ان کے نام کیا ہیں؟ یا نبی آئے تو مرزا قادیانی کے پہلے کتنے نبی آئے اگر نہیں آئے اور یقیناً نہیں آئے تو آج تیرہ سو برس کے بعد مرزا قادیانی قادیان میں کہاں سے نبی پیدا ہوئے۔ اگر مرزا قادیانی کا استدلال برائے چندے صحیح مان لیا جائے تو آخر اس عرصہ طویل میں کیوں کوئی نبی پیدا نہیں ہوا؟ ”ہا برہانکم ان کنتم صادقین والا انما اللہ علیکم من الملك المتعال واللہ علی ما قول وکیل“ مرزا قادیانی کی یہ گستاخانہ تقریر و کفریہ کلمات ہیں۔ خداوند تعالیٰ بقول ان کے نہ مرا ہے نہ اس کے قوی معطل ہوئے ہیں۔ مگر وہ وعدہ کر چکا ہے کہ محمد ﷺ کے بعد کوئی نبی نہ بھیجے گا۔ اس لئے اب اگر نبی پیدا کرے تو اللہ کے کلام میں کذب لازم آئے گا اور یہ محال ہے۔ ”وما علینا الا البلاغ۔“

مرزا غلام احمد قادیانی علیہ مایستحقہ کے عقائد و باطل

ہم یہاں مرزا قادیانی کی کتابوں سے ان کے اقوال، باطل اور عقائد مشتے نمونہ ازخروارے نقل کرتے ہیں۔ جو وہ عوام الناس میں چھوڑ گئے ہیں۔ جس سے مرزا قادیانی کا گمراہ ہونا روز روشن کی طرح ظاہر ہو جائے گا۔ نیز اس امر کی بھی توضیح و تشریح ہو جائے گی کہ مرزا قادیانی کا دعویٰ صرف نبوت کا ہی نہیں بلکہ ان کا دعویٰ تو یہ ہے کہ میں تمام انبیاء و رسل کے افضل ہوں۔ یہ اقوال ایسے بدیہی الابطال ہیں۔ جس پر رد و قدح کی ضرورت نہیں۔ اس لئے صرف ان کے الفاظ نقل کر دیتے پراکتفا کیا گیا۔

..... ۱۔ مرزا قادیانی کا اپنی وحی پر قرآن شریف کی طرح ایمان لانا: ”جبکہ مجھے اپنی وحی پرایا ہی ایمان ہے جیسا کہ توریت اور قرآن کریم پر، تو کیا انہیں مجھ سے یہ توقع ہو سکتی ہے کہ میں ان کی ظلمات بلکہ موضوعات کے ذخیرے کو سن کر اپنے یقین کو چھوڑ دوں، جس کی حق المبین پر مبنی ہے۔“

(اربعین نمبر ۱۹، خزائن ج ۷ ص ۴۳۳)

..... ۲۔ مرزا قادیانی کا اپنے الہامات پر قرآن شریف کی طرح ایمان لانا: ”میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں ان الہامات پر اسی طرح ایمان لاتا ہوں جیسا کہ قرآن شریف پر اور خدا کی دوسری کتابوں پر اور جس طرح میں قرآن کریم کو حقیقی اور قطعی طور پر خدا کا کلام جانتا ہوں، اسی طرح اس کلام کو بھی جو میرے پر نازل ہوا ہے۔“

(حلیات النواہی ص ۱۱۱، خزائن ج ۳ ص ۱۴۰)

۳..... دعویٰ نبوت کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر فضیلت کا دعویٰ: ”خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے اور ان کا نام غلام احمد رکھا۔“ (دافع البلاء ۱۳، خزائن ج ۸ ص ۲۳۳) ”خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے۔ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر مسیح ابن مریم میرے زمانے میں ہوتا تو وہ کام جو میں کر سکتا ہوں، وہ ہرگز نہیں کر سکتا اور وہ نشان جو مجھ پر ظاہر ہو رہے ہیں، وہ ہرگز نہ دکھلا سکتا۔“ (حقیقت الوحی ص ۱۲۸، خزائن ج ۲۲ ص ۱۵۲)

۴..... کھلے کھلے الفاظ میں نبوت کا دعویٰ: ”میں نبی ہوں اور اس امت میں نبی کا نام میرے لئے مخصوص ہے۔“ (حقیقت الوحی ص ۳۹۱، خزائن ج ۲۲ ص ۲۰۶) سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔ (دافع البلاء ۱۱، خزائن ج ۱۸ ص ۲۳۱)

۵..... دیگر انبیاء پر فضیلت کا دعویٰ: ”کہ اس نے میرا دعویٰ ثابت کرنے کے لئے اس قدر معجزات دکھائے ہیں کہ بہت کم نبی ایسے آئے ہیں جنہوں نے ان قدر معجزات دکھائے ہوں۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اس نے ان قدر معجزات کا دریا رواں کر دیا ہے کہ باستانا ہمارے نبی ﷺ کے باقی تمام انبیاء علیہم السلام میں ان کا ثبوت اس کثرت کے ساتھ قطعی اور یقینی طور پر محال ہے۔“ (تحریر حقیقت الوحی ص ۱۳۶، خزائن ج ۲۲ ص ۵۷۴)

۶..... مرزا قادیانی کا خدائی دعویٰ: ”میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ہو ہوا اللہ ہو گیا ہوں، اور میں نے یقین کر لیا کہ میں اللہ ہی ہوں۔ پھر میں نے زمین و آسمان پیدا کیا۔“

(۱) تحفہ کلمات اسلام ص ۵۶۳، ۵۶۵، خزائن ج ۵ ص ۵۶۳، ۵۶۵، ۵۶۵)

۷..... مرزا قادیانی کا حیض آنا: ”بالا ہی حیض چاہتا ہے کہ تیرا حیض دیکھے، تجھ میں حیض نہیں بلکہ وہ بچہ ہو گیا ہے، اور ایسا بچہ جو بمنزلہ اطفال اللہ کے ہے۔“

(تحریر حقیقت الوحی ص ۱۲۲، خزائن ج ۲۲ ص ۵۸۱)

۸..... مرزا قادیانی کا اہل بیت پر حملہ: ”پرائی خلافت کا جھگڑا چھوڑو، اب نبی خلافت لو۔ ایک زندہ علی قم میں موجود ہے۔ اس کو چھوڑتے ہو اور مردہ علی کی تلاش کرتے ہو۔“

(اختیار المکرّم نمبر ۴ جلد ۲ سورہ ۱۹۰۰، مکتوبات ج ۱ ص ۲۰۰ طبع جدید)

کر بلا نیست سیر ہر آتم صد حسین است در گریانم

(المکرم جون ۱۹۰۴، نزول المسیح ص ۹۹، خزائن ج ۸ ص ۴۷۷)

- ۹..... تو ہن انبیائے کرام: ”بلکہ اکثر پیشین گوئیوں میں ایسے اسرار پوشیدہ ہوتے ہیں کہ خود انبیاء کو ہی جن پر وہ وحی نازل ہو سمجھ میں نہیں آ سکتے۔“ (ازالہ اوہام ص ۱۴۰، خزائن ج ۳ ص ۱۷۱)
- ۱۰..... حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ناپاک حملہ اور آپ کے اجداد و جدات کی سخت توہین: ”آپ کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے۔ تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زنا کار اور کسی عورتیں تھیں۔ جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا، آپ کا کنجریوں سے میلان شاید اس وجہ سے ہو کہ ہمدی مناسبت درمیان میں ہے۔ ورنہ کوئی پرہیزگار انسان ایک جوان کنجری کو یہ موقع نہیں دے سکتا کہ وہ ان کے سر پر ناپاک ہاتھ لگائے اور زنا کاری کی کمائی کا پلیدہ عطر اس کے سر پر ملے۔“ (حاشیہ حمید انجام آتھم ص ۶۰۵، ۶۰۶، خزائن ج ۱۱ ص ۲۹۱)
- ۱۱..... حضور سرور عالم ﷺ کے معراج جسمانی سے انکار: ”نیا اور پرانا فلسفہ بالاتفاق اس بات کو ثابت کر رہا ہے کہ کوئی انسان اپنے اس جسم خاکی کے ساتھ کرۂ زمہریر تک بھی پہنچ سکے۔ پس اس جسم کا کرۂ ماہتاب و آفتاب تک پہنچنا کس قدر لغو خیال ہے۔“ (ازالہ ص ۴۷، خزائن ج ۳ ص ۱۲۶)
- ۱۲..... قرآن شریف میں سخت زبانی: ”قرآن شریف جس بلند آواز سے سخت زبانی کے طریقے استعمال کر رہا ہے، ایک نہایت درجہ کا فنی اور سخت درجہ کا نادان بھی اس سے بے خبر نہیں رہ سکتا۔“ (ازالہ اوہام ص ۲۵، خزائن ج ۳ ص ۱۱۵ حاشیہ)
- ۱۳..... قرآن شریف کا نزول قادیان میں: ”انا انزلناہ قریباً من القادیان۔“ (حاشیہ ازالہ اوہام ص ۳، حاشیہ، خزائن ج ۳ ص ۱۳۸)
- ۱۴..... قرآن شریف کے معجزات مسریم ہیں: ”قرآن کریم سے ثابت ہوتا ہے کہ بعض مردے زندہ ہو گئے تھے۔ جیسے وہ مردے زندہ ہو گئے تھے۔ جیسے وہ مردہ جس کا خون نبی اسرائیل نے چھپا لیا تھا۔ جس کا ذکر ”واذا قتلتم“ کی آیت میں ہے کہ اس گائے کے گوشت کی بوٹیوں سے جس کے ہاتھ سے مقتول کے جسم پر لگنے سے زیادہ ہو گیا تھا یا ہو جائے گا وغیرہ وغیرہ۔ اس قصہ سے واقعی طہر پر زندہ ہونا ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ صرف دھمکی تھی تاکہ چور بے دل ہو کر اپنے تئیں ظاہر کر دے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ طریق عمل الترب یعنی مسریم کا ایک شعبہ تھا۔“ (ازالہ اوہام ص ۴۸ تا ۵۰، خزائن ج ۳ ص ۵۰۳، ۵۰۴)
- ۱۵..... حضرت مہدی علیہ السلام نہیں آئیں گے: ”محققین کے نزدیک مہدی کا آنا کوئی یقینی امر نہیں۔“ (ازالہ اوہام ص ۴۵، خزائن ج ۳ ص ۳۳۳)
- ۱۶..... دجال سے مراد پادری ہیں: ”سبح دجال جس کے آنے کی انتظار تھی۔ یہی پادریوں کا گروہ ہے۔“ (ازالہ اوہام ص ۴۹۶، ۴۹۷، خزائن ج ۳ ص ۳۶۵)

۱۷..... ریل گاڑی دجال کی سواری یا گدھا ہے۔ ”وہ گدھا دجال کا اپنا ہی بنایا ہوا ہوگا، پھر اگر وہ ریل نہیں تو اور کیا ہے۔“ (ازالہ صفحہ ۶۸۵، خزائن ج ۳ ص ۳۷۰)

۱۸..... یا جوج ماجوج درحقیقت کوئی چیز نہیں: ”یا جوج و ماجوج سے دو قوتیں انگریز و روس مراد ہیں اور کچھ نہیں۔“ (ازالہ ص ۵۰۲، ۵۰۸، خزائن ج ۳ ص ۳۷۳)

۱۹..... آفتاب قرب قیامت میں مغرب سے نہیں نکلے گا: ”مغرب کی طرف سے آفتاب کا چڑھنا یہ معنی رکھتا ہے کہ ممالک مغربی آفتاب سے منور کئے جائیں گے اور ان کو اسلام سے حصہ ملے گا۔“ (ازالہ ص ۵۱۵، خزائن ج ۳ ص ۳۷۷، ۳۷۶)

۲۰..... مرزا قادیانی کا فتویٰ، مرزائیوں کی نماز دوسرے مسلمانوں کے پیچھے صحیح نہیں: ”اس لئے کہ وہ اس لائق نہیں کہ میری جماعت سے کوئی شخص ان کے پیچھے نماز پڑھے۔ کیا زندہ مردہ کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے۔ پس یاد رکھو جیسا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے اطلاع دی ہے کہ تمہارے اوپر حرام ہے اور قطعی حرام ہے کہ کسی ملکر اور مکذب اور مرتد کے پیچھے نماز پڑھو۔ بلکہ چاہئے کہ وہی تمہارا امام ہو جو تم میں سے ہو۔“ (تحدہ گلازویہ ص ۸۱، اربعین نمبر ۳ ص ۲۸، حاشیہ، خزائن ج ۷ ص ۴۱۷)

۲۱..... غیر مرزائیوں سے مناکت حرام ہے: ”میرے مرید کسی غیر مرید سے لڑکی نہ بیابا کریں۔“ (فتاویٰ احمدیہ ص ۷، خزائن ج ۲۲ ص ۱۶۷)

۲۲..... مرزا قادیانی کا منکر کافر ہے: ”میرا منکر کافر ہے۔“

(حقیقت الوحی ص ۱۶۳، خزائن ج ۲۲ ص ۱۶۷)

خاتمہ مفیدہ درمہدی و مسیح علیہما السلام

جو شخص خالی الذہن ہو کر ان احادیث کو جو حضرت مسیح علیہ السلام اور حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کی شان میں وارد ہیں۔ یا اگر اصل احادیث نہ سمجھ سکے تو ترجمہ فارسی یا اردو مشکوٰۃ شریف میں ان ابواب کو فہرست میں صفحہ دیکھ کو نکال کر ترجمہ ان کا دیکھے گا۔ وہ یقین کے ساتھ سمجھ لے گا اور اس کے نزدیک کا معائنہ متیقن ہو جائے گا کہ ابھی تک ان صفات و علامات کا مصداق ظاہر نہیں ہوا اور کھینچ تان کر کسی کا مصداق بن جانا یا بنا دینا تو تمام شریعت مطہرہ سے امن و اطمینان انشاء دیتا ہے۔ کیونکہ اس قسم کے احتمالات تو نصوص صلوٰۃ و زکوٰۃ میں بھی پیدا ہو سکتے ہیں اور ملاحظہ نے نکالی بھی ہیں۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ اعمال میں تو ان احتمالات کو فاسد و باطل قرار دیا جائے اور عقاید میں

ان کو صحیح دیکھا سمجھا جائے۔ مقتضی تدبیر و تقویٰ کا تو یہ ہے کہ غرض نفسانی و ہوا پرستی کو چھوڑ کر نظر حق طلبی سے کتاب و سنت کو دیکھ کر عقاید و اعمال میں ان کا اتباع کیا جائے۔ ورنہ غلبہ ہوائے نفسانی سے حق ہرگز واضح نہیں ہوتا۔

باقی رہا مرزا قادیانی کا یہ کہنا کہ اگر کاذب ہوتا تو میں اب تک ہلاک کر دیا جاتا اور اس باب میں اس آیت سے استدلال کرتے ہیں: ”ولو تقول علينا بعض الاقاويل لاخذنا منه باليمين ثم لقطعنا منه الوتين، فما منكم من احد عنه حاجزين (الماعز: ۴۷-۴۸)“ میں کہتا ہوں کہ اس آیت میں اگر مراد مطلق ”تقول“ ہے تو تمام کفار اپنے کفر و شرک میں مقول علی اللہ ہیں۔

چنانچہ ظاہر ہے اور قرآن مجید میں بھی ان کو مقول علی اللہ کہا گیا ہے: ”واذا افعلوا افاحشة قالوا وجدنا عليها ابناءنا واللہ امرنا بها قل ان اللہ لا يامر بالفحشا اتقولون على اللہ ما لا تعملون (الاعراف: ۲۸)“ (وغیر ذلک) حالانکہ بہتر ہے ان کے ہلاک نہیں ہوتے۔ بلکہ ان کی شان میں جا بجا اس قسم کی آیتیں فرمائی گئی ہیں: ”سنستدرجهم من حيث لا يعلمون، واملی لهم ان کیدی متین (الاعراف: ۱۸۳، ۱۸۴) قل من كان في الضلالة فليمدد له الرحمن (مریم: ۷۵)“

پس یہ تو یقیناً ثابت ہو گیا کہ مطلق تقول مراد نہیں۔ کوئی خاص تقول ہے۔ پھر یہ کہ وہ خاص کیا ہے۔ سو ظاہر ہے کہ جس دعویٰ کے باب میں یہ آیت آئی ہے۔ یعنی نبوت کے دعویٰ جو حضور ﷺ نے کیا اور جس حالت میں یہ نازل ہوئی ہے۔ یعنی اس وقت شریعت کی تکمیل نہ ہوئی تھی اور اس لئے دلائل شرعیہ سے ایسے امور میں اتمام حجت نہ ہو سکتی تھی۔ ویسے ہی دعویٰ اور اسی حالت کی مراد ہے۔ پس حاصل آیت کا یہ ہوا کہ جو شخص ایسے وقت میں کہ اور حج شرعیہ سے لوگوں کا التباس رفع نہ ہو سکے۔ نبوت کا دعویٰ کرے۔ وہ بمقتضائے حکمت و رحمت خداوندی کے خلق گمراہ نہ ہو ضرور ہلاک کیا جائے گا۔ سو اگر اب کوئی شخص تقول کرے اول تو وہ نبوت کا دعویٰ اگر بالفرض کوئی ایسا بھی کرے جیسا کہ مرزا قادیانی نے، تو بوجہ تکمیل اصول و فروغ شرعیہ کے اس پر بھی احتجاج ہو سکتا ہے اور لوگوں کو بھی بوجہ وضوح دلائل شرعیہ کے التباس و اشتباہ واقع نہیں ہو سکتا۔ پس ایسا ”تقول“ مستلزم ہلاک نہیں ہے۔ جب ہلاک لازم ہی نہیں تو اس کی نفی میں ”تقول“ کی نفی پر استدلال کرنا باطل ہے۔ پس یہ دلیل بھی گاؤر و درو باطل ہے۔ واللہ یهدی من یشاء الى صراط مستقیم!